راج

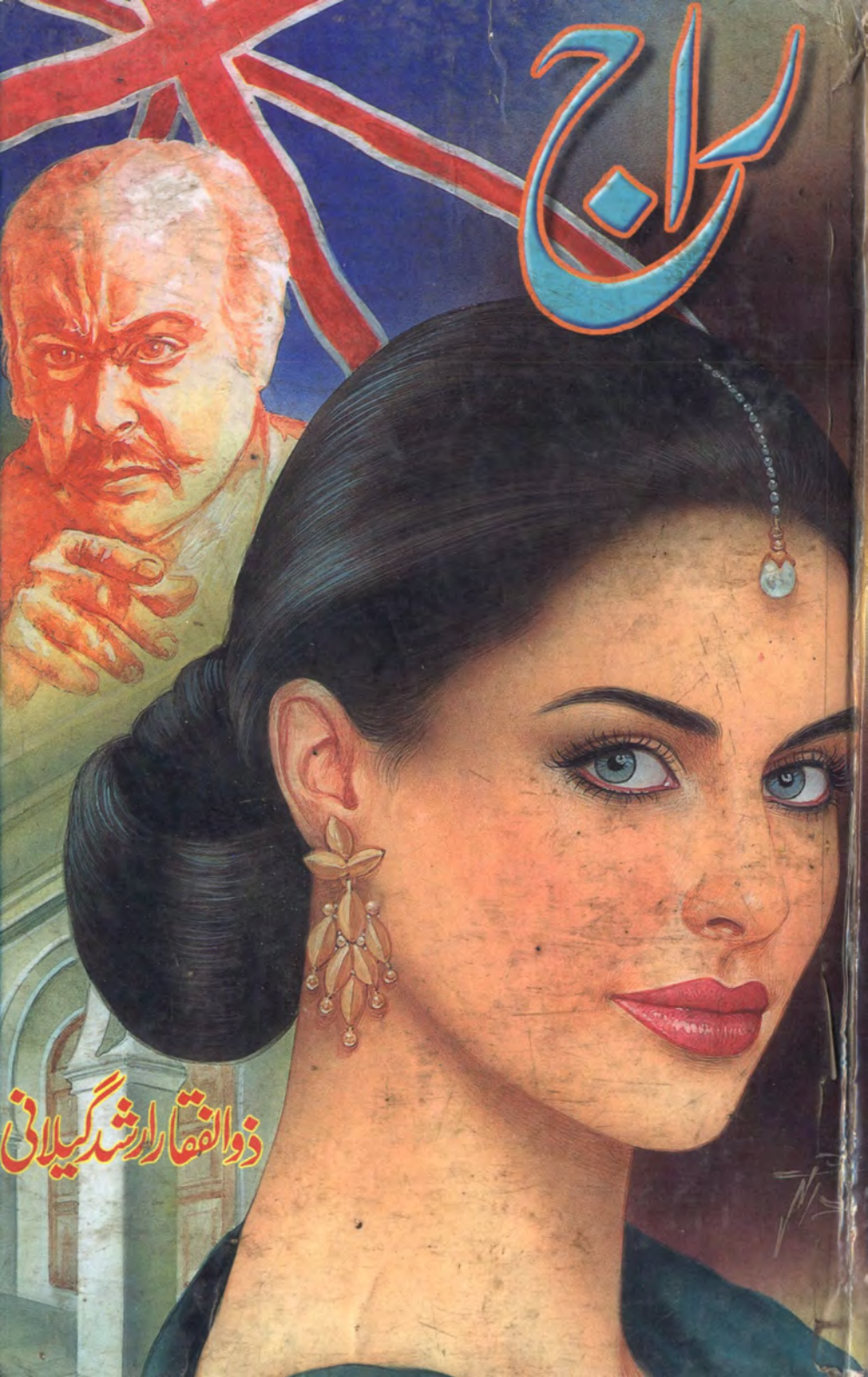

ذوالفقار ارشد گیلانی

وہ جنوری کی ایک سرد صبح تھی جب مہاراجہ نے پہلی بار پانچ سالہ جیہ کو اپنے ساتھ جنگل میں لے جانے پر اصرار کیا تھا۔ لیکن مہارانی کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

"اب بچوں پر سے اپنے پیار کا آنچل ہٹا لیں مہارانی۔" مہاراجہ نے اپنی پاٹ دار آواز میں کہا۔ "آپ نے ٹکا کو بھی اس وقت تک گود سے نہیں اتارا جب تک وہ گھوڑے پر سوار ہونے کے قابل نہیں ہو گیا۔ اب آپ اس لڑکی کے ساتھ بھی یہی کر رہی ہیں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ راجپوت اپنے جگر گوشوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں' یا آپ انہیں بزدل بنا کر طاؤس و رباب کی محفلوں میں غرق کر دینا چاہتی ہیں' لیکن بھگوان کی سوگند ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

مہارانی ساکت رہ گئیں۔ نقاب کے عقب میں ان کی کپکپاہٹ واضح طور پر محسوس کی جا سکتی تھی۔ مہاراجہ نے بچوں سے ان کے پیار کو کسی اور پیرائے میں بیان کیا تھا۔ وہ خود بھی نسلاً" راجپوت تھیں' انہیں علم تھا کہ راجپوت گردن جھکانے کے بجائے گردن کٹوا لیا کرتے ہیں' پھر بھلا وہ اپنے بچوں کی اس نہج پر تربیت کیسے کر سکتی تھیں۔

وہ مہاراجہ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن اتنی ہمت بھی تو نہیں تھی ان میں کہ شوہر کے سامنے زبان درازی کرتیں سو وہ سر جھکائے خاموش کھڑی رہیں۔

ریاست بالمیر کا راجکمار جسے لوگ ٹکا کے نام سے پکارتے تھے اپنے والدین سے کچھ دور کھڑا تھا۔ حد ادب کا تقاضہ تھا کہ نظریں نیچی اور زبان خاموش ہو اور وہ نو سال کا ہونے کے باوجود ان دونوں تقاضوں پر پوری طرح عمل کر رہا تھا۔

ٹکا نے اپنی والدہ کی سرخ و سپید رنگت اور والد کی گہری سیاہ آنکھیں ورثے میں پائی تھیں۔ ذرا دیر پہلے وہ اس بات پر دانده کی ڈانٹ کھا رہا تھا کہ اس کے نشانہ بازی کے شوق کے نتیجے میں قلعے کی فصیلوں کے کنگرے مردہ کبوتروں سے اٹ گئے تھے۔ لیکن ٹکا ایک ڈانٹ کے بعد پھر بندوق اٹھا لیتا اور فصیل پر بیٹھنے والے کبوتروں کی شامت آ جاتی۔

اس کے برعکس ٹکا کی چھوٹی بہن ایک نہایت نرم و نازک اور شریف النفس بچی تھی۔ اس نے ماں کی سبز آنکھیں اور باپ کی سانولی رنگت چرائی تھی۔ مہارانی عموماً اس کے

سانولے پن سے پریشان رہتیں۔ ان کے ذہن میں یہ خدشات تھے کہ ان کی ملیح بیٹی کا رشتہ مشکل سے ملے گا۔ وہ جیہ کے موڈ سے بھی خوفزدہ تھیں۔

شام کے وقت جب مہارانی قدیم روغنی تصاویر کے بکس کھولتیں تاکہ اپنے بچوں کو ان کے آباؤ اجداد کے کارناموں سے آگاہ کر سکیں تو ٹکا ہمیشہ میدان جنگ کی روغنی تصاویر دیکھنے پر اصرار کرتا۔ وہ راجپوتوں کے قدیم ہتھیاروں سے عشق کرتا تھا اسے بڑی بڑی کمانیں' تیر اور برچھیاں بے حد پسند تھیں۔ جو کسی شخص کا بدن کاغذ کے ٹکڑے کی مانند چیر سکتی تھیں۔

لیکن جیہ ایسی روغنی تصاویر کو دیکھنا بھی پسند نہ کرتی تھی وہ درختوں سے نکلتے ہوئے کسی گھوڑے' پہاڑوں یا راجاؤں مہاراجاؤں کی روغنی تصاویر کے سامنے گھنٹوں گم صم بیٹھی رہتی اور مہارانی کوشش کے باوجود یہ سراغ نہ لگا پائی تھیں کہ ان کی بیٹی کی سبز آنکھوں کے پیچھے کیا اسرار پوشیدہ ہیں۔

سائیس اصطبل کے بہترین گھوڑوں پر کاٹھیاں کس چکے تھے۔ ہاؤس ہولڈ کیولری آفیسرز رائفلیں کندھوں سے لٹکائے راجہ کی آمد کے منتظر تھے۔ شکار کا قافلہ تیار تھا' بس راجہ کا انتظار تھا۔

اور پھر راجہ جے سنگھ محل سے نمودار ہوئے۔ ان کی دائیں جانب راجکمار ٹکا اور بائیں جانب راجکماری جیہ سنگھ تھی۔ ٹکا نے اپنے لئے علیحدہ گھوڑے کا انتخاب کیا جبکہ راجکماری کو راجہ نے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ قافلہ جس وقت محل کے دروازے سے روانہ ہوا تو سورج طلوع ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔

جیہ اپنے والد کے بازوؤں میں دبکی بیٹھی تھی۔ اس کی کمر میں گولیوں کے پٹے کی ایک اجنبی سی چبھن تھی۔ کسی نے اس کی کمر کے گرد کپڑا باندھ دیا تھا تاکہ اس کی کمر چھل نہ جائے گھوڑا دلکی چال پر آیا تو جیہ کی پازیب' رکاب سے مل کر بجنے لگی۔ گھوڑے کی ٹاپوں کے ساتھ یہ نازک سا سازینہ ایک عجیب سماں پیدا کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں شکار کا قافلہ قلعہ بالمیر کے صدر دروازے سے نکل کر اس شاہراہ پر آ گیا جو جنگل کی سمت جاتی تھی۔

قلعے کے باہر شہر میں سناٹا تھا۔ جھیل کے کنارے بنے ہوئے بعض مندروں میں ٹمٹماتے دیئے کسی پجاری کے رت جگے کی گواہی دے رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے گلیوں کے کتے جاگ اٹھے اور انہوں نے چوکیداری کے فرائض انجام دہی کے طور پر بھونکنا شروع کر دیا۔ کئی تاریک کھڑکیوں سے ان کتوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کرانے کی صدائیں بلند ہوئیں۔

تھوڑی دیر مزید گزری اور وہ شہر کی گنجانی سے کھلے کی ویرانی میں نکل آئے۔ بائیں جانب دور دور تک لہلہاتے کھیت تھے جبکہ دائیں جانب جھلسا جھیل تھی جو رات کی تاریکی کے باعث تارکول کا سمندر لگ رہی تھی۔

قافلے کا ہراول دستہ لالٹینیں اٹھائے ہوئے تھا تاکہ تاریکی میں سفر بلا روک ٹوک جاری رہ سکے۔ گھوڑے کی متناسب رفتار سے پہلے جیہ پر غنودگی طاری ہوئی اور پھر وہ نیند کی آغوش میں جا پہنچی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو تاریک زمین کے سینے پر اجالا اگنے لگا تھا۔ کسانوں نے کھیتوں کی جانب اپنے سفر کا آغاز کر دیا تھا۔ ان کے آگے سیاہ رنگ کے بھینسے اور کندھوں پر بھاری ہل تھے۔ شاہراہ کے آس پاس واقع دیہات کے کچے گھروں کی دیواروں کے عقب سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے رفتہ رفتہ ساری کائنات بیدار ہو رہی ہو۔

سامنے سے اونٹوں کی ایک قطار نمودار ہوئی۔ کیا عجیب جانور تھے۔ تیزی سے بھاگنے کے باوجود کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بھگوان نے ان کے پیروں میں گدیلے باندھ رکھے تھے۔

اونٹوں کی قطار ختم ہوئی تو دو گھڑ سوار راجہ کی جانب بڑھتے دکھائی دیئے۔ یہ شاہی شکاری تھے۔

"کیا خبریں ہیں؟" راجہ نے دریافت کیا۔

"جنگل میں چھ سات میل دور ایک شیر دکھائی دیا ہے' حکم!" ایک شکاری نے نہایت ادب سے جواب دیا۔

"شیر خاصا بڑا ہے' حکم! دوسرے نے ڈرتے ڈرتے گزارش کی "بہتر ہو گا کہ راجکماری کو ساتھ نہ لے جایا جائے۔"

راجہ کے چہرے پر جلال سا آ گیا۔ شکاری اور قافلے کے دوسرے افراد چپ ہو گئے۔ لیکن راجہ نے کچھ کہنے کے بجائے گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے قافلے کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

قافلہ جنگل کے دہانے پر ایک گاؤں میں پہنچ کر رک گیا۔ مہاراجہ جے سنگھ گھوڑے سے اترا تو چہروں پر نقاب اوڑھے ہوئے متعدد عورتوں نے اپنے راجہ کا خیر مقدم کیا۔

"ہم اپنی جان' آپ لوگوں کے حوالے کئے جا رہے ہیں' بیٹیو!" راجہ نے اپنی رعایا کو نہایت احترام سے مخاطب کیا تھا۔ "اس کا خیال رکھنا' ہم بعد میں اسے بلوا لیں گے۔"

عورتوں نے فوراً ہی جیہ کو گھیر لیا۔ ریاست کی راجکماری پہلی بار وہاں آئی تھی۔ عورتوں نے اس سے پہلے کسی حاکم کو اتنے قریب سے نہ دیکھا تھا۔ وہ جیہ کے گال چھو چھو کر اس کی یہاں موجودگی کا یقین کر رہی تھیں اور اس کی سبز آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔

جیہ کو پتا ہی نہ چلا کہ کب اس کے والد شکار کے لئے وہاں موجود ہاتھیوں پر بیٹھ کر جنگل کے لئے روانہ ہو گئے۔

عورتیں روزمرہ کے کام کاج میں مصروف ہوئیں تو بچوں نے جیہ کو گھیر لیا۔ ان کی آنکھوں میں یہی سوال تھا کہ قلعہ بالمیر سے آنے والی ان کی یہ "بائی سا" یا شاہی بہن کیسی ہے؟

ایک دس سالہ بچہ جیہ کے قریب آگیا "بائی سا! کیا تم نے کبھی گائے کا دودھ پیا ہے؟"

"کیوں نہیں۔" جیہ کے لہجے میں راجکماریوں کی سی تمکنت تھی۔ "تمام بچے گائے کا دودھ ہی پیتے ہیں۔"

"لیکن تم تو کسی بڑے سے سنہرے گلاس میں دودھ پیتی ہو گی' بائی سا!"

"نہیں' ایسا نہیں ہے۔" ننھی جیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمارے پاس انگلینڈ سے آیا ہوا ایک گلاس ہے جس پر سرخ سپاہی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔"

"لیکن گلاس تو ہے نا؟" بچہ کوئی فلسفی دکھائی دے رہا تھا۔ "کیا تم ہمارے انداز میں دودھ پینا پسند کرو گی؟"

ننھی جیہ کچھ نہ سمجھی' اس کی آنکھوں میں کئی سوال ابھر آئے۔

لڑکے نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک گائے قریبی درخت کے نیچے کھڑی چارہ کھا رہی تھی۔ اس نے جیہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے گائے کے قریب لے گیا۔ جیہ نے نہایت سعادت مندی کے ساتھ لڑکے کی تقلید کی اور گائے کے پیٹ کے نیچے سر دے کر بیٹھ گئی۔ لڑکے نے گائے کے دودھ سے بھرے ہوئے ایک تھن کو پکڑ کر دبایا اور گرم گرم تازہ دودھ کی ایک دھار جیہ کے چہرے اور بالوں کو بھگوتی چلی گئی۔

دوسرے بچوں نے مارے خوشی کے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔

اچانک چند عورتوں کی نظریں ادھر اٹھیں تو وہ مارے خوف کے کانپ اٹھیں۔ جیہ کا چہرہ دودھ اور گوبر سے اٹا ہوا تھا۔ وہ فوراً بچوں کی طرف بھاگیں۔

"مہاراج نے دیکھ لیا تو وہ تم لوگوں کی کھال میں بھس بھروا دیں گے۔" کئی ایک نے

چلانا شروع کر دیا۔

"یہ تو ایک کھیل تھا' ایک تفریح۔" لڑکے نے اپنی صفائی پیش کی۔ "اس نے خود ایسا کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔"

عورتوں نے بیک وقت بچوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ ان کے ہاتھی دانت کے کنگن بجنے لگے۔

"دربار کیا کہیں گے؟"

"تم واقعی جنگلی ہو۔" عورتیں بدستور اپنے بچوں کو کوسنے دے رہی تھیں۔

اسی وقت بھیڑ چھٹی تو سامنے سے راجکمار ٹکا آتا دکھائی دیا۔ بدحواس عورتوں نے جیہ کو اپنے پیچھے چھپا لیا کئی ایک نے اپنی اوڑھنیوں سے جیہ کا چہرہ اور بال صاف کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ جیہ اس آفت سے گھبرا کر منہ بسورنے لگی تھی۔

ٹکا نے ایک نظر اس لڑکے کو دیکھا جس نے یہ حرکت کی تھی' پھر اس کی نگاہیں اپنی بہن کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

"راجپوت راجکماریاں رویا نہیں کرتیں بزدل۔" اس کا لہجہ سخت اور الفاظ انگاروں جیسے تھے۔ "اگر تم نے رونا بند نہ کیا تو ہم اپنی تلوار سے تمہیں خاموش کر دیں گے۔" ننھے راجکمار نے اپنی تلوار پر ہاتھ ڈال دیا۔ راجکماری جیہ فوراً چپ ہو گئی۔ "چلو ہاتھی پر بیٹھ جاؤ۔ بابا نے شیر پکڑ لیا ہے اور تمہیں فوراً بلایا ہے۔"

سفر کوئی گھنٹہ بھر جاری رہا۔ شیر کے دھاڑنے کی آوازیں انہیں دور سے ہی سنائی دینے لگی تھیں۔ ہاتھی بھی بدکا لیکن مہاوت نے آہنی کنڈے کی مدد سے اسے بے بس کئے رکھا تھا۔

شیر جب سامنے آیا تو جیہ کو اندازہ ہوا کہ خوف کسے کہتے ہیں۔ وہ بے اختیار اپنے بھائی کی ٹانگوں سے لپٹ گئی لیکن ٹکا نے انتہائی نفرت سے اسے پرے دھکیل دیا۔

جیہ سمجھ رہی تھی کہ کھیل ختم ہو گیا ہے لیکن اس وقت تو اس کے دل کی دھڑکن تھم سی گئی جب اس کے والد نے اسے بانہوں میں بھرا اور چیختے دھاڑتے شیر کے عین سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ جیہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بری طرح چیخی لیکن چیخ شیر کی دھاڑ میں دب کر رہ گئی۔

ذرا دیر بعد جیہ نے ہمت کر کے آنکھیں کھولیں تو اس کی روح فنا ہو گئی۔ شیر اس سے محض ایک فٹ کے فاصلے پر تھا۔ وہ زخمی تھا اور بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اسے رسوں سے

جکڑ دیا گیا تھا لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی رسے توڑ دے گا اور سامنے موجود تمام افراد کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔ شیر کے تڑپنے کے باعث خون کے کئی چھینٹے جیہ کے اسکرٹ پر آ گرے تھے۔ اس نے رحم طلب نگاہوں سے اپنے والد کی طرف دیکھا لیکن وہاں اسے اپنے لئے ہمدردی کی کوئی جھلک دکھائی نہ دی تھی۔

جیہ اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دیر تک زخمی شیر کے سامنے کھڑی رہی۔ زخمی شیر اگر تھوڑا سا زور لگاتا تو وہ تینوں اس کے پنجوں کی زد میں آ جاتے لیکن مہاراجہ اور راجکمار اس خطرے سے بے پروا نظر آتے تھے۔

رفتہ رفتہ جب جیہ کا خوف بھی دور ہونے لگا اور وہ دلچسپی سے آزادی کی جدوجہد میں مصروف شیر کو گھورنے لگی حتیٰ کہ مہاراجہ اپنے دونوں بچوں کو شیر سے دور لے گیا۔

مہاراجہ نے اپنا ایک ہاتھ جیہ اور دوسرا نکا کے کندھوں پر رکھ دیا۔

"حکمران آدمی ہوتے ہیں اور آدمی ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے۔" مہاراجہ کا انداز ناصحانہ تھا۔ "لیکن آدمی اپنا خوف ختم کئے بغیر حکومت نہیں کر سکتا۔"

جیہ اتنی چھوٹی تھی کہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ مہاراجہ اپنے بچوں کو راج نیتی سمجھا رہا ہے۔ یہی حکمرانوں کا فلسفہ تھا جو نسل در نسل قلعہ بالمیر کے راجکماروں کو پڑھایا جاتا تھا۔

۱۸۵۷ء

جیہ جس علاقے میں پیدا ہوئی تھی وہ اس صحرا کے پار واقع تھا جسے دشت مرگ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

حتیٰ کہ نئی صدی کے آغاز سے تین سال قبل بھاٹوں کے چھوٹے قبائل جب بالمیر کی بادشاہت کا رخ کر رہے تھے تو انہوں نے موت کی بہت سی کہانیاں دیکھی تھیں۔ تالاب اور دیہات کے کنویں خشک ہو چکے تھے۔ جودھ پور، بیکانیر اور جیسلمیر کی ریاستوں کو سیراب کرنے والی مصنوعی جھیلوں پر کائی کی سبزتہ جم چکی تھی۔ پانی اتنا کم رہ گیا تھا کہ اس میں سے سڑاند اٹھنے لگی تھی اور ایسے جانور پیدا ہو گئے تھے جن کا وجود ہی موت کا پیغام تھا۔

دیہات کی چوپالوں اور کاروان سراؤں میں غذا کی مقدار بہت کم رہ گئی تھی۔ بھاٹ اور گویئے گروہ در گروہ یہاں پہنچ رہے تھے اور اپنی چکنی چپڑی باتوں کے عوض خوراک کی انتہائی قلیل مقدار حاصل کر رہے تھے۔

پورے راجپوتانہ کو علم تھا کہ بالمیر کا مہاراجہ اس وقت اپنی سلطنت کے ولی عہد کی

پیدائش کا منتظر تھا۔ اس لئے اس عظیم صحرا کے کونے کونے سے آنے والے گویوں، بھاٹوں اور بھانڈوں کا رخ بالمیر کی طرف تھا۔ وہ اپنے چھکڑوں پر بالمیر کی طرف محو سفر تھے۔

گروہ کے گروہ ملتے رہے اور پھر یہ گروہ قافلوں میں تبدیل ہوتے رہے۔

بالمیر جانے والی شاہراہ چھکڑوں کے گزرنے کی وجہ سے گرد و غبار میں اٹی رہتی تھی۔ کبھی کبھار ان قافلوں کو سنگلاخ پہاڑوں کے دامن میں رہنے والے راجاؤں کی سواری کے لئے راستہ چھوڑنا پڑتا اور کبھی درباری وزیر انہیں راستے سے ہٹا دیتے جو شاہ برطانیہ کے قوانین کی عمل داری کے لئے اپنے راجاؤں کے پیغام بالمیر کے حکمران کے لئے لے جا رہے تھے۔

ان قافلوں کو ایک ہاتھی ایسا بھی دکھائی دیا جس کی حفاظت شہسواروں کا ایک دستہ کر رہا تھا۔ ہاتھی پر دو بینرز آویزاں تھے۔ ایک بینر پر چاندی کا بہت بڑا سکہ بنا ہوا تھا جس پر مہاراجہ کا نشان کھدا ہوا تھا جب کہ دوسری جانب ملکہ برطانیہ کی تصویر تھی۔

یہ سکے بھاٹوں کے قافلوں کو بھی دیئے جاتے تھے۔ یہ قافلے مل کر ایک ایسا بڑا جتھا بن چکے تھے کہ اب کسی گاؤں کی چوپال یا کاروان سرائے میں اس کے لئے جگہ باقی نہ بچی تھی۔ چنانچہ رہائش کے لئے قافلے والوں نے اپنی جھونپڑیاں اور سائبان نصب کرنے شروع کر دیئے تھے۔

جب قافلے والوں کے بچے ریتلی زمین پر پھٹی پرانی چادریں بچھا کر سو جاتے تو بڑے بوڑھے۔۔۔۔ شاہی ہندوستان کے خانہ بدوش۔۔۔ ایک جگہ جمع ہو کر راجپوت بادشاہت کے بارے میں ملنے والی خبروں پر تبادلہ خیال کرتے۔

"ہمارے حکمران، گوری بیوہ، ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی میں شرکت کے لئے لندن جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔" ایک خبر سناتا۔

"جو تحفے اور نذر یہ لے جائیں گے، گورے انہیں دیکھ کر ہندو راجکماروں کے خزانوں کا اندازہ لگائیں گے۔" دوسرا اندیشہ ظاہر کرتا۔

"گورے ان خزانوں سے متاثر تو بہت ہوں گے۔" ایک اور اپنی رائے دیتا۔

"مگر یہ بات بے حد خطرناک بھی تو ہے۔" ایک ماہرانہ تبصرہ سنائی دیتا۔

"لندن میں کم از کم یہ لوگ ایک دوسرے سے مل تو لیں گے۔ یہاں تو برطانیہ نے صرف تنازعات چھوڑے ہیں اور راجاؤں، مہاراجاؤں کو کسی انگریز کی موجودگی کے بغیر آپس میں ملنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔"

"درباری جوتشیوں کی بھی تو سنو!" ان میں سے ایک بوڑھا یاد دلاتا۔ "ان کی پیش گوئی ہے کہ انگریزوں کی حکومت کے عروج کے ہر بیس سال بعد قحط آیا کرے گا۔"

"اور پچھلے قحط سے اب تک بیس سال پورے ہو چکے ہیں۔"

سب کے چہرے اتر جاتے۔ واقعی انہوں نے دیہاتیوں کو بارش کے لئے پرارتھنا کرتے دیکھا تھا۔ کاشتکار پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ایک اور قحط شروع ہو چکا ہے۔

زمانہ قدیم میں چند یورپی باشندوں نے بالمیر کا سفر اختیار کیا تھا۔ ان میں سے جو چند ایک اس پرخطر سفر سے بچ کر بالمیر پہنچے تھے انہوں نے صحرا کو دشت مرگ کا نام دیا تھا' لیکن نصف صدی پہلے جب سے بالمیر نے برطانوی حکومت سے ایک معاہدے پر دستخط کئے تھے یورپی باشندے اکثر و بیشتر یہاں آیا کرتے تھے۔

محض دس سال پہلے زار روس نے روسی دربار کے دو گرانڈ ڈیوکس کے ہمراہ پندرہ دن مہاراجہ بالمیر کے پاس گزارے تھے۔ اس سے پہلے قیصر جرمن کے صاحبزادے نے چند دن یہاں قیام کیا تھا۔ ان حالیہ سیاحوں نے بالمیر کو موت کی سرزمین نہیں بلکہ کاشتکاروں کی کھیتی قرار دیا تھا۔

اب بھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خشک سالی جس نے بیرونی دنیا کو گہری تشویش میں مبتلا کر دیا ہے بالمیر کی سرحدوں پر آ کر رک گئی ہے۔ بالمیر کے اردگرد واقع ریاست کے چاروں طرف اب بھی کپاس کی فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ دارالحکومت کو آنے والی شاہراہ دو رویہ سرسبز و شاداب درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

بھاٹوں کا قافلہ جب دارالحکومت پہنچا تو رات ہو چکی تھی۔ بالمیر کے مہاراجاؤں کے محلوں کے سنگ مرمر کے گنبد رات کی تاریکی میں دیوقامت بھوت دکھائی دے رہے تھے۔ کاروان موت کی یادگاروں کے قریب سے گزر کر بازاروں میں داخل ہوا جو لالٹینوں کے روشنیوں سے جگمگا رہے تھے۔

گیندے کے پھولوں سے بنے ہوئے ہاروں کے پہاڑوں کی عقب میں براجمان ہاکر مندروں میں جانے والی عورتوں کو پھول بیچ رہے تھے۔ لکڑی کے بنے ہوئے کلبوں میں بیٹھے دکاندار سونے اور چاندی کے زیورات' زری' صندل کی لکڑی کی مصنوعات' خوشبویات' آئینے اور ایسی ہی دوسری اشیاء اپنے گاہکوں کو منہ بولے داموں پر فراہم کر رہے تھے۔

بہت سے بچے بھاگ کر کارواں کے راستے میں حائل ہو گئے تھے۔

"مہاراجہ جے سنگھ نے تم لوگوں کے لئے خیموں کا ایک شہر آباد کیا ہے۔"

"دسہرے کے موقع پر ہاتھیوں کی لڑائی بھی ہو گی۔"

قافلہ چیختے چلاتے بچوں کی سربراہی میں سوداگروں کے پرتعیش مکانات کے قریب سے گزر کر قلعہ بالمیر کی چڑھائی پار کر کے ہاتھیوں کے میدان میں داخل ہوا جہاں بہت بڑے رقبے پر کپڑے کے خیمے لگائے گئے تھے۔ کھانے پکانے کی جگہ خیموں کے بیچوں بیچ چھوڑی گئی تھی۔ قریبی میدان سے گھوڑوں' اونٹوں اور بھینسوں کی بو آ رہی تھی۔

خیموں کے مقابل اندرونی قلعے کی اسی فٹ اونچی مضبوط فصیل تھی۔ قاصد بھاٹوں کو اندرونی قلعے میں لے جانے کے منتظر بیٹھے تھے۔ مہارانی کے ہاں ولادت بس ہوا ہی چاہتی تھی۔ یہ بہت نیک شگون تھا کہ نومولود اپنے آباؤاجداد کی بہادری کی داستانیں سنتا ہوا اس دنیا میں وارد ہوتا۔

زنان خانے کی منقش دیواروں کے عقب سے مہارانی کے خدام بھاٹوں کو طویل و عریض کپڑوں پر بنی روغنی تصاویر پھیلاتے دیکھ رہے تھے۔

مہارانی کو نرم و ملائم گدیلوں پر لٹایا گیا تھا۔ اس کا تعلق ہمالیہ کے پہاڑی علاقے سے تھا۔ مہارانی کی جلد دودھیا رنگت کی تھی جبکہ آنکھیں گہری سبز تھیں۔ اس کی خادمائیں مہندی کے پتوں سے مہارانی کے پاؤں سہلا رہی تھیں جبکہ بھاٹوں کے جتھے وسیع و عریض صحن میں راجپوتوں کی قدیم کہانیاں سنا رہے تھے۔

مہارانی بہت دیر تک ان کہانیوں سے لطف اندوز ہوتی رہی۔ پھر اس نے خواجہ سراؤں کے ہاتھ سونے کے سکوں کی ایک تھیلی بھاٹوں کے لئے بطور انعام بھجوائی تھی۔

پھر جب بھاٹوں کے قافلے رات کی گہری تاریکی میں اپنے اپنے خیموں میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے بالمیر کی سرزمین پر جیسے زلزلہ آ گیا۔۔۔۔۔۔ تاریکی میں اچانک روشنی کی لکیریں پیدا ہوئیں تو درختوں کی شاخوں میں دبکے ہوئے پرندے شور مچاتے اپنے اپنے گھونسلے چھوڑ کر اڑ گئے۔

رات کے سناٹے میں بھاری توپ کے انتالیس گولوں نے اعلان کر دیا تھا کہ بالمیر کا تخت محفوظ ہو گیا ہے۔ بالمیر کی بادشاہت کو انتالیسواں ولی عہد مل گیا تھا۔ بالمیر کے مہاراجہ جے سنگھ کے ہاں چاند سا بیٹا تولد ہوا تھا۔

بالمیر کا قلعہ پچھلے گیارہ سو سالوں سے جھلسا جھیل کے کنارے پہاڑی پر سر اٹھائے کھڑا تھا۔ یہ علیحدہ تشخص کی ایک قابل فخر یادگار تھا۔ قلعے کی زرد مضبوط اور موٹی فصیلوں کے اندر گویا ایک جنت آباد تھی۔ باغات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا جس میں نقرئی فوارے

لگائے گئے تھے۔ سنگ مرمر کے پتھروں کو تراش کر پانی کی خوبصورت گزرگاہیں بنائی گئی تھیں۔ ان باغات کی تزئین و آرائش کے لئے ماہرین کو بہ طور خاص دہلی سے بلوایا گیا تھا۔

جھلسا جھیل سے قلعے کے اندرونی حصے تک پانی کی ایک زیر زمین سرنگ تعمیر کی گئی تھی تاکہ محاصرے کے دنوں میں قلعے کے اندر پانی کی قلت پیدا نہ ہونے پائے۔ سرنگ پتھروں سے بنائی گئی تھی اور اس کی چھت اتنی نیچی تھی کہ کوئی بھی شخص تلوار اپنے سر سے بلند کر کے کسی پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔

اس وقت اسی قلعہ کے عظیم دربار ہال میں بالمیر کے مہاراجہ جی سنگھ کا انتظار ہو رہا تھا۔ تمام درباری اور معزز مہمان اپنی اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے۔

ذرا سی دیر گزری تھی کہ قلعہ بالمیر کے در و دیوار چوبداروں کی آوازوں سے گونج اٹھے۔

"باادب' باملاحظہ' ہوشیار۔ شاہ بافروفرہنگ' مالک دولت اورنگ' حکمت آگاہ' روشن نگاہ' صائب تدبیر' دیدہ تقدیر' ستارہ بالمیر مہاراجہ جے سنگھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔"

مہاراجہ نے تخت سنبھالا تو ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے بادشاہوں کی جانب سے نذر گزاری گئی۔ تمام ریاستوں کے معززین مہاراجہ کے لئے گراں بہا اور بیش قیمت تحائف لائے تھے۔

مہاراجہ روزانہ اپنی اسی گدی پر بیٹھتا تھا۔ راجپوت حکمرانوں کا روایتی تخت یہی تھا۔ اس کے عقب میں چھتر بردار ہوتا تھا جو اپنے آقا کے سر پر شاہی چھتر کا سایہ کئے رہتا تھا۔

مہاراجہ کے سامنے سب سے اگلی قطار میں بالمیر کے امرا تھے جن کی تلواریں اطاعت کی نشانی کے طور پر ان کے گھٹنوں پر رکھی ہوئی تھیں۔ ان کی نیاموں پر سنہری زنجیریں تھیں جو اس بات کا اظہار تھا کہ وہ امن و آشتی کے لئے اس دربار میں آئے ہیں۔

نذرانوں اور تحائف کا دور ختم ہوا تو رقاص لڑکیاں دربار میں آ گئیں۔ بالمیر کی سانولی سلونی رقاصاؤں نے کچھ دیر اپنے مہمانوں کا جی بہلایا لیکن پھر مہاراجہ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ وہ آج اپنے درباریوں اور مشیروں سے مشاورت کے موڈ میں تھا۔

"آپ کو لندن ضرور جانا چاہئے' یور ہائی نیس۔" اودے پور سے آئے ہوئے ایک معزز مہمان نے سرگوشی کے انداز میں تجویز پیش کی۔ "چار سو سال پہلے ہمارے آباؤ اجداد کو پابند کر دیا گیا تھا کہ ہم کسی غیر شہنشاہ کو تعظیم نہیں دیں گے لیکن آپ اس پابندی کی زد میں نہیں آتے۔"

ایک اور مصاحب مہاراجہ کی طرف جھک آیا۔ "آپ کی عزت سب پر مسلم ہے' ملکہ کو بتا دیں کہ قحط' آندھی اور طوفان کی طرح' ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ وکٹوریہ کو بتائیں کہ برطانیہ کے وعدے سونے جیسے ہیں لیکن ٹیکس مغلوں کی تلواروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔"

اس نے جگہ چھوڑی تو ایک اور ریاست سے آئے ہوئے پیغامبر نے اس کی جگہ سنبھال لی۔ "ہمارے جان و مال آپ پر قربان مہاراج' ہوشیار رہئے گا۔ برطانیہ ہمیں اپنے لالچ کی بھینٹ چڑھا رہا ہے۔ ہند کی نصف سے زیادہ آمدنی اس گوری کے خزانے میں چلی جاتی ہے جبکہ باقی نصف اس فوج پر خرچ کر دی جاتی ہے جس میں کسی ہندوستانی کو بطور افسر بھرتی نہیں کیا جاتا۔ گاڑیاں برطانوی سامان اور برطانوی پولیس سے بھری ہوئی آتی ہیں۔ انگریز بہادر ہمارے گرد مکڑی کا ایک ایسا جالا بن رہا ہے جس سے ہم کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

پورا ایک ہفتہ مہاراجہ جے سنگھ ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے راج کماروں اور راجاؤں کے پیغامات سنتا رہا لیکن آخری فیصلہ اس کی مہارانی کو کرنا تھا جو اپنی بانہوں میں بالمیر کے راج کمار کو اٹھائے اس کی منتظر تھی۔

"آپ لندن ضرور جائیں' دربار!" مہارانی نے اپنی سریلی آواز میں فیصلہ سنایا۔ "آپ ہندوستان کی آواز بن کر جائیں حکم۔ وکٹوریہ آپ کی بات پر دھیان ضرور دے گی۔ ہندوستان کی ملکہ ہندوستان کے مسائل سے پہلو تہی نہیں کر سکے گی۔"

بمبئی جانے والی ریلوے لائن کی دونوں اطراف کسانوں کی طویل قطاریں مہاراجہ جے سنگھ کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھیں۔ مہاراجہ نے انگلینڈ جانے کے لئے بمبئی سے بحری جہاز میں سوار ہونا تھا۔

مہاراجہ نے دوران سفر وہ اجڑے ہوئے دیہات دیکھے تھے جنہیں انگریزوں نے طاعون پھیلنے کی وجہ سے جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ مہاراجہ کا دل اپنے ہندوستان کی تباہی دیکھ کر خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن وہ ان لوگوں کے لئے کچھ بھی کرنے کا اہل نہ تھا۔

راستے کے ریلوے اسٹیشن انسانوں سے اٹے ہوئے تھے یہ سب لوگ قحط اور خشک سالی سے تنگ آ کر بمبئی جا رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ برطانوی شہریوں اور برطانوی مفادات کے لئے کام کرنے والے ہندوستانی سوداگروں کے گھروں کے اردگرد پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں تاکہ کوئی غریب روٹی مانگنے کے لئے ان کے دروازوں پر نہ جا سکے۔

"ہر شخص خوراک کے لئے تڑپ رہا ہے۔" متاثرہ افراد اپنی بپتا سنا رہے تھے۔ "قحط سے بچ جانے والے ہیضے سے مر رہے ہیں۔"

"بیرونی مارکیٹوں میں بھیجی جانے والی ہندوستانی گندم برآمدی بحری جہازوں سے چرا کر گراں قیمتوں پر مقامی بازاروں میں بیچی جا رہی ہے لیکن برطانوی آقاؤں سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا"

جب وہ بمبئی پہنچا تو جے سنگھ فیصلہ نہ کر سکا کہ وہ ایک بھیانک خواب سے جاگا ہے یا ایک سپنا دیکھنے جا رہا ہے۔ بڑی بڑی کوٹھیوں اور بنگلوں میں ہندوستانی اور انگریز باشندے بحث کر رہے تھے کہ ہندوستانی حکمران جوبلی تقریبات کے دوران ملکہ برطانیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کیسے لگیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی قحط اور خشک سالی کے بارے میں بات نہ کرتا تھا۔

ڈاکس پر شاہی خواتین خواجہ سراؤں کے کھڑی کئے ہوئے پردوں کی آڑ میں اپنے راجاؤں اور مہاراجاؤں کو الوداع کہہ رہی تھیں۔ اوپری ڈیک پر کھڑا جے سنگھ بڑے غباروں کی صورت میں چلتے پھرتے عارضی زنان خانے دیکھ رہا تھا۔ بھارتی ریاستوں کا ایک منتخب گھڑ سوار دستہ بھی اسی جہاز سے برطانیہ جا رہا تھا جس نے جوبلی تقریبات کے دوران ملکہ کو ہندوستان کی طرف سے گارڈ آف آنر پیش کرنا تھا۔

ذرا دیر بعد جہاز کے لنگر اٹھا لئے گئے۔ بمبئی ہاربر رفتہ رفتہ افق کی لکیر کی طرح نگاہوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی اور جے سنگھ یہ سوچنے کے لئے تنہا رہ گیا کہ بھارت کی دولت ملکہ وکٹوریہ کے قدموں کی دھول بن رہی تھی لیکن خود ہندوستان کو بے رحم دھوپ کی تپش سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

لندن پہنچ کر جے سنگ کو اجنبی ماحول ملا تو وہ کچھ دیر کے لئے ہندوستان کے قحط اور خشک سالی کو بھول گیا۔ مے فیئر کے علاقے میں اس کے لئے حاصل کی گئی پرتعیش آرام گاہ کی کرسیوں پر بیٹھ بیٹھ کر وہ اکڑ گیا۔ رات کو وہ جب نرم گدیلوں پر لیٹا تو اسے یوں لگا جیسے وہ سمندری جھاگ میں ڈوبتا چلا جا رہا ہو۔ یہ بیڈ راجپوتوں کی ان سخت اور چھوٹی چارپائیوں سے بدرجہا بہتر تھا جو سونے والے کی پنڈلیوں پر ختم ہو جاتی تھیں۔

دن بھر مہاراجہ جے سنگھ لندن کے گلی کوچوں میں غیر ملکی دولت کے نظارے دیکھتا رہا۔ وہ جہاں بھی گیا اسے وکٹوریہ کی پریڈ کی تیاریاں نظر آئیں۔ جلوس کے راستے کے ساتھ ساتھ چوبی اسٹینڈ بنائے جا رہے تھے۔ عمارتوں کی چھتوں پر یونین جیک لہرا رہے تھے جبکہ ہر کھڑکی پر ملکہ کی تصویر آویزاں دکھائی دے رہی تھی۔

پھر اسے لندن اسٹاک ایکس چینج لے جایا گیا۔ اس نے وہاں جب ہندوستان سے

ہندوستانی سامان اور مزدور' دنیا بھر میں لے جانے والی کمپنیوں کے نام سنے تو اس کا حلق خشک ہونے لگا۔ یہ سب برطانوی کمپنیاں تھیں۔ وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ شاید بھگوان نے دنیا بھر کی تمام نعمتیں صرف اور صرف انگریزوں کے لئے زمین پر اتاری ہیں۔

آخر کار جے سنگھ کو انڈیا آفس طلب کیا گیا جہاں سے ہندوستانی ریاستوں کے معاملات کنٹرول ہوتے تھے۔ مہاراجہ اپنے دو نوجوان مصاحبوں اور تجارت اور امور خارجہ کے وزراء کے ہمراہ جب سنگ مرمر کی سیڑھیاں چڑھ کر لابی میں پہنچا تو اسے ایک بہت بڑی آئل پینٹنگ دکھائی دی جس میں ایک ہندوستانی راجہ کو انگریز فوج کے ہاتھوں مغلوب ہوتا دکھایا گیا تھا۔ جو تین انگریز افسر اس شاندار عمارت میں اس کی رہنمائی کے لئے متعین کئے گئے تھے ان کے لباس اس کے وزراء اور مصاحبین سے کہیں زیادہ بہتر تھے۔

جے سنگھ کو ایک صوفے پر جگہ دی گئی۔ ایک نروس ہندوستانی مترجم کو اس کے برابر بٹھایا گیا جبکہ اس کے وزراء کرسیوں پر اس کے پیچھے بیٹھے تھے۔

"انگریز کو بتاؤ کہ برطانوی ہندوستان ان دنوں قحط اور فاقوں کا شکار ہے۔" جے سنگھ نے نوجوان مترجم کو مخاطب کیا۔ "ہمارے تجارتی راستے برطانوی ہند سے ہو کر گزرتے ہیں۔ ہم چاروں طرف سے محصور ریاستیں ہیں۔ کوئی بھی چیز ہماری سرحدوں میں داخل ہوتی ہے یا باہر جاتی ہے اس پر ہمیں برطانوی ہند کو دہرا ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ اور اب برطانوی ہند کا قحط ہمیں بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔"

مترجم نے مہاراجہ کے الفاظ انگریزی میں دہرا دیئے۔ جے سنگھ نے انگریزوں کے چہروں پر بے نیازی کے آثار دیکھے تو اسے اپنے وسوسے حقیقتوں میں ڈھلتے نظر آئے۔

"برطانیہ کو صورت حال پر تشویش ہے۔ اس کے علاوہ لندن کے لارڈ میئر نے قحط کا امدادی فنڈ قائم کر دیا ہے۔"

جے سنگھ نے اپنا ہاتھ مترجم کے بازو پر رکھ دیا۔ "انگریز کو بتاؤ کہ لارڈ میئر کے امدادی فنڈ کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ شاہی ٹیکس قحط کو آگ دکھانے کے مترادف ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ اگر برطانوی ہند تباہ ہوا تو ہندوستانی ریاستیں بھی ڈوب جائیں گی۔"

تیکھے نقوش والا ایک موٹا تازہ انگریز بالمیر کی فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر شرارت غالب تھی۔

"ہز ہائی نیس سے دریافت کرو کہ وہ اپنے حرم پر کس قدر دولت خرچ کرتے ہیں۔" انگریز نے مترجم سے کہا۔ "کیا وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ ریلوے سے ان کے ملک کی

دولت میں مزید اضافہ ہو گا اور وہ اپنے حرم پر اب سے کہیں زیادہ پیسہ خرچ کر سکیں گے۔"

انگریز کا چہرہ تمتما رہا تھا لیکن اس نے کوشش کی تھی کہ اس کے لہجے کا طنز ہز ہائی نیس کو ناگوار نہ گزرے۔

"حقیقت یہ ہے کہ بالمیر کے پاس وافر فنڈز موجود ہیں۔ بالمیر اپنی فوج پر کچھ خرچ نہیں کر رہا۔ جب سے بالمیر اپنے دفاع کے قابل نہیں رہا برطانیہ اس مد میں خاصی رقم ادا کر رہا ہے۔

یہ ایک کھلی دھمکی تھی' کم از کم جے سنگھ یہی محسوس کرتا تھا خاص طور پر ایسی صورت میں کہ برطانیہ مہاراجہ منی پور کو پھانسی دینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس نے برطانوی حکومت کو للکارا تھا جس کے جواب میں اسے مجرم قرار دے دیا گیا تھا۔ جے سنگھ کو اپنے وفد کی تیز دھار نگاہیں اپنی پشت پر چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"بالمیر اپنے تحفظ کے لئے برطانوی بادشاہت کا احسان مند ہے۔" اس نے زہر خند سے کہا۔ "ہمارے رویوں کا احتساب کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہم نے کبھی اپنی فوجوں پر اتنی رقم خرچ نہیں کی' جتنی ہم برطانیہ کو بطور خراج ادا کرتے ہیں۔"

جے سنگھ کو یقین ہو گیا کہ انڈیا آفس سے ہندوستان پر حکومت کرنے والے افراد سے ہمدردی کے دو بول بھی نہیں مل سکیں گے' چنانچہ وہ بے تابی سے جوبلی تقریبات کے اختتام کا انتظار کرنے لگا تاکہ اسے ملکہ سے علیحدگی میں ملاقات کا موقعہ مل سکے۔

دن بھر وہ بے قراری سے مے فیر ہاؤس میں ٹہلتا رہتا جبکہ رات کو مختلف تقریبات میں شرکت کرتا جو جوبلی پریڈ کا حصہ تھیں۔ یہاں اسے اداکاراؤں اور دوسرے لوگوں کی بیویوں سے پرنس آف ویلز کے معاشقے سننے کو ملے۔ اسے کئی اور اسکینڈلز کا پتا بھی چلا جن میں ملکہ وکٹوریہ کے ایک پوتے سمیت شاہی خاندان کے متعدد افراد ملوث تھے۔

جوبلی سے دو دن پہلے جے سنگھ کو خبر ملی کہ اس کے والد کا ایک پرانا دوست مہاراجہ ڈنگرا' انگلینڈ پہنچا ہے اور اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔

ڈنگرا ایک ہجوم کے ساتھ بیل گریو اسکوائر پر اپنے مکان کے باہر جے سنگھ کو اپنا منتظر ملا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا لبادہ پہن رکھا تھا جس پر گردن سے ناف تک ہیرے جڑے ہوئے تھے۔

جے سنگھ بگھی سے اترا تو ڈنگرا نے گرم جوشی سے گلے لگا کر اس کا خیر مقدم کیا اور فوراً ہی اپنے کمرہ خاص میں لے گیا جہاں سے سارا مغربی فرنیچر ہٹا لیا گیا تھا اور اس کی جگہ

خالص مشرقی انداز کا فرنیچر سجایا گیا تھا۔

"اب بتاؤ' جے!" بھاری بھرکم مہاراجہ نے نرم گدیلوں سے بنی ہوئی ایک گدی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اب جبکہ تم ہمارے شاہی آقاؤں سے مل چکے ہو' ان کے بارے میں تم نے کیا اندازے لگائے ہیں؟"

"میرے اندازوں یا سوچ سے کیا فرق پڑتا ہے حکم؟" جے سنگھ کے لہجے میں مایوسی تھی۔ "میرے پاس کوئی فوج نہیں کہ میں اپنے خیالات میں وزن پیدا کر سکوں۔"

ڈنگرا کی آنکھیں پھٹنے کو آ گئیں۔ "احتیاط سے جے!" اس نے مہاراجہ جے سنگھ کو سرزنش کی۔ "یہ انتہائی باغیانہ تبصرہ ہے۔ تم انگلینڈ میں ہو اور اس بغاوت کے جرم میں تخت سے محروم کئے جا سکتے ہو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں' حکم!" جے سنگھ اپنی بات پر قائم تھا۔ "دنیا کے بہادر ترین فوجیوں کو برطانیہ کی پریڈوں کو سجانے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس گنیں ہیں لیکن ہم ان سے فائر نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی فائرنگ پنیں اور ایمونیشن برطانوی ہندوستان کے پاس ہے۔ بدقسمتی سے ہم ایک ایسی ملکہ کے وفادار ہیں جس کے محافظ گوشت خور ہیں لیکن ہم راجپوت' گائے کو بھگوان کا پرتو سمجھتے ہیں۔ ہزاروں راجپوت سپاہی صرف اس وجہ سے محاصروں کے دوران پیاسے مر گئے کیونکہ انہیں ان نہروں کا پانی پینا گوارا نہ تھا جن میں ہمارے دشمنوں نے ذبح کی ہوئی گئو ماتا کا خون ملا دیا تھا۔"

ڈنگرا نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔ وہ کچھ دیر غور سے جے سنگھ کو دیکھتا رہا پھر گویا ہوا۔ "میں اکثر سوچتا ہوں کہ ہم ہندوستانی راجے زمانہ قدیم کے داستان گو ہیں جنہوں نے خود کو ہیرے جواہرات اور اپنے شاندار ماضی میں دفن کر لیا ہے کیونکہ ہم حال سے خوفزدہ ہیں۔ ہم اپنے بہادر خون کا ذکر کرتے ہیں لیکن گزشتہ تین نسلوں سے ہندوستان میں کوئی جنگ نہیں لڑی گئی۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں کی لڑائی کے بجائے ہم نے محض ایک دوسرے پر الفاظ کے حملے کئے ہیں۔"

ڈنگرا نے سنہرے پتے میں لپٹا ہوا پان منہ میں رکھا اور آگے کو جھک آیا۔

"ہمارے پاس اتنے خزانے موجود ہیں کہ ہم بہ آسانی اپنی فوجیں ترتیب دے سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس ہمارے پاس کوئی فوج نہیں ہے بلکہ ہم اپنی دولت عیش و عشرت پر لٹا رہے ہیں۔ تمہارے جیسے کئی اور بھی برطانوی بادشاہت کے خلاف آواز اٹھانے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔" اس نے درمیانی انگلی جے سنگھ کی طرف اٹھا دی۔ "ہاں تم یہ سب کر

سکتے ہو۔ تم نوجوان ہو اور تمام نوجوان ناممکن خواب دیکھتے ہیں۔ مجھے دیکھو۔ میں نے اپنے خزانے سے رقم لے کر اسے مغرب کی دولت میں لگا دیا ہے۔ بیس سال سے میں نے کوئی ٹیکس نہیں دیا میں نے ہمیشہ برطانوی بادشاہت کے اقدامات کی حمایت کی ہے اسی لئے غیر ملکی میری حکومت کے اخراجات ادا کرتے ہیں۔"

جے سنگھ نے بوڑھے حکمران کی بات کاٹی "کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے سورما بنئے اور ساہوکار بن جائیں؟ یہ ہمارے دھرم کے خلاف بات ہے۔ قدیم کتابوں میں یہ ہمارے دھرم کی بنیاد تو نہیں ہے؟"

"تم ایک بچے کی طرح بول رہے ہو' جے!" بوڑھے حکمران کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ "قدیم دھرم دیوتاؤں نے ہمیں صرف سات فیصد رقم خود پر اور حکومت پر خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔ باقی رقم ہمیں اپنے لوگوں کی بھلائی پر خرچ کرنی ہے۔" ڈنگرا نے چاندی کے پیک دان میں پان کی پیک تھوکی "خیر اس خشک موضوع کو چھوڑو' یہ بتاؤ تمہیں لندن کی زندگی کیسی لگی؟"

جے سنگھ شش و پنج میں پڑ گیا کہ وہ اپنی زبان سے کیسے بتائے کے لندن کے نوجوان' دوستوں کی بیویوں' بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ گلچھرے اڑاتے پھرتے ہیں۔

"میرے خیال میں یہاں عزت و وقار کا پیمانہ ہمارے ہاں سے خاصا مختلف ہے' ہائی نیس۔" جے سنگھ نے بڑے محتاط الفاظ کا چناؤ کیا تھا۔

ڈنگرا کے ہونٹ پان کی پیک سے سرخ ہو رہے تھے۔ وہ مسکرایا تو اس کی یہ سرخی باچھوں سے بہہ نکلی۔

"عزت و وقار؟ دھرما؟ تم ماضی میں زندہ ہو جے! یہ الفاظ اپنی قدر و قیمت کھو چکے ہیں۔ اب دنیا دولت کے بل بوتے پر چلتی ہے' دھرم اور عزت کے بل پر نہیں۔" اس نے تالی بجائی اور ایک ملازم طشتری میں ایک بکس رکھے حاضر ہو گیا۔ "بھگوان نے تمہیں وارث عطا کیا ہے۔ یہ تحفہ اس پرارتھنا کے ساتھ قبول کرو کہ ہم اپنی اولادوں کے لئے ریاستیں چھوڑیں' پتھروں کے ڈھیر نہیں۔"

جوبلی پریڈ کے موقع پر بکنگھم پیلس میں ہندوستانی حکمرانوں کے اعزاز میں استقبالیہ ترتیب دیا گیا۔ جے سنگھ ایک گوشت خور محافظ کی معیت میں وکٹوریہ کے ڈرائنگ روم تک پہنچا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا وکٹوریہ نے جے پور کے مہاراجہ کی طرف سے بھیجا جانے والا انمول ہیروں کا کنگن پہنا ہو گا یا نہیں اور کیا مہاراجہ جے پور اپنی ایسی ملکہ کے ساتھ ایک میز

پر بیٹھ کر کھانا گوارا کر لے گا جسے اس کا دھرم چھونے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ کنگن نے وکٹوریہ کو مہاراجہ کی بہن بنا دیا تھا اور ہندو دھرم میں بہن کے گھر سے کچھ لیا نہیں جا سکتا تھا' حتیٰ کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی حرام تھا۔

اس روایت کے بارے میں سن کر ملکہ نے بھارتی حکمرانوں سے شاہی ضیافت میں شرکت سے معذرت کر لی تھی جو اس استقبالیہ کے بعد ہونے والی تھی۔

جے سنگھ نے اپنا نام اور القاب سنے تو اسے ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی حملہ آور ہے جو شاہی توشے خانہ میں آگھسا ہے۔

استقبالیئے میں برطانوی قوت کے سارے نشان موجود تھے۔ پوری برطانوی کابینہ۔ غیر ملکی سفارت کار۔ یورپی ملکوں کے تاجدار اور ولی عہد۔ ڈائس پر اس ساری قوت و طاقت کا مرکز بیٹھا تھا۔۔۔ سیاہ لبادے میں ملبوس ایک دبلی پتلی بوڑھی عورت جس کے لباس پر سنہرے سورج اور نقرئی ستارے چمک رہے تھے۔

جے سنگھ نے دیکھا کہ وکٹوریہ نے مہاراجہ جے پور کا دیا ہوا کنگن پہن رکھا تھا۔ وہ ملکہ سے ملنے کے بعد آگے بڑھا اس نے پرنس آف ویلز سے چند باتیں کیں اور پھر اپنی ماں کے پہلو میں کھڑے برطانوی شہزادوں اور شہزادیوں سے بات چیت کرنے لگا۔

وکٹوریہ کے دوسرے بچے کمرے میں موجود تھے۔ پروسیا کی ملکہ اور اس کے دو بیٹے۔ پرنس آف ویلز' ڈچز آف ٹیک' زار نکولس سیکنڈ کی نمائندگی کرنے والے گرانڈ ڈیوکس نے جے سنگھ کو دیکھا تو آرچ ڈیوک فرڈی ننڈ آف آسٹریا اور ہنگری سے بات چیت ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف لپکا اور بالمیر میں اپنے قیام کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ ان کے برابر میں شہنشاہ جاپان اور شہنشاہ سیام کے ولی عہد کھڑے تھے۔

بات چیت میں اک ذرا سا وقفہ ہوا تو جے سنگھ نے پلٹ کر دیکھا تو ایک پستہ قامت شخص جس نے ایک عام سا کوٹ اور پاجامہ پہن رکھا تھا کمرے میں داخل ہوا۔ جودھ پور کا قائم مقام بادشاہ سرپرتاپ سنگھ ملکہ سے ملاقات کے لئے ڈائس کی طرف بڑھا تو کمرے میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔

سرگوشیوں کو نظر انداز کرتا ہوا سرپرتاپ ڈائس پر چڑھا اور اپنی تلوار وکٹوریہ پر تان لی۔ ہال میں موجود لوگوں کے حلق سے سسکاریاں نکل گئیں۔ پرنس آف ویلز اپنی ماں کو بچانے کے لئے آگے بڑھا لیکن پریشان ہو کر رک گیا۔ سرپرتاپ نے تلوار وکٹوریہ کے قدموں میں ڈال دی تھی۔

"کم بخت، کالا۔" غصے میں بھرا ہوا ایک انگریز افسر جے سنگھ کے عین عقب میں بولا۔ "یہ کیا پاگل پن کرنے جا رہا تھا۔"

ہال میں پھر سرگوشیاں شروع ہو گئیں مگر جب سر پرتاپ نے وکٹوریہ کے ننھے منے ہاتھ اس کی گود سے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگا لئے تو حاضرین کو سانپ سونگھ گیا۔

جے سنگھ جانتا تھا کہ سر پرتاپ اطاعت و فرمانبرداری کی راجپوت رسم پوری کر رہا ہے۔ تلوار سر پرتاپ کی عزت و وقار کی نشانی تھی اور یہ نشانی اس نے وکٹوریہ کے قدموں میں ڈال دی تھی۔ اب جہاں دیگر حکمران ملکہ کو ہیرے جواہرات کے نذرانے پیش کر رہے تھے سر پرتاپ نے ملکہ کو اپنی آنکھیں نذر کی تھیں جو ایک بہادر اور جنگجو کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔

سر پرتاپ کی سادگی سے متاثر ہو کر جے سنگھ نے پلٹ کر کھچا کھچ بھرے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیا۔ اس شب بکنگھم پیلس میں ہندوستان کے عظیم ترین نام جمع تھے۔

بڑودہ اور گوالیار کے مرہٹہ الحاق کے عظیم اور نامور بادشاہ۔

گوالیار۔ جس کی فوجوں نے ولنگٹن کا مقابلہ اس جرات اور پامردی سے کیا تھا کہ ولنگٹن کو سپاہی جنرل کے خطاب سے محروم کر دیا گیا۔

اور ـــــ بڑودہ، جس کی مشہور عام توپیں خالص سونے سے ڈھالی گئی تھیں۔

راجپوت شاہ اس بات پر پریشان تھے کہ اودے پور کے راجپوت بادشاہ نے ایک غیر ملکی ملکہ کو تعظیم دینے سے انکار کر دیا تھا۔ شمالی ہند کے وہ عظیم حکمران بھی وہاں موجود تھے جن کی فوجوں نے بغاوت کے وقت انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ مسلمان حکمران حیدر آباد دکن کے سرمہر نظام کی سربراہی میں آئے تھے۔ ان کے علاوہ جنوبی ہند کی ریاستوں میسور کے مہاراجہ اور ٹرانسکوور کے عظیم الجثہ بادشاہ بھی تقریبات میں آئے تھے۔

وکٹوریہ کے ڈرائنگ روم کی سجاوٹ اور کوہ نور سے تراشے گئے ہیروں کی جگمگاہٹ سے ان کے چہرے روشن ہو رہے تھے۔ خود ان کی چھاتیوں پر ہیرے اور جواہرات کی جھالریں لہرا رہی تھیں۔ وہ اپنے بائیں ہاتھوں میں تلواروں کے منقش دستے تھامے استادہ تھے۔

لیکن جے سنگھ جانتا تھا کہ ان کا یہ کروفر اس نفرت کی پردہ پوشی نہیں کر سکتا تھا جو انہیں فوجوں کے بغیر اس طرح ہزاروں میل کا سفر کرنے اور ایک بیوہ ملکہ کو تعظیم دینے پر مجبور کرنے سے محسوس ہو رہی تھی۔

اس شب اس نے ڈنگرا کے دیئے ہوئے تحائف کا جائزہ لیا۔ دوسری چیزوں کے علاوہ بعض دستاویزات بھی اس بکس میں موجود تھیں۔ ان دستاویزات سے اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ یعنی حاکم بالمیر اب کینیڈین پیسیفک ریلوے، برازیل ریلوے، ایک امریکن فروٹ کمپنی، بیل ٹیلی فون، آسٹریلیا کی سونے کی ایک کان، تین بنکوں اور درجن بھر دیگر غیر ملکی اداروں کا شیئر ہولڈر ہو گیا ہے۔ اس نے اپنی اس شکست کی فائل کو دور پھینک دیا۔ اب اسے اس دن کا شدت سے انتظار تھا جب اس کا بیٹا بالمیر کے تخت پر حکمران کی حیثیت سے براجمان ہوتا۔

جوبلی پریڈ کی صبح شدید بارش ہو رہی تھی۔ اپنے سر پر اسی فٹ طویل پگڑی بندھواتے ہوئے وہ کھڑکی میں سے ان بے وقوفوں کو دیکھ رہا تھا جو اس شدید بارش کے باوجود پریڈ دیکھنے آئے تھے۔

مہاراجہ بالمیر، سیاہ گھوڑوں پر سوار اپنی ریاست کے شہسواروں کے ساتھ بکنگھم پیلس روانہ ہوا تھا۔ اسے اردگرد کی شاہراہوں پر موجود بیس لاکھ سے زائد افراد کی آنکھوں میں اپنے لئے عجیب و غریب تاثرات دکھائی دیئے تھے۔

وائٹ ہال کے نزدیک برطانوی نو آبادیوں کے شہسوار دستوں کی موجودگی کے باعث رنگوں کا طوفان سا آ گیا تھا۔ آسٹریلوی دستے زرد کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ نیوزی لینڈ کے دستے اپنے کیولر ہیٹ پہنے ہوئے تھے جن پر رنگین پر لگے ہوئے تھے۔ سکھ سرخ پگڑیوں میں تھے۔ جے سنگھ کو پیدل دستے بھی دکھائی دیئے۔ چینی فوج تکونے ہیٹ پہنے ہوئے تھی۔ ٹرینی ڈاڈ والے سفید اور ماریشس کے دستے سیاہ ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔

پیلس کے باہر چوک میں ایک چوتھائی دنیا کے حکمران جن کی فوجوں کو برطانوی طاقت کے عظیم سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا، گھوڑوں پر سوار پریڈ کے آغاز کے منتظر تھے۔ چوک کے آس پاس کے درخت لوگوں سے اٹے ہوئے تھے جو برطانوی قوت کے ایسے مظاہرے کو دیکھنے کے لئے آئے تھے، جیسا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

بالمیر کے لانسرز بکنگھم پیلس کے دروازوں سے اندر داخل ہو گئے تاکہ وکٹوریہ کے گارڈ آف آنر میں اپنی ریاست کی نمائندگی کر سکیں۔ جے سنگھ کا دل انہیں دیکھ دیکھ کر جل رہا تھا کیونکہ وہ کبھی اپنے دھرم کے مطابق بہادروں کا کردار ادا نہ کر پائیں گے۔

پریڈ شروع ہوئی۔ آغاز میں وہ برطانوی ہیرو تھے جنہوں نے غیر ملکی حکومتوں کو ان کے گھٹنوں پر گرا دیا تھا۔ جے سنگھ نے بکنگھم پیلس کی بالکونی میں وکٹوریہ کو دیکھا۔ وہ چھوٹی سی عورت پریڈ کی سلامی لے رہی تھی۔ برطانوی ہیروز کے ناموں کے ساتھ ان حکمرانوں کے نام

بھی پکارے جا رہے تھے جنہیں شکست فاش ہوئی تھی۔ جے سنگھ جانتا تھا کہ محض چند کاغذوں پر دستخط کر کے وکٹوریہ کا بھائی بن جانے کی اس عظیم قوت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔

بحری فوج کی چھ گنیں، گن گیرج پر وکٹوریہ کی بالکونی کے نیچے سے گزریں۔ یہ گنیں مقامی دستوں کو نوآبادیاتی فوجی دستوں سے علیحدہ کر رہی تھیں۔ گنوں کے بعد نوآبادیاتی دستوں کا مارچ پاسٹ شروع ہوا۔ حصار اور لانسرز کے دستے ایک ایک کر کے مال پر نکلتے رہے۔

انڈین امپیریل کیولری کے دستے وکٹوریہ کے سامنے سے گزرے تو سورج بھی بادلوں کی چادر سے باہر نکل آیا۔ ہجوم کی طرف سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہوئے۔ جے سنگھ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا واقعی سچ ہے کہ برطانیہ کی عمل داری میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے کہ سورج ہمیشہ وکٹوریہ کے لئے چمکتا رہے گا اور آج بھی سورج نے یہ ثابت کر دیا تھا۔۔۔۔ ملکہ کا موسم، ملکاؤں کی ملکہ کے لئے۔

چالیس بھارتی حکمرانوں نے اپنی ملکہ کی سواری کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ جے سنگھ نے دیکھا کہ ان میں سے صرف ایک یعنی ملکہ کا نوجوان منہ بولا بیٹا سیرپور کا مہاراجہ وکٹر ہاتھ ہلا کر ہجوم کے نعروں کا جواب دے رہا تھا۔

دن پر دن گزرتے رہے لیکن جے سنگھ کو ملکہ وکٹوریہ سے تنہا ملاقات کا موقعہ نہ مل سکا۔ برطانیہ اپنی خوشی اور سرشاری میں جھوم رہا تھا اور ایسے میں وہ موت کی کہانیوں سے کوئی دلچسپی نہ رکھتا تھا۔

بمبئی سے بالمیر کے طویل سفر کے دوران جے سنگھ نے قحط اور خشک سالی کے کچھ اور بھیانک مناظر دیکھے تھے۔ برطانوی ہند میں لینڈ ٹیکسوں میں کوئی کمی نہ کی گئی تھی جس کی وجہ سے کاشتکاروں میں بے حد اشتعال پایا جاتا تھا۔ تقریباً ہر ریلوے جنکشن پر اس نے برٹش ریونیو آفیسرز کی موت کے بارے میں سنا جنہیں اتنا مارا گیا تھا کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اب برطانیہ عظمیٰ کے خلاف بغاوت کی باتیں کھلے عام ہونے لگی تھیں۔

بالمیر کی سرحدوں پر پریشان حال دیہاتیوں کے ایک وفد نے اپنے حکمران کو گھیر لیا۔

"کاشتکار بالمیر کی سرحدوں میں مسلسل داخل ہو رہے ہیں، حکم!"

"ہو کار بھی جاگ اٹھے ہیں، حکم! وہ ہماری زمینیں قحط کا بہانہ بنا کر کوڑیوں کے مول خریدنا چاہتے ہیں تاکہ بعد میں منہ مانگے داموں بیچ سکیں۔"

تب ہی ایک بوڑھے آدمی نے جس کی کمر عمر بھر کی زیادتی کے باعث خم کھا گئی تھی، اپنے حکمران سے ایسا سوال پوچھا جس کا جواب جے سنگھ کے پاس نہیں تھا۔

"ہم ابھی تک اپنی زمین کے مالک ہیں حکم! لیکن اگر اس بار بھی بارش نہ ہوئی تو ہم کیا کریں گے؟"

قحط سالی کے آغاز میں مہارانی کو علم نہ تھا کہ ایک دن اسے قریب المرگ سپاہی کی اپنی تلوار پر گرفت قائم رکھنے کی ناکام کوششوں کی طرح، اپنے نقاب اور پردے کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ کیا اس طرح وہ اپنی پیش رو بہادر راجپوت مہارانیوں کی آتماؤں کے لئے دھبا تو نہیں بن جائے گی۔

اس کے باوجود کہ مہارانی ان دنوں قحط سے متاثر ہونے والوں کی حالت سے اذیت کا شکار تھی، وہ صبح سویرے بیدار ہوتی اور بالمیر کی مہارانیوں کے مندر میں جا کر اپنے پیش روؤں کی آتماؤں سے پرارتھنا کرتی کہ اس کی ریاست پر رحم کریں۔ وہ اپنی دیوی دیوتاؤں کے سامنے گڑگڑاتی اور انہیں اپنی رعایا کی حالت زار سے آگاہ کرتی جس کا وہ روزانہ نظارہ کرتی تھی۔

پوجا کے بعد وہ زنان خانے کی منقش دیواروں کے عقب میں آ بیٹھتی اور اپنے شوہر کو گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے نکلتے ہوئے دیکھتی۔ مہاراجہ کے اردگرد ان لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا جو ریاست کے مختلف حصوں سے بدترین قحط کی بھیانک خبریں لے کر آیا کرتے تھے۔

بعض اوقات مہاراجہ چھکڑوں کے ایک طویل جلوس کے ہمراہ سفر کرتا جو مٹی کے تیل کے بڑے بڑے ڈرموں میں پانی لے کر ریاست کے گرد آلود راستوں پر دن رات محو سفر رہتا تھا۔ بعض دنوں میں وہ قلعہ بالمیر میں اناج کے ذخائر سے ہاتھیوں اور اونٹوں پر غلہ لاد کر لے جانے والوں کے ساتھ مختلف علاقوں میں جاتا۔

مہاراجہ مسلسل اپنی ریاست کے دوروں پر تھا اور مہارانی قلعہ کے اندرونی حصہ میں عورتوں کے امدادی کیمپوں کی نگرانی کرتی۔ بعض اوقات وہ متاثرہ عورتوں کے لئے دربار منعقد کرتی۔ اس کے باوجود کہ یہ دربار سورج ڈھلنے کے بعد منعقد کئے جاتے پھر بھی محل کی دیواروں سے گرمی کے باعث لو اور تپش کے تھپیڑے نکلا کرتے تھے۔

گرمی کی شدت اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ لالٹینیں اور شمعیں بھی فاصلے پر روشن کی جاتی تھیں تاکہ ان کی حدت دربار میں شریک لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔

مہارانی دربار میں آنے والی عورتوں کے دکھ سکھ بانٹنے کے لئے ان میں گھل مل جاتی۔

ان سے ان کی دلچسپی کی باتیں پوچھتی۔ وہ اکثر ان سے دریافت کرتی کہ ان کے بچے پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں' کیوں؟

"بالمیر کے لڑکے چھ سال پنڈتوں کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کرتے ہیں جبکہ تین سال کے لئے لڑکیاں بھی اسکول جاتی ہیں' پھر بھی برطانوی ہند کے بچے پڑھائی لکھائی میں شاہی ہ کے بچوں سے آگے کیوں ہیں؟"

نوجوان عورتیں مارے شرم کے ساری کے پلو میں منہ چھپا لیتیں۔ ایسے میں کوئ بوڑھی عورت جواب دیتی۔

"ہمارے ستارے گردش میں ہیں' حکم! کبھی ہم بھی اپنی زمینوں کے مالک تھے اور ہمارے بچے بھی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے لیکن انگریز نے ایک قانون منظور کیا جس کی ر سے مالیانہ لینے والے ہماری زمینوں کے مالک ہو گئے اور راتوں رات انگریز نے ہمیں بھکاری بنا دیا۔"

عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے اپنی ساری کا پلو کھینچا اور اسے جھولی کی طرح مہارانی کے سامنے پھیلا دیا۔ "ساہوکار ہمیں قرضے دینے کو تیار نہ تھے چنانچہ زمینداروں نے ہمیں ان زمینوں سے بے دخل کر دیا' جن کے کبھی ہم مالک تھے اور ہ بھکاریوں کی طرح بھیک مانگنے پر مجبور ہیں' کیونکہ ہم جینا چاہتے ہیں۔"

اسی شب اپنے شوہر کے پہلو میں لیٹی ہوئی مہارانی نے دریافت کیا۔ "کیا برطانویوں نے واقعی ایسا کیا ہے؟ کیا انہوں نے غریبوں سے زمینیں لے کر واقعی ٹیکس جمع کرنے والوں کے حوالے کر دی ہیں؟"

جے سنگھ نے ایک طویل سانس لی۔ "ہاں' کارنوالس نے یہ قانون پاس کیا ہے۔ وہ ا انصاف کہتا ہے۔ بقول اس کے وہ جانتا ہے کہ ہندوستان کے لئے کیا بہتر ہے' لیکن تم دیکھ کہ انگریز کو ایک نہ ایک دن اس انصاف کی قیمت چکانی پڑے گی۔"

قحط کے تیسرے سال مہارانی سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی کہ بالمیر کی حکومت ڈانوا ڈول ہے۔ گرمی اور تپش میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ دیہات کے کنوؤں میں بچ جا والے آخری پانی کی آخری بوندیں بھی خشک ہو گئی تھیں۔ ندی نالے یوں خشک تھے جیسے کبھی ان میں پانی تھا ہی نہیں۔

اب مہاراجہ کئی کئی دنوں کی غیر حاضری کے بعد اس کی خواب گاہ میں آتا۔ اس کے شیر جیسے چہرے پر اب جھریاں نمودار ہونے لگی تھیں' داڑھی کے بال سفید ہونے شروع

گئے تھے۔ وہ ہر وقت کھویا کھویا رہتا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے اندر اندر ہی کوئی روگ چاٹ رہا ہو۔

مہاراجہ کی وزارتی کونسل میں شامل وزیروں کی بیگمات بھی اکثر اس سے ملنے آتیں اور وہ ہمیشہ غیر شادی شدہ لڑکیوں کے لئے جہیز کی کمیابی اور عام گھروں کی غربت کا رونا روتیں۔ ایسے میں مہارانی اپنے شوہر کے بارے میں مزید فکرمند ہو جاتی۔

مہاراجہ کی مایوس کن گفتگو سے اس کے خوف اور اندیشوں میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

"لالچ' طمع اور ہوس" وہ اپنی مٹھی بالکونی کی دیوار پر مار کر غرایا۔ "مرنے والے مویشیوں سے زمینیں پٹی پڑی ہیں اور میرے وزیر چاہتے ہیں کہ ریلوے لائن اور فیکٹریاں تعمیر کرنے کی لئے اراضی برطانوی کمپنیوں کو ٹھیکے پر دے دی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بالمیر کی ترقی کے لئے ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ بالمیر کے یہی غمخوار انگریزوں کے پارٹنر بن جائیں گے اور غریب کسانوں کا حق ماریں گے۔"

باہر سے اڑ کر آنے والی دھول آنکھوں میں پڑی تو جے سنگھ نے آنکھیں مسلنی شروع کر دیں۔ وہ بالکل سرخ ہو گئی تھیں۔ "اور یہ دیکھو' دہلی میں ہونے والے آخری برطانوی دربار میں میرے اپنے چچیرے بھائی راجہ مان سنگھ نے برطانویوں کو بتایا کہ میں بالمیر میں انگریزوں کے کارخانے نہیں چاہتا کیونکہ میں بادشاہت کا دشمن ہوں لیکن اب میں ان افواہوں کا گلا گھونٹ دوں گا۔ میں اپنے گھڑ سوار دستے پیکنگ بھیجوں گا تاکہ وہ انگریزوں کی طرف سے چین کی ڈاوگر ملکہ کے خلاف لڑائی میں حصہ لے سکیں۔"

وہ بے قراری سے بالکونی کی منقش دیوار پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ تو وہ باہر سے اڑ کر آنے والی دھول سے اٹ گئے۔ مہارانی نے بڑھ کر ہاتھ تھامے اور انہیں اپنی اوڑھنی سے صاف کرنے لگی۔ وہ آہستگی سے اسے اپنی خواب گاہ میں لے آئی۔ جے سنگھ نے کسی خوابیدہ معمول کی طرح اس کی تقلید کی تھی۔

"ڈنگرا صحیح کہتا تھا۔" مہاراجہ جیسے نیند میں بول رہا تھا۔ "آنے والی صدی میں خون سے لکھی ہوئی روایتوں کی نہیں' دولت سے بنائی ہوئی رسموں کی اہمیت ہو گی۔"

مہارانی کی خوابگاہ سے متصل ایک چھوٹا سا سو منگ پول تھا جو چاروں طرف سے بند تھا۔ پول کی دیواروں پر صندل کے چراغ روشن تھے' جبکہ شفاف پانی میں سنگ مرمر کی تہہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔

مہاراجہ کے حلق سے اب غراہٹیں خارج ہو رہی تھیں۔ مہارانی نے جب اپنے تھکے

ماندے شوہر کا مٹی اور دھول میں اٹا ہوا لباس اتارنے کی کوشش کی تو اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔

جب مہارانی نے صندل کی لکڑی کے تیل سے مہاراجہ کے جسم کی مالش شروع کی تو وہ مہارانی کو بتا رہا تھا کہ اس نے جھلسا جھیل کے مشرقی کنارے پر حکومت کے نئے دفاتر معتمدی بنانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ بے زمین کسانوں کو روزگار فراہم ہو سکے۔

مہاراجہ نے کچھ اور کہنے کی کوشش کی لیکن مہارانی نے اپنے ہونٹوں سے اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگا دی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر کو اس وقت سکون کی ضرورت ہے اور یہ سکون صرف اور صرف ایک بیوی ہی دے سکتی تھی۔

نئے سال کے شروع میں بالمیر کے گھڑ سوار دستے چین روانہ ہو گئے۔ عیسائی کیلنڈر کے مطابق یہ نئی صدی کی ابتدا تھی لیکن بارش اب بھی نہ ہوئی تھی۔ کسانوں کے ریلے کے ریلے جھلسا جھیل سے پانی لینے کے لئے دارالحکومت میں داخل ہوتے رہے جبکہ ان کے مویشی خوراک کے بجائے نمک چاٹ چاٹ کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتے رہے۔

مہاراجہ نے خوراک کی کمیابی سے ستائے ہوئے لوگوں کے لئے بالمیر کی سرحدیں بند نہیں کیں لیکن وہ اپنی ریاست کی حدود میں انگریزوں کی موجودگی کے بدستور خلاف رہا۔ بعض اوقات وہ لندن سے شائع ہونے والے اخبارات لا کر مہارانی کی بالکنی میں بیٹھ کر پڑھتا رہتا۔ یہ اخبارات ایک ماہ بعد بالمیر پہنچتے تھے۔ بوسیدہ کاغذ کھول کر وہ چین کی جنگ کے بارے میں خبریں پڑھتا تھا۔

ایک بار وائسرائے کی جانب سے اسے ایک موٹا سیاہ لفافہ موصول ہوا۔ سیاہ رنگوں میں لپٹے ہوئے خط میں اسے آگاہ کیا گیا تھا کہ برطانوی بادشاہت اپنی روح سے محروم ہو گئی..... ملکاؤں کی ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

موسم گرما آیا تو امرا اور معززین کی بیویاں باقاعدہ باغیانہ باتیں کرنے لگیں۔ ان کی سربراہ وزیر اعظم کی بیوی تھی جو ہفتے میں تین دن باقاعدگی سے برت رکھا کرتی تھی۔ وہ ایک وفد کی صورت میں مہارانی کے پاس آئی تھیں۔

وزیر اعظم کی بیوی نے ہی اپنی ساتھیوں کی ترجمانی کی تھی۔ اس کا لہجہ بھی اپنے شوہر کی طرح خشک اور زندگی کی کسی رمق سے محروم تھا۔

"مہاراجہ کے اقدامات بلا جواز ہیں حکم!" وہ مہارانی کو بتا رہی تھی۔ "انہوں نے پچھلے چار سال میں ہمیں کسانوں سے ایک پیسہ بھی لینے کی اجازت نہیں دی لیکن ہم اپنے ٹیکس

باقاعدگی سے ادا کر رہے ہیں۔ ہمیں آبپاشی اور بچوں کی قیمت بھی نہیں لینے دی گئی بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گوداموں کے دروازے قحط سے متاثر ہونے والوں کے لئے کھول دیئے جائیں۔"

اس نے منہ پر ہتھیلی رکھی اور کھانس کر گلا صاف کیا۔ دوسری بیگمات نے سر ہلا کر اس کی اب تک کی باتوں سے اتفاق کیا تھا۔

"ایسے کب تک ہم زندہ رہیں گے، حکم؟ آپ جانتی ہیں کہ کھانے کو نہ ملے تو اچھی سے اچھی گائے بھی دودھ دینا بند کر دیتی ہے۔"

مہارانی نے اپنا فرض نبھانے کی کوشش کی تھی۔ "اگر آپ ہفتے میں تین دن برت رکھتی ہیں تو آپ کو عام آدمی کے لئے قربانی دینے کی اہمیت کا اندازہ بھی ہو گا؟"

مہاراجہ جے سنگھ کے چچیرے بھائی کی بیوی نے کھانس کر گلا صاف کیا۔ مہارانی اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ نوجوان عورت کا ڈھیلا ڈھالا لباس چغلی کھا رہا تھا کہ وہ جلد ہی ماں بننے والی ہے۔

"لیکن حکم!" نوجوان رانی نے شرمیلے لہجے میں کہا۔ "میرے شوہر کہتے ہیں کہ انگریزوں نے کسانوں پر لگائے جانے والے ٹیکس معاف نہیں کئے۔ انگریزوں نے تو ان کپڑوں پر بھی ٹیکس لگا دیئے ہیں جو وہ اپنا تن ڈھانکنے کے لئے پہنتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قحط سالی کے بعد انگریز حکومت پہلے سے دگنی مضبوط ہو گئی ہے لیکن بالمیر دیوالیہ ہو جائے گا۔"

وزیر اعظم کی بیگم نے نوجوان رانی کا کندھا تھپتھپایا تو مہارانی کو محسوس ہوا کہ حکومت بالمیر کے محل کی بنیادیں ہلنی شروع ہو گئی ہیں۔

جس روز مہارانی کو یقین ہو گیا کہ وہ ایک بار پھر ماں بننے والی ہے وہ بالکونی میں بیٹھی اپنے شوہر کی واپسی کی منتظر تھی۔

اور پھر خواب گاہ کے اندرونی پردے ہٹے اور مہاراجہ جے سنگھ بالکونی میں داخل ہوا۔ اس نے اپنی مہارانی کا ملیح چہرہ اپنے ہاتھوں کے کٹورے میں تھام لیا جو مسلسل گھڑ سواری سے سیاہ پڑ گئے تھے۔

"آپ کو اپنے پردے کو خیرباد کہنا پڑے گا۔" اس نے دھماکہ کیا۔

مہاراجہ نے اور بھی بہت کچھ کہا لیکن مہارانی نے اس کے سوا کچھ نہیں سنا۔ وہ ساکت رہ گئی۔ دل ہی دل میں وہ پرارتھنا کر رہی تھی کہ کاش اس کا شوہر وہ الفاظ واپس لے لے، جنہوں نے ایک ہزار سالہ رسم کا چند لمحوں میں خاتمہ کر دیا تھا۔

بیرن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن اس نے نمستے کے انداز میں ہاتھ باندھ دیئے۔"
لیکن جب جے سنگھ نے اپنا حکم واپس نہیں لیا تو مہارانی نے اپنی چنری سر سے اتار آپ پر قربان، حکم!"
اسے فقیروں کی جھولی کی طرح اپنے سامنے پھیلا لیا۔ مہارانی اپنی قیام گاہ سے نکلی تو اس کی چال میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ تھی ایک راجپوت
"حکم! کچھ اور کہیں لیکن بھگوان کے لئے اپنا یہ حکم واپس لے لیں۔" ملکہ بڑی شان سے مہاراجہ جے سنگھ کے دادا کی محبوب ترین داشتہ کوکی بائی کی رہائش گاہ کی
جے سنگھ نے چنری اس کے ہاتھوں سے لے کر دور پھینک دی۔ "سے اپنے حسطرف بڑھ رہی تھی۔ راستے میں محل کی کئی عورتوں نے ملکہ کا راستہ روکا۔ وہ خواجہ سراؤں
سے قربانی مانگتا ہے مہارانی۔ آپ کی یہی قربانی وقت کو درکار ہے جو بہرحال منفرد نہیں۔ بڑی شکایت کر رہی تھیں۔ مہارانی نے بڑے حوصلے سے ان کی شکایات سنیں اور انہیں
کی شیر دل ملکہ نے بھی اپنے پردے کو خیرباد کہہ دیا ہے اور قحط سے متاثرین کی مدد کے ہنٹایا۔
پوری ریاست کا دورہ کرتی پھر رہی ہے۔ جودھ پور کے بادشاہ کی بیوی بھی قلعے سے نکل لیکن جب مہارانی نے اپنی آمد پر کوکی بائی کو نقرئی بستر کے نرم گدیلوں سے اٹھتے ہوئے
ہے۔ وہ مٹی سے بنے ہوئے ایک مکان میں رہتی ہے اور اپنے ہاتھوں سے قحط زدگان دیکھا تو اس کے ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے کوکی بائی وہ واحد عورت تھی جس نے مہارانی
لئے کھانا پکا رہی ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ آپ ان امدادی کیمپوں میں موجود رہیں۔ لو ایک تیرہ سالہ دلہن کے روپ میں محل میں نہ صرف خوش آمدید کہا تھا بلکہ اجنبی زنان
آپ سے پوچھیں، مہارانی، آپ کو اپنا پردہ عزیز ہے یا انسانی زندگیاں؟" خانے اور دربار کے آداب اور رسم و رواج سکھائے تھے۔
مہارانی نے فرش پر پڑی چنری اٹھا لی لیکن اسے دوبارہ سر پر نہیں اوڑھا۔ وہ خا مہارانی اس سے پہلے بھی کئی بار کوکی بائی کی گود میں سر رکھ کر آنسو بہا چکی تھی اور
تھی اور حیران تھی کہ آخر کپڑے کے اس چوڑے سے ٹکڑے میں ایسی کیا خاص بات آج پھر اس کے اشک کوکی بائی کی پوشاک بھگو رہے تھے۔
کہ اس سے جدائی اختیار کرتے ہوئے وہ اداس ہے اسے بیک وقت دو قربانیاں دینی تھی کوکی بائی نے اپنے نرم اور جھریوں بھرے ہاتھوں سے مہارانی کے لمبے بالوں کو سہلایا۔
ایک پردے کی اور دوسری اس بچے کی دیکھ بھال جو اس کی کوکھ میں پرورش پا رہا تھا۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میری بچی!" وہ مہارانی کو دلاسہ دے رہی تھی۔ "تمہیں
مہارانی چند ثانئے کانپتی رہی لیکن رفتہ رفتہ اس نے خود پر قابو پا لیا اور بیرن کو وقت کے ساتھ ساتھ خود کو بھی بدلنا ہو گا۔"
بھیجا۔ بیرن اس کی قابل اعتماد ملازمہ تھی جو اس کی پوجا کا انتظام بھی کرتی تھی۔ "وہ چاہتے ہیں کہ ہم پردہ ختم کر دیں۔" مہارانی نے گلوگیر آواز میں کوکی بائی کو بتایا۔
زنان خانے کی راہداری میں سونے کی بھاری پازیب بجنے کی آواز بلند ہوئی۔ یہ بیرن "اگر ہم یہ حکم مانتے ہیں تو زنان خانے کے خواجہ سرا بن جائیں گے جو عورتوں میں رہ کر
آمد کا اشارہ تھا۔ چند ہی ثانیوں بعد پردہ ہٹا اور مضبوط جسم کی ایک طویل قامت عورتبھی عورتوں کا تحفظ حاصل نہیں کر پاتے اور مردوں کی دنیا انہیں مرد تسلیم نہیں کرتی۔"
مہارانی کی خوابگاہ میں داخل ہوئی۔ "ممکن ہے کہ تمہارے شوہر پر نئے شہنشاہ کے جشن تاجپوشی میں شرکت کے لئے
"مہاراجہ نے ہمیں پردہ ختم کرنے کا حکم دیا ہے۔" مہارانی نے اپنی خادمہ کو آگاہ ندن جانے پر زور دیا جائے اور تم جانتی ہو کہ وہ راجہ مان سنگھ پر کچھ زیادہ بھروسا نہیں
"قلعے سے ہماری غیر حاضری کے دوران تم اس بات کو یقینی بناؤ گی کہ متاثرہ خواتین کی اکرتا۔ نہ ہی اسے وزارتی کونسل پر اعتماد ہے۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کی غیر موجودگی
طرح دیکھ بھال ہو رہی ہے...." میں تم ریاستی امور کی دیکھ بھال کرو اور ظاہر ہے کہ یہ کام تم زنان خانے میں رہ کر نہیں کر
بیرن نے ایک طویل سانس لی جس پر اداسی غالب تھی۔ "آپ ایسا نہ کریں مہارانیتیں۔"
راجپوت رانیوں کو اس سے بے حد نقصان پہنچے گا، حکم!" "یہ آپ درست کہتی ہیں کوکی بائی!" مہارانی نے کہا۔ "لیکن ہمارے پیشروؤں نے اس
"ہمارے مالک کی یہی خواہش ہے بیرن۔" مہارانی نے پرعزم انداز میں کہا۔ "تم بے عزتی کی بجائے موت کو گلے لگانے کو ترجیح دی ہے۔"
ہو کہ ہم راجپوت عورتیں جان دے دیتی ہیں لیکن شوہر کے حکم سے سرتابی نہیں کر کی بائی کو جیسے جلال آ گیا۔
تم کوکی بائی سے کہو کہ ہم ان سے ملنے آ رہے ہیں، جلدی!"

"کیا بچوں کی سی باتیں کرتی ہو' مہارانی۔" وہ تیز آواز میں بولی۔ "تمہارے شوہر
دادا' شیر بالمیر نے بالمیر کی عورتوں پر اپنے شوہروں کی چتا میں جل مرنے پر پابندی عائد
دی تھی اور تم نوجوان عورتیں آج بھی شوہر کی ارتھی کے ساتھ ستی ہو جانے والی بالمیر
ملکاؤں کی داستانوں میں الجھی ہوئی ہو۔ اپنے آپ کو سنبھالو ایسا نہ ہو کہ تمہیں حاکم بالمیر
سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔"

اسی شام جب سورج کی ظالمانہ حدت کو شام کی ٹھنڈی گود میں سر چھپائے نصف گھ
ہوا تھا مہاراجہ جے سنگھ' مہارانی سے ملنے آیا۔ مہارانی جب اپنے شوہر کے ساتھ زنان خا
کو مردانے سے ملانے والی راہداری میں نکلی تو غیر متوقع طور پر مہاراجہ نے اس کا بازو تھ
لیا۔ ورنہ وہ ہمیشہ اپنی بیوی سے فاصلے پر چلتا تھا۔

اپنے نقاب کی اوٹ سے مہارانی' صحن میں جمع کئی چہرے دیکھ رہی تھی۔

اپنے شوہر کے چچیرے بھائی راجہ مان سنگھ کا لالچی چہرہ اور وزیر اعظم کا چپٹا منہ۔
کے برابر وزارتی کونسل کے دیگر ارکان کھڑے تھے۔ ان کے عقب میں دیگر امراء اور
سے آخر میں بالمیر کے سینکڑوں عام لوگ تھے۔

مہارانی دروازے میں ہی کھڑی رہ گئی اس کا ایک ایک پاؤں من من بھر کا ہو رہا
اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آج اس کے چہرے سے نقاب نہیں بلکہ جسم سے لباس ہٹا
رہا ہے۔ وہ اب بھی خود کو اتنی باہمت نہیں پا رہی تھی کہ اپنے چہرے کو ان لوگوں
سامنے عریاں کر دے جن میں سے کوئی بھی اس کا باپ بھائی شوہر یا بیٹا نہیں ہے۔

مہاراجہ جے سنگھ اس کے کان کے پاس بول رہا تھا لیکن مہارانی اپنے بھیانک خیا
میں الجھی کچھ بھی نہیں سن پائی تھی۔

"مہارانی! کیا یہ لوگ مجھے بابا کہہ کر نہیں پکارتے یعنی باپ!" وہ دوبارہ کہہ رہا تھا
چہرے سے پردہ ہٹاؤ اور اپنے بیٹے کے بھائیوں کو آشیرباد دو۔"

مہارانی نے کوشش کی کہ اس کی انگلیاں نقاب اٹھائیں۔ ایک لمحے کے لئے ریشمی
نے اسے اور جے سنگھ کو وہاں موجود لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ اسے یہ سوچ
ہی بے حد شرم آ رہی تھی کہ اس کا چہرہ غیر مردوں کے سامنے بے نقاب ہو گا۔

اور پھر بدلیاں چاند کے سامنے سے ہٹ گئیں۔

نگاہیں سجدہ ریز ہوں' مہ رخشاں' در داستان روئے لالہ رنگ' دیدہ سیماب آ
سبک خرام' ماہ نازک اندام' ستارہ شیریں' تفسیر عروس تخت بالمیر مہارانی شاردا سنگھ جلوہ

ہوتی ہیں۔

مہارانی نے اپنے جسم و جان کے آقا کو مسکرا کر دیکھا اور اپنا بے نقاب چہرہ صحن کی طرف کر لیا۔

دلوں نے خاموش داد دی۔ آنکھیں جھپکنا بھول گئیں۔ بالمیر کی حور اور اب تک کی خوبصورت ترین مہارانی ان کے سامنے تھی۔

بالمیر کے لوگوں نے ادب سے گردنیں جھکا لیں۔ نگاہوں کو پابند کر دیا گیا کہ وہ گستاخی نہ کریں۔ ہاں البتہ وزارتی کونسل کے ارکان اپنی مہارانی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے۔

اگلے روز مہارانی نے بالمیر کا قلعہ چھوڑ دیا۔ اس نے قلعے کی دیواروں کے باہر جھلسا جھیل کے کنارے مٹی کے بنے ہوئے مکانوں میں رہائش اختیار کر لی۔ قحط زدگان کے خیموں اور گارے سے بنے ہوئے مکانوں کا یہ شہر آبادی کے لحاظ سے دارالحکومت سے بڑا ہو گیا تھا۔

گاؤں کے اجڑے ہوئے لوگوں کی بیٹیوں کی مدد سے مہارانی بہت جلد اپنی نئی زندگی میں مگن ہو گئی۔ اس کی زندگی کا انداز بدل گیا تھا۔ لیکن وہ نئے بچے کی آمد کے لئے ضروری انتظامات سے لے کر قحط سے مر جانے والے لوگوں کے کریا کرم تک' میں سورج طلوع ہونے سے پہلے اپنی پوجا کو نہیں بھولی تھی۔ وہ روزانہ تین گھنٹے تک اپنے کچے مکان کے ایک کونے میں بیٹھ کر دیوی دیوتاؤں کی پرارتھنا کرتی اور اس عہد کا اعادہ کرتی کہ بارشیں شروع ہوتے ہی وہ پردے میں لوٹ جائے گی۔

موسم بہار شروع ہو چکا تھا۔

اچھے وقتوں میں کسان ان دنوں پیلے رنگ کے کپڑے پہن کر بیساکھی مناتے اور فصل کاٹتے تھے لیکن اس بار پیلے کپڑے تھے اور نہ بیساکھی کا تہوار' بلکہ قحط کا پانچواں سال شروع ہو گیا تھا۔

مہاراجہ نے مہارانی کو قلعہ بالمیر بلا بھیجا۔

اونٹ کے اوپر آرام دہ ہودج میں بیٹھی ہوئی مہارانی اپنی دھن میں مہارانیوں کے مندر کی جزئیات یاد کرنے میں مصروف تھی۔ اسے محل اور مندر سے دور رہتے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا تھا۔ اونٹ جب محل کے سامنے اپنے اگلے گھٹنوں پر بیٹھا تو وہ چونک گئی۔ اسے محل کے زنان خانے کی دیواروں کے عقب سے کئی آنکھیں جھانکتی ہوئی دکھائی دیں۔ جانے کیوں ملکہ کے جسم میں خوف کی ایک لہر سرایت کر گئی۔

مہاراجہ جے سنگھ کے بازوؤں نے اسے ہودج سے اٹھایا۔ "جائیں مہارانی' آپ کی خادمائیں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ آج رات ہم ایک ساتھ جھروکے میں عشائیہ تناول کریں گے۔"

مہارانی حرم میں داخل ہو گئی۔ زنان خانے کی بلند و بالا چھتیں اور قدموں کے نیچے ٹھنڈا سنگ مرمر محسوس کر کے اسے بے انتہا خوشی ہوئی تھی۔ مہارانی نے یہ بات بطور خاص محسوس کی تھی کہ خادمائیں دور دور سے اسے جھک کر سلام کر رہی تھیں۔ ان کی پشت سنگی دیواروں میں پیوست تھی۔

مہارانی کی رہائش گاہ کے باہر چار خواجہ سرا پہرے پر تھے۔ ان کے ساتھ بیرن اور کچھ پجاری تھے۔ مہارانی نے عجیب سی نگاہوں سے استقبال کے اس اجنبی انداز کو دیکھا' یا ممکن ہے خود اسے ہی واپسی کے طور طریقے یاد نہ رہے ہوں۔ وہ آگے بڑھی تو خواجہ سرا اس کے سائے سے دور ہٹ گئے۔ جو سنگ مرمر کے فرش پر پڑ رہا تھا مہارانی نے اپنی خواب گاہ کے دروازے پر ایک بھاری آہنی قفل دیکھا تو اس کی سوالیہ نگاہیں بیرن کی طرف اٹھ گئیں۔

بیرن نے ہاتھ باندھ دیئے۔ "آپ پر قربان' حکم! آپ چونکہ جمعداروں اور اچھوتوں کے ساتھ رہتی رہی ہیں اس لئے پجاریوں کے خیال میں آپ ناپاک ہو گئی ہیں۔"

مہارانی نے بے یقینی سے بیرن کو دیکھا۔ "تم نہیں جانتیں کہ حکمران ذات پات سے آزاد ہوتے ہیں ہم بالمیر کے ہر فرد کی ماں اور باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم ہر گھر میں داخل ہو سکتے ہیں اور ہر دسترخوان پر کھا سکتے ہیں۔ مہاراجہ کو دیوی دیوتا خود بپتسمہ دیتے ہیں' وہ ناپاک نہیں ہو سکتے حکم!"

"لیکن آپ تو صرف ان کی دھرم پتنی ہیں۔ پجاریوں کا کہنا ہے کہ آپ اپنے بدن پر ناپاکی لے کر آئی ہیں۔"

"پجاری یہ بھی جانتے ہوں گے کہ دھرم کے اعتبار سے ہم اپنے شوہر کا نصف بہتر ہیں۔ لہٰذا ہم پر ناپاکی کے اس جواز کا نفاذ نہیں ہوتا۔" مہارانی نے دلیل دی۔

بڑا پجاری اپنا موٹا پیٹ ہلاتا آگے بڑھا۔ اس نے اپنے جسم پر محض ایک ریشمی دھوتی باندھ رکھی تھی۔

"یہ ہمارے پرم پرا کا سوال ہے حکم!" اس نے سر جھکا کر نہایت ادب سے کہا۔ "ہماری گیارہ سو سالہ تاریخ میں آج تک کسی مہارانی نے پردہ نہیں توڑا۔ ہم صرف آپ کو مذہبی غسل دینا چاہتے ہیں کہ آپ زنان خانے میں کوئی ناپاکی یا نجاست نہ لے جا سکیں۔"

مہارانی غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ وہ اپنی بے حد ہتک محسوس کر رہی تھی۔ بیرن نے پھر ہاتھ باندھ دیئے۔ "آپ پر قربان' حکم! لیکن میں آپ سے بنتی کرتی ہوں کہ بپتسمہ کے بغیر زنان خانے میں داخل نہ ہوں ورنہ پجاری ہم سب کو ناپاک قرار دے دیں گے۔"

سنگی راہداریاں اچانک ہی سونے کے بھاری زیورات کی کھنک سے گونج اٹھیں۔ کوکی بائی تیزی سے مہارانی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ خادماؤں نے فوراً دیواروں سے لگ کر اسے راستہ دیا تھا۔ اس کا منہ غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

کوکی بائی آتے ہی پجاریوں پر چڑھ دوڑی۔ خواجہ سرا اور خادمائیں مسکرائے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔

"پورا بالمیر قحط سے متاثر ہے" کوکی بائی نے کہنا شروع کیا۔ "اگر یہ پجاری اتنے موٹے نہ ہوتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ بالمیر کے لوگوں کی ہمدردی میں برت رکھ رہے ہیں' لیکن یہ تو بکاؤ مال ہیں۔ انہوں نے اپنی آتما وزیروں کے پاس رہن رکھ دی ہے۔ دولت کے لئے یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ اسی دولت کی ریل پیل ہے کہ آج یہ لوگ زنان خانے کے معصوم اور بے ضرر باسیوں کو ناپاکی اور نجاست کی کہانی سنانے آئے ہیں۔"

بوڑھی کوکی بائی نے بیرن سے چابیاں لیں اور قفل کھول ڈالا "اندر چلو" اس نے مہارانی کو اشارہ کیا اور وہ کسی فرمانبردار بیٹی کی طرح سر جھکا کر اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔

پجاری واپس چلے گئے لیکن خادمائیں اور خواجہ سرا اس وقت تک خواب گاہ کے دروازے سے نہیں ہلے تھے جب تک کہ مہارانی غسل کر کے شاہی جھروکے میں جانے کے لئے تیار ہو کر حرم میں نہیں نکل آئی۔

شاہی جھروکا دراصل ایک بلند و بالا مینار پر بنی ہوئی وہ سنہری بالکونی تھی جس سے بالمیر کے حکمران نہ صرف اردگرد کے دیہات کا نظارہ کرتے تھے بلکہ ضرورت پڑنے پر دشمن کی نقل و حرکت پر بھی نگاہ رکھتے تھے۔

محل کے محافظوں نے اپنی زندگی میں پہلی بار شاہی جھروکے میں مہارانی کے داخلے پر اسے فوجی سلام پیش کیا تھا۔ جے سنگھ پہلے سے جھروکے میں موجود تھا۔ وہ قیمتی پتھر سے تراشے ہوئے ایک بنچ پر بیٹھا تھا۔ اس کے عقب میں شہر کی روشنیاں آسمان کے ستاروں میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔

کئی ماہ علیحدہ رہنے کے بعد مہارانی نے اپنے شوہر کو بتایا کہ وہ ایک اور بچے کی ماں بننے والی ہے۔

مہاراجہ کے بازوؤں کی گرفت مہارانی کی کمر پر سخت ہو گئی۔ اس نے اپنی بیوی کے دودھیا رخساروں کو کئی بار فرط مسرت سے چوم لیا تھا۔

"لیکن ہم پیدائش کے وقت یہاں موجود نہ ہوں گے مہارانی۔" مہاراجہ نے آہستگی سے اپنی بیوی کو آگاہ کیا۔ "وائسرائے نے ہمیں لندن میں نئے بادشاہ کے جشن تاجپوشی میں شرکت کی اجازت دے دی ہے۔"

"آپ نے سفر کے لئے وائسرائے سے اجازت کیوں لی؟"

مہارانی نے اپنی شرمگیں پلکیں اٹھائیں۔

"یہ ہمارے علاقوں پر عائد کی جانے والی نئی پابندیاں ہیں۔" مہاراجہ نے اپنی پتنی کو سمجھایا' نیا وائسرائے کرزن برا آدمی نہیں لیکن وہ اصولوں کا بے حد سخت ہے اس نے برطانوی ہند پر سے بہت سے ٹیکس اٹھا لئے ہیں۔ اس نے برطانوی پارلیمنٹ سے بھی کہا ہے کہ وہ نمک پر سے شاہی ٹیکس اٹھا لے..... تاکہ لوگوں کو کچھ رعایت ملے۔ ہر نئی تاج پوشی پر ایسی رعائتیں دی جاتی ہیں' لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ نے یہ رعائتیں دینے سے انکار کر دیا ہے۔"

"اگر وہ اچھا آدمی ہے تو ہماری روایات اور رسوم میں کیوں مداخلت کر رہا ہے؟"

مہاراجہ نے ایک طویل سانس لی۔ "اس لئے کہ کرزن یہ سمجھتا ہے کہ اسے ہمارا باپ بنا کر ہندوستان بھیجا گیا ہے۔ پہلے انگریز یہ سمجھتے تھے کہ مہاراجہ اور راجہ بہت محدود ہو گئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہمارے سمندر پار سفر کی حوصلہ افزائی کی لیکن اب ان کا خیال ہے کہ ہم نے انگریزوں کو ورغلانے میں خاصا وقت صرف کیا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے گھر میں ہی رہنا چاہئے...."

"کیا آپ کا جشن تاجپوشی میں جانا بے حد ضروری ہے؟" مہارانی نے اپنے شوہر کا جملہ کاٹا شاید وہ چاہتی تھی کہ اتنے ماہ ایک دوسرے سے الگ رہنے کے بعد اب مہاراجہ دوبارہ اسے چھوڑ کر نہ جائے۔

مہاراجہ بھی شاید اپنی پتنی کی بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مہارانی کے نرم و نازک گال تھپتھپائے۔

"ہمیں آپ کی تنہائی کا احساس ہے' پریتما!" مہاراجہ نے کہا۔ "لیکن جس مقصد

کے لئے ہم جا رہے ہیں وہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے تاجپوشی میں شرکت تو محض بہانہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزوں کو شک میں مبتلا کئے بغیر زار روس سے فنڈز کی فراہمی کے لئے بات کریں کیونکہ خزانہ تقریباً خالی ہے۔ ہمیں کہیں نہ کہیں سے فنڈز حاصل کرنے ہیں اور یورپ میں زار ہمارا واحد دوست ہے۔"

خوف کا ایک سایہ مہارانی کے گورے رنگ کو زردی مائل کرتا چلا گیا۔ "آپ ایسا نہیں کر سکتے' حکم!" مہاراجہ کی سوالیہ نگاہیں اٹھیں تو مہارانی نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اگر انگریزوں کو پتا چل گیا کہ آپ نے بادشاہت کے ساتھ کیا جانے والا معاہدہ توڑا ہے اور ایک غیر ملکی طاقت خصوصاً روس سے آزادانہ طور پر معاملات طے کئے ہیں تو۔"

مہاراجہ نے اپنی پتنی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا لیکن مہارانی اس کے باوجود بولتی رہی۔

"..... برطانوی آپ کو بالمیر سے جلا وطن کر دیں گے۔ وہ آپ کے تخت پر قابض ہو جائیں گے۔ وہ ٹکا کو آپ کا ولی عہد ماننے سے انکار کر دیں گے یا اسے ایک حکمران کے لئے مخصوص اختیارات نہیں دیں گے۔ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" مہارانی چپ ہو گئی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ انگریز کسی مہاراجہ کو بے دخل کرنے کے علاوہ کسی بھی ہندوستانی ریاست کو برطانوی بادشاہت کے سرخ سمندر میں غرق کر سکتے ہیں لیکن اسے اتنے ظالمانہ الفاظ بولنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے مہارانی کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے کٹورے میں تھام لیا۔ وہ اسے سیاسی داؤ پیچ اور اتار چڑھاؤ سمجھا رہا تھا۔ اس نے کوشش کی تھی' قائل ہونا یا نہ ہونا بہرحال مہارانی کے اپنے اختیار میں تھا۔

"اگر اس بار بھی بارش نہ ہوئی تو ہم بالمیر میں ریلوے لائن تعمیر کریں گے اور غیر ملکی کمپنیوں کو یہاں فیکٹریاں لگانے کی اجازت دے دیں گے۔ ہمیں ہر حال میں کسانوں کو قرضے فراہم کرنے ہوں گے تاکہ وہ انگریز کمپنیوں کو برائے نام قیمتوں پر اپنی زمینیں فروخت نہ کریں۔ ان سب کے لئے رقم کی ضرورت ہے۔ جب زار نے ہمارے ساتھ زاروچ میں قیام کیا تھا تو اس نے بالمیر نورتن کو بے حد سراہا تھا۔ ہم نے یہ اسے فروخت کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ اس سودے کو انگریزوں پر آشکار نہیں کرے گا۔"

"بالمیر نورتن تو انمول ہے۔" مہارانی نے اپنے پتی دیو کو یاد دلایا۔ "آپ برطانوی بادشاہت سے اس کے فروخت کے لئے بات کیوں نہیں کرتے کم از کم برطانویوں کو اس طرح یہ یقین تو رہے گا کہ نیکلس محفوظ ہے۔"

"راج پہلے ہی ہمیں برطانیہ دشمن کہتا ہے۔"

مہاراجہ نے مہارانی کو بتایا۔ "اگر ہم برطانوی راج پر اعتماد کر کے سودا کرتے ہیں اور نورتن گم ہو جاتا ہے تو ہماری شنوائی کہاں ہو گی؟"

مہارانی نے اپنے شوہر کو دیکھا "یہ ناممکن ہے، حکم!"

جے سنگھ نے قہقہہ لگایا۔ "ممکن ہے اور بڑی آسانی سے ممکن ہے۔ کیا کوہ نور ایک ایسے بچے سے نہیں چرایا گیا تھا جو برطانیہ کی حفاظت میں تھا پھر یہی انمول ہیرا سرعام وکٹوریہ کو تحفے میں دے دیا گیا؟ انگریزی دربار سے منسلک افسران کی بیویوں کی گردنیں ہندوستانی زر و جواہر سے کیوں اور کیسے جگمگا رہی ہیں؟ ملکہ وکٹوریہ کی گردن بھی ان میں سے ایک تھی۔"

انتہائی خفیہ انداز میں مہارانی شاردا، مہاراجہ کی لندن روانگی کے انتظامات میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ اس کے باوجود کہ خزانہ کلی طور پر مہاراجہ کے اختیار میں تھا۔ اس کی پائی پائی کے اخراجات کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا تھا۔ جس فائل میں بالمیر نورتن کی موجودگی ظاہر کی گئی تھی اس فائل کو نہایت ہوشیاری سے ہٹا کر اس میں ترمیم کر دی گئی۔

مہارانی نے اس سلسلے میں کئی راتیں جاگ کر گزاریں وہ اپنے شوہر کے ہمراہ شاہی جھروکے میں بیٹھ جاتی اور اپنی تحریر میں فائل کے مندرجات از سرنو لکھتی۔ ان مندرجات کو ہٹا دیا جاتا جن میں نورتن کا ذکر تھا۔

جے سنگھ کی روانگی سے ایک دن پہلے وہ ہندوستان کے نو قیمتی اور نایاب ترین پتھروں اور زر و جواہر سے آراستہ نیکلس مہارانی کی خواب گاہ میں لے کر آیا۔ سفائر، یاقوت، ہیرے زمرد اور دوسرے پتھروں کی چمک سے مہارانی کی خواب گاہ جگمگا اٹھی۔ مہارانی دیر تک پراشتیاق نگاہوں سے ان قیمتی زر و جواہر کو دیکھتی رہی جنہیں جمع کرنے میں صدیاں بیت گئی تھیں۔ ان میں سے ہر پتھر کئی قیراط وزن کا تھا اور ان کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

جڑاؤ ہار کو زر بفت کے کپڑے میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ مہارانی نے ایک کمربند کے ذریعے ہار مہاراجہ کی کمر سے باندھ دیا تھا تاکہ پیرس تک کے طویل سفر میں یہ بالکل مامون و محفوظ رہے اور آخرکار زار روس تک جا پہنچے۔

قحط اور خشک سالی کے پانچویں سال کے آخر میں، جب بادل آتے تھے لیکن برسے بغیر گزر جاتے تھے، مہارانی نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ اس بار اندرونی قلعے کے دروازے پر بھاٹوں

کا کوئی ٹولہ موجود تھا۔ نہ کسی قسم کی کوئی خوشی منائی گئی۔ لیکن دنیا میں آنے والی نے لوگوں کو تباہی و بربادی کی داستانوں سے ہٹ کر ایک نیا موضوع ضرور دے دیا تھا۔

عوام نے باقاعدہ شکر ادا کیا تھا کہ اس بار لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ بیٹے کی صورت میں ریاست کسی جشن کی متحمل نہ تھی۔ یوں بھی اب وقت ویسا نہیں تھا جیسا ٹکا کی پیدائش کے وقت تھا۔

مہاراجہ برطانوی شہنشاہ کے جشن تاجپوشی میں شرکت کے لئے دوبارہ انگلینڈ میں تھا لیکن اس بار انگلینڈ کے تخت پر کوئی بوڑھی بیوہ نہیں ایک مرد بیٹھا تھا۔ کون جانتا تھا کہ تخت کے مالک کی طرح ہندوستان کی قسمت بھی بدل جاتی۔

انگلینڈ سے واپسی پر مہاراجہ کے حوصلے کچھ اور بلند ہو گئے تھے۔ جب وہ دارالحکومت کی شاہراہوں پر گشت کے لئے نکلا تو لوگوں نے اس کے چہرے کی تازگی کو بطور خاص محسوس کیا۔ مہاراجہ نے نئے بچے کی پیدائش پر مبارکباد کے طور پر عوام سے پھولوں کے ہار بھی قبول کئے تھے۔

بچی کی پیدائش کے بعد بستر علالت پر لیٹی مہارانی نے بھی اپنی خواب گاہ میں آمد پر مہاراجہ میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کی تھی۔

ٹکا مور کے ایک پر سے نومولود کے پاؤں پر گدگدی کر رہا تھا۔ بچی نے صدائے احتجاج بلند کی تو جے سنگھ قہقہہ لگا کر اس کے جھولے پر جھک گیا۔

"یہ رونے والی بچی کی چیخ نہیں، جنگ کا نقارہ ہے۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا۔ "اگر ناموں سے کوئی فرق پڑتا ہے تو ہم اس کا نام جیہ رکھیں گے، یعنی فتح!"

مہارانی اپنے شوہر کے زندہ لہجے پر مسکرا دی۔ وہ بن کہے سمجھ گئی تھی کہ روسیوں کے ساتھ اس کے شوہر کی بات چیت کامیاب رہی ہے۔

جیہ نے تین سال کی عمر سے پہلے بارش نہیں دیکھی تھی، البتہ اس نے خادماؤں سے اس بارے میں سنا ضرور تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے لوگ موت کے بارے میں سنتے ہیں۔

سات طویل سالوں تک آسمان پیتل کی بہت بڑی تھالی کی طرح صرف تپش برساتا رہا تھا لیکن اب اس نے موت کے بجائے زندگی برسانی شروع کی تھی۔

مہاراجہ اس عرصے میں دوبار اپنے ہاتھیوں اور کیولری کے ہمراہ دہلی گیا تھا تاکہ ہندوستان کو برطانوی بادشاہت کی یاد دلانے کے لئے منعقد کئے جانے والے وائسرائے کے دربار میں شرکت کر سکے۔ ہر بار وہ دیوالیہ ہو جانے والے خزانے کا رونا روتا اور ہر بار

مہارانی اسے ایک نئی ہمت دیتی اور ہمدردی کا اظہار کرتی۔

اور جس شب بارش ہوئی وہ بالمیر کے لوگوں کے لئے گویا دیوالی کی رات تھی۔ انہوں نے ایک عرصے بعد موسموں کی لگی بندھی تبدیلی کا مزا چکھا تھا۔ قلعہ بالمیر کے اندرونی دروازے کھول دیئے گئے۔ میلہ موسیقی شروع ہو گیا۔ پورا بالمیر خوشیوں سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ فضائیں آتش بازی سے رنگین ہو رہی تھیں۔ بھیگا ہوا بالمیر شادمانیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

لوگ باگ جھلسا جھیل کے کنارے ایک بہت بڑے میدان میں جمع ہو کر اپنی خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ وہ میدان تھا جہاں بالمیر کے مہاراجہ کسی جنگ پر روانہ ہونے سے قبل اپنی فوجوں کا معائنہ کیا کرتے تھے اور مہارانیاں اپنے شوہروں کے جنگ سے واپس نہ آنے کی صورت میں جل مرا کرتی تھیں۔

محل کے سامنے وسیع و عریض برآمدے میں نرم گدیوں سے خصوصی تخت تیار کیا گیا تھا۔ جس پر بالمیر کا مہاراجہ جے سنگھ براجمان تھا۔ اس کی تلوار سات سالہ بیٹے ٹکا کی رانوں کو چھو رہی تھی۔

سرا تخت نسبتاً بلندی پر تھا۔ اس کے عقب میں مہین پردے پڑے ہوئے تھے۔ پردوں کے پیچھے زنان خانے اور مہاراجہ کے حرم کی عورتیں بیٹھی تھیں۔ مہارانی شاردا اور راجکماری جیہ پردوں سے ہٹ کر تخت پر بیٹھی تھیں۔ ان کے چہرے بے نقاب تھے۔

بالمیر کا راگ گورو استاد ذرا فاصلے پر ایک اونچے پلیٹ فارم پر بیٹھا موسیقی کے آلات سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ موسیقی کی محفل ذرا ہی دیر بعد شروع ہونے والی تھی۔

بوڑھا استاد ذرا سا آگے جھکا تو گفتگو تھم گئی۔ برآمدے میں موجود امرا اور دیگر معززین استاد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رات کی خاموشی میں بوڑھے استاد نے آگ کی دھن چھیڑ دی۔ دیپک راگ فضا میں بکھرا تو یوں لگا جیسے وہاں موجود ہر شے نے آگ پکڑ لی ہو۔

دیپک راگ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب موسیقار اعظم تان سین، اکبر اعظم کے دربار میں دیپک راگ گایا کرتا تھا تو ہوا میں ہزار شمعوں کے شعلے کے برابر شعلہ پیدا ہو جاتا تھا اور درختوں کے پتے جل کر گر جایا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تان سین کے حلق سے آگ نکلا کرتی تھی اور اس کی بیٹی برسات کی دھن یعنی راگ ملہار نہ گائی تو تان سین خود ہی جل کر بھسم ہو جاتا۔

استاد گاتا رہا اور محفل جھومتی رہی۔ اس کی آواز میں کچھ ایسا سحر تھا کہ جو جہاں تھا وہیں ساکت تھا۔ لوگ راگ کی تپش میں اس تپش کو بھول گئے تھے جو سات سال کی خشک

سالی سے پیدا ہو گئی تھی۔

جیہ کچھ دیر دلچسپی سے راگ سنتی رہی، پھر اس نے کسمسا کر اپنے رخساروں کو کھجانا شروع کر دیا۔ گرم ہوا اسے پریشان کر رہی تھی۔ وہ اپنے آپ میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ اسے احساس ہی نہ ہوا تھا کہ اس کے برابر بیٹھی مہارانی نے بھی گانا شروع کر دیا ہے۔

راگ میں تیزی آئی تو جیہ کو احساس ہوا کہ یہ سب اس نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ برسات کی جھڑی۔ مور کا رقص۔ ہواؤں میں درختوں کا ناچنا اور کوئل کی کوک، سب کچھ اس کے لئے نیا تھا۔ راگ ختم ہوا تو سب لوگوں کے حلق سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے۔

استاد نے جھک کر لوگوں کے نعروں کا جواب دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چند ثانئے وہ یونہی بیٹھا رہا اور پھر اس کی انگلیاں دوبارہ تاروں سے کھیلنے لگیں۔ ایک اور مدھر دھن فضاؤں میں بکھرنے لگی۔

محل میں موجود ہر شے گویا محو رقص ہو گئی تھی۔ کم از کم جیہ کو یہی محسوس ہو رہا تھا۔ راگ ملہار نے فضاؤں میں ٹھنڈک بکھیر دی تھی۔

اور پھر اچانک ہی مہارانی نے سونے کے کام والی چنری اپنے سر پر اوڑھ لی۔ بارش کا ایک قطرہ جیہ کے سر پر بھی گرا تھا۔ جیہ نے کوئی خیال نہ کیا اور نہ ہی وہ سمجھ سکی کہ اس کی ماں کا چاند سا چہرہ نقاب کی اوٹ میں کیوں چلا گیا ہے۔

مہارانی نے جیہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اٹھا کر پردے کے پیچھے لے گئی۔ جیہ کی آنکھوں میں حیرت کے سائے اتر آئے۔ اس کے ننھے اور معصوم ذہن کے لئے یہ سب کچھ نیا تھا کیونکہ اس سے پہلے اس نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ خشک سالی اور قحط کا خاتمہ ہو گیا ہے اور مہارانی دوبارہ پردے میں چلی گئی ہے۔

جیہ کی پیدائش کے بعد سے ہی مہارانی کی کوشش رہی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کی پرورش اپنے پیشروؤں کے انداز میں کرے تاکہ جیہ زمانے کے سرد گرم سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت حاصل کر لے اور زنان خانے سے باہر کی دنیا کو اپنے لئے اجنبی نہ سمجھے۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے خادمائیں جیہ کو جگاتیں اور غسل کے بعد اسے زنان خانے کے صحن کے بیچوں بیچ واقع مہارانیوں کے مندر میں لے جاتیں۔ جب مہارانی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے بھجن گاتی تو جیہ بتوں کے سامنے بیٹھ کر جھروکے میں سے تاریکی کو سفیدی میں مدغم ہوتے دیکھتی رہتی۔ جب روشنی کا شیر اندھیرے کو نگل لیتا تو جھلسا جھیل کی جانب

سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دینے لگتیں اور مہارانی کی آواز خود بخود مدہم پڑنے لگتی۔

بعض اوقات مہارانی اپنی بیٹی کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے ساتھ بھجن گانے کو کہتی۔ وہ اسے بالمیر کی سابق ملکاؤں 'پشپاوتی' سیتا دیوی اور آشا دیوی کے پسندیدہ بھجن کے بارے میں بھی بتاتی۔

بالمیر کی یہ وہ ملکائیں تھیں جنہوں نے اپنے شوہروں کی لاشوں کے ساتھ ستی ہونے کی رسم نبھائی تھی۔ جیہ ہر روز ان ملکاؤں کو یاد کرتی اور انتہائی احترام سے ان کا نام لیتی۔ اب جیہ کو پتا تھا کہ ان ملکاؤں نے کیسے اپنے سہاگ کے کپڑے اتار کر اپنے ہاتھ سرخ پاؤڈر میں ڈبو کر قلعے کی دیوار پر ثبت کئے اور بہادری سے موت کو گلے لگا لیا۔

جیہ کا ننھا منا ذہن الجھ جاتا اکثر وہ سوچتی کہ ملکائیں ستی کیوں ہوئیں۔ شاہی خاندان کے لئے اتنی پابندیاں کیوں ہیں؟ جب تک صحرائی علاقوں میں بارش نہیں ہو جاتی شاہی خاندان کی عورتوں پر مچھلی کھانے کی پابندی کیوں ہے؟ جانوروں کے تولیدی موسم میں شاہی عورتیں کسی قسم کا گوشت کیوں نہیں کھاتیں؟ جب تک غیر ملکی سود خور اور مہاجن ہندوستان چھوڑ نہیں دیتے گانے اور بولنے والا کوئی پرندہ پنجرے میں قید کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

ان رسوم اور روایتوں کی تعلیم کے بعد جیہ ناشتہ کرتی اور گھڑسواری کے کپڑے پہن کر اپنے والد کے ساتھ قلعے سے باہر گھڑسواری کے لئے چلی جاتی۔

ٹکا بھی ایک بہترین شہسوار تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا لیکن جے سنگھ اسے ہدایت کرتا کہ اپنی بہن کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چلو۔ دونوں بہن بھائی ہاؤس ہولڈ کیولری کے افسران اور مہاراجہ کے اے ڈی سی میجر دیر سنگھ کے ہمراہ جھلسا جھیل کے کنارے دور دور تک گھڑسواری کا لطف اٹھاتے۔

راستے میں کئی مقامات آتے جن میں جیہ بے حد دلچسپی لیتی۔ وہ ساتھیوں سے بہت سے سوالات کرتی اور تقاضہ کرتی کہ ایسے جوابات دیئے جائیں جن سے وہ مطمئن بھی ہو۔

واپس آ کر ٹکا' مہاراجہ جے سنگھ کے ساتھ جھلسا جھیل کے کنارے نئے دفاتر معتمدی میں چلا جاتا تاکہ اپنے والد سے انتظامی امور سیکھ سکے۔ مہینے میں ایک بار وہ مہاراجہ کے ساتھ ریاست کے مختلف علاقوں کے دورے پر جاتا جہاں مہاراجہ ماہانہ دربار منعقد کرتا اور متعلقہ علاقوں اور اضلاع کے ضروری امور نمٹاتا۔

لیکن جیہ چونکہ لڑکی تھی اس لئے اس کے تمام معمولات کو قلعے سے منسلک کر دیا گیا

تھا۔

مہاراجہ اس بات پر بضد تھا کہ اس کی بیٹی پردے میں نہیں بیٹھے گی لیکن مہارانی کی خواہش تھی کہ جیہ کی پرورش اسی انداز میں کی جائے جس انداز میں صدیوں سے بالمیر کی شہزادیوں کی پرورش ہوتی آئی ہے۔

سب سے پہلے موسیقی کا سبق تھا۔ بوڑھا استاد جیہ کو راگ رنگ کی تربیت دے رہا تھا جس کی سماعت اور غصہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا۔ جیہ اکثر اپنے اندھے استاد کو چکمہ دے کر قلعے کے اوپر اڑنے والی پتنگوں کا نظارہ کرتی رہتی لیکن استاد کو جانے کیسے جیہ کی اس حرکت کا پتہ چل جاتا اور سزا کے طور پر جیہ کو شروع سے سارے گاما کی گردان سنانی پڑتی۔

راگ رنگ کے بعد بیرن اسے ساتھ لے جا کر برآمدے کے ٹھنڈے فرش پر بٹھا دیتی۔ یہ وقت رنگوں کا تھا۔ جیہ کو مختلف رنگوں' موسموں" سبزیوں اور پھلوں کے رنگ ان کے موسم اور ذائقے کی پہچان کروائی جاتی تھی۔

ہفتے میں ایک بار دوسری لڑکیوں کے ہمراہ جیہ کو محل کے گودام میں لے جایا جاتا تھا جہاں مہارانی خادماؤں سے محل کی ضروریات کے مطابق غلہ اور کھانے پینے کی دوسری اشیائی تلوایا کرتی تھی۔

لیکن جیہ کے دن بھر میں سے دو مصروفیات ایسی تھیں جنہیں دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کروا سکتی تھی۔ وہ اپنی سہ پہر ہر حال میں کوکی بائی کے کمرے میں اور شام میجر دیر سنگھ کے ساتھ گزارتی تھی۔

میجر ہر شام جیہ اور ٹکا کو پولو گراؤنڈ میں نشانہ بازی کی مشق کروایا کرتا تھا۔ جیہ کی لوشش ہوتی تھی کہ وہ ٹھیک ٹھیک نشانہ لگائے۔ نشانہ بازی کا باقاعدہ مقابلہ ہوتا تھا جس میں لڑکا جیت جاتا لیکن کبھی کبھی وہ چھوٹی بہن کا جی رکھنے کے لئے جان بوجھ کر ہار جاتا۔ ایسے میں جیہ شکایت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی تو وہ بڑھ کر بہن کو سینے سے لگا لیتا۔

نشانے بازی کے ہر مقابلے کے بعد میجر دیر سنگھ دونوں کی تعریف کرتا اور پھر وہ لوگ پولو گراؤنڈ میں موجود ایسے گھوڑوں کی طرف بڑھ جاتے جن پر زین نہیں ہوتی تھی۔

یہ گھڑسواری بھی ایک امتحان ہوتا تھا۔

جیہ کو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سواری کرنی پڑتی تھی۔ اس سواری کے دوران گھوڑے کو نالے چھوٹے ندی نالے اور دیگر رکاوٹیں بھی پھلانگنی ہوتی تھیں۔ میجر اسے گھوڑے پر سوار کرا کر باگ اسے تھما دیتا۔ جیہ کو میجر سے دو سکے ملتے جو اسے اپنے گھٹنوں اور گھوڑے کے

جسم کے درمیان دبانے ہوتے تھے۔ اسے یہ کوشش کرنا ہوتی تھی کہ چھلانگ لگانے یا گھوڑے کو ٹھوکر لگنے کے باوجود سکے گرنے نہ پائیں۔ وہ اپنی پوری کوشش کرتی تھی کہ اس امتحان میں کامیاب رہے۔ ٹکا اپنی بہن کو میجر کی سزا سے بچانے کے لئے اکثر اس کی جیبوں میں دو سکے مزید ڈال دیتا تھا تاکہ میجر کے سکے گر جانے کی صورت میں جیہ جیب سے دوسرے سکے نکال کر رکھ لے لیکن اس کی ضرورت کبھی کبھی پڑتی تھی۔

ایک بار جیہ بری طرح گھوڑے سے گر گئی۔ بہت سے بچے راجکمار اور راجکماری کی گھڑ سواری دیکھنے کے لئے گراؤنڈ میں جمع ہو جاتے تھے۔ انہوں نے شور کیا تو گھوڑا بدک گیا اور جیہ گھوڑے سے نیچے جا گری۔ وہ فوراً ہی ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔

جب جیہ کو ہوش آیا تو وہ میجر کے بازوؤں میں تھی۔ اس نے میجر کی بھوری مونچھوں کو دیکھ کر سرگوشی کی "میں نے سکے نہیں گرنے دیئے!"

ٹکا نے بڑھ کر اپنی بہن کا ماتھا چوم لیا۔ وہ فخر محسوس کر رہا تھا کہ اس کی بہن چوٹ لگنے کے باوجود روئی نہیں تھی۔

ہر سال بارشوں کے بعد رنگ ساز، قلعے کی دیواروں پر رنگ کرنے اور تصاویر بنانے کے لئے قلعے میں آتے تو جیہ اور ٹکا کو ایک اور تفریح مل جاتی۔ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر شور کرتے اور ایک دوسرے پر رنگ اچھالتے۔

ایسے میں رنگ سازوں کی حالت دیدنی ہوتی تھی۔ وہ بانس کی بنی ہوئی لمبی سیڑھیوں کے آخری سرے پر کھڑے ہو کر چلاتے اور بچوں کو ایسا کرنے سے منع کرتے۔

"تم لوگوں کو تو تصویریں بنانی بھی نہیں آتیں۔" بچے بھی جواباً چیختے "تم لوگوں کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ چھکڑے کی تصویر کیسے بنتی ہے۔ اس کے پہیے تمہارے بنائے ہوئے پہیوں سے زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔"

رنگ ساز پھر چیختے "بھگوان جانے، تم لوگ کس دنیا میں رہتے ہو۔ تم لوگوں کو چھکڑے اور ریل گاڑی میں فرق کا بھی پتا نہیں۔"

بچے تجسس کے مارے رک جاتے اور ایک جگہ بیٹھ کر حیرت سے ایک نئی دنیا کو تصویروں کی صورت قلعے کی دیواروں پر اترتے دیکھتے رہتے۔

رنگوں کی اس دنیا کو دیکھتے دیکھتے جیہ کو احساس ہوا کہ اس کے والد کی بادشاہت میں بہت سی تبدیلیاں آتی جا رہی ہیں۔ جب اس نے کسی انگریز کو نہیں دیکھا تھا کہ وہ کیسا ہوتا ہے لیکن اسے یہ علم ضرور تھا کہ انگریز لوگ جھلسا جھیل کے کنارے ایک نئی کالونی میں

رہنے کے لئے آئے ہیں۔ وہ انجینئرز اور کارخانوں کے مالک تھے۔

جلد ہی جیہ کو یہ احساس ہو گیا کہ قلعے کے صحن میں بانس کی سیڑھیوں کے نیچے بھاگتے ہوئے بچوں میں سے وہ اکیلی بچی ایسی ہے جو شہر سے باہر بچھائی جانے والی ریلوے لائن یا انگریزوں کے لئے تعمیر ہونے والے چرچ کو دیکھنے نہیں جا سکے گی۔ اسے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اسے پردے میں بٹھا دیا گیا ہے۔

اب اسے کبھی کبھی قلعے سے باہر جانے کی اجازت ملتی تھی۔ اسے پتا چلتا تھا کہ حقیقت کی دنیا اس کی تصوراتی دنیا سے خاصی مختلف تھی۔

پھر وہ دن بھی آیا جب بالمیر اسٹیٹ میں ٹرین پہلی بار دارالحکومت کے نواح میں بنے ہوئے ریلوے اسٹیشن میں داخل ہوئی۔ جیہ خود کو اپنے والد کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے انگریزوں کی طرف دیکھنے سے نہیں روک سکی۔ وہ سوچنے لگی کہ ان لوگوں کو اپنے لمبے کپڑوں اور بھاری کوٹوں میں یقیناً گرمی لگ رہی ہو گی اس کے علاوہ تو وہ بڑے مہربان دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی برٹش پولٹیکل آفیسر جیسا نہیں تھا جو بالمیر ریلوے کے سرکاری افتتاح میں شریک تھا اور سارا وقت گردن اکڑائے اور منہ بسورے کھڑا تھا۔ جب قلعے سے اسے تیرہ توپوں کی سلامی دی گئی تب بھی اس کے چہرے کا تناؤ ختم نہ ہوا تھا۔

طویل تقریبات کے بعد بچوں کو ٹرین میں داخلے کی اجازت دے دی گئی۔ ٹکا ریلوے انجن دیکھنے بھاگا اور جیہ ایک ڈبے میں چڑھ کر بٹنوں سے کھیلنے لگی۔

پھر قلعے میں پہلی موٹر کار داخل ہوئی۔ اس سے پہلے جیہ نے محض ہاتھی گھوڑے اور اونٹ گاڑے ہی دیکھے تھے۔ لیکن اس چھوٹے سے ڈبے میں کوئی ہاتھی گھوڑا یا اونٹ نہیں جوتا گیا تھا۔ وہ ان سے کہیں زیادہ تیز بھی چلتی تھی۔

اگر جیہ کی کزن اور اس کے دشمن راجہ مان سنگھ کی بیٹی کار میں نہ بیٹھتی تو شاید جیہ کبھی ایسا نہ کرتی بھلا وہ اپنی دشمن سے پیچھے کیسے رہ سکتی تھی۔

یوں بھی جیہ اپنی کزن کے والد سے نفرت کرتی تھی۔ راجہ مان سنگھ نے اپنی بیٹی اور بھتیجے جن کے لئے جو ٹکا کے بعد تخت کی وراثت میں دوسرے نمبر پر تھا انگریز ٹیوٹر رکھا تھا۔ وہ اس کے بچوں کو انگریزی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ وہ کانٹے اور چمچوں سے کھانا کھاتے اور اپنے والدین کو ممی اور ڈیڈی کہتے تھے۔

جیہ اپنی کزن کی حرکتوں کو بے وقوفی کہتی تھی لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اپنی کزن سے ایک عجیب طرح کا احساس کمتری محسوس کرنے لگی تھی، حتیٰ کہ وہ دن آ گیا جب مہاراجہ

جے سنگھ اپنی دھرم پتنی کی خواب گاہ میں داخل ہوا اور جیہ کو باہر جھروکے میں بھیج دیا گیا۔

اپنے والد کے چہرے پر چھائی گھمبیرتا کے باعث جیہ ان کی باتیں سننے کی غرض سے پردے کے پیچھے چھپ گئی۔

"اس کا کوئی متبادل نہیں ہے؟" مہارانی نے دھیمے لہجے میں سوال کیا۔

جیہ نے پردہ تھوڑا سا سرکا کر دیکھا اس کے والدین کمرے کے وسط میں کھڑے تھے۔

"نہیں" مہاراجہ کی آواز تفکرات سے بھاری ہو رہی تھی۔ "انگریزوں نے روسیوں کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کئے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس صورت میں زار کے ساتھ ہمارے روابط زیادہ دیر تک چھپے رہ سکیں گے۔"

"یہ تو برطانویوں اور روسیوں کے آپس کا معاملہ ہے وہ اپنے اختلافات ختم کر رہے ہیں۔ اس میں آپ کا معاملہ کہاں سے آ گیا؟" مہارانی نے سوال کیا۔ اس کا چہرہ بھی کئی مسائل کی آماجگاہ دکھائی دے رہا تھا۔

"برطانوی کھلے ذہنوں کے حکمرانوں کو پسند نہیں کرتے" مہاراجہ نے وضاحت کی "وہ ہمیں خطرناک سمجھتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ہم لوگ اپنے زنان خانوں میں محض شراب اور شباب سے جی بہلائیں اور بس!"

"تو کیا ٹکا کے لئے انگریز ٹیوٹر کی تقرری سے حالات بدل جائیں گے؟"

"نہیں" مہاراجہ نے نفی میں سر ہلایا "لیکن اس سے برطانویوں کو اس بات پر قائل کرنے میں آسانی ہو گی کہ ہم اپنے بیٹے کو انگریز بادشاہت سے وفاداری کا سبق پڑھا رہے ہیں۔"

جیہ بات چیت تو نہ سمجھ سکی لیکن یہ دیکھ کر اسے ایک جھٹکا سا لگا کہ اس کی ماں نے اپنا سر جے سنگھ کے شانے پر رکھ دیا تھا..... چھی!"

اسی سہ پہر جیہ اپنی ماں کے ساتھ کار میں سوار ہوئی دونوں نقاب میں تھیں۔ چار خادمائیں بھی ان کے ہمراہ تھیں کار قلعے سے نکل کر انگریز کالونی کے قریب سے نکل کر کوکی بائی کے پرانے گھر چاند محل جا رہی تھی۔

جیہ باغ میں آم کے درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے جھولے کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی جبکہ مہارانی' خادماؤں کے ساتھ مل کر محل کے معائنے میں مصروف ہو گئی۔ چاند محل کی تزئین و آرائش کا فیصلہ کیا گیا تھا کیونکہ اب یہاں اس انگریز نے رہائش اختیار کرنی تھی جے ٹکا کو انگریزی پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

جیہ یہ دیکھنے کے لئے ان کے پیچھے پیچھے گئی تھی کہ انگریز کس طرح رہتے ہیں۔ بھاری دروازوں کے عقب میں اسے ایک عجیب سی اجنبیت کا احساس ہوا تھا۔ نرم گدیلوں والا ایک صوفہ چمڑے میں منڈھی ہوئی میز' چار ٹانگوں پر کھڑی سخت کرسیاں جیہ کو کسی اور دنیا کی چیزیں محسوس ہوئی تھیں۔

خواب گاہوں میں بڑے بڑے بیڈ بچھے ہوئے تھے جو نہایت نرم تھے۔ غسل خانوں میں سفید ٹب تھے جو کرسیوں کی طرح زمین سے اٹھے ہوئے تھے۔ جیہ نے بے اختیار اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

جیہ نے ہاتھ ٹب کی طرف اشارہ کیا "کیا یہ کپڑے دھونے کے لئے ہے؟"

مہارانی ہنسی "نہیں' نہانے کے لئے۔"

"لیکن وہ پانی کیسے تبدیل کرتے ہوں گے؟" جیہ نے اگلا سوال داغ دیا۔

مہارانی اسے غسل خانے سے باہر لے آئی "اسے پانی سے بھر لیا جاتا ہے اور پھر انگریز خود کو اس میں صاف کر لیتے ہیں۔"

وہ ایک ہی پانی سے اپنے منہ اور پیر تو نہیں دھو سکتے نا؟ پھر وہ اپنے پیر کہاں دھوتے ہوں گے؟ کیا ان چیزوں میں؟ وہ سفید کرسیاں....؟"

"اتنا تجسس بہت ہے' جیہ۔" وہ اسے گھر سے باہر لے آئی۔

جیہ محل واپسی تک حیران حیران رہی۔ اب ایک اور سوال اسے تنگ کرنے لگا تھا کہ کیا ٹکا اس گندے پانی میں نہانے والے سے پڑھ لے گا؟"

انگریز ٹیوٹر پولو کا ایک شاندار کھلاڑی نکلا۔ چھ فٹ قد کا حامل سرمئی آنکھوں والا یہ شخص شاندار فوجی ماضی بھی رکھتا تھا۔ جب وہ درہ خیبر کے قبائلیوں کے ساتھ جنگ کے واقعات سناتا تو اس کی آنکھیں بھی بولتی محسوس ہوتی تھیں۔

کیپٹن آسبرن' برٹش انڈین آرمی میں سروس کرنے والے خاندان کی تیسری نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ رسمی تقریبات کے موقع پر وہ بہت سے اعزاز پہنا کرتا تھا جنہیں ٹکا بے حد پسند کرتا تھا..... ان اعزازات میں شمال مغربی سرحدی صوبے میں خدمات پر ملنے والا انڈیا میڈل۔ تبت میڈل اور سب سے زیادہ اہم سروس آرڈر شامل تھے۔ یہ ایوارڈ اسے افغانوں کے خلاف جنگ کے بعد دیا گیا تھا۔

ٹکا' کیپٹن آسبرن کا گرویدہ تھا۔ اس لئے کوکی بائی کا پرانا محل ٹکا کی دنیا کا مرکز بن گیا تھا۔ جونہی وہ دفاتر معتمدی میں اپنا کام ختم کرتا اپنے دوستوں کو جمع کر کے چاند محل لے جاتا

تا کہ کیپٹن صاحب سے کرکٹ میچ کھیل سکے کھیل کے اختتام پر مسز آسبرن لیموں کے شر
کی بھری ہوئی صراحیاں باہر بھیجا کرتی تھی۔

لڑکے بالے باہر لان پر پڑی کرسیوں پر بیٹھ جاتے اور کیپٹن سے لندن کی زیر ز
ریلوے' ہوائی جہاز بنانے والے کارخانوں اور دنیا کے گرد چکر لگانے والے مہم جوؤں
کہانیاں سنا کرتے۔

ٹکا نہیں جانتا تھا کہ یہ کیسے ہوا' مگر یہ حقیقت تھی کہ آسبرن کی موجودگی کے باع
بالمیر کی حیثیت کم ہو گئی تھی۔ گو کہ یہ غداری کے مترادف تھا لیکن اس نے والد کو ز
سے نابلد ایک ایسا شخص سمجھنا شروع کر دیا تھا جو اپنی ریاست سے باہر کی دنیا کے بارے
کچھ نہ جانتا تھا۔ اس نے اپنی ماں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ اس کے خیال میں اس
ماں حرم کی چار دیواری میں قید ایک دقیانوسی عورت تھی۔ وہ خود کو اپنے والدین سے
سمجھنے لگا۔ اس کی خواہش تھی کہ انگریز ٹیوٹر اسے اس کے والدین جیسا نہ سمجھے۔

انگریزوں پر رعب جھاڑنے کی خاطر وہ جیہ سے بھی کھنچا کھنچا رہنے لگا۔ وہ ہر کام
اپنی بہن کو حیران کر دیا کرتا تھا۔ جیہ اپنے بھائی کے کمرے میں برطانوی اخبار اور رسالے
دیکھ کر خوفزدہ تھی کہ وہ مکمل انگریز بننے جا رہا ہے۔ ملازمین کو سختی سے ہدایت کر دی
تھی کہ وہ اس کے کمرے میں موجود ان چیزوں کو قطعی نہ چھوئیں جو اس نے لندن
آرمی اور نیوی اسٹورز سے منگوائی تھیں۔

اکثر ٹکا جب چاند محل سے لوٹتا تو اس کی بغل میں کئی کتابیں دبی ہوتیں جو میز پر
سے موجود کتابوں کے ساتھ رکھ دی جاتیں۔ ان میں کپلنگ' بروک' بیڈن باول
میکاولے کی کتابیں شامل تھیں۔ جیہ نے جب ان کتابوں کو چھوا تو ان میں سے عجیب
خوشبو آ رہی تھی۔ جیہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ یہی انگلینڈ کی خوشبو ہے۔ ٹکا کے کمرے
دیواروں سے بھی انگلینڈ جھانک رہا تھا۔ دیوی دیوتاؤں کے مجسموں کی جگہ انگریز کھلاڑیوں
تصاویر نے لے لی تھی۔ ایک پوری دیوار پر ایک بھارتی مہاراجہ کی مختلف تصاویر تھیں
کرکٹ بیٹ ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ تصاویر کے نیچے پیتل کی پلیٹوں پر..... رانجی' سوسیکس
رانجی' لارڈز..... رانجی' سرے کے الفاظ تحریر تھے۔

کیپٹن آسبرن کی تجویز پر گول مینار کے نیچے ایک کرکٹ پویلین تعمیر کر دیا گیا تھا
گول مینار کسی زمانے میں گرفتار ہونے والے معززین کے لئے جیل کا کام دیتا تھا۔ اب
سارا وقت اس پویلین کے ساتھ بنے ہوئے نیٹ میں پریکٹس کرتے گزار دیتا۔ جب

جیہ' مہارانی کا کوئی پیغام لے کر اس کے پاس جاتی تو وہ زنان خانے کی طرف آئے ہوئے جیہ
کو کرکٹ کے بارے میں اتنا لیکچر دیتا کہ وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی کہ اب اگر مہاراجہ رانجی
کے مشہور عالم لیگ گلانس اسٹروک کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا گیا تو وہ چیخ اٹھے گی۔

"تم جان کی طرح دوغلے بنتے جا رہے ہو" وہ چڑ کر اپنے بھائی سے کہتی "تم محض
انگلینڈ اور اپنے محبوب رانجی کے بارے میں ہی بات کرنا پسند کرتے ہو۔"

ٹکا سختی سے اس کا بازو پکڑ لیتا "انگریز کہتے ہیں کہ کوئی کالا..... تم جانتی ہو' وہ ہمیں کالا
کہتے ہیں..... کبھی بھی صحیح کرکٹ نہیں کھیل سکتا" وہ اپنی بہن کی معلومات میں اضافہ کرتا "
لیکن ایک ہندوستانی دنیا کا عظیم ترین کھلاڑی بن گیا۔ اتنا عظیم کہ اسے برطانوی ٹیم کی طرف
سے کھیلنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ اور اب تک صاحب لوگ اس کو چھوڑنے کو تیار نہیں
ہوئے" اس نے اپنی بہن کو گھورا "لیکن اس عظیم کھلاڑی کو محض اپنے رنگ کی وجہ سے
کرکٹ کلب آف انڈیا میں شامل ہونا پڑا۔ ہم اسی چیز کو بدلنا چاہتے ہیں"

جیہ کو ٹکا اپنے کزن سے بے حد مختلف لگا۔ وہ انگریزوں کی تقلید نہیں ان سے برتری
اور ان کی نظروں میں اپنے آپ کو منوانا چاہتا تھا۔

جیہ کو اپنے والد کے بارے میں بھی شبہ تھا کہ وہ بھی انگریز سے مرعوب ہو گئے ہیں۔
رات کے کھانے کے بعد مہاراجہ جے سنگھ اور انگریز' دونوں نے شاہی جھروکے میں غائب ہو
جانے کو اپنی عادت بنا لیا تھا۔ زنان خانے کی طرف جاتے ہوئے جیہ نے ایک روز جھانک کر
اندر دیکھا۔ باہر محافظ ایستادہ تھے جبکہ اندر ٹیوٹر آرام کرسی پر نیم دراز سگار کے کش لگا رہا تھا
اور مہاراجہ اپنی سنگ مرمر کی بنچ پر ٹیک لگائے حقہ گڑگڑا رہے تھے۔

"لارڈ کرزن نے وائسرائے کی حیثیت سے اپنے آخری کام کے طور پر ریوا کے مہاراجہ
کو تخت سے دستبردار کروا کر زبردست کارنامہ انجام دیا ہے" جیہ کو انگریز کی آواز سنائی دی "
تصور تو کریں کہ ایک انسان کو دیکھتے ہی دیکھتے حیوان بنا دیا جائے تو کیسا لگتا ہے؟"

"وہ لوگ ساہو کار اور مہاجن تھے جنہوں نے قحط کے دنوں میں کسانوں کو اکسایا تھا"
مہاراجہ جے سنگھ نے وضاحت پیش کی۔

"ریوا نے ان مہاجنوں پر عدالت میں مقدمہ ضرور چلایا تھا لیکن انہیں سزا نہیں دی"
انگریز بولا "اور لارڈ کرزن نے ہندوستانیوں کو انصاف کا درس دیتے اپنے آپ کو آدھا کر لیا
ہے۔"

"یہ سچ ہے کہ لارڈ کرزن انصاف سے محبت اور استحصال سے نفرت کرتے ہیں" جیہ کو

حیرت ہوئی کہ مہاراجہ وائسرائے کا ذکر انتہائی ادب اور احترام سے کر رہا تھا "ابھی شاہی دربار کا ذکر ہے لارڈ کرزن نے اپنے ساتھی انگریزوں کو نویں گھڑ سوار دستے کے ان برطانوی افسران کو سیلوٹ کرنے سے نہیں روکا جنہوں نے ایک کھیل کے طور پر اپنے بے یار و مددگار ہندوستانی ملازموں کو زمین پر رینگ کر آگے بڑھنے پر مجبور کیا اور پھر اپنے گھوڑوں سے روند ڈالا۔ ہم نے اپنے کانوں سے نہ سنا ہوتا تو کبھی یقین نہ کرتے کہ انگریز اپنے ہم نسل قاتلوں کو بچانے کے لئے کسی بھی کام سے دریغ نہیں کرتے۔"

"آپ زیادتی کر رہے ہیں' یور ہائی نیس۔" انگریز نے احتجاج کیا "ہندوستانی حکمران اس سے کہیں زیادہ ظلم کرتے ہیں۔"

"بعض لوگ تو کرزن کو متعصب اور ظالم گردانتے ہیں' کیپٹن صاحب!" مہاراجہ کا لہجہ تیز تھا "اس نے ہندوستانی اخبارات بند کر دیئے" اب کرزن کے لئے پہلے والا احترام باقی نہ رہا تھا۔ "اس نے ہندوستانیوں کو مقابلے کے امتحان میں بیٹھنے سے منع کر دیا۔ اس نے اپنے قلم کی ایک جنبش سے بنگال کے دو ٹکڑے کر دیئے اور یہ جانے بغیر کہ برطانویوں کے لئے نظام آف حیدر آباد کے جذبات کیا ہیں اسے دربدر کر دیا۔"

"لیکن آپ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ لارڈ کرزن ایک عظیم وائسرائے تھا؟" انگریز کا انداز سوالیہ لیکن لہجہ مسکینی سے بھرپور تھا۔ "اس نے برصغیر کو ایک ملک بنانے کے لئے دن رات کام کیا۔ اس نے شاہراہوں' ریلویز' ٹیلی گراف اور آبپاشی کے نظام کو بے حد ترقی دی۔ ممکن ہے اس نے آلیٹ بناتے ہوئے چند انڈے بھی توڑے ہوں لیکن میرے خیال میں یہ سب ہندوستان کی بھلائی کے لئے تھا جس کے لئے ہند کو اس کا احسان مند ہونا چاہئے!"

اک بار شاہی جھروکے کے قریب سے گزرتے ہوئے جیہ نے اپنے بھائی کا نام سنا۔

"آپ ٹکا کو تعلیم کے لئے انگلینڈ کے کسی اسکول کیوں نہیں بھجوا دیتے؟ یور ہائی نیس وہ باصلاحیت لڑکا ہے اور ترقی کا خواہش مند..... کوچ بہار کا مہاراجہ اور سیر پور کے راجکمار' مہاراجہ وکٹر اور پرنس پرتاپ دونوں ہی ایٹن کے پڑھے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اعلیٰ تعلیم سے ٹکا ایک بہترین حکمران بن کر ابھرے گا۔"

جیہ کو اپنے والد کا سخت جواب سن کر بے حد حیرت ہوئی تھی۔ "ایک اچھا حکمران ہوتا ہے کیپٹن! جو اپنی رعایا کی ضروریات جانتا ہو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اسے یہ معلومات انگلینڈ کے کسی اسکول میں مل سکیں گی۔"

قلعے کے چڑیا گھر کے قریب سے گزرتے ہوئے جب جیہ نے اپنے بھائی کو اس بات چیت کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ پھٹ پڑا۔

"اگر بابا اس انداز میں سوچتے ہیں تو میں کبھی بھی اس پرانے قلعے کو چھوڑ کر صحرا کی طرف نہیں جاؤں گا" ٹکا نے حتمی لہجے میں کہا "راجہ مان سنگھ اپنے بیٹے جان کو اجمیر کے انگریزی سکول بھجوا رہا ہے' آخر بابا' راجہ مان سنگھ کی طرح ماڈرن کیوں نہیں۔ وہ مجھے بھی انگلینڈ یا کسی انگریزی سکول میں بھجوا سکتے ہیں۔"

جیہ بس چڑیا گھر کے جانوروں کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اپنے بھائی کو کیسے تسلی دے۔

"میں بالمیر میں دفن نہیں ہونا چاہتا۔" ٹکا کی سوچ سختی اور انتہا پسندی کی کچھ اور منزلیں طے کر چکی تھی "انگریز سوچ سکتے ہیں کہ جان' مجھ سے زیادہ اچھا حکمران ثابت ہو سکتا ہے۔ اب کیا میں اس ریاست کو ترقی کے بجائے ماضی کا سفر کرتے ہوئے دیکھوں؟"

جیہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ انگریز ٹیوٹر کے آنے سے محض چند دن پہلے تک ٹکا اس ریاست کے راجکمار کی حیثیت سے سوچتا تھا جس نے آگے چل کر اس ریاست کا مہاراجہ بننا تھا لیکن اس کے ذہن میں بغاوت گھس آئی تھی۔ وہ اپنی حیثیت بھول گیا تھا۔

"بابا نے تمہارے بارے میں درست فیصلہ کیا ہے" جیہ نے پھٹ سے کہہ دیا "تم ہندوستان سے نفرت کرنے لگے ہو اور یہ سب اس انگریز کا کیا دھرا ہے۔"

"یہ سچ نہیں۔" ٹکا چلا اٹھا "کیپٹن صاحب ہندوستان سے پیار کرتے ہیں تم نے انہیں ان ہندوستانی فوجیوں کے بارے میں باتیں کرتے سنا ہے جنہوں نے ان کی کمان میں کام کیا ہے۔ کیا انہوں نے سوائے ان فوجیوں کی تعریف کے بھی کچھ کہا ہے؟"

"تو کیا ہوا" جیہ نے بے پروائی سے کندھے اچکائے "کوئی ہندوستانی اب تک انگریزی فوج میں افسر بھی تو نہیں بنا۔"

"اوہ!" ٹکا نے اپنا سر پیٹ لیا "تم صرف ایک لڑکی ہو۔ تم بھلا ان باتوں کو کیسے سمجھ سکتی ہو؟ آؤ میں تمہیں پولو گراؤنڈ میں دوڑ لگواؤں۔"

گومگو کی کیفیت سے دوچار جیہ' اپنے بھائی کے پیچھے دوڑنے لگی' لیکن اس کا ذہن ٹکا کے لہجوں اور انداز کو تسلیم نہیں کر پایا تھا۔

ایک دن جیہ نے میجر ویر سنگھ اور کیپٹن آسبرن کو برابر برابر کھڑے دیکھا۔ اسے میجر کے چہرے پر کبیدگی کے آثار نظر آئے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میجر' ٹکا کی وفاداریاں

تبدیل ہونے پر رنجیدہ ہو۔

ذرا دیر بعد جب انگریز چلا گیا تو میجر بڑبڑانے لگا "میں انگریز کو جھوٹا نہیں کہتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ ہر شخص کو کچھ کہنے یا کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہئے۔"

جیہ' میجر ویر سنگھ کے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ یہ نہ سمجھ سکی تھی کہ وہ اب اپنے بھائی کے ساتھ خود کو آرام دہ اور پرسکون محسوس نہ کرتی تھی۔

صرف ایک ہی سال میں انگریز نے کوکی بائی کے محل کی طرح قلعے کے ماحول اور فضا کو ہی بدل ڈالا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ تبدیلیاں صرف قلعے کی فضا میں ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں آئی ہیں۔ ہندوستانی اخبارات آخر کار لارڈ کرزن کے سنسر شپ سے آزاد ہو گئے تھے اور اب وہ برطانوی ہندوستان کے لئے ہوم رول کے مطالبات پر لکھے جانے والے اداریوں سے بھرے پڑے تھے۔ ہندوستانی باشندے اب برطانوی اشیاء کا بائیکاٹ کر رہے تھے تاکہ وہ برطانویوں کی طرف سے ہندوستانی وسائل کو حقیر جاننے کا بدلہ لے سکیں۔ قوم پرست لیڈروں کو جلا وطن کیا جا رہا تھا۔

نئے وائسرائے نے آنے والے طوفان کو سونگھ لیا تھا۔ اس نے ہندوستانیوں کو دعوت دی تھی کہ وہ اس شاہی کونسل میں شریک ہو جائیں جو ہندوستان کا انتظام و انصرام چلاتی تھی صرف یہی نہیں اس نے برطانوی تخت کے نمائندوں اور ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کی ایک کانفرنس بھی طلب کی تھی۔

لیکن جیہ ان باتوں کو نہیں جانتی تھی۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے بہت کچھ بدل گیا تھا اور بہت کچھ بدلنے جا رہا تھا۔

جیہ اب اتنی بڑی ہو گئی تھی کہ دسہرے کے تہوار پر اس نے نودن کا برت رکھا۔ نودن محض پوجا' پاٹ میں ہی گزرے تھے۔

لیکن نو دن کے برت کے فوری بعد اسے شاہی جھروکے میں طلب کر لیا گیا جہاں اس کے والد وائسرائے کی کانفرنس کے لئے روانہ ہونے سے قبل اس سے ملاقات کے منتظر تھے۔ محافظ کے عقب میں کھڑی جیہ جھجک گئی کیونکہ جھروکے میں مہاراجہ تنہا نہیں تھے جھروکے کی جالیوں کے پاس ایک موٹی عورت بھی موجود تھی۔

اجنبی عورت نے پہلے جیہ کا گھاگھرا دیکھا جس پر سونے کے تاروں کا کام کیا تھا اور پھر اس کی نگاہیں چولی سے ہوتی ہوئی جیہ کے چہرے پر آ کر ساکت ہو گئیں۔ لاج اور گھبراہٹ کے مارے جیہ اپنی ناک کو مسلنے لگی۔ وہ دراصل اپنے بائیں نتھنے میں پہنی ہوئی سونے

نتھنی چھپانا چاہتی تھی۔

مہاراجہ جے سنگھ نے بانہوں میں بھر کر اسے اپنے قریب کر لیا "یہ ہماری بیٹی ہے' مسز رائے" اجنبی عورت نے ہاتھ باندھ کر نمستے کیا لیکن تعظیم کے لئے جھکی نہیں "مسز رائے کے شوہر بالمیر کے آبپاشی کے نظام کو از سر نو ڈیزائن کر رہے ہیں تاکہ ہماری بجلی کی فراہمی میں اضافہ ہو سکے' ایسے میں جبکہ وہ بالمیر میں انقلاب لائیں گے مسز رائے' تمہیں انگریزی میں طاق کر کے زنان خانے میں معجزے دکھائیں گی۔"

جیہ اس سے پہلے مسز رائے جیسی کسی ہندوستانی عورت سے نہ ملی تھی۔ اس نے سفید کھدرے کپڑے کی ساڑھی پہن رکھی تھی جس کا بارڈر رنگین تھا تاکہ پتا چل سکے کہ وہ بیوہ نہیں ہے۔ وہ عام ہندو عورتوں سے دور کی کوئی شے تھی۔ اسی لئے اس نے پجاریوں کی موجودگی میں مہارانی کی پوجا پاٹ میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔

جیہ نے کسی ہندوستانی عورت کو مسز رائے کی طرح باتیں کرتے نہیں سنا تھا۔ وہ اپنی مدھر آواز میں گھنٹوں برطانوی راج کے خلاف باتیں کرتی تھی۔

جیہ نے اب اس بات پر برا ماننا چھوڑ دیا تھا کہ ٹکا اپنے انگریز کی کتابوں میں مصروف ہوتا تھا یا اس کے بغیر زنان خانے کی خادماؤں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا تھا۔ مسز رائے کے سبق ٹکا کی کتابوں سے کہیں زیادہ دلچسپ ہوتے تھے ان اسباق میں برطانویوں کی ناانصافیوں کی کہانیاں ہوتی تھیں۔ ایک بار مسز رائے نے اپنے ایک کزن کا تذکرہ بھی کیا تھا جسے برطانوی پولیس نے گولی مار دی تھی۔

مسز رائے اسے وہ انگریزی اخبارات بھی پڑھنے کو دیتی تھی جو ہندوستان سے ہی شائع ہوتے تھے۔ جوں جوں پڑھائی آگے بڑھتی گئی جیہ کو بہت سی باتیں سمجھ میں آنے لگیں۔ لیکن اسے میجر ویر سنگھ کا وہ جملہ بھی یاد تھا جو میجر نے کیپٹن کے بارے میں کہا تھا لیکن جیہ کے سر پر سے گزر گیا تھا' مگر اب جیہ جان گئی تھی کہ اس جملے کا مطلب کیا ہے۔ جیہ نے یہ بات بھی بطور خاص محسوس کی تھی کہ کیپٹن کے برطانوی ہندوستان اور مسز رائے کے برطانوی ہندوستان میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

شام کے وقت جیہ کرکٹ پویلین چلی گئی جہاں لڑکے چوبی بنچوں پر بیٹھے کیپٹن کی ہندوستان کے بارے میں تقریر سن رہے تھے جس کی تین نسلوں نے بقول اس کے اس ملک کی خدمت انجام دی تھی۔

"میرے بٹ مین کی طرح کے لوگ صحیح ہندوستانی ہیں بہادر' قابل عزت' وفادار افراد۔

یہ ان کے مذہب کی بنیاد ہے کہ صاحب ہم نے تمہارا نمک کھایا ہے۔ ہماری زندگیاں تمہاری ہیں لیکن یہ کلکتہ اور بمبئی کے جھوٹے لوگ خود کو ہندوستان کی آواز کہتے ہیں۔ سڑکوں پر برطانوی کاٹن جلاتے ہیں۔ یہ احسان فراموش بھول جاتے ہیں کہ ہندوستان کو ترقی دینے والا یہی انگریز ہے۔"

اگلی سہ پہر مسز رائے نے اپنی ساڑھی بچی کے سامنے لہرائی "کیا میں تمہیں بتاؤں کہ میں نے یہ کیوں پہن رکھی ہے؟ اس لئے کہ یہ میرے اپنے ملک میں بنائی گئی ہے اسے خام مال کی صورت میں مانچسٹر اور لنکاشٹر کے ارب پتیوں کو نہیں بھجوایا گیا تھا۔ میں جب بھی اس قسم کا کوئی کپڑا خریدتی ہوں' بھارتیوں کے منہ میں نوالہ رکھتی ہوں۔"

کرکٹ پویلین میں موجود نکا اور اس کے دوستوں نے اثباتی انداز میں سر ہلایا "وائسرائے دوبارہ مقامی پریس پر پابندی عائد کر دیں گے۔ یہ بابو ایڈیٹر صرف برطانوی راج کے خلاف بغاوت کو ہوا دیتے ہیں۔"

اگلے دن جیہ نے مسز رائے کی آنکھوں میں جھانکا جو موٹے شیشوں کے چشمے کے عقب میں بھی چمکتی دکھائی دے رہی تھیں۔

"برطانوی راج نے ایک اور آزادی پسند لیڈر تلک کو جیل میں ڈال دیا ہے لیکن اس کے الفاظ ایک نعرہ بن کر ہمارے اخبارات کے ذریعے پورے ہندوستان میں گونج رہے ہیں۔ آزادی میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ ہزاروں لوگ اس وقت بہ آواز بلند یہ نعرہ لگا رہے تھے جبکہ انہوں نے سنا کہ تلک کو ایک برطانوی جیل میں چھ سال قید کی سزا دی گئی ہے۔"

چند دن بعد کیپٹن آسبرن نے پویلین میں بیٹھے ہوئے لڑکوں کے سامنے لندن ٹائمز کی ایک کاپی لہرائی۔ اس کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا "میں نہ کہتا تھا کہ ان حرام زادوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دینا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے؟ لندن میں ہندوستان کے لئے برطانوی سیکریٹری آف اسٹیٹ کو گولی مار دی گئی ہے۔ گولی ہندوستان سے آئے ہوئے دوستوں سے ملاقات کے دوران اس کے گھر میں بیوی کے سامنے ماری گئی۔ قاتل ایک ہندوستانی طالب علم ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اسے اپنے اس فعل پر فخر ہے۔ وہ اسے ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد کا ایک انداز قرار دیتا ہے۔"

کیپٹن آسبرن کو لال بھبھوکا دیکھ کر جیہ کو نہ جانے کیوں بے حد خوشی ہوئی تھی۔

مسز رائے اس سے پہلے دن میں کہہ چکی تھی "اب نوجوانوں کے جذبات کو روکنا ممکن

نہیں وہ کب تک کتے اور ہندوستانی کا داخلہ منع ہے جیسے الفاظ برداشت کریں گے۔ گزشتہ تین ماہ کے دوران کلکتہ میں ایک برطانوی جج کو گولی مار دی گئی بمبئی میں برطانوی کروڑپتی کو قتل کیا گیا اور اب برطانوی بادشاہت کے مرکز میں ایک وزیر کو جہنم رسید کر دیا گیا۔ دراصل برطانوی راج اپنی ناانصافیوں کی بوئی ہوئی فصل کاٹ رہے ہیں۔"

جیہ اپنی ریاست کی سرحدوں کے پار واقع برطانوی ہندوستان پر اپنی جاگیر سمجھ کر حکومت کرنے والے گوروں کے بارے میں پڑھتے ہوئے دونوں ٹیوٹروں کی سوچ کے فرق کا موازنہ کرتی۔ ہندوستانیوں نے اب اپنے مطلق العنان آقاؤں کی حاکمیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور آقاؤں کو اپنے غلاموں کی یہ جسارت پسند نہ آئی تھی۔

جیہ جب اپنی ٹیوٹر کے گھر گئی تو اسے دیواروں پر کئی تصاویر لگی دکھائی دی تھیں۔

"یہ کونسم ہیں مسز رائے؟ آپ کے بھائی؟"

"میرے شوہر کے کزن ہیں ان میں سے ایک کو انگریزوں نے گولی مار دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اور میرے شوہر نے برطانوی ہندوستان چھوڑ دیا" اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا "اس کی شادی کو صرف ایک سال ہوا تھا اور اس کی بیوی ماں بننے والی تھی جب کرزن نے بنگال کو تقسیم کیا تو وہاں فساد شروع ہو گئے۔ پولیس نے ہجوم پر گولی چلا دی۔ جس میں وہ بھی مارا گیا اور اب دس سال بعد برطانیہ نے کرزن کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ لیکن کاش ایسا بھی ہوتا کہ فیصلوں کی طرح چلائے جانی والی گولیاں بھی واپس لی جا سکتیں' کاش.....!"

"اور وہ دوسرا؟"

"بچ جانے والا بھائی اردن رائے' ایک وکیل ہے اور کلکتہ کا متحرک ترین قوم پرست۔"

جیہ غور سے تصویر دیکھتی رہی۔ چوڑے چکلے چہرے پر بھاری مونچھیں اور ہونٹوں کی مسکراہٹ بے حد بھلی لگ رہی تھی وکیل کی آنکھوں میں ایک ایسی معنی خیز چمک تھی جیسے وہ کسی راز میں جیہ کے ساتھ شریک ہو۔

"کیا یہ بھی شادی شدہ ہے؟" جیہ نے پوچھا۔

"ابھی نہیں لیکن ہو جائے گا۔ ایک بیوی ہی اس کی وحشتوں پر قابو پا سکتی ہے۔" مسز رائے نے ایک البم نکال کر جیہ کو تھما دی۔ جس میں اردن کی بے شمار تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ بھائی کی موت کے بعد اسے جاپان بھیج دیا گیا تھا۔ زیادہ تر تصاویر وہیں کی تھیں۔ ہر

تصویر کا انداز مختلف لیکن معنی خیز چمک اور مسکراہٹ ایک جیسی تھی۔

"میں یہ سمجھتی ہوں کہ ارون رائے انتہا پسندی کے راستے پر چل نکلا ہے۔ وہ انصاف نہیں انتقام چاہتا ہے۔" مسز رائے نے جیہ کو بتایا۔ "ارون ابھی جوان ہے اور ہر جوان آدمی جنگ کو کھیل سمجھتا ہے۔"

جیہ اپنی ٹیوٹر کی طرف متوجہ نہیں تھی مسز رائے نے کھنکار کر اسے مخاطب کیا "آپ بیرونی دنیا میں دلچسپی لیا کریں' بائی سا! کیا آپ جانتی ہیں کہ آپ کے والد اور ان کی دوسرے ساتھی حکمرانوں نے وائسرائے سے کہا ہے کہ وہ برطانوی افسران کو ان کی ریاستوں کے معاملات میں مداخلت سے روکیں؟ اس سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ایک ہندوستانی کی حیثیت سے بڑا کرنا چاہتے ہیں برطانوی راج کے صاحب کی حیثیت سے نہیں۔

جیہ بے اختیار ٹکا پر کیپٹن آسبرن کے اثر و رسوخ کے بارے میں سوچنے لگی۔

"مہاراجاؤں نے برطانوی معاہدوں کی خلاف ورزی سے روک تھام کے لئے چیمبر آف پرنسز بنانے کا فیصلہ کیا ہے پورے ہندوستان میں لوگ ہاتھ سے ہاتھ باندھ رہے ہیں۔ آپ دیکھنا ایک دن یہ بادشاہت ہمارے بازوؤں کے حلقے میں قید بری.... طرح پھڑپھڑا رہی ہو گی۔"

مہاراجہ وائسرائے کی کانفرنس سے واپس آئے تو کسی کو بھی شاہی جھروکے میں داخلے کی اجازت نہیں دی گئی۔ محل کے محافظوں کے عقب میں کھڑے ہوئے ٹکا اور جیہ نے انجینئروں کو دیواروں میں سوراخ کرتے دیکھا تھا تاکہ بجلی کی وائرنگ کو شاہی جھروکے تک بڑھایا جا سکے۔ قلعے کے بڑھئی ایک خیمہ نصب کرنے میں مصروف تھے لیکن محافظوں نے اس کی وجہ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔

سورج غروب ہونے کے بعد جھروکے کے دروازے کھول دیئے گئے۔ مہارانی اور دیگر پردہ دار خواتین خیمے میں چلی گئیں جبکہ دوسرے لوگ سنگ مرمر کے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر براجمان ہو گئے۔ سامنے کی جانب ریشمی پردے لٹک رہے تھے جن میں کوئی سلوٹ نہیں تھی۔ جب مہاراجہ جے سنگھ نے اپنی مخصوص نشست سنبھالی تو جھروکے اور خیمے کی روشنی گل کر دی گئی۔

جیہ نے ایک اجنبی کو ایک سیاہ رنگ کے صندوق کے پاس کھڑے دیکھا جس کے سوراخ سے تیز روشنی پھوٹ رہی تھی۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ اس پر نظر جمانی مشکل تھی۔

"یور ہائی نیس' خواتین و حضرات" اچانک اجنبی کی آواز سنائی دی۔ "آپ اس بات سے آگاہ ہیں کہ دنیا ترقی کر رہی ہے۔ گھوڑے کی جگہ کار نے' ہاتھی کی جگہ ٹرین نے اور پرندے کی جگہ اڑنے والی مشین نے لے لی ہے۔ دوسرے الفاظ میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ جادو بھرے افسانے حقائق کا روپ دھارنے لگے ہیں لیکن خاطر جمع رکھیں کہ یہ جادو حقیقت میں بدلنے والے دیوی دیوتا نہیں بلکہ انسان ہیں۔"

وہ ایک لمحے خاموش رہ کر حاضرین پر اپنی بات کا رد عمل دیکھتا رہا' جب کسی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تو وہ دوبارہ گویا ہوا "اسی طرح کے دو جادوگر لیومیری برادران بمبئی آئے اور انہوں نے یہ جادو ہمارے ذہین آدمیوں کو سکھایا۔ آج رات میں آپ کو یہی جادو دکھانے جا رہا ہوں' جسے آپ کے لئے دادا صاحب پالکی نے ترتیب دیا ہے۔"

اس نے روشنی کو کسی شے سے ڈھانپ دیا اور وہ سب گھپ اندھیرے میں گم ہو گئے۔ پھر جیہ نے کلک کی آواز سنی اور صندوق میں سے روشنی کی لکیر دوبارہ برآمد ہو کر سامنے پردوں پر منعکس ہونے لگی۔

جیہ دم سادھے بیٹھی تھی۔ حیرت سے اس کے لب سلے ہوئے لیکن آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں۔ روشنی چند چلتے پھرتے سایوں میں تبدیل اور پھر پردے پر باقاعدہ انسان چلتے پھرتے نظر آنے لگے۔

یہ فلم تھی لوگ دم بخود اسے دیکھتے رہے۔ بعض کے حلق سے مارے حیرت کے خرخراہٹیں برآمد ہو رہی تھیں' لیکن مہارانی کرشن مہاراج کا بھجن گنگنا رہی تھی جیہ البتہ پوری توجہ سے فلم دیکھ رہی تھی۔ اس نے کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

لوگ اتنے حیران تھے کہ فلم ختم ہونے اور روشنیاں جلنے کے بعد بھی بہت دیر تک ساکت و جامد اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب مہاراجہ نے اپنی جگہ چھوڑی تو باقی لوگوں کو مجبوراً وہاں سے اٹھنا پڑا۔

اس عرصے میں مزید واقعات رونما ہوتے رہے۔ احمد آباد میں وائسرائے پر بم پھینکا گیا لیکن وہ بال بال بچ گیا۔ کیپٹن آسبرن اور مسز رائے اس بارے میں الگ الگ نظریہ رکھتے تھے۔ راجہ مان سنگھ اجمیر چلا گیا تاکہ اپنے بیٹے جان کو انگریزی سکول میں داخل کروا سکے۔ شہنشاہ برطانیہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہو گیا اور ایک ہفتے کے سرکاری سوگ کے دوران قلعے پر لہرانے والے تمام پرچم سرنگوں کر دیئے گئے۔

نیا وائسرائے لارڈ ہارڈنگز ہندوستان آیا تو اس نے ایک عجیب خبر سنائی۔ انگلینڈ کا نیا

شہنشاہ جارج پنجم دہلی میں شہنشاہ ہند کی حیثیت سے تاجپوشی کا خواہش مند تھا۔ جے سنگھ
چلا گیا تاکہ اس عظیم الشان تقریب کے انتظامات پر تبادلہ خیال کر سکے۔ کیپٹن آسبرن
اس کی بیوی مہاراجہ کے ساتھ دہلی گئے کیونکہ ان کا بیٹا جیمس انگلینڈ سے دہلی پہنچا تھا۔

لیکن جیہ کی اپنی مصروفیات تھیں۔ وہ مسلسل فلم چلانے والوں کے مغز چاٹتی رہی
کہ لوگ اڑتے کیسے ہیں اور اس چھوٹے سے ڈبے میں اتنی بڑی بڑی فلمیں کس
پوری آ جاتی ہیں؟ اس نے انگریز ٹیوٹر کے لڑکے کو بالمیر آ جانے کے باوجود اب تک
دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز کوکی بائی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر زنان خانے کی منقش دیوار
عقب میں گھسیٹ لیا۔

ایک کار باہر آ کر رکی اور شوفر نے جلدی سے اتر کر عقبی دروازہ کھول دیا۔

اپنے بھائی کے پیچھے جیہ کو ایک نوجوان لڑکا دکھائی دیا جو کیپٹن آسبرن سے بھی
قامت تھا۔ اس کی گردن ستوئی اور بال سیاہ تھے۔

کوکی بائی نے ایک طویل سانس لی "زنان خانے کی لڑکیاں اگر جذبات سے بے قا
جائیں تو مجھے کوئی حیرت نہیں ہو گی۔"

جیہ نے ایک جھروکے سے باہر جھانکا "یہ تو ایک کرین کی طرح نظر آتا ہے۔
زنان خانے کی عورتوں کو کیونکر بے قابو کرنے لگا؟"

کوکی بائی نے قہقہہ لگا کر گویا جیہ کے جملے کا مضحکہ اڑایا "صبر کرو.... وہ زنان خا
آئے گا تو تم بھی اپنا فیصلہ بدل لو گی۔"

جیہ کو ایک دھچکا سا لگا۔ "ایک مرد زنان خانے میں آ رہا ہے۔" اس کے لہجے
بھر کی حیرت تھی "ناممکن.... یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارے والد اور والدہ اس کو مدعو نہ کرتے تو ایسا ہی ہوتا۔" کوکی بائی نے کہا۔
انہوں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ نیا وائسرائے چاہتا ہے کہ تمہارے والد ٹکا کو اعلیٰ تعا
لئے انگلینڈ بھجوا دیں اور اگر ٹکا جاتا ہے....."

"آپ مذاق کر رہی ہیں' کوکی بائی" جیہ نے ان کا جملہ کاٹا "بابا نے انگریز ٹیوٹر کو
کہ ٹکا کو کبھی برطانیہ جا کر پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

کوکی بائی نے نظریں جھکا لیں جیہ کو یہ اعتراف شکست محسوس ہوا تھا "بعض
تمہارے والد کے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں ہوتا۔ بہت سال پہلے تمہارے والد کو
دوران بالمیر کے لئے رقم کی ضرورت تھی اور وہ مدد کے لئے زار روس کے پاس گیا

لئے اب برطانوی راج کو تمہارے والد پر اعتبار نہیں' نئے وائسرائے کا کہنا ہے کہ اگر ٹکا
اب بھی سلطنت بالمیر کا ولی عہد ہے تو اسے لازمی انگلینڈ جانا ہو گا۔ مہارانی صاحبہ اس لئے
اس لڑکے سے ملنے کی متمنی ہیں کیونکہ ٹکا نے اسی کے ساتھ لندن جانا ہے۔"

کوکی بائی نے خادماؤں اور خواجہ سراؤں کو اشارہ کیا اور وہ جیہ کو پکڑ کر ایک طرف لے
گئے۔ اسے تیار کرنے کا مرحلہ درپیش تھا۔ خادماؤں نے اس کے لمبے بالوں میں خوشبودار تیل
ڈالا اور سبز آنکھوں میں سرمہ لگا دیا تھا۔

"تم تو بہت خوبصورت ہوتی جا رہی ہو' لڑکی!" کوکی بائی نے اس کے ماتھے پر سرمے
سے سیاہ نشان لگا دیا تاکہ کسی کی نظر نہ لگے۔ "تمہارے شوہر کو تمہیں پردے میں رکھنا ہو گا
ورنہ تم تو محض کمرے میں آ کر ہی بہت سوں کا دل توڑ دو گی۔"

جیہ نے کوکی بائی کے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اس نے اپنے بدن میں سرور کی سی کیفیت
محسوس کی تھی۔ اس کی سبز آنکھیں غضب ڈھا رہی تھیں جبکہ ان کے درمیان ستواں ناک
مہاراجہ کی تلوار کی مانند تیکھی اور اٹھی ہوئی تھی۔ بائیں نتھنے میں ہیرے کی نتھنی سانولی
رنگت پر چمک رہی تھی اسی سانولی رنگت نے اس کی والدہ کو پریشان کر رکھا تھا۔ اس کے
لمبے بال گھٹنوں تک آ رہے تھے اس نے سر جھٹکا تو یوں لگا جیسے آئینے میں بہت سے ناگ
اتر آئے ہیں۔ آج پہلی بار جیہ نے خود کو بچی نہیں ایک نوخیز لڑکی سمجھا تھا۔

مہارانی نے کمال مہربانی اور میزبانی کی اعلیٰ ترین روایات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹیوٹر کے
اہل خانہ کو اپنی نجی رہائش گاہ کے بیرونی دروازے پر خوش آمدید کہا تھا۔

زنان خانے کی خادمائیں اور خواجہ سرا اپنے اپنے انداز میں اس انگریز خاندان کے بارے
میں تبصرے کر رہے تھے۔ انگریز عورت کا چوڑا ہیٹ اور سفید رنگ کا لبادہ بطور خاص زیر
بحث تھا جو اس کے کندھوں سے گھٹنوں تک جسم پر لپٹا ہوا تھا۔

"اس کی آنکھیں تو دیکھو" سسکاریوں میں ڈوبی ایک زنانہ آواز ابھری "دیوی نے اس
لڑکے کی آنکھوں کو کسی خاص رنگ سے بنایا ہے۔"

"نہیں' نہیں' یہ تو سمندر کا رنگ ہے" کسی نے تصحیح کی "غور سے دیکھو یہ کبھی نیلی
لو کبھی سبز دکھائی دیتی ہیں۔"

"اگر یہ ہم میں سے ہوتا تو ہم اسے اپنی راجکماری کے لئے مانگ لیتے۔" ایک اور آواز
سنائی دی۔

"درست ہے" ایک خادمہ نے تصدیق کی "اس کے سر پر پگڑی رکھو اور ہاتھ میں تلوار

تھما دو تو کسی ریاست کا راج کمار لگے گا۔"

وہ اپنے اپنے پلوؤں میں منہ چھپائے ہنس رہی تھیں اور اوندھے سیدھے تبصرے کر رہی تھیں۔ جیہ کو ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔ البتہ اس کے لاشعور میں کہیں خادماؤں کا مذاق ایک خوفناک حقیقت کا روپ دھار رہا تھا۔

"اپنی لمبی زبانیں قابو میں رکھو' بے وقوفو!" کوکی بائی نے تیز آواز میں انہیں ڈانٹ پلا "ہماری راج کماری کسی انسان سے بیاہی جائے گی۔ ہم بدیسی سبزیوں سے اس کا دھ بھرشٹ نہیں کریں گے۔"

جیہ نے نظریں اٹھائیں تو اسے انگریز لڑکا عجیب سی نگاہوں سے کوکی بائی کو دیکھتا ہوا نظ آیا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ان کی باتیں سمجھ گیا ہو۔

"کیا تم جانتے ہو کہ تم کوکی بائی کے پرانے محل میں رہتے ہو؟" جیہ نے لڑکے سے پوچھا وہ ایک لمحے کے لئے بھول گئی تھی کہ زندگی میں پہلی بار کسی انگریز سے براہ راست مخاطب ہے لڑکے نے نفی میں سر ہلایا "ہمارے دادا نے یہ محل ان کے لئے تعمیر کرایا کیونکہ یہ ان کی پسندیدہ عورت تھیں" جیہ کی بات چیت میں پہلی بار راجکماری کا سا انداز پیدا ہوا تھا "تمہیں یہ بھی علم نہیں ہو گا کہ کوکی بائی ایک عظیم رقاصہ ہیں اور یہ موتی ایک ہاتھی کے دانتوں پر رقص کیا کرتی تھیں۔"

مہارانی اور مسز آسبرن جھلسا جھیل کی خوبصورتی کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں اس لئے انہوں نے جیمس آسبرن کے چہرے کی رنگت نہیں دیکھی تھی جو جیہ کے منہ سے پسندیدہ عورت کے الفاظ سن کر بدلی تھی۔ خود جیہ کو بھی شاید اس کا احساس نہیں تھا کہ یہ کہہ گئی ہے البتہ وہ اس بات پر خوش تھی کہ ٹکا کہیں اور مصروف تھا اس لئے وہ اسے نہیں سکا تھا۔

"اور ہاں!" جیہ اپنی رو میں بولے جا رہی تھی "چاند محل کی دیواروں پر بہت سی تصاویر بنی ہوئی تھیں رومانوی تصاویر' لیکن ان پر رنگ پھیر دیا گیا ہے کیونکہ انگریز چیزیں دیکھنا پسند نہیں کرتے۔"

"جیمس آسبرن کا چہرہ سرخ ہو گیا دونوں بزرگ خواتین نے بات چیت ترک کر دی اس نوخیز جوڑے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

مہارانی تھوڑا سا آگے کو جھک آئی۔ "تم ٹکا کے دوست کے ساتھ کیا باتیں کر رہی بیٹی؟"

"ہم یہ پوچھ رہے تھے' کیا یہ سچ ہے کہ انگریز اپنے گھروں میں روغنی تصاویر کو پسند نہیں کرتے۔"

مہارانی نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا' لیکن مسز آسبرن مسکرا دی "براہ کرم یور ہائی نیس' بچی کو پوچھنے دیں..... ہاں' شہزادی' ہمارے نئے گھر میں بہت سی روغنی تصاویر موجود ہیں میری پسندیدہ پینٹنگ ٹیپو سلطان کے ہاتھوں ولزلی کی شکست کی ہے۔"

"مرتے ہوئے انسان؟" جیہ کا لہجہ تاسفانہ تھا۔ "کیا آپ لوگوں کو عورتوں اور بادشاہوں کی رومانوی تصاویر اچھی نہیں لگتیں جیسے یہاں ہمارے زنان خانے میں لگی ہوئی ہیں؟"

مسز آسبرن کی مسکراہٹ دم توڑ گئی "آپ کسی وقت چاند محل آئیں' شہزادی' پھر خود ہی فیصلہ کیجئے گا" اس کی آواز تھرا رہی تھی "ہو سکے تو اگلے ہفتے' شہزادی' کرکٹ میچ کے دوران۔"

اس موسم گرما میں جیمس آسبرن صبح کے وقت مہاراجہ کی گھڑ سواری پارٹی کا ایک باقاعدہ رکن بن گیا۔ جیہ نے بھی جیمس کے گھوڑے کے برابر اپنا گھوڑا رکھنا ایک عادت سی بنا لی تھی لیکن ٹکا کی طرح وہ اسے گھڑ سواری کے دوران قطعی پریشان نہیں کرتا تھا۔

وہ بالمیر کی ہر شے میں دلچسپی لیتا نظر آتا تھا۔ جلد ہی جیہ قلعے میں اس کی گائیڈ بن گئی۔ وہ ہاتھیوں کے باڑے میں لے گئی اور اسے بتایا کہ کوکی بائی اور موتی کس طرح بالمیر آئے تھے اس نے اصطبل دکھائے اور پینٹنگ میں بالمیر کے گھڑ سواروں کے کارنامے سنائے جو خود جیہ نے میجر ویر سنگھ کی زبانی سن رکھے تھے۔ جیہ نے قلعے کی دیواروں پر ہاتھوں کے وہ نشانات بھی جیمس کو دکھائے جو بالمیر کی قدیم مہارانیاں ستی ہونے سے پہلے ثبت کیا کرتی تھیں تاکہ بھگوان قلعے کو ہمیشہ قائم رکھے۔ جب لڑکے کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دکھائی دیئے تو جیہ کو کہنا پڑا کہ ہمارے مذہب میں ستی ہونے والی مہارانیوں کو بے حد مقدس مانا جاتا ہے۔

اس دوران جیہ جب کبھی اس کی گہری نیلی آنکھوں میں جھانکتی تو اسے زنان خانے کی خادماؤں اور خواجہ سراؤں کے تبصرے یاد آ جاتے۔ وہ خود کو کمزور محسوس کرنے لگتی اور یوں لگتا جیسے کسی گہرائی میں گرتی جا رہی ہے۔

اس سہ پہر کو جب وہ کوکی بائی کے کمرے میں اپنے جسم کا مساج کروا رہی تھی تو کوکی بائی نے اچانک ہی اسے مخاطب کیا تھا "کیا تم اب بھی ٹکا کے دوست کو کرین سمجھتی ہو؟"

جیہ نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ اسے کوکی بائی

کا جملہ اچھا نہیں لگا اور جب کوکی بائی نے اسے طعنہ دیا کہ اب وہ دس سال کی ہو گ
اور یہ کہ اب وہ بچی نہیں آدھی عورت بن چکی ہے تو مارے غصے کے جیہ لال سرخ
تھی لیکن کوکی بائی کو کچھ کہنے کے بجائے خاموشی سے اٹھ کر ان کے کمرے سے نکل
تھی۔

جیہ پولو گراؤنڈ کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک انگریز لڑکے سے ٹکرا گئی وہ شر
سرخ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں جیسے زمین میں گڑی جا رہی تھیں۔ جیمس آبرن کا
انداز اسے اندر سے درہم برہم کر گیا تھا۔ جب جیمس نے اس سے پوچھا کہ کیا اس
خوفزدہ کر دیا ہے تو جیہ نے منہ کھولا مگر کوشش کے باوجود کچھ کہہ نہ سکی۔ اسے اپنی
بھاری لگ رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے الفاظ حلق میں اٹک گئے ہوں۔

وہ شرم اور لاج سے دہری ہو گئی اور زنان خانے کی جانب بھاگ کھڑی ہوئی۔
راہداری میں پہنچی خادمائیں اسے گھیر کر مہارانی کی خوابگاہ میں لے گئیں۔

جیہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ سب سے پہلا خیال جو اس کے ذہن میں سانپ
کلبلایا وہ یہی تھا کہ شاید اس کی چوری پکڑ لی گئی ہے۔ اس کی آنکھوں کی کہانیاں اور
افسانے لوگوں پر بے نقاب اور عیاں ہو گئے ہیں۔

لیکن وہاں صورت حال ہی دوسری تھی۔ مہارانی نے ایک پارسل جیہ کو تھما دیا
"تمہارے لئے ہمارے پاس ایک تحفہ ہے بیٹی!" مہارانی نے نہایت شیریں
اسے مخاطب کیا۔ "یہ ایک ایسے شخص کی تصویر ہے جس سے ایک دن تمہاری شا
ہے۔"

جیمس آبرن کا ہیولی جیہ کے دل کے آبگینوں میں تھرا کر رہ گیا۔ پانیوں پر
بھنور میں جا پھنسی۔ اس کے دل کی دھڑکن جیسے رک گئی اسے یوں لگا جیسے کسی
بلندی سے اسے نیچے دھکا دے دیا ہو۔

وہ کانپتے بدن کے ساتھ مہارانی سے نظریں چرائے کھڑی رہی۔

"سیرپور کی شیر دل مہارانی نے مہاراجہ سیرپور کے چھوٹی بھائی پرنس پرتاپ
بھجوائی ہے" مہارانی کہہ رہی تھی "ان کی خواہش ہے کہ پرنس پرتاپ کے سا
شادی کر دی جائے تاکہ تمہارے والد اور مہاراجہ سیرپور کے درمیان اتحاد ہو سکے

جیہ کے ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ وہ لہرا کے رہ گئی۔ اگر
سنبھالتی تو ہاتھی دانت پر بنی ہوئی تصویر فرش پر گر کر چکنا چور ہو جاتی۔

جیہ نے پسینے میں بھیگے ہاتھوں سے تصویر کو کچھ اور مضبوطی سے تھام لیا لیکن وہ اپنی
ت کو چکنا چور ہونے سے نہ بچا سکتی تھی۔ اس محبت کو جس کا ذائقہ اس نے ذرا دیر پہلے
پہلی بار چکھا تھا۔

جیہ کو اپنی ماں کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بیٹی" مہارانی' جیہ کی حالت کو کچھ اور سمجھی تھی پرنس پرتاپ کا شمار ہندوستان کے خوبصورت مردوں میں ہوتا ہے اور اس کا بھائی مہاراجہ ایک طاقت ور ریاست کا حکمران ہے اگر تمہاری شادی سیر پور میں ہو گئی تو وہاں تم سنہرے پنجرے میں کسی فاختہ کی طرح رکھا جائے گا۔"

جیہ نے اپنی آنکھیں ہاتھی دانت کے اس ٹکڑے پر مرکوز کر دیں جو اب تک اس ہاتھوں میں تھا۔ گول چہرے والا ایک جوان آدمی اس کے سامنے تھا جس کی بڑی بڑی آ رخساروں پر جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹوں پر بیزار سی مسکراہٹ تھی۔ جیہ کے ذہن فوراً ایک ایسے جانور کا تصور ابھرا جو شکار کے لئے نکلا ہو۔

مہاراجہ جے سنگھ جب مہارانی کی خوابگاہ میں داخل ہوا تو خادمائیں اور دیگر خواتین ادھر کھسک گئیں۔

"یہ تصویر اس بچی کو کیوں دکھائی جا رہی ہے؟" مہاراجہ کی باچھوں سے جھاگ رہے تھے "سیر پور اور بالمیر کے درمیان کسی قسم کا اتحاد ناممکن ہے۔ سیر پوری' برطا کے گود کے پالے ہوئے کتے ہیں۔ حکمران' وکٹوریہ کا منہ بولا بیٹا ہے وہ اس کا نام نہ فخر سے لیتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بھی مہاراجہ وکٹر کہلاتا ہے" غصے کی زیادتی سے جے آنکھیں جلنے لگیں "کیا یہ کافی نہیں کہ ٹکا کو اگر ہم انگلینڈ نہ بھیجیں تو برطانوی ہمارے کچھ بھی کر سکتے ہیں؟ اب کیا وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو کسی انگریز کی گود میر دیں؟"

معاملہ ختم ہو گیا لیکن جیہ کے ذہن میں اس خیال نے جڑ پکڑ لی تھی کہ ایک حیثیت سے اس کی زندگی ختم ہوئی اور اب اسے کچھ ہی سال بعد قلعے سے باہر ایک اجنبی شخص کے ساتھ رہنے کے لئے بھیج دیا جانا تھا جسے وہ جانتی بھی نہیں تھی جو ن حقیقت کا ادراک ہوا اس کے دل سے جیس آبن کا خوف جاتا رہا۔

دسہرے کی پوجا کے لئے کئی روز قبل تیاری شروع کی گئی تھی۔ ہاتھیوں کے نگر

نے اس روز کے لئے ہاتھیوں کو بطور خاص سجایا تھا ان کے جسموں پر طرح طرح کے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

موتی کی خاکی جلد رنگ برنگی سبزیوں میں کہیں کھو گئی تھی۔ اس کی ٹانگوں کے زخم اور بڑے سے سینے کے نیچے کوبرا کے زخم کا نشان بنایا گیا تھا۔ کانوں پر شیر کی تصویر تھی جبکہ اطراف پر ہرن بھاگ رہے تھے۔ ٹکا کے ہاتھی پر دوسرے مصوروں نے جنگل بنایا تھا۔ جس ہاتھی پر مہارانی اور زنان خانے کی دوسری عورتوں نے سوار ہونا تھا اس کے دو منزلہ ہودج پر پھولوں کے ہار ڈالے گئے تھے۔

پوجا کی صبح جیہ اپنے ہاتھی کے ہودج پر سوار ہوئی تو میجر ویر سنگھ گھڑ سوار دستے کے آگے اپنے گھوڑے پر سوار اسے نظر آیا تھا۔ ٹکا وزارتی کونسل کے ہاتھیوں کی قیادت کرنے والے ہاتھی کے نقرئی ہودج میں تھا جبکہ ہاتھیوں کے جلوس کے اختتام پر محافظوں کا دستہ تھا۔

موتی کو مہاراجہ نے اپنی سواری کے لئے منتخب کیا تھا۔ جے سنگھ جب جلوس میں شرکت کے لئے آیا تو ایک چوبی سیڑھی لگا دی گئی اور مہاراجہ زر و جواہر سے اٹے ہوئے ہودج میں سوار ہو گیا۔ میجر ویر سنگھ کی تلوار بلند ہوئی جونہی مہاراجہ ہودج کے اندر پہنچا تلوار والا ہاتھ نیچے ہو گیا اور ٹھیک اسی وقت قلعے کی توپوں نے گرجنا شروع کر دیا۔ مہاراجہ کو سات توپوں کی سلامی دی گئی تھی۔

جلوس روانہ ہوا تو نقارہ بجا کر اس کی اطلاع دی گئی۔ اس نقارے کا سائز ایک بڑے ہاتھی کی لمبائی کے برابر تھا۔ یہ قلعے کے بیرونی دروازے پر نصب تھا اور پچھلے گیارہ سو سال سے اسے بجا کر مہاراجہ کے جنگ پر روانہ ہونے کا اعلان کیا جاتا تھا۔

جلوس بڑے مندر کے سامنے رک گیا خواجہ سراؤں نے جالی دار پردے تان دیئے اور جیہ اپنی ماں اور دیگر خادماؤں کے ساتھ ہاتھی سے اتر کر مندر میں داخل ہو گئی' جیہ کو پردے کے باوجود وہ مینڈھا صاف دکھائی دے رہا تھا جو دیوی کی بھینٹ کے لئے قربان گاہ پر باندھا گیا تھا۔

پجاریوں نے مہاراجہ کے القاب و آداب پڑھنے شروع کئے تو وہ آگے بڑھ کر قربان گاہ تک پہنچ گیا۔ اب اس نے بالمیر کی شاہی تلوار سر سے بلند کر دی۔ تلوار کا چمکتا ہوا پھل وہاں موجود تمام افراد کو صاف دکھائی دے رہا تھا۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ ایسے عالم میں اگر وہاں سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز سنائی دیتی۔ اچانک جے سنگھ کی تلوار بلند ہوئی اور اس کا ننگا پھل گوشت کو کاٹتا چلا گیا۔ خون مینڈھے کے نیچے پڑے ہوئے چارے اور پھلوں پر گرا

تھا۔

ہجوم سے ایک شور بلند ہوا لیکن جے سنگھ کی تلوار دوبارہ اوپر نہیں آئی تو آوازیں اچانک ہی دم توڑ گئیں۔ جیہ نے اپنے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی محسوس کیں۔ بالآخر مہاراجہ کا ہاتھ اٹھا اور مینڈھے کا سر کٹ کر دور جا گرا۔ اس کی سیاہ زبان اور آنکھیں اب بھی حرکت میں تھیں۔

پجاری اپنے اپنے نقرئی پیالے لے کر آگے بڑھے تاکہ مینڈھے کی کٹی ہوئی شریانوں سے ابلنے والا خون جمع کر سکیں۔ فضا "دیوی کی جے ہو۔ مہاراجہ کی جے ہو" کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔

ایک پجاری مہین پردوں کے سامنے نمودار ہوا۔ مہارانی نے تازہ اور گرم لہو سے پہلے اپنی پیشانی اور پھر جیہ کی پیشانی پر نشان بنایا۔ جیہ کے جسم میں ایک عجیب سی لہر پیدا ہوئی تھی پجاری پیالہ لے کر دوسری جانب چل دیا۔ ہر طرف خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ لوگوں میں بھاگ دوڑ شروع ہو گئی تھی وہ بھینٹ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے کو بے چین نظر آتے تھے۔

"یہ درست ہے مہارانی صاحب!" کوکی بائی نے سرگوشی کی "مہاراجہ نے دوبارہ تلوار نہیں اٹھائی۔"

"بھینٹ ایک وار سے نہیں چڑھائی گئی" مہارانی نے خود کلامی کے انداز میں کہا "اس لئے بھینٹ پوتر نہیں ہے۔"

جے سنگھ مندر سے واپس چل دیا۔ تلوار اب اس کے دائیں ہاتھ میں تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ جیہ اپنے والد کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار دیکھ کر خوفزدہ سی ہو گئی تھی۔ اس کا خوف اپنی ماں کے جملے سن کر دوچند ہو گیا تھا۔

"مہاراج جانتے ہیں کہ بھینٹ مقدس نہیں ہے یہ تخت و تاج کے لئے برا شگن ہے۔"

جلوس جونہی واپس قلعے میں پہنچا جیہ' اپنے بھائی کو مہارانی کی پیش گوئی بتانے کے بھاگ کھڑی ہوئی۔

"احمقانہ رسم ہے" نکا کا جواب جیہ کی توقعات کے بالکل خلاف تھا "میری تو یہ میں نہیں آتا کہ بابا ہر سال بھینٹ دیتے کیوں ہیں؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ اب ہم بیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں۔"

دسہرے کی پوجا کے فوراً بعد قلعہ خالی ہونا شروع ہو گیا۔ مہاراجہ اور اس کے درباری دہلی جا رہے تھے جہاں تاجدار برطانیہ جارج پنجم کی شاہ ہندوستان کی حیثیت سے تاج پوشی کا دربار منعقد ہونے والا تھا۔ آخر کار ہندوستانی اس ہستی کو دیکھنے جا رہے تھے جس کا نام لے کر انگریز کئی سالوں سے ان پر حکومت کر رہے تھے۔ کسی برطانوی تاجدار کی ہند میں تاجپوشی' تاریخ کا پہلا واقعہ تھا۔

وائسرائے نے جشن تاجپوشی میں شرکت کرنے والوں کے لئے خیموں کا ایک شہر بسایا تھا جس پر بے دریغ دولت لٹائی گئی تھی۔ دہلی میں چالیس ہزار خیمے نصب کئے گئے تھے۔ ان میں سے بعض خیمے اتنے بڑے تھے کہ ان میں ڈرائنگ روم' ڈائننگ روم' خوابگاہیں اور لائبریریاں تک موجود تھیں۔ باقاعدہ پولو گراؤنڈ اور پھولوں کے باغ اگائے گئے تھے جبکہ آنے والوں کی سہولت کے لئے چھتیس ریلوے جنکشن اسٹیشن تعمیر کئے گئے تھے۔

راجہ مان سنگھ اور وزیر اعظم سب سے پہلے کاریں اور ریاستی بگھی لے کر قلعے سے روانہ ہوئے اس کے بعد میجر ویر سنگھ گھڑ سواروں کے حفاظتی دستے کے ہمراہ دہلی گیا تھا۔ وہ ٹرین کے ذریعے گئے تھے۔

"آپ دہلی کیوں نہیں گئیں' مسز رائے؟" جیہ نے اپنی ٹیوٹر سے پوچھا وہ اس بات پر حیران بیٹھی تھی کہ اسے مہارانی نے مہاراجہ اور نکا کے ہمراہ دہلی جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ "تاج پوشی کا دربار اب تک ہندوستان میں ہونے والی تمام تقریبات سے خوبصورت ترین ہو گا۔"

مسز رائے نے شاید جھلا کر چائے کا کپ پرچ میں رکھا تو خاصی آواز پیدا ہوئی تھی "برطانوی راج ہر پانچ سال بعد ایسی شاندار تقریبات منعقد کر کے ہندوستان کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ پہلے وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی' پھر کرزن کا شاہی دربار اور اب یہ قطعی غیر ضروری دربار تاج پوشی۔"

"لیکن مسز رائے' تصور تو کریں کہ خیموں کا ایک پورا شہر بسایا گیا ہے۔"

"درست" مسز رائے نے ایک طویل سانس لی "مغربی ہند میں لوگ اب بھی قحط سے مر رہے جا رہے ہیں اور دوسری طرف برطانوی راج نے خیموں کا شہر بسانے پر لاکھوں پاؤنڈ خرچ کر ڈالے ہیں اور اب ہندوستان کی کمائی میں سے مزید لاکھوں پاؤنڈ شاہی تاج پر خرچ کئے جائیں گے۔"

"لیکن شاہ کو شہنشاہ کا تاج پہنایا جا رہا ہے' ظاہر ہے تاج تو ہو گا۔"

ٹیوٹر نے شانے جھٹکے "طاقت بادشاہوں کا تاج ہوتی ہے' شہزادی' جارج پنجم کو کسی تا
کی ضرورت نہیں۔ اس وقت کون ہے جو برطانوی تاج کی طاقت کا معترف نہ ہو؟ انگریز
دارالحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے لاکھوں پاؤنڈ کی لاگ
سے ایک نیا شہر بسایا ہے یہ شہر ہندوستانیوں کی لاشوں پر بسایا گیا ہے اور تم پوچھتی ہو کہ
دہلی کیوں نہیں گئی؟"

مسز رائے کو غصے میں دیکھ کر جیہ خاموشی سے چائے پینے لگی اب اسے اس بات پر
دکھ نہ تھا کہ ٹکا تو دہلی میں موجود ہے لیکن وہ نہیں تھی۔

جیہ نے کوئی اور مصروفیت نہ دیکھی تو رائفل اٹھالی۔ دن بھر وہ نشانے بازی کی
کرتے گزار دیتی۔ اس نے کبوتروں کی لاشوں اور بوتلوں کی کرچیوں کے ڈھیر لگا دیئے
کئی ٹن اس نے گولیوں سے چھید ڈالے تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ شکار کا موسم آنے
پہلے اپنا نشانہ اتنا بہتر کر لے کہ کم از کم ایک شیر کا شکار کر سکے۔ ٹکا نے اپنی اسٹڈی
دیواروں پر تین شیروں کی کھال لٹکا رکھی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ ٹکا کی برتری ختم ہو جا

لیکن جب شاہی قافلہ واپس پہنچا تو دربار تاج پوشی کی داستانیں ٹکا کی زبانی سن کر
اپنی ٹیوٹر کے اعتراضات یکسر بھول گئی۔

"رانجی خالص چاندی کی بنی ہوئی بگھی میں آیا تھا جبکہ مہاراجہ پٹیالہ پگڑی باند
سات فٹ کا لگتا تھا لیکن بدقسمتی سے انگلینڈ کا بادشاہ قد کا چھوٹا ہے۔ جب دہلی میں ا
سرکاری آمد ہوئی تو ہم اسے دیکھ بھی نہیں سکے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ہاتھی پر آئے گا
اس نے کہا کہ جب تاج برطانیہ کا بادشاہ گھوڑے پر سواری کر سکتا ہے تو ہندوستان کا
کیوں نہیں کر سکتا۔"

"اور دربار؟"

"شاہی خاندان دو تختوں پر براجمان تھا جبکہ ان کے طویل و عریض لباس سیڑھیو
پھیلے ہوئے تھے۔ بڑودہ کے مہاراجہ نے کوئی زر و جواہر نہیں پہنے بلکہ اس نے پور
کے سامنے شہنشاہ کی طرف پشت کر کے اس کی توہین کر دی۔

"تو کیا اسے' اس کے تخت سے محروم کر دیا گیا؟"

"ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا۔"

"اور پھر؟"

"ہر شب وہاں پارٹیاں ہوتی تھیں۔ ہر حکمران کو اپنے محل جیسا خیمہ رہنے کو د

جس کے دروازے پر باوردی محافظ مستعد کھڑے رہتے تھے۔ مہاراجہ بیکانیر کے خیموں کے
سامنے اونٹوں کی ایک طویل قطار تھی۔ وہ اپنے ذاتی محافظوں کے طور پر اونٹ سوار فوجی
دستے لایا تھا اور ہاں ایک رات وہاں آگ لگ گئی اور تاج پوشی کے لئے آتشبازی کی غرض
سے جمع کیا جانے والا سارا سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ بہرحال تمام لوگوں میں سے سیر پور کی
رہائش گاہیں سب سے بہتر تھیں۔ سیر پور کے بھائیوں کے پاس ایک بال روم ٹینٹ' شیشے کا
ایک بہت بڑا جھاڑ اور پچیس حصوں پر مشتمل ڈانس بینڈ تھا۔ مہاراجہ وکٹر اور شہزادہ پرتاپ
عظیم کھلاڑی ہیں۔ تمام غیر ملکی عورتیں ان سے محبت جتا رہی تھیں۔ جن میں روسی
کاؤنٹیس' فرانسیسی مارکونیز اور امریکہ سے آنے والی فلمی اداکارائیں تک شامل تھیں۔"

ٹکا شرارتی انداز میں مسکرایا "اگر تم تھوڑی سی بڑی ہوتیں جیہ' تو تم سیر پور کے
شہزادے کے ساتھ بیاہ کر لیتیں۔ پھر میں تم سے ملنے آتا اور ہم دونوں مل کر پولو اور کرکٹ
کھیلتے اور خوب رقص کرتے۔"

جیہ کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے۔ اسے ایک بور آدمی کی' ہاتھی دانت پر بنی تصویر یاد آ
گئی تھی۔

اس سہ پہر جیہ مہارانی کے ساتھ بالکونی میں بیٹھی دربار ہال کی کارروائی دیکھ رہی تھی
جہاں امراء اور عوام دہلی سے مہاراجہ کی بالمیر واپسی پر اس کے دیدار کے لئے آئے تھے
برٹش پولٹیکل آفیسر مہمان خصوصی تھا۔ سیاہ سوٹ پہنے ہوئے وہ مہاراجہ کے برابر میں اکڑا
بیٹھا تھا۔

لیکن جب وقت گزرتا رہا اور آنے والوں کی طویل قطار میں کوئی کمی نہ آئی تو اس کی
اکڑ میں ڈھیلا پن آتا گیا۔ خود جیہ بھی اس طویل کارروائی سے بیزار ہو گئی تھی۔ اس پر
غنودگی طاری ہو رہی تھی لیکن ایسے میں بھی اسے وہ رائفل یاد تھی جو اس کے والد دہلی
سے اس کے لئے لائے تھے۔ جیہ کی خواہش تھی کہ وہ شیر کا شکار اسی رائفل سے کرے۔

مہارانی نے راجہ مان سنگھ اور وزیر اعظم کی طرف اشارہ کیا جو ایک دوسرے سے
سرگوشیوں میں مصروف تھے "ان کی خوشی دیکھو' آج تمہارے والد نے تعلیم کے لئے ٹکا کو
انگلینڈ بھیجنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ کتنے سنگدل ہیں انگریز' جو ایک باپ سے اس کا بیٹا چھین
رہے ہیں اور وہ بھی امن کے زمانے میں۔ اگر ہم حالت جنگ میں ہوتے اور وہ تمہارے
بھائی کو یرغمالی بنا کر اپنے ساتھ انگلینڈ لے جاتے تو۔۔۔"

مہارانی خاموش ہو گئی جیہ نے آگے جھک کر نیچے دیکھا' ٹکا اور جیمس آسبرن کسی بات

پر ہنس رہے تھے۔ اسے اپنا بھائی کہیں سے بھی پریشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

آخرکار اگلے روز شکار کا موسم شروع ہو گیا سورج طلوع ہونے سے ایک گھنٹے پہلے جیہ اپنے والد اور کیپٹن آسبرن کے درمیان کار میں بیٹھ کر جنگل کی طرف روانہ ہوئی۔

نیم خوابیدگی کے عالم میں جیہ نے جے سنگھ کی آواز سنی "انگریز اور کب تک ہندوستان میں رہیں گے، کیپٹن صاحب؟ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ وہ ہندوستان کو اس کے اصل حکمرانوں کے ہاتھوں میں دے دیں؟"

انگریز نے سگار کی راکھ کار کی کھڑکی سے باہر جھاڑی اور بولا "اگر ہم چلے جائیں تو کیا ہندوستان کے عوام اپنے حکمرانوں کی طرف لوٹ جائیں گے؟ ان میں سے بیشتر حکمرانوں کو سوائے تعیش پسندی کے اور کوئی کام نہیں؟"

"تو دہلی میں جو کچھ ہوا، اس سے برطانوی راج کی تعیش پسندی ظاہر نہیں ہوتی؟"

"وہ ایک اشاراتی تقریب تھی، یور ہائی نیس۔ یوں تو شاہ جارج ایک برائے نام حکمران ہیں۔ ہندوستانی حکمرانوں کی طرح وہ اختیارات کا مرکز نہیں۔ کسی فقیر منش انسان کے لئے اتنی زیادہ طاقت و قوت کے ساتھ حکومت کرنا ایک مشکل امر ہے اور شاہی ہندوستان پر حکمرانی کرنے والے پانچ سو مہاراجاؤں میں سے صرف چند ایک فقیر منش انسان ہیں۔"

"لیکن برطانوی ہندوستان کا انتظام چلانے والے دس ہزار انگریزوں میں بھی تو فقیر منش ہوں گے؟"

"ہمارے قوانین نے اس کی ضرورت ختم کر دی ہے یہی وجہ ہے کہ ٹکا وہاں بہت کچھ سیکھے گا۔"

سڑک کے کنارے دیہاتیوں کا ایک گروہ دیکھ کر مہاراجہ کار سے اتر گیا لیکن جیہ کو اس سے ان سے مہاراجہ کی بات چیت سے کوفت ہو رہی تھی کیونکہ ٹکا اور جیمس آسبرن ایک ہاتھی پر سوار جنگل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

جے سنگھ کار میں واپس آ گیا "مسٹر رائے کی نہروں نے اس فصل میں بہت مدد کی ہے کیا آپ جانتے ہو کیپٹن صاحب کہ برطانوی راج نے جو سب سے برا کام کیا ہے وہ کیا ہے؟ ہمیں یعنی ہندوستان کے بادشاہوں کو اب اپنے عوام سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں رہ گئی۔ وہ ہمیں سزا نہیں دے سکتے اب یہ اختیارات غیر ملکیوں کو مل گئے ہیں" اس نے جیہ کے رخسار تھپتھپائے "آج ہماری بچی شیر کا شکار کرے گی کیا تم جانتی ہو کہ جنگل کا خطرناک ترین جانور کون سا ہے؟"

جیہ نے اپنی گن کو مضبوطی سے پکڑ لیا اسے خوشی ہوئی تھی کہ بات چیت کا موضوع آخر کار شکار کو بنا لیا گیا تھا "ہر کوئی جانتا ہے بابا۔ زخمی شیر!"

"کیوں؟"

"زخمی شیر فطری انداز میں شکار نہیں کر سکتا اس لئے وہ آدم خور بن جاتا ہے، حکم!"

کیپٹن آسبرن ہنسا تو جے سنگھ اس کی طرف پلٹ گیا "یہی صورت حال ہمارے ساتھ بھی ہے کیپٹن!" مہاراجہ کا لہجہ بے حد تلخ تھا "زخمی شیر کو مار دینا انصاف ہے اور تم انگریز اس لفظ یعنی انصاف سے بے حد محبت کرتے ہو۔ ہمارے پاس بھی کبھی انصاف کا کوئی نظام تھا، کیپٹن۔ ہمارے بھی چند قوانین تھے لیکن تمہاری بادشاہت نے ہماری فوجیں تحلیل کر دیں، معززین کو رسوا کر دیا، تعلیم یافتہ لوگوں کو بے کار کر دیا اور پجاریوں کو بے عزت کر دیا آزادی کی آواز کے سوا ساری آوازیں برطانوی راج نے سنیں۔ تم لوگ انتہائی اعتماد کے ساتھ ہندوستان کے جنگلوں میں گھس آئے لیکن تم کیا ہو کیپٹن صاحب؟ فاعل یا مفعول؟ بے قصور یا مجرم؟ تم لوگ بھی شکاری ہو نا؟ ہندوستانیوں کا خوب شکار کیا ہے تم لوگوں نے لیکن تم لوگ ہمیں زخمی کرنے کے بجائے جان سے کیوں نہیں مار دیتے؟"

کیپٹن آسبرن خاموش بیٹھا رہا۔ جیہ کن انکھیوں سے اپنے والد کو دیکھ رہی تھی وہ اتنے شدید غصے میں تھے کہ جنگل کی سمت سے آنے والی ٹھنڈی ہوا بھی گرم محسوس ہو رہی تھی۔

تین ہاتھی آگے پیچھے جنگل میں داخل ہوئے تھے۔ اگلے ہاتھی پر میجر دیر سنگھ دوسرے پر ٹکا اور کیپٹن آسبرن اور تیسرے ہاتھی پر جیہ اور جیمس آسبرن سوار تھے۔

جیہ بے حد پرجوش تھی۔ وہ بار بار اپنی گن کی بیرل پر ہاتھ پھیرتی اور دل ہی دل میں دیوی سے پرارتھنا کرتی کہ آج اس کا نام بھی شیر کے شکاریوں میں لکھا جائے۔

پستول سے ہونے والا اکلوتا فائر اس بات کا اشارہ تھا کہ شیر کو دیکھ لیا گیا ہے۔ جیمس آسبرن نے اپنی گن کا سیفٹی کیچ ہٹا لیا جبکہ جیہ کی انگلی اپنی رائفل کے ٹرائیگر پر سختی سے جم گئی تھی۔ اچانک ہی ٹکا کے ہاتھی کے سامنے سیاہ اور زرد دھاریوں والی کوئی تیز رفتار شے لہرائی۔ ٹکا نے فوراً ہوا میں گولی چلا دی۔ جیہ کو اندازہ ہوا کہ اس کا بھائی شیر کو اس کی طرف دھکیل رہا ہے وہ جھاڑیوں کی جانب نگراں ہو گئی جبکہ اس کی گن مہاوت کی پگڑی کے اوپر سے شکار کو تلاش کر رہی تھی۔

شاخیں ٹوٹنے کی آواز عقب سے سنائی دی جیہ تیزی سے پلٹی۔ شیر کوئی سو فٹ کے فاصلے پر اپنی پچھلی ٹانگوں پر بیٹھا چھلانگ لگانے کو بالکل تیار تھا۔ جیہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً

ٹرائیگر دبا دیا۔ گولی کی قوت سے شیر اچھل کر پیچھے گرا۔ جیہ نے ایک سیکنڈ کے لئے آنکھیں بند کر لیں لیکن جب اس نے پلکیں دوبارہ اٹھائیں تو شیر ایک بار پھر چھلانگ لگانے کو تیار تھا۔

ہاتھی خوفزدہ ہو کر اچانک بھاگ کھڑا ہوا۔ شیر نے فوراً اس کا تعاقب کیا۔ زخم کے باعث شیر کی رفتار قدرے کم تھی۔ درختوں کی شاخیں جیہ کے چہرے پر لگ رہی تھیں جبکہ مہاوت ہاتھی کو قابو کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھا۔

جیمس آسبرن بھاگتے ہوئے ہاتھی پر اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا جیہ نے اپنی گن پھینکی اور اس کی کمر سے لپٹ گئی تاکہ توازن برقرار رکھنے میں اس کی مدد کر سکے۔ شیر نے ایک فلک شگاف دھاڑ کے ساتھ ہاتھی کی جانب ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ اس کی باچھیں مٹی سے لتھڑی ہوئی تھیں جبکہ تکلیف کے مارے چہرہ بگڑ کر کچھ اور خوفناک ہو گیا تھا۔

جیمس نے نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی نے شیر کا حلق پھاڑ دیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے ہوا میں جیسے معلق سا ہوا اور پھر زمین پر گر پڑا' ہاتھی محض چند انچ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔

مہاوت نے خوفزدہ ہاتھی کو روک لیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا' شیر بے حس و حرکت تھا۔ مہاوت نے درختوں کی چند شاخیں توڑ کر شیر پر پھینکیں لیکن جنگل کا بادشاہ کوئی ردعمل ظاہر کرنے کے لئے زندہ نہیں رہا تھا اور پھر مہاوت کی چیخ جنگل کا سینہ چیرتی چلی گئی۔ یہ گویا شیر کی موت کا اعلان تھا۔

جیہ کو اپنا بدن خوف سے کانپتا محسوس ہو رہا تھا۔ جیمس نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا اس کے جسم پر لگے ہوئے بارود کی بو جیہ کو اپنی ناک میں محسوس ہوئی تھی۔ وہ بہت دیر جیہ کو قید کئے کھڑا رہا حتیٰ کہ جیہ کا بدن پرسکون ہو گیا۔ اس نے نظریں اٹھائیں تو جیمس آسبرن اسی کو دیکھ رہا تھا۔ جیہ کو محسوس ہوا کہ وہ ہرے اور نیلے سمندر میں تیر رہی ہے۔

"آپ کا پہلا شکار' شہزادی۔ مبارک ہو۔" وہ ہولے سے بولا تھا۔

ٹکا اور جیمس آسبرن کے انگلینڈ چلے جانے کے بعد بھی کیپٹن آسبرن بالمیر میں مقیم تھ مہاراجہ نے کیپٹن آسبرن سے کہا تھا کہ وہ بالمیر یونیورسٹی کے قیام اور اس کی توسیع میں مد دے۔

شاہی جھروکے کی شام کی محفلوں میں اب ایک نئے سائنس کالج کے قیام کے معاملا پر بحث ہونے لگی تھی۔ مسٹر رائے اور کیپٹن آسبرن اکثر مہاراجہ کے ساتھ مل کر عمار

کے نقشوں یا اسٹاف کے ناموں پر تبادلہ خیال کرتے۔ جے سنگھ اپنے بیٹے کا کبھی کبھار ہی ذکر کرتا تھا۔

ٹکا کے خطوں سے کہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ گھر والوں کو یاد کرتا ہے لیکن خط میں وہ کسی دوست کا ذکر بھی نہیں کرتا تھا پرجوش خطوط میں مہاراجہ کو یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ ٹکا نے اسکول کی کرکٹ ٹیم میں سب سے زیادہ اسکور کیا لیکن ساتھ ہی یہ نوٹ بھی تحریر ہوتا تھا کہ اسے اسکول ٹیم میں منتخب نہیں کیا گیا۔

بھائی کا نام سنا تو جیہ جھروکے کے دروازے پر ٹھہر گئی "تم نے بتایا تھا کہ انگریز لوگ کرکٹ کے دیوانے ہیں اور اس کھیل میں وہ بے ایمانی بالکل نہیں کرتے' کیپٹن صاحب پھر آخر ہمارے بیٹے کو اسکول ٹیم میں شامل کیوں نہیں کیا گیا جبکہ وہ اپنے ساتھیوں سے کہیں زیادہ بہتر کھلاڑی ہے؟"

"یور ہائی نیس.... اگر ہم بچوں کے ساتھ دنیا میں ہونے والی ناانصافی میں الجھ...."

"بدقسمتی سے ناانصافی بچوں والی نہیں ہے کیپٹن صاحب!" مہاراجہ نے آسبرن کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا۔ "یہ اسکول کے قوانین ہیں جو ایک کالے کو اسکول کی سرگرمیوں میں شرکت سے روکتے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں کہتے کہ تمہاری بادشاہت کے قوانین سب کے لئے ایک سے ہیں؟"

کیپٹن آسبرن کا چہرہ سرخ ہو گیا "ممکن ہے ٹکا کو اس تجربے سے کوئی فائدہ حاصل ہو اور وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھ لے۔"

مہاراجہ نے اٹھ کر بالکونی سے نیچے شہر کی روشنیاں دیکھیں "تم لوگوں نے ہمیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل چھوڑا ہی کب ہے؟"

لیکن جیہ جانتی تھی کہ مہاراجہ اب بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ مہاراجہ نے اسے ہدایت کر دی کہ وہ راج نیتی کا سبق پڑھے۔ حکومت چلانے کا فن جو کم از کم انگلینڈ میں رہ کر ٹکا نہیں پڑھ سکتا تھا۔ بوڑھے استاد کے ساتھ اس کی موسیقی کی کلاسیں اور مسز رائے کے ساتھ سبق ختم کر دیئے گئے۔ اب اس کا زیادہ تر وقت قلعے کی لائبریری میں گزرتا جو پرانے سرکاری دفاتر' جنہیں نئے دفاتر معتمدی بننے کے بعد متروک قرار دے دیا گیا تھا کے اوپر واقع تھی۔

ایک روز جب جیہ لائبریری کی دیوار پر آویزاں جے پور کے مہاراجہ جے سنگھ اور نامور اسکالر' کوپرنیکس کے مہاراجہ ورما کی تصویریں دیکھ رہی تھی' عقب سے کسی نے کھنکار کر اپنی

جانب متوجہ کیا۔ جیہ فوراً پلٹی اور یہ دیکھ کر وہ پسینے میں شرابور ہو گئی کہ بالمیر کا مہاپجار
راج گورو کمرے میں موجود ہے۔

جیہ' مہاپجاری کی موجودگی سے کچھ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ مہاپجاری صبح تین بجے اٹھ
پہلے یوگا کی پریکٹس کرتا تھا اور پھر قلعے کے مندر میں سرکاری پوجا کرواتا تھا۔ وہ گھنٹوں ا
ٹانگ پر کھڑا ہو کر پوجا کرتا تھا لیکن جیہ نے اسے گرمیوں کی کڑی دوپہر میں بھی کبھی پانی
نہیں دیکھا تھا۔

جیہ کا خوف دراصل پجاری کی عالمانہ حیثیت سے تھا جس کے بالمیر کے حکمران و
جان سے معترف تھے۔

جیسے گرد کے طوفانوں میں خشک پتے' شاخوں سے ٹوٹ کر دھرتی کے سینے پر بکھرتے
تو ایک عجیب سی آواز پیدا ہوتی ہے' بالکل اسی طرح مہاپجاری کی آواز جیہ کے کانوں
اجنبی محسوس ہوئی تھی۔

"بادشاہت کے چار اصول بتاؤ' شہزادی۔"

"سام۔ یعنی بادشاہ لازمی طور پر اپنے عوام کی ضروریات کا خیال رکھے۔ دان۔ یعنی
ان کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرے۔ ڈنڈ۔ ناانصافی پر مشتمل سزائیں نہ دے۔ ب
بادشاہت کے مفاد میں معاہدوں اور اتحادوں کی قدر کرے۔"

"بادشاہ کے فرائض بتاؤ' شہزادی۔"

جیہ نے ایک بادشاہ کے کئی فرائض بیان کر دیئے۔

"اگر بادشاہ اپنے فرائض بہتر طور پر انجام دے' تو اس کا انعام کیا ہے' شہزادی؟"

"تو عوام اس کی صلاحیتوں کے اعتراف کے طور پر اس کے سامنے سر جھکا دیں۔"

"اور اگر بادشاہ میں کوئی صلاحیت نہ ہو تو؟"

"اس سے حکمرانی کا حق چھین لینا چاہئے۔"

"انگریزوں نے بادشاہت کو خاندانی حق قرار دیا ہے' کیا ہم اس پر یقین رکھتے
شہزادی؟"

"نہیں' حکم! صلاحیت' حکمرانی کا حق ہے پیدائش نہیں۔" جیہ نے جواب دیا۔

مہینوں جیہ دیوانی اور فوجداری معاملات میں عدالتی طریقہ کار کے بارے میں
حاص کرتی رہی۔ اسے پتا چلا کہ برطانوی ہندوستان کا مالیاتی نظام' چانکیہ کے مالیاتی
جدید شکل ہے۔ اس نے مختلف جرائم میں دی جانے والی سزاؤں کے بارے میں پڑھا

بتایا گیا کہ سب سے سخت سزا جلاوطنی ہے اور وہ انگریزوں کے سرد ملک کو ٹکا کی جلاوطنی کے
بارے میں سوچے بغیر نہ رہ سکی۔

قلعے کی لائبریری میں جیہ کی تربیت نے کئی تضادات کو جنم دیا۔ راج گورو اپنی خشک
آواز میں اسے بادشاہت کی اونچ نیچ سکھا رہے تھے جبکہ دوسری جانب مسز رائے دنیا کے
مختلف ممالک میں دم توڑتی بادشاہتوں کے بارے میں اسے بتا رہی تھی۔

"ان آخری سالوں میں جو کچھ ہوا ہے' اسے ذہن میں رکھو' شہزادی۔" مسز رائے نے
اسے بتایا۔ "پرتگال کے شاہ کو قتل کر دیا گیا اور پرتگال جمہوریہ قرار پائی۔ چین میں منچو
شہنشاہیت کا خاتمہ ہو گیا۔ جمہوریت پسندوں نے یونان کے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ سلطنت
عثمانیہ کا سلطان انقلابیوں کے ہاتھوں تخت سے محروم ہو گیا جو سب کے سب نوجوان ترک
تھے۔ روسی بادشاہت کا وزیر اعظم قتل ہو گیا اور زار روس کی بیوی نے ایک پاگل راہب
راسپوٹین کو ملک پر حکمرانی کا اختیار دے دیا اور زار کچھ نہ کر سکا۔"

"جہاں تک اس عظیم برطانوی بادشاہت کا تعلق ہے۔۔۔۔۔ آئرلینڈ میں انگریزوں کے
خلاف بغاوت ہو چکی اور یہاں وائسرائے کی دہلی آمد پر اس پر بم سے حملہ کیا گیا۔ مسز رائے
ظالمانہ انداز میں ہنسی۔ "میری بات لکھ لیں شہزادی۔ برطانوی بادشاہت اپنے دو زخموں سے
بہنے والے خون کے نتیجے میں دم توڑ دے گی۔ ان میں سے ایک زخم ہوم رول برائے آئرلینڈ
اور دوسرا ہوم رول برائے ہندوستان ہے۔"

کبھی کبھار جیہ سوچتی کہ میجر دیر سنگھ کے ساتھ گزرنے والی شامیں اس کی زندگی کے
بہترین لمحات ہیں کیونکہ ایسے میں وہ صرف نشانہ بازی کرتے اور شکروں' عقابوں اور چیتوں
کے ذریعے شکار کھیلتے۔

اگلے ایک سال کے اندر نئے کالج کی تعمیر شروع ہو گئی۔ کیپٹن آسبرن اور مسٹر رائے
بہت دیر تک زیر تعمیر کالج کی جگہ پر موجود رہتے تھے۔ مہاراجہ بلیرڈ روم میں ان کی واپسی کا
انتظار کرتا' ایسے میں کبھی کبھار وہ جیہ کو بھی وہیں بلا لیتا اور بلیرڈ کو بھول کر راج نیتی کے
حوالے سے اپنی بیٹی کے ساتھ ایک طویل بحث کرتا۔

ٹکا کو انگلینڈ گئے دو سال ہو چکے تھے۔ اس عرصے میں آنے والے خطوط سے انداز ہوا
کہ اس نے وہاں سیرپور کے شہزادوں کے ساتھ جو وقت گزارا وہ اس کی زندگی کا بہترین اور
شاندار حصہ ہے۔

جب سیرپور کی پولو ٹیم نے ہر لنگھم کپ میں حصہ لیا تو مہاراجہ وکٹر نے ٹکا کو سرے

میں اپنے کنٹری ہاؤس میں رہنے کے لئے بلایا۔

"امریکی فلمی اداکارائیں مہاراجہ وکٹر کی کمزوری ہیں اور پرنس پرتاپ فرانسیسی لڑکیوں کو پسند کرتا ہے۔" ٹکا نے خط میں لکھا تھا۔ "میں نے پرنس پرتاپ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ ہندوستانی عورتوں کے ساتھ وقت کیوں نہیں گزارتے تو اس نے جواب دیا کہ ہندوستانی عورتیں ایسی بھینسیں ہیں جنہیں ضرورت سے زیادہ کھلا دیا گیا ہے۔"

ایک اور خط میں ٹکا نے لکھا۔ "پرنس پرتاپ نے مجھے اپنا نیا بال روم ڈانس جسے ٹانگو کہتے ہیں، سکھانے کے لئے ایک رقاص کو ملازم رکھا ہے۔ یہ اس سیزن کی وبا ہے۔ پرنس پرتاپ کہتا ہے کہ جسے ٹانگو نہیں آتا وہ جاہل ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جب میں ٹانگو سیکھ جاؤں گا تو وہ میرے لئے ایک فلمی اداکارہ بلوائے گا اور پھر ہم ڈانس کرنے رٹز جائیں گے۔"

ایک شام وہ پولو گراؤنڈ سے واپس آئی تو ٹکا کا ایک خط اسے اپنے بیڈ پر رکھا ملا۔ اس نے لفافہ چاک کیا تو ایک تصویر فرش پر جاگری۔ پشت پر ٹکا نے لکھا تھا۔ "میری سالگرہ میرا نعم البدل۔"

جیہ نے تصویر پلٹی اور اس کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔ جیمس آسبرن اس کے بھائی کے برابر کھڑا تھا۔

جیہ یک ٹک تصویر دیکھتی رہی اور جیمس کی وجاہت آنکھوں میں سموتی رہی۔ جیمس کے نقوش اب مردانہ ہوتے جا رہے تھے لیکن جیہ کی آنکھوں اور دل میں وہ اپنی پہلی تصویر کے ساتھ موجود تھا۔

جیہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ ٹکا سیرپور والوں سے اپنی محبت کم کر لے مگر وہ یہ ضرور چاہتی تھی کہ کاش کبھی وہ جیمس آسبرن کے بارے میں بھی لکھے۔ بالمیر چھوڑنے کے بعد انگریز لڑکے نے سال میں دو بار جیہ کو یاد کیا تھا، ایک بار اس کی سالگرہ اور دوسری کرسمس پر، لیکن جیہ نے ان دونوں کارڈوں کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔

جیہ کی تعلیم کے انداز میں تبدیلی مہارانی کے لئے خطرے کی گھنٹی تھی۔ اس نے تشویش کا اظہار کوکی بائی اور زنان خانے کی دیگر خواتین سے بھی کیا تھا۔

"ضرورت سے زیادہ تعلیم یافتہ لڑکی سے کون شادی کرے گا؟ اس کے سسرال والے مانیں گے اور جب یہ اپنے شوہر پر علمیت کا رعب جھاڑے گی تو وہ اسے اپنی توہین محسوس کرے گا۔ یہ بارہ سال کی ہو گئی ہے اور ہماری اس عمر میں منگنی ہو گئی تھی۔ اب جیہ

عورت بننے جا رہی ہے اس کے والد اسے لڑکا بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔"

مہارانی نے جیہ کی تربیت اپنے ہاتھوں میں لینے کا فیصلہ سنا دیا تاکہ بقول ان کے راج گورو اور مہاراجہ نے اب تک جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی ہو سکے۔

اب جیہ موسم گرما کی تپتی دوپہریں کوکی بائی کی ٹھنڈی خواب گاہ میں کہانیاں اور قصے سنتے نہیں گزارتی تھی بلکہ اب زنان خانے کی خواتین اسے سولہ سنگھار سکھایا کرتی تھیں جو عورت کا ایک بنیادی ہتھیار ہوتا ہے۔

روزانہ گندم کے آٹے اور ابٹن سے بنی ہوئی کریم سے اس کے جسم کی مالش کی جاتی تاکہ جلد کا سانولا پن کم ہو سکے اور اس کا کھردرا پن ختم کیا جا سکے۔ بعض اوقات اسے بیرن کی خواب گاہ میں لے جایا جاتا جہاں اسے لباس کے حساب سے زیورات کے انتخاب کی تربیت دی جاتی۔ اسے بتایا جاتا کہ کس تقریب کے لئے قیمتی پتھر پہننے مناسب ہوں گے اور کب اسے اپنے کانوں میں بھاری بالی پہننے ہوں گے۔ وہ اس کی پنڈلیوں میں پازیب پہن کر اسے اٹھلا اٹھلا کر چلنا سکھاتیں اور جب کبھی جیہ کے قدم ذرا تیز ہو جاتے تو وہ چلا اٹھتیں۔

میجر ویر سنگھ کو جب جب موقع ملتا وہ گھڑسواری کے لئے جیہ کو پولو گراؤنڈ لے جاتا اور وہاں ایک جم غفیر کے سامنے جیہ کو شہسواری کے کرتب دکھانے پڑتے۔ ماں کی باتوں کا جیہ پر بھی کچھ اثر ہوا تھا اس لئے وہ بہت سے مردوں کے سامنے گھڑسواری سے گھبرانے لگی۔ اس نے میجر ویر سنگھ سے درخواست کی کہ اسے اکیلے میں پریکٹس کی اجازت دے دے لیکن میجر نے انکار کر دیا اور جیہ کو پہلی بار مہارانی کے اندیشوں کی تصدیق ہوتے محسوس ہوئی کہ مہاراجہ، جیہ کو اپنے دوسرے بیٹے کے روپ میں پروان چڑھا رہا تھا۔

جیہ کی محبوب خادمہ چاندنی اسے عورت بننے کا فن سکھایا کرتی تھی۔

"یہ بوڑھی عورتیں جس انداز میں ہمیں عورت بننے کی تربیت دے رہی ہیں، اس سے تو مرد قریب آنے کے بجائے دور بھاگ جائے۔" جیہ نے چاندنی سے کہا تھا۔

چاندنی کی شادی کو چھ ماہ ہو چکے تھے۔ اس نے کندھے اچکائے اور ہنس دی۔ "وہ عورتیں صرف وہی بتا سکتی ہیں جو زنان خانے کی اونچی اونچی دیواروں کے عقب میں ہوتا ہے میں آپ کو بتاؤں گی کہ عورت کیسے بنتی ہے، شہزادی۔ عورت در حقیقت ایک مزاج کا نام ہے۔ اب مجھے دیکھیں، میرا نام چاندنی ہے، یعنی چاند کی روشنی۔ میں اس نسبت سے محسوس کرتی ہوں کہ میرے اندر وہی اسرار ہیں جو چاندنی رات میں ہوتے ہیں۔"

جیہ نے ناک بھوں چڑھائی۔ "شادی نے شاید تمہارا دماغ الٹ دیا ہے، چاندنی۔ تم نے

اس سے پہلے تو کبھی ایسی بے وقوفی کی باتیں نہیں کی تھیں۔"

"اور زیادہ گھڑ سواری اور تعلیم نے آپ سے نسوانیت چھین لی ہے' شہزادی۔ آ
شاید بھول گئی ہیں کہ آپ کا تعلق ایک عظیم خاندان سے ہے اور آپ کی شادی شاید ا
کی تاریخ کی اہم ترین شادی ہو گی۔ اگر آپ کی شادی کسی مہاراجہ سے ہوتی ہے تو یہ
لیں کہ آپ کے علاوہ ان کے اور بیویاں بھی ہوں گی۔ ان کا حرم بھی ہو گا۔ اگر آپ
عورت کے عشوے اور ناز اندازیاں نہیں آئیں گی تو اس ہجوم میں اپنی پہچان کیسے کرا
گی؟"

"ہش' چاندنی۔" جیہ نے اسے ڈانٹا۔ "تم ہمیں کسی شخص کی محبوبہ یا داشتہ
ترغیب دے رہی ہو۔ اگر ہماری والدہ نے تمہاری باتیں سن لیں تو تمہیں فوری طو
ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔"

"داشتائیں' پردے میں رہنے والی عورتوں کی نسبت عورت بننے کے فن کو کہیں
بہتر جانتی ہیں۔ آپ ان سے مل کر بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں۔"

جیہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ چاندنی شہزادی کے اس اچانک رد عمل پر
کر ہنس دی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے' چاندنی؟" جیہ کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ جانتی تھی۔ بالمیر کی
تاریخ میں صرف ایک عورت کو نہ صرف داشتہ کے روپ میں شاہی رہائش گاہ کے اند
کی اجازت دی گئی بلکہ اسے' اس وقت کی مہارانی' راج کماریوں حتیٰ کہ ولی عہد را
بھی فوقیت دی گئی اور اس بات کا انتظام کیا گیا کہ وہ جب تک زندہ رہے' شاہی محل
رکن کی حیثیت سے وہیں مقیم رہے۔ یہ واحد عورت کوکی بائی تھی جسے شیر بالمیر
کے دادا نے شاہی محل میں داخل کیا تھا۔

"میں آپ کو لے چلوں گی۔" چاندنی نے رازدارانہ انداز میں پیش کش کی۔

"اور اگر خواجہ سراؤں نے دیکھ کر ہماری والدہ کو بتا دیا تو؟"

"آپ فکر نہ کریں' کسی کو پتا نہیں چلے گا۔"

شور مچاتی اور موسیقی بکھیرتی پازیب سے خوف زدہ جیہ اپنی محبوب خادمہ چاندنی
میں زنان خانے کے نیچے تاریک راہداریاں عبور کر کے ایسی سیڑھیوں میں داخل ہو
خانے کی جانب جاتی تھیں۔ ایک بار پھر پے چیدہ راہداریوں کا سلسلہ شروع ہو
بھاری چوبی دروازے پر ختم ہوا۔

دروازہ خاموشی سے کھلا اور اس سے پہلے کہ جیہ کچھ سمجھ سکتی' چاندنی نے ہاتھ پکڑ کر
اندر گھسیٹ لیا۔ ایک سیاہ رنگت کی بوڑھی عورت نے اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ
کا خیر مقدم کیا۔

"کیا یہ سچ ہے؟" ایک عورت نے جیہ کی شور مچاتی پازیب کی طرف اشارہ کیا۔ "شاہی
ان کی ایک راجکماری آخرکار ہم سے ملنے یہاں تک آ پہنچی ہے۔"

جیہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا تو اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ عورت کی آنکھیں بے
تھیں۔ وہ جلدی سے چاندنی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی لیکن اندھی عورت کی دعائیں
کا تعاقب کر رہی تھیں۔ "بھگوان راج کماری کی رکھشا کرے..... بھگوان راج کماری کی
شا کرے....."

طویل راہداریاں خالی پڑی تھیں۔ وہاں ویرانی بال کھولے نوحہ کناں تھی۔ جیہ کو اب
ان دو بوڑھی عورتوں کے سوا کوئی دکھائی نہ دیا تھا۔ اندھی عورت وہیں رہ گئی تھی جبکہ
ری ان کے ساتھ تھی۔

راہداری کا اختتام ایک بہت بڑے کمرے میں ہوا جو کسی بھی طرح دربار ہال سے چھوٹا
ا۔ کمرہ روشن اور عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔

کمرے کے عین وسط میں سنگ مرمر کا ایک سو منگ پول تھا جس کی سطح پر تازہ گلاب
پتیاں تیر رہی تھیں۔ پول کے کناروں پر نصب چاندی کے مور فوارے کی صورت عطر
میں پھینک رہے تھے۔ بہت سی لڑکیاں جن کے جسموں پر ناکافی لباس تھا پول میں تیر رہی
ں۔ گلاب کی پتیاں جا بجا ان کے بدنوں پر چپکی ہوئی تھیں۔

داشتاؤں نے جیہ کو گھیر لیا۔

"موسم خاصا گرم ہے' شہزادی۔ کپڑے اتار دو۔"

"آؤ ہمارے ساتھ پیراکی کرو' شہزادی۔"

بھانت بھانت کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ جیہ گھبرا کر پیچھے ہٹی لیکن پول سے نکل
آنے والی لڑکیوں نے اسے پکڑ لیا اور ذرا سی دیر میں جیہ اپنے لباس سے محروم ہو چکی
۔ اس نے اپنا بدن ڈھانپنے کے لئے چاندنی کی اوڑھنی چھین لی لیکن اسے بدن پر ڈالنے
وقت نہ آئی۔

"ہم سب عورتیں ہیں' شہزادی۔" ایک نوجوان لڑکی نے کہا۔ "آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ
ت اپنے جسم سے کیا اور کیسے کام لیتی ہے؟"

کسی نے جیہ کو دھکا دیا اور وہ پانی میں جا گری۔ باقی لڑکیوں نے اس کے تعاقب
چھلانگیں لگا دیں۔

جیہ کو بدن کے استعمال کا فن سکھائے جانے کی ابتدا ہو چکی تھی۔

کئی ماہ جیہ کو زنان خانے کی پردہ دار خواتین کی نگرانی میں لڑکی سے عورت بنے
اسرار اور رموز پڑھائے جاتے رہے۔ اس تمام عرصے میں وہ بیرونی دنیا کے واقعات سے
لاعلم رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یورپ میں کوئی خلاف توقع بات ہونے جا رہی ہے
اس نے اکثر مسٹر رائے اور کیپٹن آسبرن کو اپنے والد کے ساتھ سر جوڑے بیٹھے دیکھ
ٹیلی گراف کا ریسیور ان کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اور وہ شاہی جھروکے میں بیٹھے لندن سے
والی خبروں پر تبصرے کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھار وہ انہیں قیصر ولیم کے بارے میں باتیں
سنتی۔

"یورپ مختلف اتحادوں میں بٹ رہا ہے جس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں بھی نکل
ہے۔" مہاراجہ کی پر تفکر آواز اسے سنائی دی۔ "ہم نہیں چاہتے کہ ٹکا ایسی صورت حا
لندن میں رہے۔ لیکن وائسرائے نے ہمیں اپنے بیٹے کو واپس بلانے کی اجازت نہیں د
"ٹکا کو لندن میں کچھ نہیں ہو گا' یور ہائی نیس۔" کیپٹن آسبرن نے اسے یقین د
شاہ جارج' روس کے زار کی طرح کچھ اتنا پرجوش نہیں ہے کہ اپنی بیویوں کو ہنگامو
کودنے کی اجازت دے دے۔ باقی یورپ میں کچھ بھی ہو' میں نہیں سمجھتا کہ وہ اڑ
اس جہنم میں دھکیلنے کا فیصلہ کرے گا۔"

انگریزی کے سبق کے دوران مسز رائے نے ایک اخبار جیہ کو تھما دیا۔ "
۱۸۵۷ء میں ہندوستان سے تقریباً نکالے جا چکے تھے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں
کارتوس دیئے تھے جن پر سور کی چربی لگی ہوئی تھی۔ آپ خود سوچو شہزادی کہ اس
ہو گا کہ جب جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے خلیفہ یعنی
ترکی کے خلاف جنگ میں حصہ لیں۔"

جیہ خالی خالی نگاہوں سے مسز رائے کو دیکھتی رہی۔ پھیلا ہوا اخبار اس کے ہا
تھا۔ ٹیوٹر نے اس لاتعلقی پر ایک طویل سانس لی۔

"توجہ دو شہزادی! دن میں دیکھے جانے والے اپنے سپنوں کے ساتھ ساتھ اس
بارے میں بھی سنو اور دیکھو جسے انگریز نے ہندوستان چھوڑنے کی صورت میں مسل
نئے لیڈر کے طور پر چنا ہے۔ ان کے خیال میں یہ لیڈر مسلمانوں کو سلطان ترکی

جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ کر سکے گا۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ کس طرح آغا خان نامی
یہ شخص اچانک ہی وائسرائے کے ہمراہ تمام اہم تقریبات میں دیکھا جانے لگا ہے؟"

"مسز رائے' کیا یہ سچ ہے کہ اگر آپ بڑی پوجا سے پہلے والی رات اپنے شوہر سے
جھوٹ بولیں گی تو کسی شیطان کو جنم دیں گی۔"

مسز رائے نے غصے سے اخبار جیہ کے ہاتھوں سے چھین لیا لیکن جب اس نے جیہ کی
سبز آنکھوں میں جھانکا تو اس کا غصہ معمول پر آ گیا۔ "آپ نے یہ بے وقوفی کی باتیں کہاں
سے سنی ہیں' شہزادی؟"

"پردہ دار عورتوں سے۔" جیہ نے جواب دیا۔ "انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں پورے
چاند میں حاملہ ہوئی تو ایک اندھے بیٹے کو جنم دوں گی اور داشتاؤں نے مجھے بتایا ہے کہ اگر
میں اپنے شوہر کو وفادار رکھنا چاہتی ہوں تو اس کے گلے میں سونے کی زنجیر اور....."

مسز رائے نے اپنی سوتی ساڑھی کو کمر کے گرد کچھ اور کس لیا۔ "داشتائیں بھلا پیدائش
کے عمل کے بارے میں کیا جانیں؟ وہ تو صرف ایک مرد کی خوشنودی کے لئے غلاموں کی
طرح رکھی جاتی ہیں۔ وہ اس طرح کی داستانیں سنا کر ان بچوں کا احساس محرومی دور کرتی ہیں
جنہیں پیدا کرنے کی انہیں کبھی اجازت نہیں دی گئی۔"

"مسز رائے' نہیں' آپ سمجھی نہیں۔ یہ حرم کے وہ ٹوٹکے ہیں جو سالوں سے سینہ بہ
سینہ منتقل ہو رہے ہیں۔"

"یہ محض بے وقوفی ہے' شہزادی!" مسز رائے نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ نے اپنی
پڑھائی کی طرف دھیان نہ دیا تو آپ بھی ان داشتاؤں کی طرح توہم پرست ہو جائیں گی۔
اب بتائیں میں نے آغا خان کے بارے میں آپ کو کیا بتایا تھا؟"

ایک خادمہ نے آ کر جیہ کو مہارانی کی طلبی کی اطلاع دی تو جیہ نے بھگوان کا شکر ادا
کیا۔ مسز رائے نے نہ چاہتے ہوئے بھی جیہ کو جانے کی اجازت دے دی۔

خواب گاہ کے جھروکے میں مہارانی اور کوکی بائی درمیانی میز پر رکھے کاغذات کا جائزہ
لے رہی تھیں۔ دوسری خواتین کا ایک گروپ قریب ہی قالین پر بیٹھا ہوا تھا۔ مہارانی نے
جیہ کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ کھڑکی کی جانب کیا۔

"لوگ اس روشنی کو کیا کہتے ہیں' بیٹی؟" وہاں موجود تمام عورتیں مہارانی کے اس سوال
پر قہقہہ لگا کر ہنس دیں۔ ان کے انگ انگ سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

جھلسا جھیل سے آنے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جیہ کو اپنے رخساروں پر محسوس ہو رہی

تھی۔

"گائے بھینسوں کے قدموں سے اٹھنے والی گرد کی گھڑی حکم! اس وقت گوالے اپنے مویشیوں کو گھر واپس لے جاتے ہیں۔"

مہارانی مسکرا دی۔ "مشرقی ہندوستان میں اس روشنی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عورت اس میں بے حد خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ وہ اس وقت کو دلہن کی گھڑی کہتے ہیں۔"

پردہ دار خواتین بیک زبان بولی تھیں۔ "اس میں کہاں تک صداقت ہے' مہارانی صاحبہ؟"

"دیکھو شہزادی کی جلد اس روشنی میں کتنی چمک رہی ہے۔" مہارانی نے جواب دیا۔

مہارانی نے اپنی بیٹی کی ٹھوڑی چھوڑ دی۔ "تمہارے والد آخرکار تمہاری نسبت طے کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں۔ اب تم ایک عورت بن چکی ہو' تقریباً تیرہ سال کی عمر ہو گئی ہے اور پھر اس سال تم پہلی بار مینوار کی تقریبات میں شرکت کرو گی۔" اس نے میز پر رکھی تصاویر کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ ان خاندانوں کے بیٹوں کی تصاویر ہیں جنہیں تمہارے لئے تجویز کیا گیا ہے۔"

جیہ نے کاغذات پر ابھرے نقوش کی طرف دیکھا۔ پگڑی باندھے ہوئے اجنبی چہرے بھاری کرسیوں پر بیٹھے اور میزوں پر کہنیاں ٹکائے ہوئے تھے۔ بعض تصاویر پر یورپی بادشاہوں کے دستخط بھی موجود تھے۔ کچھ اجنبی گدیلوں پر نیم دراز حقہ پینے میں مصروف تھے۔ بعض تصاویر پر شیشہ جڑا ہوا تھا۔

مہارانی نے ایسی ہی ایک تصویر اٹھائی اور کوکی بائی کی طرف دیکھا۔ "دیکھنا کوکی بائی یہ ہماری شہزادی کے لئے بہتر شوہر ثابت نہیں ہو گا؟"

بوڑھی عورت نے تصویر اپنی آنکھوں کے قریب کر لی۔ "یہ شہزادہ نہیں لگتا۔ چھوٹی آنکھوں کی وجہ سے یہ کوئی بنیا یا ساہوکار لگتا ہے۔"

"اور یہ تو یقیناً کوئی مہاراجہ ہے..... تیرہ توپوں کی سلامی والا۔"

"تیرہ توپوں کی سلامی سے اس کے خاندان کی حیثیت تو نہیں بدل جائے گی۔ ہندوستان ان کی حیثیت کے بارے میں جانتا ہے۔"

تیسری تصویر دیکھ کر کوکی بائی نے ناک بھوں چڑھائی۔ "یہ اس کی ٹانگیں ہیں یا کہ زمین کو چھو ہی نہیں رہے۔"

زنان خانے کی عورتیں باری باری تصویریں دیکھ رہی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بوڑھی کوکی بائی کے تبصروں سے بھی محظوظ ہوتی جا رہی تھیں۔ جیہ بھی ہنسنا چاہتی تھی لیکن جب اس نے مہارانی کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو ہنسی دبا کر رہ گئی۔

مہارانی نے طلائی پاندان میں سے ایک بیڑا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ دوسری خواتین نے بھی جب مہارانی کے تاثرات دیکھے تو وہ بھی خاموش ہو گئیں۔

مہارانی کچھ دیر پان چباتی رہیں' پھر وہ کوکی بائی سے مخاطب ہوئی۔ "ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی لڑکا پسند نہیں آیا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ خود ہی جیہ کے لئے کوئی دلہا پسند کریں۔"

کوکی بائی نے فوراً چیلنج قبول کر لیا۔ "اگر وہ انگریز لڑکا جے.... مس ہم میں سے ہوتا تو ہمارا سب سے پہلا انتخاب وہی ہوتا..."

سارا خون جیسے جیہ کے چہرے پر اتر آیا۔ زنان خانے کی عورتوں نے بڑے ذو معنی انداز میں جیہ کو دیکھا تھا۔

"... لیکن چونکہ وہ ہم میں سے نہیں اس لئے اب ہمیں فیصلہ کرتے وقت بہت سی چیزوں کو سامنے رکھنا ہو گا۔ مثلاً ہماری شہزادی ایک ایسی دنیا میں رہے گی جس کے ارد گرد طاقتور انگریزوں کا گھیرا ہے۔ اس لئے اس کی شادی ایسی بادشاہت میں ہونی چاہئے جس کے برطانوی راج کے ساتھ دوستانہ مراسم ہوں۔ جیسے گوالیار کی سلطنت ہے۔ دوسری بات' چونکہ شہزادی کی تربیت گھڑ سواری' نشانے بازی اور تلوار سے ہوئی ہے اس لئے اس کے شوہر کو کھلاڑی ہونا چاہئے۔ جیسے مہاراجہ رانجی یا مہاراجہ کوچ بہار۔ تیسری بات' چونکہ ہماری شہزادی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اس لئے اس کے شوہر کو بھی خاصا پڑھا لکھا ہونا چاہئے جیسے میسور اور بڑودہ کے موجودہ حکمران۔"

کوکی بائی چند ثانیئے خاموش رہ کر دوبارہ گویا ہوئی۔ "لیکن یہ تمام حکمران چونکہ پہلے سے شادی شدہ ہیں اس لئے میرے خیال میں صرف ایک رشتہ ایسا ہے جو شہزادی کے لئے مناسب ہو سکتا ہے اور وہ ہے سیرپور کا پرنس پرتاپ۔"

جیہ نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ لیکن کوکی بائی نے اس کے انکار پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ "اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں سیرپور کے اس لڑکے کو پسند کرتی ہوں...."

جیہ خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ وہ بے اختیار بول اٹھی۔ "وہ لڑکا نہیں ہے کوکی بائی' آدمی

ہے۔"

وہاں موجود ساری عورتیں کھلکھلا کر ہنس دیں۔ "ایک لڑکا تمہاری سہاگ رات پر کیا کرے گا' شہزادی؟"

"ہمیں تو ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو تمہیں لڑکی سے عورت بنا سکے' شہزادی۔"

"تجویز بے حد معقول ہے' کوکی بائی۔" مہارانی نے اثبات میں سر ہلا کر گویا اپنی منظوری دے دی۔ "پرنس پرتاپ ایک ماڈرن شہزادہ ہے۔ اس کی دادی' یعنی سیر پور کی شیر دل مہارانی پہلے ہی جیہ کی تعلیم و تربیت پر اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کر چکی ہے۔"

جیہ نے یوں دہشت سے اپنی ماں کو دیکھا جیسے وہ کوئی سانپ ہو۔ مہاراجہ اس قسم کی کسی شادی سے پہلے ہی انکار کر چکا تھا۔

"تمہارے والد کی انگریز دشمنی اب اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ تمہاری شادی صرف وہیں ہو سکتی ہے جہاں انگریز کا کوئی خطرہ نہ ہو' شہزادی۔" مہارانی نے انتہائی نرم لہجے میں اپنی بیٹی کو مخاطب کیا۔ "سیر پور' برطانیہ سے بے حد قریب ہے اس لئے بالمیر والوں سے شادی ان کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہو گی۔" جیہ نے آنکھیں جھکا لیں تو مہارانی نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "مگر اس کے باوجود تم کسی اور کے لئے تجویز دو گی تو ہم غور کر لیں گے۔"

اسی شب بیرن تصاویر کا بکس جیہ کے کمرے میں اٹھا لائی۔ جیہ اپنے وسیع و عریض پلنگ پر لیٹی ایک ایک کر کے تصویروں کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی ملازمائیں خاموشی سے اس کے پیر دبانے میں مصروف تھیں۔

جب خادمائیں چلی گئیں تو جیہ نے جیمس آسبرن کی تصویر نکال لی۔ وہ بڑے غور سے اسے دیکھتی رہی اس کے نقوش کا جائزہ لیتی رہی اور اس کی نیلی آنکھوں میں ڈوبتی رہی۔ پھر اسی طرح ڈوبتے ابھرتے جانے کب وہ نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔

صبح جب جیہ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے والد کے سامنے شادی کے خلاف اپیل دائر کرے گی اور اسے امید تھی کہ وہ مہارانی کے فیصلے کی منسوخی میں کامیاب ہو جائے گی۔ جب بلیرڈ روم میں پہنچی تو کمرہ خالی تھا۔ وہ ایک بینچ پر بیٹھ کر اپنے والد کا انتظار کرنے لگی۔

مہاراجہ خاکی رنگ کا ایک لفافہ لہراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ جیہ ایک طویل سے ایسے لفافے دیکھ رہی تھی' لہٰذا اسے فوراً ہی پتہ چل گیا کہ یہ انگریزوں کی کوئی

مہاراجہ کی آنکھیں جس انداز میں چمک رہی تھیں وہ اس سے پہلے جیہ نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ "ٹکا واپس آ رہا ہے۔" مہاراجہ کا لہجہ بھی پرجوش تھا۔

جیہ نے ایک ہی جست میں اپنے اور مہاراجہ کے درمیان فاصلہ طے کیا۔ ہنستے ہنستے ہوئے جے سنگھ نے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ "وہ اگلے ماہ جہاز پر سوار ہو گا اور جولائی کے آخر تک بالمیر پہنچ جائے گا۔"

"اوہ بابا! آتش بازی کا ایک شاندار مظاہرہ ہونا چاہئے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ٹکا کو آتش بازی کس قدر پسند ہے اور...."

مہاراجہ نے کندھے اچکائے۔ "ٹکا اس لئے بالمیر آ رہا ہے کیونکہ یورپ میں جنگ کے خوف میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

"یہ یورپی تو ہمیشہ کہیں نہ کہیں لڑتے ہی رہتے ہیں۔" جیہ نے ناک بھوں چڑھائی۔ "بہرحال اب ہمیں بمبئی سے ریکارڈز اور ایک فوٹو گراف منگوانا ہو گا۔ ٹکا بہت اچھا رقص کر لیتا ہے۔ وہ ہمیں بال روم ڈانس ٹانگو سکھائے گا۔"

مہاراجہ کی سخت آواز نے اس کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ "شہزادی اگر جنگ چھڑ گئی تو بالمیر کو بھی اپنی فوجیں بھیجنی ہوں گی۔ ہم اپنے ایک بیٹے کی واپسی کی خوشیاں نہیں منا سکتے کیونکہ ہمارے پانچ سو دیگر بیٹے جنگ کے میدان میں ہوں گے۔ کیپٹن آسبرن کا بیٹا پہلے ہی اپنے والد کی رجمنٹ میں شامل ہو چکا ہے۔ حالات اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں کہ اگر انگلینڈ جنگ میں کودا تو وہ وہیں اس میں شامل ہو جائے گا۔"

مہاراجہ کو اپنی بیٹی کی آنکھوں میں اتر آنے والی اداسی کی بھی خبر نہیں ہوئی تھی۔ "ہمیں اس پر بے حد افسوس ہے کہ ٹکا مینوار کی تقریبات میں شرکت نہیں کر پائے گا۔"

مینوار کی تقریبات دراصل جنگجو ذات کے لوگوں کے لئے ہوتی تھیں۔ قلعے کے بیرونی حصے میں آدمیوں کے مقابلوں کے لئے نقارے پیٹے جاتے رہے اور تمام بھاٹوں کے جتھے گزری ہوئی جنگوں کی کہانیاں سناتے رہے۔ لیکن زنان خانے میں مینوار کی تقریب خفیہ انداز میں منعقد ہوئی تھی۔

جیہ نے ان تقریبات میں بڑے بھرپور انداز میں شرکت کی تھی۔ زنان خانے کی خواتین اور دیگر امراء کی بیگمات نے جب پہلی بار جیہ کو مکمل میک اپ اور خوبصورت تراش خراش کے لباس میں دیکھا تو وہ دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئی تھیں۔

جیہ بھی تقریبات کے دوران بے حد خوش تھی بس اسے اس بات کا افسوس تھا کہ ٹکا

شریک نہیں ہو سکا تھا۔ موسم گرما کی شدت نے اس انتظار کو کچھ اور طویل کر دیا تھا۔ جیہ بے قراری سے ٹکا کی واپسی کی منتظر تھی اور زنان خانے کی عورتیں اپنے اپنے انداز میں ٹکا کے بارے میں تبصرے کر رہی تھیں۔

"اب مہارانی تمہارے بھائی کے لئے دلہن تلاش کرنا شروع کر دیں گی' شہزادی۔"

"اور وہ ولایت پلٹ ہے! اس وقت دنیا میں سب سے بہترین ملک سے پڑھ کر آ رہا ہے۔"

ہر شام جیہ اداس اداس شاہی جھروکے کے ایک کونے میں کھڑی ہو جاتی۔ برف کی سلوں کے پیچھے رکھے ہوئے برقی پنکھے جھروکے کو خاصا ٹھنڈا رکھتے تھے۔ ایسے میں مختلف کلرک جیہ کو اخبارات میں یورپ میں ہونے والی تبدیلیوں کی خبریں پڑھ پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

ٹکا کی آمد پر جنگ کچھ وقت کے لئے پس منظر میں چلی گئی۔ قلعے سے توپیں داغی گئیں اور مہاراجہ نے اپنے بیٹے کی واپسی پر دربار منعقد کیا۔ آتش بازی کا پروگرام بارش کے سبب دھرے کا دھرا رہ گیا کیونکہ پورا قلعہ جل تھل ہو رہا تھا۔ بالمیر کے عوام اپنی بھیگی پگڑیاں اور کپڑے خشک کرتے ہوئے ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ ٹکا کی واپسی بادشاہت کے لئے بے حد سعد ثابت ہو گی۔

جونہی واپسی کی تقریبات ختم ہوئیں' ٹکا نے زنان خانے میں آنا بند کر دیا۔ لائبریری جاتے ہوئے جیہ کو اپنا بھائی مسٹر رائے کے تعاقب میں بھاگتا نظر آیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ جاپانیوں نے روسیوں کے خلاف زہریلی گیس استعمال کی ہے؟ آپ کے خیال میں جرمن یورپ میں گیس استعمال کریں گے؟"

لائبریری کی کھڑکی میں سے وہ ٹکا کو بے قراری سے سوالات کرتے اور میجر ویر سنگھ کمانڈر انچیف کو ان سوالوں کے جوابات دیتے دیکھتی۔ یہ سوالات عام طور پر ہاچکس ٹرینچ مارٹرز یا میکسم گن کی فائرنگ کی استعداد کے بارے میں ہوتے تھے۔

ہر شام ٹکا شاہی جھروکے میں پہنچنے والا پہلا آدمی ہوتا کیونکہ وہاں ٹیلی گراف نصب تھا جہاں انگلینڈ سے آنے والی خبریں اسے مل جاتی تھیں۔

جب جیہ نے ٹکا کو مہارانی کے اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ اسے ہر حال میں پرنس پرتاپ سے شادی کرنی ہو گی تو اس نے جیہ کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ تمہیں اس بارے میں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پرنس پرتاپ فی الحال شادی

بارے میں نہیں سوچ رہا۔ وہ سیرپور کا گھڑسوار دستہ لے کر یورپ جا رہا ہے۔"

اور پھر اس نے شرماتے لجاتے جیمس آبرن کے بارے میں دریافت کیا تو ٹکا کے چہرے پر حسد اور رشک کے ملے جلے جذبات دکھائی دیئے تھے۔ "وہ پہلے ہی کیپٹن آبرن کی رجمنٹ جوائن کر چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے فوج میں جانے سے پہلے ہی عملی لڑائی دیکھ چکا ہو گا۔"

اگست کی شب شور شرابہ سن کر جیہ بھاگتی ہوئی زنان خانے کی راہداریوں سے نکل کر شاہی جھروکے میں داخل ہوئی تو ہر ایک اسے ٹیلی گراف مشین کے اردگرد جمع نظر آیا۔ ٹیلی گراف مشین مسلسل چل رہی تھی اور وہاں موجود سب لوگ اس طویل پیغام کے ختم ہونے کے منتظر تھے۔ آخر کار کلرک نے پیغام حکمران کو تھما دیا اور مہاراجہ نے بہ آواز بلند اس پیغام کو پڑھنا شروع کیا۔

"گذشتہ روز وزیر اعظم مسٹر اسکوتھ نے پارلیمنٹ کو بتایا کہ جرمنی نے ایک الٹی میٹم دیا ہے جس کی مدت آج نصف شب کو ختم ہو رہی ہے۔ ہاؤس کے اسپیکر اور دیگر ارکان اس وقت اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے۔ جب وزیر اعظم نے شاہ انگلستان اور شہنشاہ ہندوستان ہز میجسٹی جارج پنجم کا فوجوں کی نقل و حرکت کے بارے میں باضابطہ اعلان پڑھ کر سنایا۔ اس حکم کی رو سے برطانیہ عظمیٰ نے نصف شب کو جرمنی اور آسٹریلیا کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ جاپان نے روس کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے اور....."

مہاراجہ کے الفاظ ختم ہونے سے پہلے ہی کیپٹن آبرن اچھل کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ "یور ہائی نیس! میں اپنی رجمنٹ دوبارہ جوائن کرنے کے لئے فوری طور پر روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

مہاراجہ نے اپنی نشست کے عقب میں کھڑے ایڈیز کو اشارہ کیا اور وہ کیپٹن آبرن کے پیچھے پیچھے کمرے سے نکل گئے مہاراجہ مسٹر رائے کی طرف مڑا۔ "آپ اور آپ کی بیوی ہمارے فوجیوں کو تھوڑی بہت انگریزی پڑھا دیں۔ اپنی رجمنٹ سے بچھڑنے کی صورت میں انہیں کم از کم سڑکوں کے نشانات اور نقشے وغیرہ پڑھنے آنے چاہئیں۔"

مہاراجہ نے پلٹ کر میجر ویر سنگھ کو دیکھا۔ "سینا پتی کو بتا دیا جائے کہ کل سے بالمیر کی فوجیں جنگ میں شرکت کے لئے ہر وقت تیار رہیں گی۔ مکمل فوجی مشقیں فوری طور پر شروع ہو جانی چاہئیں۔"

میجر ویر سنگھ نے دایاں بازو اوپر اٹھایا۔ "بل۔ حکم!" جیہ اپنی کرسی پر کسمسا کر رہ گئی۔

آج پہلی بار اس نے بالمیر کا جنگی نعرہ سنا تھا۔

موسم برسات کی موسلا دھار بارش میں جیہ اور ٹکا بالمیر لانسرز کی ڈرل دیکھنے کے کیولری گراؤنڈ گئے۔ سینا پتی ایک گھوڑے پر سوار تین سو گھڑ سواروں کو لانسرز کی دو کمپنی کی صورت' میجر ویر سنگھ کی سربراہی میں جنگی تربیت حاصل کرتے دیکھ رہا تھا۔

ان کی تربیت دیکھ کر ٹکا فوری طور پر فوج میں شامل ہونے کو بے قرار ہو گیا تھا۔ وہ وہی نہیں' بلکہ پورا ہندوستان جنگ کے نشے میں مدہوش نظر آتا تھا۔ شاہی جھروکے نصب ٹیلی گراف مشین ہر وقت ان افراد کے نام ٹائپ کرتی رہتی تھی جنہوں نے جنگ لئے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ دوسری طرف مسز رائے نے قوم پر رسالوں اور اخبارات کا ایک ڈھیر جیہ کے سامنے پھینک دیا تھا۔

"ان اخبارات کو دیکھو' شہزادی۔ سینکڑوں' ہزاروں ہندوستانی رضاکارانہ طور پر جنگ شامل ہو چکے ہیں۔ کیا ان کے خیال میں برطانوی' بادشاہت اس قربانی پر ان کی احسان رہے گی؟"

مسز رائے کے غصے سے بے پروا جیہ ہر صبح ٹکا کے ساتھ فوجی دستوں کی تربیت نشانے بازی دیکھنے جاتی۔ شام میں وہ میجر ویر سنگھ کے ہمراہ اصطبل جاتے۔ جہاں وہ گھو معائنہ کرتا اور انہیں جنگ کے لئے تیار کرتا۔ اس کے بعد دونوں قلعے کی فوجی بیرکو بڑے بڑے کمروں میں بیٹھ کر دن بھر کے تھکے ماندے فوجیوں کو انگریزی الفاظ کی کراتے۔ بعد میں سینا پتی اپنے نقشوں کے ساتھ وہاں آ جاتا اور ان کی مدد سے روس' برطانیہ' جرمنی اور آسٹریلیا کی فوجوں کی پیش قدمی کے بارے میں آگاہ کرتا۔

مہاراجہ' جودھ پور کے بادشاہ سرپرتاپ سنگھ کے ساتھ مسلسل رابطے میں تھا۔ پہلے بھی بالمیر لانسرز کو اپنے ساتھ چین لے جا چکا تھا۔ ستر سال کی عمر میں سرپرتاپ بار پھر بادشاہت ہندوستان کی شاہی افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا تھا۔

آخرکار مہاراجہ کو خبر ملی کہ سرپرتاپ ہندوستان کی شاہی افواج کا پہلا دستہ یورپ روانہ ہو رہا ہے۔ "وہ کل روانہ ہوں گے۔ ہمارے دستے دوسرے قافلے روانہ ہوں گے۔"

مہاراجہ نے برا سا منہ بنا کر ٹیلی گرام کو دیکھا اور شاہی جھروکے میں اس پیغام لوگوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"سرپرتاپ نے مجھے ہندوستان کی شاہی عملداری سے جمع کئے جانے والے فو

کی تفصیلات بھجوائی ہیں۔ پندرہ کیولری رجمنٹ' تیرہ انفنٹری بٹالین' تین اونٹ سوار دستے' انہیں سوئز کینال کے دفاع میں صحرائی جنگ کے دوران مغربی مورچوں پر متعین کیا جائے گا۔ دو پہاڑی بیٹریاں۔ طبی اور ٹرانسپورٹ دستے اس کے علاوہ ہیں۔ ہم یہ کہیں گے کہ یہ امداد ہمارے معاہدوں سے کہیں زیادہ ہے۔"

ٹکا نے اپنے والد کی آواز میں چنگاری کی طرح دبے غصے پر کوئی دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ اچھل کر اپنی کرسی پر کھڑا ہو گیا۔ "اگر ہمارے گھڑ سوار دستے دوسرے قافلے کے ساتھ جا رہے ہیں تو میرے پاس ان کے ساتھ شامل ہونے میں تیاری کے لئے خاصا وقت موجود ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو ٹکا!" مہاراجہ بھنا گیا۔ "تمہاری عمر صرف سولہ سال ہے۔"

"سرپرتاپ' مہاراجہ جودھ پور کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں۔ اس کی عمر بھی سولہ سال ہے۔ وہ اپنے بیٹے ہنوت سنگھ کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں۔ اس کی عمر تو مجھ سے بھی کم ہے.... وہ ابھی پندرہ سال کا بھی نہیں ہوا۔"

"وہ سرپرتاپ کا مسئلہ ہے۔ ہم اپنے بیٹے کو برطانوی راج کا بازو بننے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"لیکن بالمیر لانسرز تو جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے یہ ایک اعزاز ہو گا کہ ہم میں سے کوئی ایک ان کی قیادت کرے۔"

"ان لوگوں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں ہمارے لئے کون سا اعزاز پوشیدہ ہے۔ جنہوں نے ہمارے ہی ملک میں ہمیں دوسرے درجے کا انسان بنا دیا ہے اور ہمیں اپنی ہی چیزیں مانگنے کے لئے ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں؟ ہمیں تو اس بات کا خدشہ بھی لاحق ہے کہ وہ بالمیر کی گدی کی وراثت تمہیں دینے کے سلسلے میں بھی ہمیں بلیک میل کریں گے۔"

اکتوبر' باپ بیٹے کے درمیان انہی اعتراضات اور بحث و مباحثے کی نذر ہو گیا۔ پھر ٹکا کو پرنس پرتاپ آف سیرپور کا ایک خط موصول ہوا۔ یہ خط سیرپور کے گھڑ سوار دستے کے فرانس پہنچنے پر لکھا گیا تھا۔

"اس جنگ میں چھ راجپوت بادشاہ حصہ لے رہے ہیں۔ اگر تم نے اس لڑائی' جسے لوگ جنگ عظیم کہہ رہے ہیں میں حصہ نہ لیا تو تمہارے آدمی تمہیں کبھی معاف نہیں کریں

گے۔"

خط کو ہاتھوں میں مسل کر ٹکا نے گولہ بنایا اور ایک جانب پھینک دیا۔ "چھ راجپو
بادشاہ' لیکن بابا نے ہماری ناک کیوں کٹوا دی؟ میدان جنگ میں اپنے فوجی دستے کسی شاہ
قیادت کے بغیر بھیجنا بے عزتی ہی تو ہے!"

"لیکن ٹکا! چین جانے والے دستوں کی قیادت تو ہمارے خاندان کے کسی فرد نے نہ
کی تھی۔" جیہ نے اسے یاد دلایا۔

"میں اس وقت اتنا بڑا نہیں تھا' لیکن اب ہوں۔"

سر پرتاپ نے لندن سے ایک ٹیلی گرام بھیجا جس میں یہ ہدایت دی گئی تھیں کہ شا
فوج کے تمام افسران اور جوان دست بدست لڑائی میں بھی مہارت حاصل کریں تاکہ بہ وا
ضرورت وہ پیدل دستوں کے طور پر بھی جنگ میں حصہ لے سکیں۔ بالمیر کے گھڑ سوار
دستوں نے جب کیولری گراؤنڈ میں بھوسے اور پیال سے بنے ہوئے نقلی فوجی دیکھے
انہیں اپنی رائفلوں پر سنگینیں دکھائی دیں تو انہوں نے گھوڑوں سے اترنے سے انکار کر
فوجیوں نے سیناپتی سے مطالبہ کیا کہ مہاراجہ کو بلایا جائے۔

جے سنگھ فوری طور پر کیولری گراؤنڈ پہنچا۔ اس نے انتہائی تحمل کے ساتھ فوجیوں ک
کہ سنگینوں کی تربیت کیوں ضروری ہے' لیکن لانسرز کا طرز عمل اب بھی باغیانہ تھا۔

"ہمارا تعلق کیولری سے ہے' حکم! ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ لڑتے ہیں۔ ہم
رائفلوں پر سنگینیں لگا کر کہنیوں کے بل زمین پر نہیں رینگتے۔"

"آپ نے دست بدست لڑائی کے دوران بھارتی فوجی سپاہیوں کی چیخیں اور نعر
سنے ہوں گے' حکم! صرف یہی بے خدا اور لادین انگریز فوجی افسر لڑائی کے دوران ما
بہنوں کی گالیاں کھا سکتے ہیں اور دے سکتے ہیں' حکم!"

"اگر ہم عورتوں کو گالیاں دیتے ہوئے مرگئے تو ہماری یہ موت بہادروں کی موت
ہو گی' حکم! پنڈت ہمیں ہمارے مذہب کے مطابق آخری رسومات نہیں کرنے دیں گے

مہاراجہ نے انہیں اجازت دی کہ وہ جنگ کے دوران صرف اور صرف اپنے
لگائیں گے لیکن اس کے باوجود جب وہ لوگ مطمئن نہ ہوئے تو مہاراجہ ہتھے سے اکھڑ

"تم لوگ عزت کی بات کرتے ہو' لیکن تمہیں وہ حلف یاد نہیں' جو تم نے بالم
کی فرماں برداری کے لئے اٹھایا ہے۔ ہم تمہارے دربار اور بالمیر کے حاکم کی حیثیت
لوگوں کو حکم کی اطاعت کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔"

ٹکا غصے سے اپنے گھوڑے کی رکاب پر کھڑا ہو گیا۔ "یہ ان بہت سی اجنبی اور بے ہودہ
چیزوں میں سے ایک تھی جن کا سامنا ان گھڑ سواروں کو بیرون ملک کرنا پڑے گا۔ بابا ان کے
خوف کو کم کرنے کے لئے بھی اگر مجھے ان کے ساتھ نہیں بھیجیں گے تو بے وقوفی کریں
گے۔"

جیہ نے ایڑیاں اپنے گھوڑے کی پسلیوں میں گاڑ دیں اور وہ جھٹکے سے ٹکا کے گھوڑے
کے تعاقب میں بھاگ کھڑا ہوا۔

قلعے کے آخری حصے میں ایک منہدم مندر موجود تھا جو قلعے کو جنگ کے میدان سے
الگ کرتا تھا۔ ٹکا گھوڑے سے اترا اور مندر کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"بابا کو آخر صورت حال کی سنگینی کا احساس کیوں نہیں ہوتا؟ اگر میں فرانس چلا جاؤں تو
بابا کے سارے خدشات ایک دم ختم ہو جائیں گے۔ برطانویوں کو اس فخر کا اندازہ نہیں جو
ایک جنگجو ہونے کے ناطے ہم اپنے دھرم پر کرتے ہیں۔ ہماری عزت و احترام اور احساس
تفاخر ان کی لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہماری عزت پر مجبور ہوں تو
ہمیں انہیں' ان کے پیمانوں سے شکست دینی ہو گی۔"

جیہ کو اپنے بھائی کا وہ غصہ بھی یاد تھا جب راجہ مان سنگھ نے اپنے بیٹے جان کو انگریزی
اسکول بھجوا دیا تھا لیکن مہاراجہ نے ٹکا کو جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اب ٹکا ایک مرد
بن چکا تھا۔ ایک ماہ بعد ہی وہ سترہ سال کا ہو جاتا۔

ٹکا نے اچانک اپنی بہن کا ہاتھ پکڑا اور اسے ٹوٹے ہوئے ستون کے پاس موجود دیوی کی
مورتی کے پاس لے گیا۔

"میں دیوی کے سامنے قسم کھا رہا ہوں کہ میں بالمیر لانسرز کے دستے کو فرانس لے
جاؤں گا۔ مجھے بابا اس کی اجازت دیں یا نہ دیں۔ اگر مجھے اس مقصد کے لئے بابا کے خلاف
راجہ مان سنگھ کے ہاتھ بھی مضبوط کرنے پڑے تو میں دریغ نہیں کروں گا۔"

لانسرز کی یورپ روانگی سے ایک ہفتہ پہلے دستوں کی فل ڈریس پریڈ ہوئی۔ ٹکا اپنی
بہن جیہ کے ساتھ گھوڑے پر سوار بڑی آزردگی سے سیناپتی کو گھڑ سواروں کے لئے ہدایات
اور احکامات جاری کرتے دیکھ رہا تھا۔ سردی کے آثار دکھائی دینے لگے تھے اور بیشتر فوجیوں
نے موسم سرما کا لباس پہن رکھا تھا۔

میجر ویر سنگھ بالمیر کا جھنڈا لئے پریڈ کی قیادت کر رہا تھا۔ جس پر بالمیر کا قومی نشان بنا ہوا
تھا۔ یہ ایک عقاب تھا جو دشمنوں پر جھپٹتے دکھایا گیا تھا۔

جے سنگھ کا سفید گھوڑا آہستہ روی سے پریڈ کے آخری سرے کی طرف بڑھ رہا تھا
بھی مکمل جنگی لباس میں تھا۔ اس کے سر پر سرخ پگڑی تھی۔ جو بالمیر کی قوت و طاقت
مظہر تھی۔ اس نے دائیں بازو پر ایک بازو بند باندھ رکھا تھا جس پر لگے ہوئے دو بڑے ہ
ہیرے اور ایک یاقوت سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ ہیرے جنگجو کی آنکھوں
یاقوت سورج کی طاقت کی نشاندہی کرتے تھے جبکہ بازو بند بذات خود ایک جنگجو کے تلوا
ہونے کی نشانی تھی۔ مہاراجہ کی کمر کے ساتھ سرخ رنگ کا کمربند' بندھا ہوا تھا جس میں
کی تلوار لٹک رہی تھی۔

میجر دیر سنگھ ہاتھوں میں بالمیر کا قومی پرچم پکڑے راجپوتوں کا جنگی نعرہ بلند کر رہا تھ
جے ماتا کی..... جے ماتا کی۔"

پانچ سو شہسوار بیک زبان اس جنگی نعرے کا جواب دے رہے تھے۔ "بل حکم۔
حکم....."

جے سنگھ اب اپنے فوجی دستوں سے خطاب کر رہا تھا۔ "بالمیر کے شہسوارو! چو
پہلے تم لوگ انگریز کی مدد کے لئے پیکنگ گئے تھے اور آج ان کی مدد کے لئے فرانس
ہو۔ انگلینڈ نے ہمارے ساتھ کئے جانے والے معاہدوں کی پابندی نہیں کی۔ اس لئے
نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے انگریز کا نمک کھایا ہے۔ لیکن برطانوی تخت جنگ سے دوچار
ہمارے معاہدے کا تقاضہ ہے کہ ہم ان کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کریں۔ ایک
تم لوگ بالمیر کی عزت و آبرو کے محافظ بن کر باہر جا رہے ہو اور اس بار پوری دنیا
بہادری کی گواہی دے گی۔"

"بل۔ حکم!" وفاداری کے قدیم نعرے سے کیولری گراؤنڈ گونج اٹھا۔

"تم سب جانتے ہو کہ آفتاب ہندوستان اور راجپوت حکمران مہارانا آف اود
نے یہ کہہ کر اس جنگ میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہے کہ غیر ملکی غاصبوں کے
جانے والی جنگ راجپوتوں کے لئے کسی بھی طرح قابل فخر نہیں۔ اس نے شاہی
دوسرے سپاہی بھرتی کرنے پر خرچ کر کے برطانوی تاج و تخت کی توہین کی ہے۔ چ
کے اس انداز اور مہارانا اودے پور اور اس کی سلطنت کے دوسرے راجپوت
ہندوستانی فوج میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس لئے کرائے کے فوجی ا
درکنار اچھے سپاہی بھی نہیں ہیں۔"

حکمران کی آواز غم و غصے کے باعث جب زیادہ بلند ہوئی تو کیولری گراؤنڈ کا

گیا۔

"ہم ان انگریز افسروں سے جو اپنی تنخواہیں جنگ سے حاصل کر رہے ہیں' پوچھتے ہیں
کہ انہیں اودے پور کو بزدل کہنے کا حق کس نے دیا ہے؟ ہم ان بے غیرتوں سے کہیں گے
کہ وہ چتوڑ کے راجاؤں' مہاراجوں اور رانا پرتاپ کے پیش روؤں کو بزدل کہنے سے پہلے
جنگ میں کام آنے والے ہزاروں بادشاہوں اور عزت و آبرو پر جل مرنے والی دس ہزار
ناکاؤں کے نام ضرور یاد کریں۔"

پورے میدان سے داد و تحسین کے نعرے بلند ہونے لگے۔

"یہ کبھی نہیں کہا جائے گا کہ بالمیر کے شہسواروں نے پیسے کے لئے لڑائی میں حصہ لیا
ہے۔ ہم شتریا لوگ ہیں۔ ہمارا تعلق جنگجو قبیلے سے ہے۔ ہم دھرم کے لئے لڑتے ہیں۔
میدان جنگ میں لڑتے وقت ہمہ وقت یہ ذہن میں رکھئے گا کہ راجپوتوں کی عزت و آبرو
آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اور آپ ہی لوگوں نے یہ ثابت کرنا ہے کہ مہارانا اودے پور
اور دوسرے راجپوت بزدل نہیں بہادر قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔"

اس نے اپنے لبادے سے ایک کاغذ نکالا۔ "ہمیں آج ہی جودھ پور کے سرپرتاپ سنگھ
کا ایک پیغام موصول ہوا ہے۔ برطانوی تاج ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی نہر سوئز کی
حفاظت کریں لیکن سرپرتاپ نے یہ احکامات نظر انداز کر کے ہمارے دستوں کو فرانس لے
جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

جے سنگھ نے میدان کے آخری سرے کی طرف دیکھا جہاں جیہ اور ٹکا اپنے گھوڑوں پر
سوار کھڑے تھے۔ "ہمارے بیٹے نے ایک طویل مباحثے میں ہم سے اجازت مانگی ہے کہ
اسے اپنے دھرم کے لئے لڑنے کی اجازت دی جائے۔ وائسرائے کے نام پرتاپ کا پیغام پڑھ
کر ہم نہیں سمجھتے کہ اب ٹکا کو جنگ پر جانے کی اجازت نہ دینا کوئی بہتر فیصلہ ہو گا۔ لہٰذا
خاطر جمع رکھو' ہمارا بیٹا اور بالمیر کا راج کمار جو ایک دن آپ لوگوں کا بادشاہ ہو گا اس جنگ
میں آپ لوگوں کے شانہ بشانہ حصہ لے گا۔"

ٹکا نے خوشی کے مارے ایک نعرہ مستانہ بلند کیا لیکن اس کی آواز پانچ سو دہانوں سے
نکلنے والے نعرے میں دب کر رہ گئی۔ "جے ماتا کی..... جے ماتا کی....."

ٹکا کی روانگی کی خبر نے زنان خانے کو درہم برہم کر دیا۔ پردہ دار خواتین اپنے ہاتھوں
سے ٹکا کا لباس سینے پر بضد تھیں۔ ادھر عورتیں ٹکا کا جنگی لباس سی رہی تھیں اور ادھر
مہارانی اپنے بیٹے کی سلامتی کے لئے منتروں کا جاپ کر رہی تھی۔

ٹکا کی پگڑیاں تیار ہو رہی تھیں۔ جیہ اپنے بھائی کے کمرے میں کھڑی ملازموں کو
کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس کی گنیں کھلی ہوئی بستر پر رکھی تھیں۔ جیہ نے خود کپڑے
اس کی ایک گن کو تیل لگایا تھا جبکہ ٹکا نے اپنی شاٹ گن صاف کی تھی۔

"میں فرانس میں جیمس سے ملنے کا بڑی بے تابی سے منتظر ہوں۔" ٹکا اچانک بول
"ویسے تم بھی تو اسے کچھ بھیجو گی یا نہیں....؟"

"ہم نے پہلے ہی ایک شال پیک کر دی ہے اور ایک خط لکھ دیا ہے۔" جیہ نے
جملہ درمیان سے اچک لیا لیکن ہمیں اسے کیسے مخاطب کرنا چاہئے؟ محترم جیمس صا
ٹھیک ہے نا؟"

ٹکا چونک کر سیدھا ہو گیا۔ "بے وقوف مت بنو' جیہ۔ تم اسے میرے پیارے
لکھو!"

"یہ بہت زیادہ بے تکلفی ہو گی۔ وہ کیا سوچے گا؟"

"وہ سوچے گا کہ تم نے مسز رائے سے جو انگریزی سیکھی ہے وہ بابو انگلش سے
زیادہ بہتر ہے۔"

"اگر ہم کسی کو عزت سے پکاریں تو ہمیں غیر تعلیم یافتہ اور جاہل سمجھا جاتا ہے'
کے انگریزوں کو جنگلی کہنے پر ہمیں کوئی تعجب نہیں۔"

"آل رائٹ.... آل رائٹ!" ٹکا نے ہار مان لی "اپنے خط میں تم نے لکھا کیا ہے
جیہ نے اپنے سکرٹ کی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور شرماتے شرماتے بھائی کے
کر دیا۔ ٹکا نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کہا کہ وہ خود ہی پڑھ کر سنائے۔ جیہ کا
ہو گیا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز کے ساتھ خط پڑھنا شروع کیا۔

"ہمارے بھائی کے عزیز ترین دوست' محترم جیمس صاحب! تم مہینوں سے مید
میں ہو۔ ہم نے تقریباً ہر روز اپنی والدہ کے مندر میں تمہاری کامیابی کے لئے پوجا کی
لئے ہمیں یقین ہے کہ دیوی ماتا تمہاری رکھشا کرے گی اب ہم اپنے بھائی اور
شہسواروں کو تمہاری مدد کے لئے بھیج رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ بالمیر کے ٹکا
اس کے لانسرز کی مدد سے تم یہ جنگ جیت جاؤ گے۔ تمہارے دوست کی بہن کی
بہت سی مناسبات۔ راجکماری جیہ آف بالمیر۔"

ٹکا نے سبز آنکھوں میں آنسو جھلملاتے دیکھے تو اٹھ کر اسے اپنے حلقے میں قید
تم جانتی ہو شہزادی۔" اس نے اپنی بہن کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "راجپوت راجکمار یو

ی کی اجازت نہیں' خاص طور پر ایک جنگ جو کے میدان جنگ پر جاتے وقت اسے
وؤں سے نہیں' دعاؤں سے رخصت کیا جاتا ہے۔"

"پہلے تمہیں انگلینڈ بھیجا گیا اور اب تم فرانس جا رہے ہو اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو...."

ٹکا نے اسے زور سے لپٹایا اور پھر اپنی گن کی صفائی میں مصروف ہو گیا۔ "مجھے کچھ
ہونے والا۔ میں دشمنوں کو شکست دے کر سرفراز واپس آؤں گا تاکہ تمہارے دولہا کو
کی کہانیاں سنا سکوں۔" جیہ نے ایک جھرجھری سی لی تو ٹکا نے انگلی کے اشارے سے
ایسا کرنے سے منع کیا۔ "راج گورو نے جو کہا ہے اسے یاد رکھو جیہ۔ فرض' احترام کا
ام ہے اور یہ ہمارے فرائض ہیں۔ جنگ میرے لئے اور دولہا تمہارے لئے'
ی۔"

روانگی سے ایک رات پہلے ٹکا اپنی ماں سے ملنے زنان خانے میں آیا۔ مہارانی نے آشا
یک جام' جنگ پر جانے والے بیٹے کی حوصلہ مندی کی نشانی کے طور پر اس کے حوالے
۔ ٹکا نے جام خالی کیا اور ماں کے پاؤں چھونے کے لئے جھک گیا۔ بہت دیر تک مہارانی
ہاتھ اپنے بیٹے کے سیاہ بالوں پر رہے او پھر وہ بالکونی سے چلا گیا۔

"اٹھو جاؤ' جیہ! بیرن تمہیں کل کی پوجا کے لئے تیار کرے گی۔ کوئی غلطی نہیں ہونی
ہئے۔ بھائی کے میدان جنگ پر جاتے وقت بہن کی پوجا میں کوئی غلطی اچھا شگون نہیں
۔"

جیہ اپنی ماں کے حوصلوں پر حیران تھی۔ مہارانی کی آواز میں کوئی ارتعاش نہ تھا جس
اندازہ ہوتا کہ تین سال دور رہنے والا اس کا بیٹا ایک بار پھر اسے چھوڑ کر جا رہا ہے اور
مرتبہ وہ پڑھنے نہیں بلکہ جنگ کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔

بیرن نے زیورات کے ایک بکس سے بیر کی شکل کا ایک زیور نکالا اور اسے جیہ کی
انی کے اوپر بالوں میں لگا دیا۔

"ایک ہزار سال پہلے ہم جنگ جوؤں کے روپ میں اس صحرا میں آئے تھے۔" مہارانی
راجکماری کو آگاہ کیا۔ "اس وقت ہماری واحد خوراک بیری کا پھل تھا۔ ہم اسی یادگار کے
ر پر بیر کی شکل کا زیور بدن کے سب سے اوپری حصے پر پہنتے ہیں۔"

زنان خانے کی دوسری عورتوں نے جیہ کو بھاری ہار اور دیگر زیورات پہننے میں مدد دی
۔

"ہمارے خزانے قیمتی پتھروں کی صورت میں ہوتے تھے۔ جنہیں ایک میدان جنگ سے

دوسرے میدان جنگ کو منتقل کرنا آسان ہوتا تھا۔ جب ہمارے مرد جنگ پر جایا کرتے تھے تو عورتیں قوم کے ان خزانوں کی رکھوالی کیا کرتی تھیں۔ تمہارے زیورات اسی حفاظت کا اشارہ ہیں۔"

بیرن نے ایک بڑا سا بنڈل کھولا۔

"جو کپڑے تم پوجا کے وقت پہنو گی' اسے دیوی ماتا کا رنگ بھی کہا جاتا ہے۔"

جیہ نے ایک لمبا اسکرٹ اور قمیض زیب تن کی۔ وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ یہ رنگ دیوی کا ہی نہیں' خون کا بھی ہے۔

آخری پارسل میں سے بیرن نے ایک نقاب نکالی جو جیہ کو اوڑھا دی گئی۔

"جنگ کے دنوں میں قلعے کی حفاظت شاہی خواتین کی ذمے داری ہوتی ہے۔ کل تمہارا جسم جنگ کی امانت کے طور پر ڈھک دیا جائے گا۔ یاد رکھو بالمیر کے قلعے کی حفاظت اس وقت سے تمہاری ذمہ داری ہو گی جب تم اپنے بھائی کے ماتھے پر خون سے تلک لگاؤ گی تو....."

پہلی بار مہارانی کی آواز بھرائی۔ جیہ کو خود اپنی آنکھوں سے آنسو بہتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے اپنا رخ پھیر لیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عورتیں اسے روتا ہوا دیکھیں۔

اگلی صبح جیہ قلعے کے مندر میں پوجا کا لباس پہنے مہاراجہ جے سنگھ اور راج گورو کے سامنے بیٹھی تھی۔ ساتھ ہی پتھر کی قربان گاہ پر ایک مینڈھا بندھا ہوا تھا۔

لانسرز کے گھوڑے مندر کی ایک سمت قطار میں کھڑے تھے جبکہ دوسری سمت م تھا۔ قلعے کے دروازے پر رکھے دونوں نقارے اٹھا لئے گئے تھے۔ یہ نقارے جو ایک ہ ہاتھی کے سائز کے تھے اس وقت دو ہاتھیوں پر رکھے ہوئے تھے۔ نقاروں کے بڑے ہونے وجہ سے ہاتھیوں کی مہاوت' ہاتھیوں کی گردنوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

تین سو لانسرز' ٹکا اور میجر ویر سنگھ کی سربراہی میں مندر کے سامنے زمین پر بیٹھے ہ تھے۔ ان کے ہتھیار رائفلیں' سنگینیں' تلواریں' چاقو ایک قطار میں ان کے سامنے قالین پر رکھے تھے۔ پجاریوں کا ایک گروہ منتروں کے جاپ میں مصروف تھا۔

راج گرو نے ٹکا کی تلوار نیام سے نکال کر جیہ کے ہاتھ میں دے دی۔ جیہ جانتی کہ اس وقت وہاں موجود ہر شخص کی نگاہیں اس پر مرکوز ہیں۔ ٹکا اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑھ رہا تھا۔

جب جیہ نے تلوار کا ننگا پھل اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان فضا میں بلند کیا تو

ہاتھ کچھ بھاری محسوس ہوا۔ جیہ کا جی چاہا کہ وہ تلوار پھینک دے اور ٹکا کے بھرپور اور ور بدن کو اپنی بانہوں میں لے کر بہن کی ساری محبتیں اس پر نچھاور کر ڈالے۔ شاید وہ ر بھی گزرتی لیکن جب اس نے نگاہیں اٹھائیں تو ٹکا نے آنکھ کے اشارے سے اسے با مکمل کرنے کا اشارہ کیا۔

جیہ نے تلوار کی نوک سے اپنے انگوٹھے کی اندرونی جانب ہلکا سا زخم لگایا تو خون ے کی صورت ابل پڑا۔ اس نے اپنے زخمی انگوٹھے سے ٹکا کے ماتھے پر تلک لگانے کو اٹھایا تو اس کی کلائی میں موجود شیشے کی چوڑیاں کھنک اٹھیں۔

ٹکا نے بہن سے تلوار لی اور مینڈھے کی طرف بڑھا۔ جیہ اب اپنے بھائی کے شاندار م کو دیکھ رہی تھی۔ ٹکا نے صرف ایک انگلی تلوار کے پھل کے متوازی رکھی تھی جبکہ باقی انگلیاں تلوار کے دستے پر تھیں۔ جیہ کو ادراک ہوا کہ اس کا بھائی نسبتاً" ایک مشکل وار ے بھینٹ پوری کرنے جا رہا ہے۔

اچانک ٹکا بہ آواز بلند چلایا۔ "جے ماتا کی!" ساتھ ہی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ تلوار یے آئی اور مینڈھے کا سر کٹ کر دور جا گرا۔

نقارے بجنے شروع ہو گئے اور پجاریوں نے نقرئی پیالے مینڈھے کے خون سے بھرنے روع کر دیئے۔ لانسرز اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ پجاری مینڈھے کے خون سے ان کی پیشانیوں نشان بنا سکیں۔ "جے ماتا کی" کے نعروں سے میدان گونج رہا تھا۔ راج گرو نے پہلے میاروں پر خون چھڑکا اور پھر گھوڑوں کی پیشانیوں کو لہو سے رنگین کر دیا گیا۔

لانسرز نے مہاراجہ کی قدم بوسی کے لئے قطار بنا لی۔ انہوں نے اطاعت کی رسم پوری ی اور پھر "بل۔ حکم!" کی آوازیں لگاتے اپنے اپنے گھوڑوں کی طرف بڑھ گئے۔ جب میجر ر سنگھ مہاراجہ کے پاؤں چھونے کے لئے جھکا تو جے سنگھ نے اسے سینے سے لگا لیا۔ "دیوی ہیں وجے سے ہمکنار کرے' دوست!" مہاراجہ نے سرگوشی کی تو جیہ کو اپنا حلق آنسوؤں ے بھرتا ہوا محسوس ہوا۔

اور پھر ٹکا اپنے باپ کے قدموں پر تھا۔ بہت دیر تک وہ اپنے باپ کے قدموں پر جھکا ا لیکن مہاراجہ کے ہاتھ اسے آشیرباد دینے کو نہیں اٹھے۔ جیہ' مہاراجہ کو دیکھ رہی تھی۔ محسوس کر رہی تھی کہ برطانوی تخت کے خلاف مہاراجہ کی سوچ اپنے بیٹے کو جنگ پر جانے ی اجازت دینے کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہے۔

جے سنگھ نے اپنا بازو بند کھولا اور ٹکا کے بازو پر باندھ دیا۔ جیہ نے اپنے والد کی گلوگیر

آواز سنی۔ "آج ہم اپنی زندگی کی عزیز ترین شے برطانوی تخت کے حوالے کرتے ہیں۔ بازو بند ہماری قوت و طاقت کا محافظ اور ہماری حکمرانی کا نشان ہے ہماری پرارتھنا ہے تمہارے اس ملک کے بادشاہ بننے تک اور اس کے بعد بھی یہ تمہاری حفاظت کرے۔"

ٹکا نے ایڑیاں بجائیں' مہاراجہ کو سیلوٹ کیا' اور "بل حکم" کا نعرہ لگا کر اپنے گھوڑ کی طرف بڑھ گیا۔

موتی اب قلعے کے بیرونی دروازے کی طرف رخ کئے کھڑا تھا اور اس کے عقب شہسوار دستہ چار چار کی قطار میں تھا۔ مہاراجہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تاکہ جلوس خارجی دروازے تک قیادت کر سکے۔ جیہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئی تھی تاکہ دور جلوس کا نظارہ کر سکے۔

میجر ویر سنگھ نے اپنی تلوار بے نیام کی تو قلعے کی توپوں نے گرجنا شروع کر دیا۔ مہ نے گھوڑا آگے بڑھایا تو شہسوار دستے نے اس کی تقلید کی۔ جیہ آنسوؤں کو اپنی آنکھوں روکے اپنے بھائی کو قلعے کے خارجی دروازے کی طرف بڑھتے دیکھتی رہی۔

لیکن جب بہت دیر بعد ٹرین کے وسل نے بالمیر لانسرز کی روانگی کا اعلان کیا تو ج پر قابو نہ رکھ سکی۔ دو موٹے موٹے آنسو سبز گھروں سے نکل کر رخساروں کی سلوٹی ڈ پر اتر آئے تھے۔

مارچ 1915ء تک ہندوستان نے برطانوی تاج کی حفاظت کے لئے دس لاکھ ا مشتمل فوج میدان میں اتار دی۔ یہی وہ وقت تھا جب ہندوستانی بادشاہوں اور حکمرا سرکش اور نافرمان بچے قرار دینے والا ہندوستان کا سابق وائسرائے لارڈ کرزن' برطان کے ہاؤس آف لارڈز میں اپنی مفتوحہ مملکت کا دفاع کر رہا تھا۔

ٹکا کے موصول ہونے والے خطوط بھی ہندوستانیوں کے لئے برطانویوں کے جذبات کے آئینہ دار تھے۔

"25 نومبر 1914ء گذشتہ روز ہم لیور پول کی بندرگاہ پر اترے۔ سڑکیں ا سے بھری پڑی تھیں جو ہندوستانی فوجیوں کا استقبال کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ سکھوں کی پگڑیوں میں پھول لگانے کے لئے ٹوٹی پڑ رہی تھیں جبکہ ہندوستانیوں کے اس ہجوم کو دیکھ کر کنٹرول سے باہر ہوئے جا رہے تھے۔"

"10 دسمبر لندن' ہم لوگ وکٹوریہ اسٹریٹ پر زخمی ہندوستانی فوجیوں کا ہسپ گئے۔ بلوچ رجمنٹ کے 560 میں سے 500 جوان کام آئے ہیں جبکہ برہمن

نقصان اس سے کہیں زیادہ ہے۔ برطانوی آخرکار ہندوستانی فوجیوں کو بھی وکٹوریہ کراس دینے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ انگریزوں نے اس وقت ہماری قدر کی جب ہم نے کئی سو جانیں گنوا دیں۔"

"30 دسمبر۔ آخرکار فرانس۔ لیکن یہ گھوڑوں کی جنگ نہیں۔ اس میں تو فوجی مورچوں اور خندقوں میں پیٹ کے بل رینگتے ہوئے چوہے لگتے ہیں۔ دشمن کی آرٹلری اتنی قریب ہے کہ اس کے گنرز توپوں میں گولے ڈالتے صاف دکھائی دیتے ہیں اور ہمارے خوبصورت گھوڑے سپلائی ویگنوں کو کھینچنے کے کام آ رہے ہیں۔"

جنگ یورپ کے میدانوں میں ہو رہی تھی لیکن قلعے کے در و دیوار بھی اس سے ناآشنا نہیں تھے۔ ایک کمرے کی پوری دیوار جنگ کے نقشوں سے بھری ہوئی تھی۔ جن پر یورپی جنگ کے بڑے بڑے مرکزوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ایک اور کمرے میں آویزاں بڑے بڑے چارٹوں پر سینا پتی ہندوستانی بادشاہوں کے فوجیوں کے کارناموں کو نشان زد کرتا تھا۔ ایک کلرک صرف اس کام پر متعین تھا کہ دہلی سے ٹیلی گراف پر پیغامات وصول کرے۔ مہاراجہ جے سنگھ دفاتر معتمدی سے واپسی پر روزانہ ان پیغامات کا مطالعہ کرتا تھا۔

ایک بڑے کمرے میں مہاراجہ اور سینا پتی جنگی امور پر تبادلہ خیال کرتے تھے اور جیہ دن بھر کی وہ رپورٹ تیار کرتی تھی جو اسے زنان خانے کی عورتوں کو سنانی پڑتی تھی۔

مہارانی نے جنگ میں اپنا حصہ یوں ادا کیا تھا کہ وہ دن بھر بالمیر کی مہارانیوں کے مندر میں پوجا پاٹ کرتی اور بالمیر لانسرز کی وجے کے لئے پرارتھنا کرتی۔

"فروری 1915ء..... بے چارے گھوڑے' بالکل ہماری طرح کیچڑ اور برف سے نفرت کرتے ہیں۔ گذشتہ روز ہندوستانی شاہی فوجی دستوں کی ڈریس پریڈ ہوئی۔ اس وقت فوجیوں کا جوش دیدنی تھا جب فیلڈ مارشل سرجان فرنچ نے تقریر کے دوران ہندوستانی زبان کے چند جملے بولے۔ وہ اس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ برطانوی فوجوں کے کمانڈر انچیف نے بھی ہندوستانی فوج کی قیادت کی ہے۔"

"مارچ 1915ء..... آخرکار ہم اگلے مورچوں کی طرف جا رہے ہیں..... مزید نہیں لکھ سکتا..... آدمیوں کو پوپیرز جانے کے لئے تیار کرنا ہے۔"

اس خط کے بعد ٹکا کی جانب سے خاموشی چھا گئی۔ ٹیلی گراف پر ملنے والے پیغامات نے صورتحال مزید خراب کر دی۔ جنگ ایک نئی اور خوفناک سمت کو جا رہی تھی۔ فضا سے فوجوں پر بمباری کے لئے ہوائی جہاز استعمال کئے جا رہے تھے۔ جرمنوں نے انگریزوں کے

بخئے ادھیڑ دیئے تھے۔ وہ ٹینک اور مارٹر توپیں استعمال کر رہے تھے جبکہ ایک نئی گن جسے بگ برتھا کہا جاتا تھا اس نے فوجیوں کی صفیں کی صفیں تباہ کر دی تھیں۔

جنگ کی صورت حال بگڑی تو مہارانی کی دن کی پوجا کے ساتھ ساتھ رات کی پوجا بھی شروع ہو گئی۔ مہارانیوں کے مندر میں مہارانی کا بستر بچھا کر دروازے مقفل کر دیئے گئے۔ جیہ جانتی تھی کہ ان بند دروازوں کے پیچھے اس کی ماں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لئے دیوتاؤں کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھی ہے۔

مئی کا مہینہ آ گیا اور گرمیوں میں شدت آنے لگی' لیکن ٹکا کی جانب سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ ایسے میں ایک روز بیرن' جیہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"مہارانی کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ' شہزادی وہ ایک ایسی عورت سے ملنے رہی ہیں جو صحرا کے اختتام پر ایک غار میں رہتی ہے۔"

"ماں اس عورت کو یہاں کیوں نہیں بلوا لیتیں؟"

"مہارانی نے بارہا اس عورت کو بلوایا ہے' لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔ ستی' ماتا کہلاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہے لیکن جب اسے ا شوہر کے ساتھ ستی ہونے سے روک دیا گیا تو اس نے جوگ لے لیا۔" بیرن نے سر گھما ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی اس کی باتیں سن تو نہیں رہا "وہ پچھلے بیس سالوں سے جلتی گھاٹوں اور سڑی ہوئی لاشوں کے پار بنارس میں رہتی ہے کہتے ہیں کہ وہ مرے ہوئے کا گوشت کھاتی ہے۔"

"لیکن ہمارا اس سے ملنا کیوں ضروری ہے؟"

"کیونکہ اس کے پاس بہت سی قوتیں ہیں۔ شہزادی اور مہارانی صاحب...." بیر آواز ڈوب گئی۔

"بولتی رہو۔"

"مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے' شہزادی' لیکن آپ کی والدہ جادو ٹونے اور غیر فطری قو بے حد یقین رکھتی ہیں اور ان کے برت بھی بے حد خوفناک ہیں' میں ڈرتی ہوں کہ ان کے ذہن...."

لیکن جب جیہ پردے لگی ہوئی رولس رائس میں اپنی ماں کے برابر بیٹھی تو اسے کی آنکھوں میں دیوانگی کی کوئی جھلک دکھائی نہ دی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی تھی لیکن بے قرار انگلیاں مسلسل گلے میں پڑی مالا سے کھیل رہی تھیں۔ آواز

تھراہٹ نہیں تھی بلکہ لہجہ معمول کے مطابق تھا۔ شیشے کے پارٹیشن کی دوسری جانب بڑا خواجہ سرا ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا پردہ تھا جسے وہ کار سے اترتے وقت مہارانی کے سامنے تان دیتا تاکہ وہ لوگوں کی گستاخ نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں۔

کار دارالحکومت کی تنگ گلیوں سے نکل کر جنوب کی سمت چل دی۔ جلد ہی آبادی پیچھے رہ گئی اور ان کا سفر دیہی علاقے میں شروع ہو گیا۔ بادشاہت کی جنوبی سرحدیں آراولی کے پہاڑی سلسلے تک پھیلی ہوئی تھیں جن کے دامن میں قدیم قلعے اور مندر بنے ہوئے تھے۔

پہاڑی علاقے کی ٹیڑھی میڑھی سڑک پر ایک جگہ بڑے خواجہ سرا نے کار رکوا دی۔ پہلے وہ دروازہ کھول کر نیچے اترا اور اس کے بعد مہارانی نے زمین پر قدم رکھے۔ خواجہ سرا نے پردہ مہارانی کے سامنے تان دیا تاکہ ڈرائیور اسے دیکھ نہ پائے۔

ان کا سفر بلندی کی طرف جاری تھا۔ اوپر سورج چمک رہا تھا جس کی وجہ سے جیہ خاصی گرمی محسوس کر رہی تھی۔ چڑھائی کی وجہ سے اس کی سانس بھی پھول رہی تھی لیکن مہارانی سورج کی تپش اور راستے کی مشکلات سے بے پروا مسلسل آگے بڑھ رہی تھی۔

سفر کا اختتام پیلی اینٹوں سے بنے ایک شمشان گھاٹ پر ہوا تھا۔ پیلا رنگ ستی کی نشانی تھا۔ گھاٹ کے متصل ایک مقبرہ نما عمارت تھی۔ مہارانی نے اپنے جوتے اتارے اور ننگے پاؤں مندر کی بوسیدہ اور ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں چڑھنی شروع کر دیں۔

جیہ' مہارانی کے پیچھے تھی۔ چمکتی ہوئی دھوپ کے بعد مقبرے کی نیم تاریکی اسے نعمت سے کم محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوئیں تو بہت سے چمگادڑ چھت سے لٹکے دکھائی دیئے۔ چھت ٹوٹی پھوٹی تھی اور کئی جگہ سے اینٹیں اکھڑ کر نیچے گری ہوئی تھیں۔

مہارانی ایک دروازے پر پڑا ہوا کسی جانور کی کھال کا پردہ اٹھا کر دوسری سمت چلی گئی تو جیہ نیم تاریک مقبرے میں چمگادڑوں اور بندروں کے ساتھ تنہا رہ گئی۔ کوئی چیز جو گیلی تھی' جیہ کے پیروں سے لپٹی تو وہ چیخی اور بھاگتی ہوئی پردہ اٹھا کر دروازے کی دوسری سمت چلی گئی۔ وہ اتنی بدحواس تھی کہ دوسری سمت صحن میں آم کے ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی عورت کی گود میں جا گری جس نے لباس کی جگہ شیر کی کھال پہن رکھی تھی۔

عورت نے قہقہہ لگایا۔ یوں لگا جیسے ہڈیوں کے بہت سے پنجر تیز ہواؤں میں آپس میں

ٹکرا گئے ہوں۔ وہ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ لوہے کا ایک تیر اس کے پہلو میں زمین پر گرا ہوا تھا۔ اس کے کھلے بال زمین تک پہنچ رہے تھے اور ایک ٹوٹے ہوئے ناریل کا پانی ٹپک ٹپک کر انہیں بھگو رہا تھا۔

گود میں گرنے سے جیہ کا چہرہ عورت کے شانوں کے عین اوپر تھا۔ ایک ہی لمحے بعد دوسری چیخ جیہ کے حلق سے آزاد ہو گئی۔ عورت کے پیچھے ایک شیش ناگ بیٹھا تھا جو اپنی لمبی سرخ زبان سے ناریل کے پانی سے بھیگے ہوئے بالوں کو چاٹ رہا تھا۔

عورت نے اپنی استخوانی انگلیوں سے جیہ کے گال تھپتھپائے "کاش تم اس خوف کا اندازہ کر سکو جو تمہیں اپنی زندگی میں درپیش ہے۔ یہ خوف اس بے ضرر سانپ کی دہشت سے کہیں زیادہ ہے....." اس نے جیہ کا ہاتھ پکڑا اور سانپ کے نزدیک رکھ دیا۔ ناگ فوراً آگے بڑھا اور اس کا لجلجا جسم جیہ کی کلائی سے لپٹ گیا۔ اس کی دوشاخہ زبان اب جیہ کی کائچ کی چوڑیوں کو سہلا رہی تھی۔

عورت کی سیاہ آنکھوں کی کشش نے جیہ کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"اپنے خوف کا جائزہ لو بیٹی! بس اسی طرح تم اپنے اندر حوصلہ پیدا کر سکتی ہو جو تمہاری جنس سے بے پروا ہو کر اس خوف کے ختم ہونے کا سبب بنے گا۔"

"ہم نے اس کے والد کو متنبہ کیا تھا۔" مہارانی بے قراری سے بول اٹھی۔ "ہم نے انہیں بتایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کی تربیت ایک مرد کی حیثیت سے کر رہے ہیں۔"

عورت نے مہارانی کی بے قراریوں یا اس کے الفاظ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ "صرف چند لوگ ہی تمہاری برتری اور اعلیٰ حوصلگی کو سمجھ پائیں گے۔ اس لئے تمہارے اندر اتنا حوصلہ اور ہمت ہونی چاہئے کہ تم اپنی بانجھ زندگی کسی اور کے سہارے کے بغیر گزار سکو۔"

"بانجھ زندگی" مہارانی تقریباً چلا اٹھی۔ "کیا ہماری بیٹی بانجھ ہے؟"

"خود کو پریشان مت کرو' مہارانی صاحب" عورت نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "تمہاری بیٹی کی شادی ہو گی اور یہ ایک بیٹے کی ماں بنے گی۔"

"ہم نہیں سمجھتے کہ دیوی اس قدر ظالم ہو گی بہرحال اس کی شادی کس سے ہو گی؟"

"ایک بہادر اور عظیم شخص سے!"

"کوئی حکمران بادشاہ؟"

"ایک عظیم اور قدیم تلوار۔"

مہارانی کے چہرے پر پھر تشویش کے سائے لہرانے لگے۔ "کیا ہماری بیٹی کسی بوڑھے مہاراجہ کی تیسری یا چوتھی بیوی بنے گی؟ اس کے والد ایسی کسی شادی پر رضامند نہیں ہوں گے۔"

ستی ماتا نے زور زور سے نفی میں سرہلایا۔ اسے تواتر کے ساتھ کئے جانے والے یہ سوالات پسند نہیں آئے تھے وہ جیہ سے مخاطب ہوئی تھی۔ "تمہاری خواہشیں ابھی نوجوان ہیں' لڑکی..... شادی' جوانی اور طاقت..... لیکن یہ سب کچھ موت سے پہلے گرد کے کسی طوفان کی طرح گزر جاتا ہے۔ میں نے بیس سال بنارس میں مقدس دریا کے کنارے گزارے ہیں۔ میں نے بیٹیوں کو اپنے باپوں کے سرتن سے جدا کرتے دیکھا ہے۔ میں نے وہ عورتیں بھی دیکھی ہیں جو اپنے شوہروں کی چتا میں کودنے کے لئے باقاعدہ لڑا کرتی تھیں۔ میں نے ایسے پجاریوں کو بھی دیکھا ہے جو انسانی لاشوں سے کسی گدھ کی طرح گوشت نوچ نوچ کر کھاتے ہیں تاکہ ان کی شکتی میں اضافہ ہو سکے۔"

"مگر تمہارا نام..... لوگ تمہیں بھی تو ستی ماتا کہتے ہیں کیونکہ تم نے بھی اپنے شوہر کی چتا میں جل مرنے کی کوشش کی تھی؟" جیہ کا لہجہ سوالیہ تھا۔

ستی ماتا نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "ستی کا خطاب اس عوت کو نہیں دیا جاتا جو خود کو چتا میں جلا کر راکھ کر لے۔ یہ تو کسی عورت کی پاک دامنی اور پارسائی کا خطاب ہے اور عظیم پارسائی' صبر و استقامت اور حوصلہ ہے میری بیٹی! مجھے اس لئے ستی ماتا کہا جاتا ہے کیونکہ میری گورو وہ پانچ ستی عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے شوہروں کی چتاؤں میں جلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اصل ستی تو یہ ہے کہ محافظ کے مرجانے کے بعد بھی آپ' اپنے کو زمانے کی آلودگیوں سے محفوظ رکھیں۔" وہ چند ثانیئے رکی اور پھر گویا ہوئی۔ اس بار اس کی مخاطب مہارانی تھی۔ "تمہیں بھی ستی ماتا کے نام سے یاد کیا جائے گا' مہارانی۔ بہت جلد قلعہ بالمیر کے نقارے تمہاری نگاہوں کے سامنے ٹوٹ جائیں گے۔"

"بالمیر کے نقارے صرف اسی صورت ٹوٹ سکتے ہیں کہ دشمن بالمیر کو فتح کر لے۔ تم اشاراتی زبان میں گفتگو کرتی ہو اس لئے میں تمہاری باتوں کو سمجھ نہیں پاتی۔ براہ کرم کوئی ایسا طریقہ بتا دو کہ میں ان واقعات سے نمٹ سکوں۔"

مہارانی' عورت کے قریب ہو کر بیٹھ گئی۔ اسے یہ فکر نہ تھی کہ شیش ناگ کا رخ اب اس کی سمت ہو چکا ہے۔

"ہمارے تمام تر اقدامات عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہوتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ

دیوی ہم پر رحم کرے گی۔ مجھے کوئی ایسا منتر بتا دو جس سے دیوی کی ناراضگی ختم کی
سکے۔"

مہارانی کو ٹوٹا دیکھ کر جیہ کو حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا' لیکن مہارانی اس سے بھی
پرواہ تھی۔

"کیا تم بچی ہو مہارانی!" عورت کے پہلے جملے کے ساتھ ہی مہارانی کی رنگت پیلاہٹ
شکار ہو گئی تھی۔ "جو تم دیوی دیوتاؤں اور منتروں پر اعتقاد رکھتی ہو۔"

مہارانی آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا سر عورت کے سامنے جھکا دیا۔ "یہ الف
صرف وہی بول سکتا ہے جس نے انتہائی منزلیں سر کر لی ہوں' لیکن میں تو ایک عام
عورت ہوں۔" مہارانی شاید اتنی ٹوٹ گئی تھی کہ اس کا انداز گفتگو بدل گیا تھا۔ وہ ہم
میں پر آ گئی تھی۔ "میرا بیٹا ایک دوسری قوم کی جنگ لڑنے گیا ہے۔ میرا شوہر اپنے ہی
میں اپنی وزارتی کونسل کے ہاتھوں یرغمال ہے۔ تم کہتی ہو کہ ہماری آنکھوں کے سامنے با
کا نقارہ ٹوٹ جائے گا۔ تمہارے الفاظ سے موت کی بو آتی ہے۔" آنسو مہارانی کی آنکھ
سے گر رہے تھے۔ ناگ نے ان آنسوؤں کو پینا شروع کر دیا۔ "مجھے تمہاری مدد کی ضرو
ہے ستی ماتا! میں تمہاری منت کرتی ہوں مجھے کوئی ایسا منتر دے دو' جس سے میں اپنے گھ
ٹوٹتی دیواروں کو بچا سکوں۔"

ستی ماتا نے ایک طویل سانس لی اور دعائیہ انداز میں دایاں ہاتھ بلند کر دیا۔ "تم نے
پر اصرار کیا ہے' سو میں تمہیں منتر ضرور دوں گی۔ اس منتر سے تمہارا خوف یقیناً دو
جائے گا۔ مہارانی صاحب.... رام نام ست ہے.... رام نام ست ہے.... رام نام...."

"یہ تو موت کا منتر ہے' ستی ماتا!" مہارانی چلا اٹھی وہ جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو
ہمارے گھر کی بنیادیں گرتی ہیں تو گر جائیں' لیکن ہم وہ منتر کبھی نہیں پڑھیں گے جو
والے کی بیوی اس کی ارتھی پر پڑھتی ہے۔ ہم جے سنگھ جی کی بیوی ہیں اور ان کی
حیثیت سے کبھی زندہ نہیں رہیں گے۔ ہم بدوا نہیں بنیں گے۔" جیہ کو یقین نہیں
اس کی ماں نے اپنے شوہر کا نام لیا ہے' کیونکہ راجپوت عورتیں مر جاتی تھیں' لیکن
نام ہونٹوں سے ادا نہیں کرتی تھیں۔ "ہم بالمیر کی مہارانی ہیں۔ اپنے عظیم پیش رو
طرح ہم بھی یہ منتر پڑھنے سے پہلے خود کو جلا کر راکھ کر لیں گے۔"

مہارانی کے غصے سے عورت جھلا اٹھی۔ "تم نے بھی تو کھلونے کے لئے بچے کی
طرح ہم سے موت سے بچنے کے منتر کا مطالبہ کیا تھا۔ اپنے منتر کو دہراؤ' تمہیں اس

مطلب سمجھ میں آ جائے گا۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ شاید وہ مراقبے میں چلی گئی تھی۔ کوبرا اب اس کے عریاں
گھٹنے پر سرسرا رہا تھا۔ خاموشی کا وقفہ ذرا سا طویل ہو گیا' لیکن ایک بار پھر عورت کے ہونٹ
وا ہوئے اور سرسراتی ہوئی آواز اس کے حلق سے آزاد ہونے لگی۔ "رام نام ست ہے....
رام نام ست ہے.... رام نام ست ہے.... شانتی.... شانتی...."

ملاقات ختم ہو چکی تھی لیکن واپسی پر بھی جیہ کے کانوں میں ایک ہی آواز گونج رہی
تھی۔ "رام نام ست ہے.... رام نام...."

جنگ شروع ہونے کے دس ماہ بعد شاہ جارج پنجم نے پہلی بار ریڈیو پر برطانوی
بادشاہت سے خطاب کیا۔ شاہ کی تقریر اس خواب پرست ریڈیارڈ کپلنگ کی لکھی ہوئی تھی
جسے ایک مرحلے پر یقین تھا کہ اس کی محبوب ہندوستانی فوج کے وفادار کالے فوجی اور شاندار
برطانوی افسر ترقی یافتہ بادشاہت کے لئے متمدن دنیا کی حفاظت کریں گے۔

کپلنگ جیسے مہذب اور متمدن دنیا کے متوالے شخص کی تقریر میں ان لاکھوں ہزاروں
فوجیوں کا کوئی ذکر نہ تھا جنہیں جنگ کے پہلے تین ماہ کے دوران فلنڈر کی دلدلوں میں گائے
بھینسوں کی طرح ذبح کر دیا گیا تھا۔ ذبح ہونے والے ان تمام فوجیوں کا تعلق برطانوی شاہی
فوج سے تھا۔ تقریر میں انور پاشا کی فوج کے ڈھائی لاکھ ترکوں کا بھی کوئی حوالہ نہ تھا جو
افغانستان کے راستے ہندوستان فتح کرنے سے قبل روسی تیل کے کنوؤں پر قبضے کی کوشش
میں مارے گئے تھے۔ نہ ہی آسٹریلیا' نیوزی لینڈ کے ان دستوں کا نام لیا گیا تھا جو انزاک کی
کھوہ کے سامنے فخریہ انداز میں آئے تھے لیکن مشین گنوں سے بھون ڈالے گئے۔ یہ گیلی
پولی میں پانچ لاکھ افراد کے قتل عام کا پہلا حصہ تھا۔ کپلنگ کی تقریر دیر ڈن میں مرنے
والے دس لاکھ نازیوں یا سوی یا قط العامرہ میں ذبح ہونے والے ہزاروں برطانوی نوی فوجیوں
کے ذکر سے خالی تھی۔

شاید کپلنگ ایک اچھا شاعر تو تھا لیکن ایک اچھا نثر نگار نہ بن سکا ہو یا ممکن ہے اس
وقت تک انگریزی زبان میں ایسے الفاظ نہ بن چکے ہوں جو قتل و غارت گری کے ان
واقعات کا احاطہ کر سکتے۔

حتیٰ کہ لارڈ کچنر جس نے کپلنگ کی محبوب ہندوستانی فوج کی سربراہی کے لئے لارڈ
کرزن سے باقاعدہ جنگ لڑی تھی اس قتل عام پر چیخ اٹھا تھا۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ یہ ہو
گا" اس نے برملا کہا تھا۔ "یہ جنگ نہیں قتل عام ہے۔"

"جرمن ہمارے خلاف زہریلی گیس استعمال کر رہے ہیں۔" ٹکا نے پوپیرز سے تحر
کیا۔ لیکن ہمارے پاس چونکہ گیس ماسک نہیں تھے اس لئے ہمیں پیشاب سے بھیگے ہو
رومال اپنے چہروں پر رکھنے پڑے تھے۔"

"آپ کو یاد ہے جب برطانویوں نے بالمیر لانسرز کو اصل جنگی ہتھیاروں کے سا
تربیت دینے سے انکار کر دیا تھا تو آپ کو بے پناہ غصہ آیا تھا۔ کیونکہ انہیں خوف تھا کہ
اپنے ہتھیار دہلی پر آزمائیں گے۔" ٹکا نے ایک اور خط میں مہاراجہ کو یاد دلایا۔ "اور ا
یہاں پر ہتھیاروں کی اس قدر کمی ہے کہ ہم نے جیلی کی خالی بوتلوں اور پٹرول کے ڈ
سے دستی بم بنائے ہیں۔ خاردار تاروں کو اڑانے کے لئے کھوکھلے پائپوں میں بارود بھر
استعمال کرتے ہیں۔ برطانوی فوجی افسر اسے بنگلوری تارپیڈو کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ہم کئی
ایک ساتھ پھینکتے ہیں۔ تاکہ جرمنوں کو دھوکہ دے سکیں کہ ہمارے پاس توپیں موجود ہیں۔"

جے سنگھ خود کو بے بس سمجھنے کے باوجود گھنٹوں محل کی لائبریری میں بیٹھا یورپ
فوجی توازن کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ طویل و عریض کمرے کے آخری سرے پر بیٹھی جیہ را
گورو کی ہدایات یاد کرتی رہتی تھی لیکن کن انکھیوں سے وہ اپنے والد کو گھنٹوں میز پر
دیکھتی رہتی۔ جیہ کو مہاراجہ کی سفید داڑھی ہلتی دکھائی دیتی رہتی لیکن وہ نہیں جانتی تھی
اس کے والد سامنے رکھی کھلی کتاب سے کیا پڑھتے ہیں۔

ٹکا کے خطوں سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ توپوں یا کتابوں سے جنگ ختم نہیں
سکتی۔ "جیمس آسبرن کی رجمنٹ ہم سے نیو دہلی کے مقام پر آ ملی ہے' کیا ملاقات تھی؟ لو
اتنی تیزی سے مر رہے ہیں کہ زندہ افراد کو دیکھ کر حیرت کا شدید جھٹکا لگتا ہے۔ ہم
اب مورچوں کی لڑائی کے ماہر ہو گئے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ جرمن ہم پر گ
فائر کرنے والے ہیں تو ہم فوراً کسی خندق یا کھائی میں کود جاتے ہیں۔"

اکتوبر میں اس نے لکھا۔ "کیپٹن آسبرن' جیمس اور میں' اپنے ہوائی جہازوں کو دیکھ
رہے تھے کہ تین جرمن فوکر طیاروں نے حملہ کر دیا۔ کیپٹن آسبرن کا گھوڑا بدک گیا
سوار کو گرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جرمن طیارے ہمارے اردگرد ایک سو بیس پونڈ وزنی
رہے تھے اور ہمیں دھوئیں کی چادر میں سے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیپٹن
شدید زخمی تھے اور ان کے زخموں سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ بم کے ایک ٹکڑے
کا حلق چیر ڈالا ہے۔ فیلڈ اسپتال کے ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔"
مہاراجہ نے کیپٹن آسبرن کی یاد میں ریاست کے لئے ایک روزہ سوگ کا اعلان کر

نے اس کے بیٹے کو تعزیت کا ایک خط روانہ کیا۔

موسم سرما میں جنگ کی عمر اٹھارہ ماہ ہو گئی۔ لائبریری کے نیچے کمروں میں کام کرنے
لے کلرک اب بھی جنگ کی تفصیلات جمع کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے دنیا
ں ہونے والی تبدیلیوں کے پیش نظر اپنے کوڈ ایجاد کر لئے تھے۔

روس ایک ایسا ٹوٹا ہوا انڈہ تھا جسے سیاہ لبادے میں ملبوس پادری کے ہاتھ میں تھما دیا گیا
ا۔ افریقہ ایک ایسا ننگا جنگ جو تھا جس نے اپنے دو ہاتھوں میں دو جھنڈے تھام رکھے تھے
ن میں ایک برطانیہ اور دوسرا جرمنی کا تھا۔ ترکی ایک پھٹی ہوئی کتاب تھی جس کے صفحے
ی میں گر رہے تھے۔ ان میں سے ایک صفحے پر بدوین عرب کی تصویر تھی جس کے بادشاہ'
اہ ابن سعود نے برطانویوں کے ساتھ اتحاد کا اعلان کیا تھا۔

جے سنگھ متعدد بار جیہ کی پڑھائی کا سلسلہ منقطع کروا دیتا تاکہ راج گورو کے نام میجر ویر
نگھ کی رپورٹس پہنچا سکے۔

"علاقے میں موجود تمام درخت کاٹ دیئے گئے ہیں اور تپش سے بچنے کے لئے فوجی
ی سے بھرے ہوئے ندی نالوں میں کود رہے ہیں ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے صرف چار
دی مارے گئے ہیں لیکن پہلی بار لانسرز موت سے خوفزدہ دکھائی دے رہے ہیں اور ہاں
ں مرنے والوں کی چتائیں جلانے کے لئے لکڑی بھی دستیاب نہیں۔"

"گیتا میں لکھا ہے کہ ہر شخص کو اپنے فرائض ادا کرنے دو۔" بوڑھے گورو نے دور
ہیں دور خلاؤں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن ہم اپنے فرائض سے آگاہ نہیں بابا۔" جے سنگھ چیخ اٹھا تھا۔ "جب آسمان سے
ت برسنی شروع ہو جائے تو بہادر کا فرض کیا رہ جاتا ہے؟ جب بم اور بارودی سرنگیں
یت تباہ کر دیں تو کاشتکار کیا کرے؟ جب کارخانے ہی موت بنانے لگیں تو تاجر کا فرض کیا
ہے گا؟"

راج گورو کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

1917ء کے موسم گرما میں یوں محسوس ہوا کہ دیوی دیوتاؤں نے مہارانی کے برتوں
ا پوجا پاٹ کا جواب دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ٹکا کیمبرائے میں زخمی ہو گیا تھا۔

بیرس کے اسپتال سے ٹکا نے لکھا۔ "جب ہم بولی کورٹ سے نومین لینڈ میں داخل
ئے تو برف کی صورت حال اتنی خراب تھی کہ ہم پیدل آگے بڑھنے پر مجبور ہو گئے۔
گھوڑوں کی باگیں ہمارے ہاتھوں میں تھیں۔ اچانک ہی ایک جانب.... تباہ شدہ ٹینکوں کی آڑ

سے مشین گن سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ ہمیں بہت دیر سے احساس ہوا کہ جرمن، شدہ ٹینکوں کو ہمیں دھوکہ دینے کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ فائرنگ عقب سے بھی شر ہو گئی۔ ممکن تھا کہ ہم کراس فائرنگ میں بری طرح مارے جاتے کہ برف کا طوفان شروع گیا۔ تب ہم نے قسم کھائی کہ اب کبھی برف کو برا بھلا نہیں کہیں گے ہماری کارروائی جیکب ہارس کے ایک نوجوان کو ملٹری کراس دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں پرنس پرتاپ بھی اسی اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ وہ مجھے بچانے کے لئے دشمن کی تاروں کے نیچے گھس اور آخر کار مجھے واپس اپنی لائنز میں لے آیا۔ مجھے جب بھی ہوش آیا میں نے پرنس پر کو اپنے سرہانے موجود پایا۔ بالمیر لانسرز نے تو پرنس پرتاپ کو کسی دیوتا کا رتبہ دے ہے۔"

ٹکا کا خط پڑھتے ہی جیسے مہارانی کو موقع مل گیا۔ "سیرپور والوں نے ہم پر ایسا احسا ہے جس کا بدلہ ہم زندگی بھر کبھی نہیں چکا پائیں گے۔ پرنس پرتاپ نے ٹکا کی زندگی ہے۔" وہ جیہ کی طرف مڑی.... "اب تمہیں اس شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔"

"کیا آپ کے بیٹے کی زندگی آپ کی بیٹی کے ساتھ منسلک ہے؟" مہاراجہ نے اس کیا۔

"لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ جیہ سیرپور میں خوش رہے گی۔ شیر دل مہارانی اس طر اتحاد کی خواہش مند ہیں وہ لڑکی کو بے حد خوش رکھیں گی اور اس کی حفاظت کریں گی۔"

"شوہر کو بیوی سے کون بچا سکتا ہے؟"

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے پرنس پرتاپ کوئی بلا ہو کیا بھول گئے کہ آپ کے بیٹے کی زندگی بچائی ہے؟"

پرنس پرتاپ جیسے مردوں کے لئے خطرہ تو ایک کھیل ہے۔ "مہاراجہ بھی شاید دینے پر مصر تھے۔ "وہ اس لئے حوصلہ مند ہے کیونکہ اس کی فطرت مہم جویانہ ہے۔"

"بے مقصد فلسفہ ہے یہ!" مہارانی نے اپنے شوہر سے اختلاف کیا۔ "وہ اور اس پرنس وکٹر ہمیشہ ٹکا پر مہربان رہے ہیں اب ٹکا اپنی زندگی کے لئے ان کا احسان مند آپ کو اور کیا ثبوت چاہئے کہ وہ لوگ جیہ کے ساتھ بھی اسی طرح مہربان رہیں گے"

"تب پھر وہ جیہ کے لئے اتنا جہیز کیوں مانگ رہے ہیں؟"

"یہ تو برطانوی راج کے خلاف آپ کے خیالات کی ضمانت ہے۔ اس کی قیمت یہ قیمت پہلے چکا رہا ہے۔ البتہ جیہ کے سلسلے میں ہم خوش قسمت ہیں کہ یہ قیمت

ں ہے' زندگی کی صورت میں نہیں۔"

مہاراجہ نے کندھے اچکائے' اس کا سر یوں سینے پر جھک آیا جیسے اپنی روح کے دیکھنے کی شش کر رہا ہو۔ ایک کونے میں بیٹھی ہوئی جیہ اپنے والد کی بے بسی محسوس کر رہی تھی۔

"ہم نے کبھی یہ نہیں چاہا تھا کہ ہمارے بچے ہمارے اعمال کی سزا بھگتیں۔ آپ جو بہتر ھتی ہیں کریں۔"

جیہ کے دماغ پر مہاراجہ کا جملہ کسی ہتھوڑے کی طرح برسا تھا۔ یہ اس کی توقع کے ف تھا لیکن فیصلہ بہرحال ہو چکا تھا۔

جیہ کی شادی کے بارے میں فیصلے نے مہاراجہ اور مہارانی کا ایک اختلاف گویا ختم کر دیا

مہاراجہ! اس فیصلے کے فوری بعد ہندوستانی بادشاہوں اور قوم پرست لیڈروں کے ایک یہ اجلاس میں شرکت کے لئے سکھ بادشاہت پٹیالہ روانہ ہو گیا۔ ہندوستان میں یہ اپنی یت کا پہلا اجلاس تھا۔

زنان خانے کی ہوا کا رخ بھی بدل گیا تھا۔ مہارانی کی دل چسپیاں اپنے بیٹی کی زندگی لے لئے پوجا پاٹ سے ہٹ کر سیرپور کی مہارانی کے ساتھ رشتہ داری کے معاملات پر مرکوز گئیں۔ اس نے مہارانی کو پیرس سے آنے والے اپنے بیٹے کے خطوط کی نقول بھی روانہ ا تھیں۔

ٹکا سے پرنس پرتاپ کی ملاقات اجڑی ہوئی آسٹرین بادشاہت کے ایسے شہر میں ہوئی ی جو مہاجرین سے بھرا پڑا تھا۔ تب تک جرمن' بالشویک لیڈر لینن کو ایک خفیہ ٹرین کے ریعے ماسکو بھیج چکے تھے۔ ٹکا کے خطوط سے یہ پتا چلا کہ پرنس پرتاپ سیرپور کے خزانے پر اری مالی بوجھ کا باعث کیسے بنتا ہے۔ ہر شب پرنس پرتاپ کم و بیش پچاس افراد کو رات کے ھانے پر مدعو کرتا تھا۔ پرنس پرتاپ کے تعلقات ہر شعبہ ہائے زندگی میں بے حد وسیع تھے۔

پرنس پرتاپ کے ساتھ رہ کر ٹکا نے فرانسیسی قحبہ خانوں تک رسائی حاصل کی۔ " رانسیسی ہوٹل کباریاز کے بارے میں بہت فخر کرتے ہیں۔ آپ تصور کر سکتی ہیں کہ وہ درے پر آئے ہوئے سربراہان مملکت کو بطور خاص یہ دکھانے لے جاتے ہیں۔ ایڈورڈ ہفتم نے جب ملکہ وکٹوریہ کو اس ہوٹل میں ٹھہرایا تو اس کے لئے ہندو روم بک کروایا۔ ملکہ اس کمرے کو دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی اور پرنس پرتاپ ہمیشہ اسی ہندو روم کی بکنگ پر اصرار کرتا ہے۔"

جیہ کو محسوس ہوا کہ اس کا بھائی تصورات کی دنیا میں رہ رہا ہے۔ دوسری جانب
مہارانی کے خطوط سے جیہ نے اندازہ لگایا تھا کہ پرنس پرتاپ کی شاہ خرچیوں سے ملک
خزانے پر پڑنے والے بوجھ کو اس کے جہیز کی دولت سے کم کرنے کی کوشش کی
ہے۔

جس دن جیہ کی شادی بیاہ کے انتظامات مکمل ہوئے اس روز ستی ماتا نے گیندے
پھولوں کا ہار جیہ کے لئے بھجوایا اور وہ پیش گوئی دہرائی کہ جیہ کی شادی ایک بہادر شخص
ہو گی۔ مہارانی کو اتنی خوشی پھولوں کے ہار سے نہیں ہوئی جتنا دکھ اسے یہ خبر سن کر
صحت یابی کے بعد ٹکا اپنی رجمنٹ میں واپس جا رہا تھا۔

جلد ہی سیر پور سے منگنی کے تحائف آنا شروع ہو گئے۔ بھاری آہنی صندوق
مخمل کی تہہ چڑھی ہوئی تھی زنان خانے کے بیرونی دروازے پر اتارے گئے۔ صندو
بھاری تھے کہ خواجہ سرا انہیں اٹھاتے اٹھاتے دہرے ہو گئے تھے۔

جب صندوق کھولے گئے تو جیہ اپنی والدہ کی بالکونی میں بے بسی کی تصویر
تھی۔ زنان خانے کی عورتیں ساڑھی کے بارڈر میں استعمال کئے جانے والے سونے
کا اندازہ لگا رہی تھیں۔ تحائف میں آنے والے زر و جواہر اور قیمتی پتھروں کو تیز
کے سامنے پرکھا جا رہا تھا کہ ان میں کوئی داغ تو نہیں۔

منگنی کے تحائف کے ساتھ ساتھ راج گورو کے پاس جیہ کی پڑھائی جار
مہاراجہ کو قلعے سے گئے ہوئے تین ہفتے ہوئے تھے کہ جیہ نے لائبریری کے نیچے
ایک کار رکنے کی آواز سنی اور پھر مہاراجہ اور مسٹر رائے گرد میں اٹے ہوئے کم
داخل ہوئے۔

خادم نے بڑھ کر مہاراجہ کو ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ مہاراجہ نے ایک گھونٹ لیا
گورو سے مخاطب ہوا۔ "گورو جی! ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ جب بڑی بڑی یورپی
ختم ہو رہی ہیں تو ہم جیسے چھوٹے ملکوں کا کیا ہو گا؟"

جیہ کو اپنے والد کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آئی تھی اس نے مہ
دیکھا لیکن وہ لاتعلق سا چھت کی کڑیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

"بہت سال پہلے لندن میں ہز ہائی نیس ڈنگرا نے ہمیں اس دنیا کے بارے
تھا جس کے بارے میں ہم جانتے تھے کہ وہ ختم ہو چکی ہے۔" مہاراجہ کی بات
"انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ خود کو نئے دور کے لئے تیار کریں مگر ہم نے ان کی

نہیں دی تھی۔ ہم نے برطانویوں کو بالمیر میں کارخانے لگانے اور ریلوے لائن بچھانے کی
زت دینے کے بجائے باقاعدہ ان کے ساتھ جنگ لڑی۔ مہارانی اودے پور کی طرح ہمارا
ا تھا کہ ایک بار ہم نے انگریزوں کی مشینوں اور ان کے اداروں کو اپنا لیا تو ہمیشہ کے لئے
پہان اور روح کو کھو بیٹھیں گے۔"

"پٹیالہ میں ہونے والی اس خفیہ کانفرنس میں ہم نے بیکانیر' بڑودہ' ٹراونکور' اور میسور
ت متعدد ریاستوں کے حکمرانوں سے ملاقات کی جنہوں نے اپنے ہاں پارلیمانی نظام حکومت
تجربہ کیا ہے۔ کئی قوم پرست رہنماؤں سے بھی ہماری ملاقات ہوئی اور اب یہ بات کھل کر
منے آ گئی ہے بلکہ ہم نے ذاتی طور پر اسے قبول بھی کر لیا ہے کہ ہماری بقا صرف اسی
رت ممکن ہے کہ ہم آزاد ملکوں کی حیثیت سے انگریزی اداروں کی تقلید کریں اور عوام کو
روبار حکومت میں شریک کریں۔" مہاراجہ نے ایک طویل سانس لی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے
ضی کا کوئی مشکل سوال حل کر لیا ہو۔ "ایک عرصے تک ہم نے اس حقیقت کو تسلیم
نے سے انکار کیا ہے کہ ایک جنگجو کی حیثیت سے ہمارا دھرم ختم ہو چکا ہے آپ خود ہی
یں بھلا اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا؟ لیکن اب اسے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ دھرم سے
نائی حاصل کئے بغیر کوئی شخص کاروبار حکومت نہیں چلا سکتا۔"

راج گورو نے گہری دلچسپی کے ساتھ مہاراجہ کی باتیں سنی تھیں اور جب وہ بولا تو یوں
وس ہوا جیسے کسی بچے کو سمجھا رہا ہو۔

"آپ تبدیلیوں کے لئے انگریزوں کو قصور وار کیوں ٹھہراتے ہیں' حکم! آپ اپنے دھرم
مطالعہ کریں۔ ہماری عظیم اور قدیم تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جن کی تقلید
فخریہ انداز میں کر سکتے ہیں۔ سماجی اور فلاحی بہبود کا وہ کونسا طریقہ ہے جو ہم نے نہیں
یا۔ ہمارا ماضی عظیم جمہوری حکومتوں سے روشن ہے۔ عالموں نے ملکوں کی حکمرانی کی ہے۔
دشاہتیں مقدس کتابوں کے احکامات کے تحت چلائی گئی ہیں۔ ہماری حکومتوں میں عوامی
ندوں کی شرکت کی روایت خاصی پرانی ہے آپ جانتے ہیں کہ پانچ دیہات کے بڑے
ڑھے اب بھی متفقہ طور پر بادشاہ کے احکامات پر عمل درآمد معطل کروا سکتے ہیں۔"

"اب ایسا نہیں ہے گورو جی!" مہاراجہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "برطانوی بادشاہت نے
ا رسم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ انگلینڈ صرف تحریری قوانین پر عمل درآمد پر یقین
لتا ہے۔"

"میرے خیال میں ہمارا دھرم اس سلسلے میں بہترین رہنما ثابت ہو گا۔" مسٹر رائے نے

پہلی بار گفتگو میں مداخلت کی تھی۔ "اس وقت برطانوی بادشاہت اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی
اگر آپ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر بالمیر کے لوگوں کے لئے کچھ کر گزریں تو کوئی نہیں
سکے گا کہ آپ نے اپنے دھرم سے انحراف کیا ہے۔"

جے سنگھ نے احسان مندانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ "مہاراجہ ڈنگرا کو کئی سال
آئینی بادشاہ منتخب کیا جا چکا ہے۔ ہماری رہنمائی کے لئے وہ یہاں آنے پر رضامند ہو
ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مسٹر رائے کے کزن ارون رائے جو ایک وکیل بھی ہیں بالمیر آ
ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ بالمیر کے لئے ایک آئین تشکیل دینے میں ہماری مدد کریں گے

اگلے پورے ماہ کے دوران مہاراجہ بالمیر کے نظام اور حکومت کی تبدیلی کے مو
میں مصروف رہا۔ اس نے صرف سیرپور کے پرنس پرتاپ کے ساتھ جیہ کی منگنی کی خو
تقریب میں شرکت کے لئے بہ مشکل وقت نکالا تھا۔

سیرپور کے تین پجاریوں نے اس تقریب کے لئے سیرپور کے محل کے باورچی
میں تیار ہونے والی مٹھائی طلائی تھالیوں میں رکھ کر بالمیر لانے کے لئے طویل سفر کی
صعوبتیں اٹھائی تھیں۔

سرخ اور سنہرے کپڑوں میں ملبوس جیہ کو جس نے نقاب اوڑھی ہوئی تھی زنانہ
کی عورتوں نے باہر صحن میں موجود ہاتھی دانت کے تخت پر لا بٹھایا تھا۔ جیہ نقاب کی
سے وہاں موجود حاضرین کا جائزہ لے رہی تھی۔

سیرپور کی مہارانی کی نمائندگی کرنے والے مہاپجاری نے ناریل سے بنی ہوئی
توڑی اور اسے جیہ کو پیش کیا۔ کافی دیر تک جیہ نے کوئی حرکت نہیں کی۔ خوف سے
اس کے ہاتھ سن ہو رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ ایک بار سیرپور کی مٹھائی نے اس کا
لیا تو پھر واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ مہارانی نے جیہ کے نقاب کا کونا اٹھایا اور
فرمانبرداری سے ہونٹ وا کر دیئے۔

لیکن جب مہاپجاری نے پرنس پرتاپ کی تصویر سے نقاب اٹھایا اور جیہ کو د
پپوٹوں اور بور مسکراہٹ کا حامل چہرہ دکھائی دیا تو اس کے منہ میں موجود مٹھائی چ
گولی میں بدل گئی۔

پرنس پرتاپ کی تصویر کو جیہ کے کمرے میں نمایاں جگہ دی گئی تھی۔ ہیرن ہر
کے لئے تازہ پھولوں کا ہار لاتی تاکہ جیہ اپنے ہونے والے شوہر کی سلامتی کے لئ
سکے۔ لیکن تنہائی میں جیہ کوشش کرتی تھی کہ تصویر کی طرف نہ دیکھے کیونکہ جا

موسم گرما کے باوجود اپنے جسم میں سردی کی ایک لہر سی دوڑتی محسوس ہوتی تھی۔

مہارانی کو جیہ کی منگنی سے بے حد مسرت ہوئی تھی اور مہاراجہ کے لئے یہ خبر بہت دل
ش کن تھی کہ ارون رائے اور مہاراجہ ڈنگرا بالمیر کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

اسی اثنا میں انہیں ٹکا کا اگلا خط بھی موصول ہوا تھا۔

"ہمیں پہلے ہی علم ہو گیا تھا کہ فیلڈ مارشل ہیگ' کیمبرائے پر حملہ کرنے والا ہے
منوں نے گھڑ سوار دستوں کو راستہ دینے کی غرض سے علاقے کے ہر گاؤں اور قصبے کو صفحہ
ستی سے مٹا دیا تھا اور اب اس علاقے کو آفت زدہ علاقے کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"20 دسمبر کی صبح کیمبرائے پر حملے کا آغاز ہوا۔ ہم لوگ سرپرتاپ آف جودھپور کی
یادت میں پانچویں انڈین کیولری ڈویژن کے ساتھ تھے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ
ں دوران سرپرتاپ نے کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ اس کی عمر 72 سال ہے اس
نے جرمن کیولری کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے اور یہ اسی کی قیادت تھی کہ ہم نے جرمنوں
ی پیش قدمی کو روک دیا تھا۔ یوں یہ بھی ہمارے لئے ایک اعزاز تھا کہ ہم نے تاریخ کی پہلی
ینکوں کی لڑائی میں بہ نفس نفیس حصہ لیا اور اس میں کامیابی حاصل کی۔"

"اور ہاں اب ہم لوگ یورپ سے روانہ ہو رہے ہیں تاکہ فلسطین میں جنرل ایمن کی
وجوں میں شامل ہو سکیں.... دعا کیجئے گا۔"

جلد ہی پورے ملک کو پتا چل چکا تھا کہ ٹکا اور اس کے لانسرز اس وقت ہندوستان سے
صرف ایک ہزار میل کے فاصلے پر موجود ہیں۔ دوسری طرف مہاراجہ کے مہمان بھی آ چکے
تھے۔ ان کی آمد سے بالمیر قلعے کی وہ رونقیں دوبارہ لوٹ آئی تھیں جو لانسرز کی یورپ روانگی
سے پہلے تھیں۔

جیہ اور زنان خانے کی دوسری عورتوں نے بالکونی سے دربار ہال میں اس خصوصی دربار
کی کارروائی دیکھی تھی جو وہاں راجہ نے اپنے مہمان مہاراجہ ڈنگرا کی آمد کی خوشی میں برپا کیا
تھا۔

جنوری کی سرد صبح کے پیش نظر ہال میں کوئلوں کی چھوٹی چھوٹی انگیٹھیاں جلائی گئی
تھیں۔ جن میں ذرا دیر بعد صندل کا برادہ چھڑک دیا جاتا تھا۔ اس لئے پوری فضا پر صندل
کی مہک چھائی ہوئی تھی۔

"ایک خوبصورت مشرقی آدمی!" ایک عورت کی آواز پر جیہ نے نیچے دیکھا۔ مسٹر رائے'
کلکتہ سے آنے والے اپنے کزن کے ہمراہ دربار ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ ارون کی طویل

قامت' ایک ریشمی شرٹ اور سفید رنگ کی دھوتی میں ملبوس تھی جبکہ چوڑے چکلے شانوں
بھورے رنگ کی ایک شال پڑی ہوئی تھی۔

"اس کے انداز شریف آدمیوں جیسے ہیں۔" مہارانی نے تبصرہ کیا۔ زنان خانے
عورتوں کو شاید اسی اذن کا انتظار تھا۔ وہ سب کی سب اس "شریف آدمی" کو دیکھنے کے
بالکونی کی جالیوں سے لپٹ پڑیں۔

وکیل ایک انگیٹھی کے قریب بیٹھا تھا۔ اس نے ایک حقے کی نے دانتوں تلے دبائی
ہولے ہولے کش لینے لگا۔ جیہ دوسری عورتوں کے ساتھ خود بھی اس کی ایک ایک حرکت
نظر رکھے ہوئے تھی۔

مسٹر رائے نے وکیل کو ایک کاغذ تھمایا تو اس نے شال کے نیچے ہاتھ ڈال کر کسی
سے ایک چشمہ نکال کر ناک پر جما لیا۔ کئی عورتوں کے حلق سے متاسفانہ آوازیں برآمد
تھیں۔

"دیوتا بھی کتنے ظالم ہیں!"

"اتنے خوبصورت آدمی کو اندھا بنا دیا۔"

ان کے تبصرے جیسے ہی ختم ہوئے۔ راجہ مان سنگھ دربار ہال میں داخل ہوا۔ اس
ہاتھ میں پکڑے ایک سنہرے گلدان سے سفید گھوڑے کی دم نکل کر زمیں کو چھو رہی
یہ مطلق العنان حکمرانی کا نشان تھا۔ اس کے پیچھے سینا پتی جنگ کا نشان یعنی مور کے پ
ایک گچھا لے کر ہال میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے وزارتی کونسل کے ارکان تھے۔ ا
ہاتھوں میں ہاتھی کا نقرئی سرگرمچھ کا نقرئی سر اور شیر کا نقرئی سر تھا۔ یہ سب حاکمیت پ
و اعتماد کی نشانیاں تھیں بالمیر کے وزیر اعظم کے سامنے منتظم اعلیٰ کا نشان یعنی سرخ ہاتھ

اور پھر مہاراجہ جے سنگھ کی آمد کا اعلان ہوا۔

"باادب باملاحظہ ہوشیار..... شاہ گراں عطا' صاحب لشکر آرا' بندہ فرخ سریر'
گیر' حاکم بالمیر مہاراجہ جے سنگھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔"

نگاہیں جھک گئیں اور دربار ہال میں موجود ہر شے ساکت ہو گئی اور مہاراجہ
ایک شان بے نیازی سے چلتا ہوا صدر دروازے سے نمودار ہوا اور شاہانہ چال چلتا
مخصوص گدی پر آ بیٹھا۔

اس کے نشست سنبھالنے کے باوجود عمائدین سلطنت اور دیگر درباری استاد
چوبدار کی آواز ایک بار پھر دربار ہال میں گونجنے لگی۔

"نگاہیں سجدہ ریز ہوں..... نگاہیں سجدہ ریز ہوں..... خسرو خسرواں' شاہ دلیراں' سالار
ہوش' شاہ فلک پوش' مہاراجہ ڈنگرا تشریف لاتے ہیں۔"

عورتوں نے ایک محرابی دروازے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے مہاراجہ ڈنگرا دربار ہال
داخل ہو رہا تھا۔

"یہ تو کوئی موٹی سیاہ بطخ لگتی ہے۔" ایک جانب سے نسوانی آواز سنائی دی۔

"مگر اس نے اتنے زیادہ ہیرے کیوں پہن رکھے ہیں؟" کسی اور نے سوال کیا۔

مہاراجہ ڈنگرا کا بیٹا اس کے پیچھے تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک عورت نے
کے کان میں سرگوشی کی۔

"دونوں بے شک ہیرے جواہرات سے لدے ہوئے ہیں لیکن دونوں بھینسوں کی جوڑی
س ہوتے ہیں۔"

"کم از کم بیٹے کا پھیلاؤ بھولنے کی چیز نہیں۔" جیہ نے دبے الفاظ میں گرہ لگائی۔

"اور اسی بھینسے کو چھوٹا کہہ کر بلایا جاتا ہے' حکم!" اسی عورت نے جیہ کی معلومات میں
نہ کیا۔ "کیا آپ یقین کریں گی؟"

"خاموش رہو۔" مہارانی کی ڈانٹ سنائی دی لیکن آواز سرگوشی سے بلند نہ تھی۔ "وہ
ے مہمان ہیں۔"

"لیکن حکم! ایک اتنے موٹے تازے آدمی کو چھوٹا کہہ کر کیسے بلایا جا سکتا ہے؟" جیہ
ں کو مخاطب کیا دوسری عورتوں نے سوال پر دبا دبا سا قہقہہ لگایا۔

"جیہ!" مہارانی کا لہجہ اس بار سخت تھا۔ "خاموش بیٹھو' ورنہ یہاں سے اٹھ کر چلی
" مہارانی کے چہرے پر ناگواری تھی۔ "مہاراجہ ڈنگرا کیا کہیں گے کہ ان کا استقبال محل
خواتین نے نہیں بلکہ رقاصاؤں نے کیا ہے۔"

جیہ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ خاموش رہنے کی یہی ایک صورت تھی۔ اس نے نگاہیں
جمالیں' جہاں اب معززین اس کے والد کو نذر گزار رہے تھے۔ یہ نذر طلائی سکوں کی
رت میں تھی۔ بہت سے تحائف مہاراجہ ڈنگرا اور اس کے بیٹے کی نذر بھی کئے گئے
۔ ارون رائے نامی وکیل اس کارروائی سے بے حد متاثر نظر آ رہا تھا اور بار بار اپنے کاغذ
چھ لکھتا جا رہا تھا۔

اور پھر راج گورو آشیر باد کے لئے جے سنگھ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بالکونی میں بیٹھی
عورتوں سمیت دربار ہال کا ہر شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پورے ہال میں صرف

راج گورو کی آواز گونج رہی تھی جو سنسکرت میں اشلوک پڑھ رہا تھا۔

اسی شام مہمانوں کے اعزاز میں ایک رنگا رنگ تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ شاہی حرم کے باہر کھلے حصے میں بالمیر کی بہترین رقاص لڑکیوں نے رقص سے مہمانوں کا جی بہلا لڑکوں کی ایک ٹولی نے بالمیر کا قومی "تلوار رقص" پیش کیا۔ مہاراجہ ڈنگرا نے شاہی حرم کے ساتھ بنے ڈرائنگ روم میں جانے سے قبل رقاص لڑکے اور لڑکیوں کو سونے کے کی تھیلیوں سے نوازا تھا۔

ڈرائنگ روم میں بچھے دیوان کے پاس حقے تازہ کر دیئے گئے تھے۔ جبکہ سر شدت کم کرنے کے لئے آتش دان میں صندل کی لکڑی جلائی گئی تھی۔ مہاراجہ ڈگ جیہ کو بہ اصرار اپنے برابر بٹھایا تھا۔ جیہ کی ہر ممکن کوشش تھی کہ وہ مہاراجہ ڈنگرا کی پیک سے رنگے ہوئے ہونٹوں کو نہ دیکھے جو دوران گفتگو کچھ اور موٹے نظر آئے۔

"ہندوستان کے لئے سیکرٹری آف اسٹیٹ پچھلے ماہ ڈنگرا آیا تھا۔" مہاراجہ ڈگ کمرے میں موجود لوگوں کو آگاہ کیا۔ "بقول اس کے برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستا بارے میں ایک قرار داد کی منظوری دی ہے او میرے خیال میں اس قرار داد کی منظو اشارہ ہے کہ انگریز ہوم رول فار انڈیا سے ملتا جلتا کوئی منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جنگ ک انگریز یقینی طور پر برطانوی ہند میں حکمرانوں کی کوئی کونسل یا اسمبلیاں قائم کریں گے۔"

ارون رائے بوڑھے حکمران کو دیکھ کر مسکرایا۔ "کئی سال سے برطانیہ' ہندو کینیڈا اور آسٹریلیا کی طرح داخلی خود مختاری دینے کا وعدہ کر رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وعدے کب پورے کرتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ 1915ء میں ساڑھے ب ہندوستانی' برطانیہ کے دفاع کے لئے رضاکارانہ طور پر محاذ جنگ پر گئے ہیں جبکہ د پونڈز کی امداد ہندوستان برطانیہ کو فراہم کر رہا ہے۔"

مسٹر رائے نے دخل اندازی کی۔ "یہ بات بھی ذہن میں رکھئے کہ 1915ء میں میں برطانیہ کے خلاف تحریک زوروں پر تھی۔ اور ہندوستانیوں نے انگریزوں کے طرح کا احتجاج بند کر دیا تھا۔ کسی پر بم سے کوئی حملہ نہیں ہوا اور نہ ہی کسی کو قتل کوشش کی گئی۔ اب اگر انگریز جنگ کے بعد ہمیں نمائندگی نہیں دیتے تو صورتحال قابو سے باہر ہو جائے گی۔ ہم آئر لینڈ کی طرح برطانیہ کے پڑوسی نہیں اس لئے فوجیں ہمیں کچل نہ سکیں گی۔"

"جنگ کے بعد ایک اور صورتحال ہماری منتظر ہو گی۔" مسز رائے نے کہا

کی جانب متوجہ ہو گئے۔ "انگریز مسلمانوں' ہندوؤں اور سکھوں کو ایک دوسرے سے لڑوانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس طرح شاہی ہندوستان کو برطانوی ہندوستان کے خلاف اکسایا جا رہا ہے لیکن ہم یہ سب نہیں ہونے دیں گے۔"

چھوٹے ڈنگرا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ انداز اعتراض کرنے کا تھا۔ "مسلمان پہلے ہی سکھوں سے رابطہ کئے بیٹھے ہیں اور یہ دونوں گروپ گاندھی سے اتحاد کی فکر میں ہیں جو انڈین نیشنل کانگریس کا سربراہ ہے۔"

"یہ گاندھی کون ہے؟" جیہ نے دریافت کیا۔

"ایک ننگ دھڑنگ اور کمزور انسان جو ہندوستانی عوام کو انگریزوں کے مقابلے پر لا کھڑا کرے گا۔" ارون رائے سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ "میرے الفاظ یاد رکھنا۔ وہ ہندوستان کے رہنے والوں کے موجودہ خوف کو حوصلے میں بدل دے گا۔"

مہاراجہ ڈنگرا نے قہقہہ لگایا تو اس کے ساتھ چوبی دیوان پر بھی جیسے زلزلہ اتر آیا تھا۔ "پہلے ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں میں تو حوصلہ پیدا ہونے دو۔ عوام کی باری تو بعد میں آئے گی بیٹے!" پھر وہ مہاراجہ جے سنگھ کی طرف مڑا۔ "ہمیں پٹیالہ میں ہندو قوم پرست لیڈروں سے ہونے والے اپنے خفیہ اجلاس کے بارے میں تو بتاؤ۔ جے!"

"ہم اپنے معاملات پر سے برطانوی اثر و نفوذ ختم کرنے پر متفق ہو گئے ہیں۔" مہاراجہ نے نہایت محتاط الفاظ کا انتخاب کیا تھا۔

ارون رائے نے مسکرا کر مہاراجہ جے سنگھ کو دیکھا "لیکن حکمران تو یقیناً برطانیہ کا ساتھ دیں گے۔"

"یہ ہماری مجبوری ہے مسٹر رائے۔" جے سنگھ نے ایک طویل سانس لی۔ "اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو اپنے تاج و تخت سے محروم ہو جائیں گے۔"

ڈنگرا نے جیہ کا گھٹنا تھپتھپایا۔ "تم بھی کچھ بولو بیٹی! ہماری بات چیت سے تمہارے ذہن میں بھی تو کچھ خواب پیدا ہوئے ہوں گے۔ یا ابھی...."

جیہ نے شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ سر اٹھایا۔ "ہمارے خوابوں میں تو اس وقت بحری جہاز ہیں' حکم! ہمارے بھائی اور ان کے لانسرز ان دنوں بحری جہازوں میں فلسطین کے سفر پر ہیں۔"

اگلے روز کاروں کا ایک قافلہ مہاراجہ جے سنگھ اور ان کے مہمانوں کو لے کر بالمیر کے دورے پر روانہ ہو گیا۔ دورہ کئی ہفتوں پر محیط تھا لیکن مہاراجہ اس عرصے میں بالمیر کے امور

مملکت سے دور نہ تھا۔ دارالحکومت اور مہاراجہ کے قافلے کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ جب بھی کوئی قابل اعتماد قاصد مہاراجہ کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوتا مہارانی وزارتی کونسل کے اجلاس اور راجہ مان سنگھ کی سرگرمیوں کی رپورٹیں اپنے شوہر کو بھجواتی۔ جیہ خود ان سربمہر لفافوں کو قاصد کے حوالے کرتی اور بعض اوقات اپنی طرف سے بھی چند الفاظ تحریر کرتی تھی۔

پھر ایک روز ایک قاصد مہاراجہ کا پیغام لے کر دارالحکومت پہنچا کہ جیہ بھی اس قافلے میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ جیہ' سینا پتی کے ہمراہ قلعے سے روانہ ہوئی سفر کا اختتام جنگل کے بیچوں بیچ بسائے گئے خیموں کے ایک شہر پر ہوا تھا۔

جیہ کو ایک خیمے میں پہنچا دیا گیا اور بتایا گیا کہ وہ فوری طور پر تیار ہو کر شکاری قافلے سے آ ملے۔ جیہ نے جلدی سے غسل کیا اور کپڑے بدل کر اس قافلے سے آ ملی جو ایک نالے کے کنارے اس کا منتظر تھا۔ اروِن اور چھوٹا ڈنگرا اس قافلے میں شامل تھے جیہ کو مہاراجہ جے سنگھ اور مہاراجہ ڈنگرا کہیں دکھائی نہ دیئے تھے۔

شکار کا سلسلہ رات تک جاری رہا اور اس مہم میں کئی جنگلی سور شکار کئے گئے۔

رات ہوئی تو آسمان پر پورے چاند نے ایک عجیب سماں باندھ دیا۔ سب لوگ خیموں کے بیچوں بیچ کرسیاں ڈالے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان کے قریب ایک الاؤ پر جنگلی سور بھونے جا رہے تھے۔ دو ملازم تھوڑے تھوڑے وقفے سے ابلتا ہوا پانی جنگلی سوروں پر ڈال رہے تھے۔

جیہ ان کے قریب پہنچی تو کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ وہ لوگ مسلسل سفید مونچھوں والے ایک شخص سے بات چیت میں مصروف تھے۔ وہ کوئی دیہاتی تھا۔ ذرا دیر بعد اس نے الاؤ پر بھونے جانے والے سور کی طرف اشارہ کیا۔

"دھاتی ہیرا' حکم! آپ کے آدمی اس ہیرے کو تلاش کرنا بھول گئے ہیں۔"

چھوٹا ڈنگرا اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ خاصا بے قرار دکھائی دے رہا تھا۔ "یہ دھاتی ہیرا کیا بلا ہے؟"

"شہزادی نے جس جنگلی سور کا شکار کیا ہے۔ وہ اتنا بوڑھا تھا کہ اس کے سر میں ہیرا ہونا چاہئے' حکم!" دیہاتی نے جواب دیا۔ "ایسا ہی ہیرا کبھی کبھی بوڑھے ہاتھی کے سر سے بھی نکلتا ہے۔ سمندر سے نکلنے والا کوئی موتی یا کوئی اور ہیرا اس دھاتی ہیرے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حکم!"

"یہ کس طرح کا ہوتا ہے؟"

"یہ چاند کی طرح چمکتا ہے' حکم! اور اس کی خصوصیات جادوئی ہوتی ہیں۔ شہزادی کے جنگلی سور کے سر میں یقینی طور پر ہیرا موجود ہو گا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر ہیرا مل گیا تو وہ شہزادی کی ملکیت ہو گا؟" چھوٹے ڈنگرا کی آواز سے ناامیدی جھلک رہی تھی جیہ نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ اروِن رائے نے اپنا بازو جیہ کی کرسی کی پشت پر رکھ دیا۔ اس نے بھی قہقہہ میں جیہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ اور جیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہمیشہ سے اس وکیل کو جانتی ہے۔

قلعے میں واپس آ کر مہاراجہ کے نئے مہمان نئے آئین کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ وہ دیوالی کی تقریبات سے پہلے اپنا کام ختم کر کے گھروں کو لوٹ جانا چاہتے تھے کیونکہ دیوالی سے ہندوؤں کا نیا سال شروع ہوتا تھا۔

اس عرصے میں جیہ شاید ہی کسی سے ملی ہو۔ بس ایک بار اس کے والد اور ڈنگرا کے مہاراجہ نے اسے جے سنگھ کے دفتر بلوا بھیجا تھا۔

دونوں حکمرانوں کے سامنے رکھی میز سبز فائلوں سے بھری ہوئی تھی۔ "یہ اسٹاک سرٹیفکیٹ ہیں' شہزادی۔" جے سنگھ نے اسے بتایا۔ "ہم انہیں تمہارے نام منتقل کر رہے ہیں مگر تم ان کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گی نہ اپنی ماں کو اور نہ ہی اپنے شوہر کو۔"

جیہ نے سہمے ہوئے انداز میں کاغذات کے ان پلندوں کو دیکھا۔ اسے اپنے والد کے جملوں سے خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔

"ہر اچھی بیوی برے وقتوں کے لئے کچھ رقم بچا کر رکھتی ہے شہزادی۔" مہاراجہ ڈنگرا نے اس کی ڈھارس بندھائی۔ "تم بہت سا جہیز لے کر سیرپور جا رہی ہو لیکن ممکن ہے کوئی ایسا وقت آئے جب تمہیں اپنے پاس سے کسی چیز کی ضرورت پڑے۔ جب تک میں اور چھوٹا یہ دولت ڈنگرا میں تمہارے لئے محفوظ رکھیں گے۔"

"کیا یہ کاغذات' دولت ہیں۔ حکم!"

ڈنگرا ہنسا۔ "ایک نئی قسم کی دولت شہزادی' میں نے انہیں تمہارے والد کے لئے 1898ء میں لندن سے خریدا تھا۔ ان بیس سالوں میں ان کی قیمت کئی گنا بڑھ چکی ہے۔"

جیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور کچھ سمجھنے اور کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت لئے واپس چلی آئی۔ یوں بھی شادی کے ذکر نے اس کے اچھے موڈ کو غارت کر دیا تھا۔ اسی لئے جب اروِن رائے روانگی کے وقت اس سے ملنے اور ایک چھوٹا سا بکٹ دینے آیا تو وہ بہ مشکل مسکرا

سکی تھی۔

مونچھوں کے نیچے ارون رائے کے پتلے پتلے ہونٹوں پر ایک شرارتی سی مسکراہٹ تھی۔ "میرے خیال میں یہ آپ کی ملکیت ہے شہزادی!"

جیہ نے پیکٹ پر لپٹا کاغذ اتارا۔ مخملیں ڈبیا میں انڈے کے برابر ایک ہیرا اس کے سامنے تھا۔ جیہ کے حلق سے ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔ "دھاتی ہیرا!"

"اگلی بار ہم اکٹھے ہاتھی کا ہیرا تلاش کریں گے۔" وکیل نے کہا تو جیہ شرما کر سرخ ہو گئی لیکن وکیل جانے کے لئے پلٹ چکا تھا۔ اس نے جیہ کی سرخی نہیں دیکھی تھی۔

مصور آتے اور جاتے رہے۔ دیواریں رنگین ہوتی رہیں اور دیوالی کی تیاریاں زور و شور سے جاری رہیں۔ یہ وہ رات تھی جب ریاست کے ہر گھر میں دولت کی دیوی لکشمی کی خوشنودی کے لئے دیئے جلائے جاتے۔

ایسے میں فلسطین سے ٹکا کا خط موصول ہوا۔

"اس وقت جب کہ تم لوگ دیوالی منانے کی تیاریاں کر رہے ہو' ہم لوگ وادی اردن کی حفاظت میں مصروف ہیں۔ یہاں ملیریا اور ہیضے کی وباء نے تباہی مچا رکھی ہے۔" ٹکا نے لکھا تھا۔ "سر پرتاپ یہاں بھی ایک داستان بن کر ابھرا ہے۔ لارڈ ایلن بی نے بارہا اسے کہا کہ وہ یروشلم کے اپنے ہوٹل میں ٹھہرے لیکن وہ گھوڑوں کے ساتھ اصطبل میں سوتا ہے۔"

"بے پناہ محنت اور بھاگ دوڑ کے باعث 13 جولائی کو بخار نے سر پرتاپ کو آ لیا اور اسی وقت ترکوں نے حملہ کر دیا۔ جودھ پور لانسرز کے ایک دستے نے ترکوں کا مقابلہ کیا لیکن سب کے سب مارے گئے۔ سر پرتاپ کے اس دستے کے ایک آفیسر میجر دلپت سنگھ کو ملٹری کراس دیا گیا ہے کیونکہ اس نے خالی ہاتھ ایک مشین گن پر حملہ کیا اور گنرز کو مار کر گن پر قبضہ کر لیا اور بعد میں ترکوں کے کمانڈنگ آفیسر کو بھی گرفتار کر لیا۔"

"اس معرکے میں سر پرتاپ کی ٹانگ چوتھی مرتبہ ٹوٹی لیکن وہ تیس گھنٹے ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ گھوڑی پر سوار جنگ میں شریک رہا۔ ہم ایک راجپوت بہادر کی حیثیت سے اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے اور دیوالی پر اس کے لئے خاص پوجا کریں گے۔"

جیہ زنان خانے سے چھکڑوں کو دیکھتی رہی جو دیئے لے کر قلعے میں آئے تھے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی سوچتی رہی کہ جانے کب اس کا بھائی دیوالی اس کے ساتھ منائے گا۔

زنان خانے کے اندرونی حصے میں خادماؤں نے نقرئی پیالے نکال لئے تھے۔ وہ دیوالی

ختم ہونے پر ان پیالوں میں دیئوں کی سیاہی کھرچ کر ڈال لیتیں اور پھر اس سے سرمہ
خواجہ سرا وہ خیمہ نصب کرنے میں مصروف تھے جہاں عورتوں نے مہاراجہ کے سامنے
کرنا تھا۔

اور پھر دیوالی کی رات آ گئی۔ قلعہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اس کی بلند و بالا فصیلوں پر مٹی
ہزاروں چراغ روشن تھے۔ شہر کی تنگ گلیوں میں پٹاخے' توپ کے گولوں کی طرح پھٹ
تھے جب کہ مکانوں کی چھتوں سے ہونے والی آتش بازی نے آسمان کو رنگین بنا دیا

زنانہ خیمے میں مہاراجہ جے سنگھ عورتوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے
نی اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے شوہر کے لئے رقص کرنے کی غرض سے آگے بڑھی۔
طویل وقت تک مہارانی تنہا رقص کرتی رہی مگر پھر ایک ایک کر کے زنان خانے کی
یں اس رقص میں شامل ہوتی گئیں۔ رقص میں تیزی آتی گئی اور ان کی کلائیوں کی
یاں ٹوٹ ٹوٹ کر انہیں زخمی کرتی رہیں' لیکن خوشیوں کے ان لمحات میں اس کا خیال
تھا۔

دو دن بعد یوں لگا جیسے دیوالی لوٹ آئی ہو۔ مہاراجہ جے سنگھ اپنی بیوی کے کمرے میں
ا ہوا اور اس کے ہونٹوں کے درمیان مٹھائی کا ٹکڑا رکھ دیا۔ "آپ نے بلاشبہ شیر کو جنم
ہے' مہارانی!"

اس کے پیچھے خواجہ سراؤں کا سردار ٹیلی گراموں کا ایک پلندہ اٹھائے ہوئے تھا۔ جے
نے ایک ٹیلی گرام اٹھا لیا۔

"یہ آپ کے بیٹے کے کمانڈر انچیف جنرل ایلن بی کی طرف سے ہے۔ لکھا ہے' آپ
مبارک ہو کہ آپ کے آدمیوں نے حیفہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ حملے میں انہوں نے کئی
ں کو ہلاک کر دیا ہے اور سات سو کو قیدی بنا لیا ہے۔"

وہ باری باری ٹیلی گرام اٹھاتا رہا اور خوشی سے نہال مہارانی کو سناتا رہا۔ اس کے بعد
ایسے ٹیلی گراموں کا سلسلہ جاری رہا اور وہ ٹکا کی خوشیوں میں شریک ہوتے رہے۔

نومبر گزر گیا لیکن بالمیر میں بارشیں اب بھی ہو رہی تھیں۔ اس بات کا شدید خطرہ پیدا
گیا تھا کہ شدید بارشوں کے باعث بالمیر میں کہیں انفلوئنزا نہ پھوٹ پڑے۔ اس وقت تک
ستان میں اس مرض سے تیس لاکھ افراد مارے جا چکے تھے۔ شہر سے بعض لوگوں کے
ہونے کی اطلاع ملی تھی لیکن کوئی شخص ہلاک نہیں ہوا تھا۔

محل میں کوکی بائی اس بخار کا شکار ہوئی تھی۔ کئی دن وہ بخار میں مبتلا رہی۔ شدید تھا کہ وہ عالم بے ہوشی میں اول فول بک رہی تھی۔ جیہ نے بطور خاص ذاتی کوکی بائی کی تیمارداری کی تھی۔

اس وقت بھی جیہ' کوکی بائی کے پاس تھی' لیکن کوکی بائی کا بخار پہلے سے ہلکا لئے جب اسے مہارانی کی طلبی کا پروانہ ملا تو اس نے اٹھنے میں جھجک کا کوئی مظاہرہ مہاراجہ بھی مہارانی کی بالکونی میں موجود تھا اور دونوں انفلوئنزا کی وبا پر بحث کر رہے

مہارانی کے لہجے میں تشویش ہی تشویش تھی۔ "پورے ہندوستان میں بارشیں ہیں' لیکن یہاں تو لگتا ہے کہ دیوی پوری سلطنت کو ڈبونے کا ارادہ کئے بیٹھی ہے جھڑی کے ساتھ انفلوئنزا میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

مہاراجہ نے نفی میں سرہلا دیا۔ "صورتحال ہر جگہ پے چیدہ اور پریشان کن ہے دمشق میں بھی یہی حال ہے۔ ٹکا کے پورے ڈویژن میں سے بارہ سو آدمی بچے ہیں فوجی انفلوئنزا سے مارے جا چکے ہیں۔" اس نے کاغذات کی تہہ کھولی اور اپنے ترین خط پڑھنے لگا۔

"لوگ انفلوئنزا سے مکھیوں اور مچھروں کی طرح مر رہے ہیں۔ گذشتہ دو ہفتو نے تین سو میل کا سفر گھوڑوں کی پشت پر طے کیا ہے اور اس تمام عرصے میں ص بسکٹ اور جام پر گزارا کیا ہے اور اس ڈر سے ڈبے کے بند کھانوں کو ہاتھ نہیں لگ ان میں گائے کا گوشت نہ ہو۔"

"تمام راستے ہم ترکوں کو تہہ و بالا کرتے اور انہیں قیدی بناتے آئے ہیں۔ روڈ پر ہمارے اسکواڈرن نے عربوں کا ایک جتھہ دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا۔ عرب ساتھی کو کار میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ رسالدار میجر حمیر سنگھ نے اسے ترک جاسو پکڑ لیا لیکن جب اس شخص نے ہمارے یونٹ کے برطانوی افسران کو اپنی شناخت چلا کہ وہ تو ماورائی شخصیت کا حامل لارنس آف عربیہ تھا"۔

"یکم اکتوبر کو ہم دمشق میں داخل ہوئے تو ہمارا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔ ہے کہ وہ تمام فوجی' جو فٹ ہیں فوری طور پر ایلی پو پر حملہ کر دیں۔ ہر کسی کو اس محاذ پر لڑی جانے والی یہ آخری لڑائی ہو گی۔ فوجی تھک چکے ہیں اور وہ گھ جانا چاہتے ہیں۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔"

مہاراجہ نے اپنا بازو رانی کی کمر میں حمائل کر دیا۔ "یہ سب جلد ہی ختم

مہارانی۔ ممکن ہے آپ کا بیٹا دیوالی کا اگلا تہوار آپ کے ساتھ منائے۔"

مہارانی اپنے شوہر کے کندھے پر سر رکھ کر رو دی۔ "ہم نے اس کا دیکھا بھی کیا ہے' پہلے وہ اسکول میں رہا اور وہاں سے آ کر جنگ پر چلا گیا۔"

جیہ بالکونی سے چلی گئی۔ مہارانی کو روتے دیکھ کر خود اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ بہرحال وہ بھی بہن تھی۔ ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ بیرن نے اس کا راستہ روک لیا۔ ایک کاغذ اس کے ہاتھ میں تھا جو اس نے جیہ کو تھما دیا۔

"ٹیلی گراف کلرک کا کہنا ہے کہ دربار فوری طور پر اسے پڑھ لیں۔"

جیہ الٹے قدموں بالکونی کو پلٹی۔ جے سنگھ کا بازو اب بھی آنسو بہاتی بیوی کی کمر کے گرد حمائل تھا۔ مہاراجہ نے پیغام جیہ سے لے کر پڑھا اور پھر کاغذ اس کی انگلیوں سے پھسل گیا۔ جیہ نے بڑھ کر کاغذ زمین سے اٹھالیا۔ جے سنگھ نے ایک جھٹکے سے اپنی بیوی کو خود سے الگ کر دیا تھا۔

"نہیں!" وہ بری طرح چلا اٹھا۔ اس نے کمر بند سے خنجر کھولا اور سامنے والی کھڑکی پر دے مارا۔ شیشہ چکنا چور ہو کر نیچے جا گرا۔ "کچھ بھی ہوا مگر یہ....." وہ بلک رہا تھا اور بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

زنان خانے میں کھلبلی مچ گئی۔ عورتیں اپنے کمروں سے نکل آئیں۔ وہ حیرت سے بالمیر کے حکمران کو دیواروں سے سر ٹکراتے دیکھ رہی تھیں۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" مہاراجہ کے حلق سے دھاڑیں نکل رہی تھیں۔ وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ کسی زخمی درندے کی طرح وہ کمرے کے قالین کو پیروں تلے کچل رہا تھا۔ اس کا خنجر بار بار کھڑکیوں پر برس کر شیشے کو کرچیوں میں تبدیل کر رہا تھا۔ کمرے میں قیامت بپا تھی۔

جیہ نے پیغام پڑھا اور اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"چراغ' شہزادی" جیہ نے اپنی ماں کی آواز کانوں پر محسوس کی۔ اس نے سر اٹھا کر ماں کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ماں پیغام کے مندرجات سمجھ چکی ہے۔ عورتوں سے کہو کہ پوجا بند کر دیں اور زنان خانے کے چراغ گل کر دیئے جائیں' فوری۔"

مہارانی کی آواز میں کوئی ارتعاش نہ تھا۔ آواز مدھم ضرور تھی لیکن اس میں بلا کا ٹھہراؤ تھا۔ جیہ کو حیرت تھی کہ ماں اتنی پرسکون کیوں ہے؟ اور پھر شاید مہارانی کو اپنے بیٹے کی

واپسی یاد آ گئی تھی۔ وہ بری طرح چیخ اٹھی۔ "زنان خانے کی عورتوں سے کہو کہ بولنا بند کر دیں۔"

جیہ مڑی اور سیڑھیوں کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ بیرن اس کے پیچھے تھی۔

"کیا ٹکا مہاراج کی کوئی خبر ہے' شہزادی؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "ٹکا صاحب کو کچھ ہو گیا ہے؟"

جیہ کے بندھن ٹوٹ گئے۔ اس نے چوڑیوں بھری کلائی قریبی ستون پر دے ماری۔ اگلے ہی لمحے اس کے بین راہداری میں گونج رہے تھے۔

"زنان خانے کے چراغ گل کر دو' بیرن!" اس نے ہچکیوں اور سسکیوں کے درمیان حکم دیا۔

بیرن کی چیخ اس سے بھی زیادہ بلند تھی۔ اس نے چہرے سے نقاب نوچ ڈالی عورتیں چیخ و پکار کرتی زنان خانے کی راہداریوں میں نکل آئیں۔

"ٹکا راج چلے گئے..... انگریزوں نے ٹکا راج کو مار ڈالا....."

جیہ نے جو ٹیلی گرام پڑھا تھا وہ متحدہ افواج کے کمانڈر انچیف جنرل ایلن بی نے بالمیر مہاراجہ کو بھیجا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ٹکا الیپو کے مقام پر ایک حملے کے دوران مارا گیا اسے وہیں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔

بیرن نے چلا کر زنان خانے کے در و دیوار کو ٹکا کے مرنے کی اطلاع دی تو عورتوں نے سر ننگے کر لئے' بال نوچ ڈالے۔ جیہ پاگلوں کی طرح دوڑ رہی تھی اس کے پیر فرش بجائے ان دوپٹوں' اوڑھنیوں اور نقابوں پر پڑ رہے تھے جنہوں نے فرش کو ڈھانپ رکھا انہوں نے دوڑ کر جیہ کو پکڑا تھا کیونکہ خطرہ یہی تھا کہ کہیں وہ پاگلوں کی طرح دوڑتی خود کو زخمی نہ کر بیٹھے۔

بالمیر کی مہارانیوں کے مندر میں پردہ دار خواتین سوگ میں بیٹھ چکی تھیں۔ وہ دیوی سے پرارتھنا کر رہی تھیں کہ ٹکا کی آتما کو سورگ میں جگہ دے۔ مندر میں دیوی کے سامنے صرف ایک دیا جل رہا تھا جس کی ناکافی روشنی حرم اور گرد و نواح کے حصے کی تاریکی دور کرنے کو ناکافی تھی۔

جیہ اپنی ماں کی خواب گاہ کی طرف واپس آئی تو اسے برتن توڑے جانے کی آوازیں سنائی دیں۔ خواجہ سرا باورچی خانے کے برتن توڑ رہے تھے تاکہ سوگ کے اگلے تیرہ دنوں میں کچھ پکایا نہ جا سکے۔ قلعے کے مرکزی دروازے پر ہمیشہ ایک چراغ روشن رہا تھا لیکن آج وہ چراغ بجھا دیا گیا تھا یہ اس بات کی نشانی تھی کہ بالمیر کے تخت کا ولی عہد اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

اگلے تیرہ دنوں تک مہاراجہ مسلسل کھلا دربار منعقد کرتا رہا وہ سوگ کی نشانی کے طور پر پگڑی باندھا کرتا تھا دربار ہال کے قالینوں پر سفید چادریں ڈال دی گئی تھیں۔ ریاست کے عوام اپنے حکمران سے تعزیت کے لئے امڈ پڑے تھے۔ ایسے میں دارالحکومت کے پجاری دربار ہال کے ایک کونے میں راج گورو کی قیادت میں مسلسل اشلوک پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔

سوگ کے پانچویں دن مہاراجہ نے دربار ہال میں موجود لوگوں کو آگاہ کیا کہ جنگ ختم ہو

گئی ہے اب مشرق وسطیٰ میں امن ہے اور سلطنت عثمانیہ کے خلیفہ نے غیر مشر
شکست تسلیم کر لی ہے مہاراجہ کی آواز خاصی کمزور تھی جسے بعض لوگوں نے سنا
نے نہیں سنا۔ البتہ اس بات پر تمام ہی متفق تھے کہ ان کا حکمران بیمار ہے۔

ہاتھی دروازے کے اوپر نصب نقارہ دھیمے سروں کے ساتھ بجایا جا رہا تھا۔ با
اپنے مہاراجہ کی طرف بڑھے تو اس نے سہارے کے لئے راج گورو کا کندھا پکڑ لیا۔

جیہ زنان خانے کی جالیوں میں سے بالمیر کے گھڑ سواروں کی واپسی کا نظارہ کر
سواروں کے سرننگے اور رائفلیں جھکی ہوئی تھیں ان کی قیادت ٹکا کا خالی گھوڑا کر
پر سفید چادر ڈال دی گئی تھی۔ سواروں کے عقب میں میجر ویر سنگھ تھا جس نے ا
مرتبان میں ٹکا کی راکھ اٹھا رکھی تھی۔

بیٹے کی راکھ دیکھی تو مہارانی کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کا
آج تک بند باندھ کے روکا گیا تھا اچانک بہہ نکلا۔

"ہمارے ٹکا کو انگریزوں نے مارا ہے۔" مہارانی نے جیہ کے کندھوں پر د
بارش کر دی وہ بلند آواز سے چیخ رہی تھی۔ "تمہارے باپ نے میرے بیٹے کو مار
میرے بیٹے کا قاتل تمہارا باپ ہے....."

"کوکی بائی نے مہارانی کو کھینچ کر اپنے بازوؤں میں لے لیا اور بالمیر کی
بوڑھی گود میں سر رکھ کر بلک بلک کر رونے لگی۔

"شہزادی!" کوکی بائی نے جیہ کو مخاطب کیا۔ "ستی ماتا کو بلوا بھیجو۔ تمہار
حواس میں نہیں وہ آ کر ضرور کچھ نہ کچھ کہے گی۔"

ایک تیز رفتار قاصد' ستی ماتا کو بلانے کے لئے بھیج دیا گیا۔ کوکی بائی' مہا
کمرے میں لے گئی تاکہ اسے سنبھال سکے ذرا دیر بعد ہی جیہ کو بتایا گیا کہ مہار
بیٹے کے لئے خصوصی پوجا کا فیصلہ کیا ہے لیکن اس کی حالت بہتر نہیں اس لئے
کو اس صورت حال سے آگاہ کر دے۔

سینا پتی اور راج گورو' مہاراجہ کی خواب گاہ کے باہر ٹہل رہے تھے ان
تشویش کے سائے تھے "ڈاکٹر اس وقت آپ کے والد کے پاس موجود ہیں ش
نے جیہ کو آگاہ کیا "آپ اس وقت ان سے نہیں مل سکتیں۔"

جیہ کوکی بائی کے کمرے میں واپس آ گئی' مہارانی اس بازو بند کو چوم چوم
جو جے سنگھ نے جنگ پر روانگی سے قبل اپنے بیٹے کو دیا تھا' ستی ماتا آ چکی

اتی مارے بغور مہارانی کا جائزہ لے رہی تھی اس کا سانپ اب بھی اس کی گود میں تھا۔
ہے اپنے بیٹے کی حفاظت کرنی چاہئے تھی۔" مہارانی اب بھی اول فول بک رہی تھی
ل دماغی حالت شاید الٹ گئی تھی اس لئے وہ مرتبے کا احساس بھی کھو بیٹھی تھی "لیکن
نے بیٹے کی حفاظت نہ کر سکتا ہو وہ کسی اور کی حفاظت کیا کرے گا؟ اس نے ایک بیوہ
ایک ناپاک عورت کو تعظیم دی..... اس نے اپنی بیوی کو پردہ ختم کرنے پر مجبور
دیوی کے چرنوں میں اس کی دسہرے کی بھینٹ ناپاک تھی..... اس نے اس گھر کو برباد
ہے....."

ستی ماتا نے ہاتھ بلند کر دیا۔ مہارانی خاموش ہو گئی وہ بے دم ہو کر کوکی بائی کے بستر پر
ی۔

"کیا تم نے اپنے والد کو اطلاع دی ہے' شہزادی؟"

کوکی بائی نے سرگوشی کی "ان کی ہدایات کیا ہیں؟"

"انہوں نے مجھے بابا کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی" جیہ نے جواب دیا "بابا بیمار

انفلوئنزا ہو گا؟" کوکی بائی کا انداز سوالیہ تھا لیکن جب جیہ نے نفی میں سر ہلایا تو کوکی
چونکی جیسے کوئی بہت ہی اہم بات یاد آ گئی ہو "شہزادی!" وہ تیزی سے بولی۔ "بھاگ
ر اپنے والد کو بتاؤ کہ وہ راجہ مان سنگھ کے گھر سے کچھ نہ کھائیں۔"

زنان خانے کی راہداریوں میں بھاگ کھڑی ہوئی تاکہ اپنے والد کو کوکی بائی کا پیغام
لیکن محل کے ذاتی محافظوں نے مہاراجہ کی نجی رہائش گاہ کو جانے والے دروازے
کے تھے۔

دربار' اپنی وزارتی کونسل سے اہم اجلاس میں مصروف ہیں' شہزادی" محافظوں کے
جیہ کو آگاہ کیا "انہوں نے ہدایت کی ہے کہ مداخلت نہ کی جائے۔"

ایک جانب بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ ایک طویل وقت کے بعد دروازے کھلے اور
سنگھ باہر آیا اس کے چہرے پر کرختگی کے آثار تھے لیکن جیہ کو دیکھ کر اس نے
افسوس کا رنگ جما لیا "بہت کٹھن وقت ہے شہزادی" اس نے جیہ کو مخاطب کیا "
رتھنا کرنی ہو گی کہ سب کچھ جلد ٹھیک ہو جائے۔"

نے راج گورو کو دروازے سے نکلتے دیکھا۔ جیہ راجہ مان سنگھ کے پیچھے پیچھے اپنے
تاریک خواب گاہ میں داخل ہو گئی مہاراجہ کا بایاں پاؤں چھوٹی چارپائی سے باہر نکلا ہوا

تھا جیہ کو اس کی پنڈلی میں حاکیت کا طلائی کڑا دکھائی نہیں دیا جب جیہ کی آنکھیں عاوی ہو گئیں تو اسے طلائی کڑا مہاراجہ کے ہاتھ میں دکھائی دیا۔

جے سنگھ نے بیٹی کو دیکھ کر بہ مشکل سر اٹھایا "ہم نے وزارتی کونسل کو مطلع کہ تم بالمیر کی آئندہ حکمران ہو گی۔"

اس نے طلائی کڑا جیہ کو تھما دیا "راجہ مان سنگھ تمہاری بلوغت تک سرپر فرائض انجام دے گا لیکن اس کے بعد...."

وہ تھک کر دوبارہ لیٹ گیا "لوگوں کی خدمت کرنا شہزادی" اس نے بیٹی کو ہدا ان اصلاحات کی تکمیل کرنا جو ہم نے شروع کی ہیں۔"

جیہ' باپ کی طرف جھکی "حکم! آپ راجہ مان سنگھ کے گھر کا کھانا ہرگز نہیں گے" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر تکئے پر گر رہے تھے لیکن مہاراجہ نے آنکھ لی تھیں اس نے جیہ کی آواز بھی نہیں سنی تھی "بابا! ہماری بات سنیں" جیہ کے گھگیاہٹ تھی "راجہ مان سنگھ کے گھر سے آنے والے کھانے کو آپ ہاتھ بھی نہ گے۔"

راج گورو نے جیہ کا شانہ تھپتھپایا' جیہ روتی ہوئی اس کی طرف پلٹی' "را کے گھر میں تیار ہونے والا کھانا' بابا کو مت کھانے دیجئے گا" اس نے آنسوؤں راج گورو کو آگاہ کیا۔

راج گورو نے روتی بلکتی جیہ کا سر بازوؤں میں چھپا لیا "ایسی باتوں کی طرف دو' شہزادی' جن کا وجود نہیں ہے۔" اس نے سرگوشی کی "کیا آپ نہیں جانتیں دنوں میں کتنی اموات ہوئی ہیں" اس نے جھک کر جیہ کی آنکھوں میں جھانکا "اس لئے مر رہے ہیں کہ ان کا وقت آگیا ہے.... جایئے اپنی والدہ کو بلا لائیں۔"

جیہ حیران تھی کہ بیٹے کی موت کے بعد شوہر کی موت پر بھی مہارانی سنبھال رکھا ہے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ستی ماتا نے اپنی قوتیں مہارانی کو تفویض جیہ نے مہاراجہ کے بستر مرگ کے قریب بیٹھی اپنی ماں کے منہ سے صرف "ہ الفاظ سنے تھے' وہ بھی شاید اس لئے کہ اب مہارانی کو بیوگی کا ایک طویل دور گ

مہارانی نے جھک کر ہیرے کی پازیب اتاری اور اسے اپنے شوہر کے پھینک دی۔ پھر اس نے بال کھولے اور گردن سے لپٹا ہوا منگل سوتر اتار دیا عمر میں دلہن بننے کے بعد سے کبھی گردن سے جدا نہ ہوا تھا' جیہ کو منگل

دائرہ نما نشان صاف نظر آ رہا تھا جو طویل عرصے تک پہننے کے باعث حلق کے گرد ابھر آیا تھا۔ آخر میں مہارانی کا ہاتھ آہستگی کے ساتھ ماتھے پر پہنچا اور اس نے سہاگنوں کا نشان یعنی سرخ تلک مٹا ڈالا ور مانگ میں پڑا سیندور صاف کر دیا۔

خود کو سہاگن سے ابھاگن میں تبدیل کرنے کے بعد مہارانی اپنے شوہر کی ارتھی کے پاس بیٹھ گئی جبکہ پجاری مہاراجہ کے کریا کرم کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے محض ایک بار مہارانی نے قینچی کی فرمائش کی اور جیہ نے اپنی ماں کو قینچی تھما دی۔

مہارانی نے قینچی سے اپنے بالوں کی لٹوں کو کاٹنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کے اردگرد بالوں کا ایک فرش سا بچھ گیا۔

پجاریوں نے آنجہانی مہاراجہ کو اس کا شاہی لباس پہنایا اور اس کی نعش کو پھولوں سے لدی ہوئی ارتھی پر رکھ دیا۔ باہر ایک ہاتھی تیار کھڑا تھا جس پر مہاراجہ کی ارتھی رکھ کر دارالحکومت کی گلیوں اور سڑکوں پر گھمائی جانی تھی۔

مہارانی ارتھی کے ساتھ مہاراجہ کی رہائش گاہ کے بیرونی دروازے تک گئی تھی راہداریاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں جو مہاراجہ کے آخری دیدار کے لئے ایک دوسرے کے اوپر گرے جا رہے تھے۔ زنان خانے کے اندر ایک کہرام برپا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ دارالحکومت کی ہر عورت مہارانی کو پرسا دینے اور اس کے ساتھ بین کرنے محل میں آ گئی ہو۔

"بدقسمت عورت' تمہاری تو زندگی ختم ہو گئی!"

"بدوا! اب تم گندی ہو گئی ہو' بدوا!"

"ایک سنگی صلیب مہارانی کے سامنے رکھ دی گئی جبکہ پرسے کے لئے آئی ہوئی عورتوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ جیہ جب انہیں دھکیلتی آگے بڑھی تو اس نے اپنی ماں کو دونوں کلائیوں کی چوڑیاں اس سنگی صلیب پر توڑتے دیکھا جیہ نے آگے بڑھ کر اپنی ماں کی دونوں کلائیاں تھام لیں۔

اور پھر جب مہارانی شاہی بگھی میں زنان خانے سے مندر جانے کے لئے روانہ ہوئی تو بائیں پہلو میں واقع اونچی دیوار کے عقب سے گویا ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کی بارش ہونے لگی یہ دیوار زنان خانے کو داشتاؤں کے حصے سے الگ کرتی تھی۔ مہاراجہ کے مرنے کی خبر سن کر داشتاؤں نے بھی اپنی چوڑیاں توڑ کر دیوار کی دوسری جانب پھینکنی شروع کر دی تھیں۔ جیہ نے خواجہ سراؤں کو دیکھا ان کے ہاتھوں میں مہارانی کے بالوں کی کٹی ہوئی لٹیں تھیں وہ یہ

لئیں مہاراجہ کی آخری رسومات کے بعد بازار میں فروخت کرتے۔

"تمہارے والد کی آخری رسومات کسی بھی لمحے ادا ہونے والی ہیں" مہارانی نے جیہ کو بتایا "ہماری خواہش ہے کہ جب توپیں سلامی دیں تو ہمیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔"

مہارانی کی خواہش کا احترام کیا گیا اور جونہی وہ بالمیر کی مہارانیوں کے مندر میں داخل ہوئی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے جیہ چوبی دروازے کے باہر تنہا کھڑی رہ گئی اسی وقت قلعے کی توپ گرجنے لگی یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ مہاراجہ کی چتا کو آگ لگا دی گئی ہے جیہ جانتی تھی کہ اس کے کزن جان نے اس کے بھائی ٹکا کی جگہ چتا کو آگ دکھائی ہو گی اور اب مہاراجہ کے سر پر ضربیں لگا رہا ہو گا تاکہ اس کی آتما کو آزادی دے سکے اس نے ہاتھ دروازے کی طرف دیکھا ٹکا کی موت کی اطلاع دینے والا دیا اب بھی بجھا ہوا تھا۔

جیہ مارے بے بسی کے چلا اٹھی وہ بھگوان کو کوس رہی تھی کہ اسے لڑکی کیوں پیدا کیا کیونکہ ایک لڑکی ہونے کے ناطے وہ چتا کو آگ نہیں دکھا سکتی تھی۔

جیہ کو کوکی بائی اور ستی ماتا دکھائی دیں جو بھاگتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھیں "کیوں چلا رہی ہو' بیٹی؟" کوکی بائی نے قریب آتے ہی دریافت کیا "تمہاری ماں کہاں ہے؟"

جیہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن جونہی اس نے مندر کے بند دروازے کو دیکھا' کو بائی پوری بات سمجھ گئی وہ تیزی سے آگے بڑھی اور اس نے بند دروازے کو کھولنے کوششیں شروع کر دیں ساتھ ہی وہ مہارانی کو پکار بھی رہی تھی۔ ستی ماتا نے اپنا سرخ اپنے بدن کے گرد کچھ اور کس لیا تھا انداز ایسا ہی تھا جیسے جنگ کے لئے تیار ہو رہی ہو۔

مندر کا دروازہ کھل گیا۔ مہارانی بالکل سامنے کھڑی تھی۔ دھوئیں نے اس کے د پتلے جسم کا احاطہ کر رکھا تھا اس کے ہاتھ پشت پر تھے جبکہ سبز آنکھوں سے دھوئیں کی سے آنسو چھلکے پڑ رہے تھے۔

"تم نے کیا کیا ہے مہارانی؟ کوکی بائی کی آواز غصے سے لبریز تھی۔ مہارانی نے اد تفاخر کی ایک بھرپور نگاہ کوکی بائی پر ڈالی جب تک توپیں گرجتی رہیں دونوں نے کچھ کہا نہ جگہ سے حرکت کی جونہی توپیں خاموش ہوئیں مہارانی نے دونوں ہاتھ بوڑھی عورت سامنے کر دیئے ہاتھ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے اور رسیاں جل رہی تھیں۔

"میں ستی ہوں" مہارانی نے فخر سے تن کر کہا۔ اس نے جلتے ہوئے ہاتھ اپنے گھا سے مسلنے شروع کر دیئے کپڑے نے فوراً آگ پکڑ لی۔ مہارانی نے بہ آواز بلند کہنا شرا دیا "رام.... رام" انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ چتا میں اپنے شوہر کا سر گود میں رکھے بیٹھی۔

ستی ماتا نے کوکی بائی کو ایک طرف دھکیلا اگلے ہی لمحے مہارانی کا نرم و نازک اور دبلا جسم اس کے ہاتھوں پر تھا اس نے مہارانی کو اٹھائے اٹھائے چند قدم اٹھائے اور پھر اس کا ہوا بدن قریبی تالاب میں پھینک دیا۔ جیہ نے اپنی ماں کو پانی میں ڈوب کر ابھرتے اور پھر بچ دیکھا لیکن اس کا جسم ایسے سن ہو رہا تھا کہ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر پا رہی تھی۔

تالاب میں کودنے والی بھی ستی ماتا ہی تھی اس نے ایک بار پھر مہارانی کو اپنے مضبوط ں پر اٹھایا اور لا کر باہر لٹا دیا۔ کوکی بائی مہارانی کے قریب بیٹھ کر توجہ سے اس کے جلے ئے ہاتھوں کا جائزہ لینے لگی "تم نے ایسا کیوں کیا؟" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں پوچھا" الیر نے اس رسم پر ہمیشہ کے لئے پابندی عائد کر دی تھی۔"

ستی ماتا جیہ کی طرف متوجہ ہوئی "اپنی ماں کے زخموں پر لگانے کے لئے کوئی مرہم لے آؤ شہزادی۔ راج گورو جلد ہی اسے بلانے والے ہیں اور ہاں' بیرن سے کہو کہ مہارانی صاف کپڑوں کا ایک جوڑا بھی لائے۔" جیہ بدستور ساکت کھڑی رہی تو ستی ماتا نے ایک ہر اسے مخاطب کیا اس بار اس کے لہجے میں تنبیہہ تھی "تمہارے والد کی خواہش تھی کہ خود مختارانہ اس ریاست پر حکمرانی کرو اگر تم اسی طرح بے حس و حرکت کھڑی رہو گی تو ت کیسے کرو گی؟"

سرد آواز کی کاٹ نے جیسے جیہ کو جھنجوڑ کر بیدار کر دیا اور وہ زنان خانے کی طرف کھڑی ہوئی۔

ستی ماتا کی ہدایات کے مطابق بیرن نے مہارانی کو ایک سفید جوڑا پہنا دیا اور اس کے ں پر مرہم لگا دیا ادھر بیرن فارغ ہوئی اور ادھر ایک عورت چہرے پر بدحواسی لئے وہاں آ ۔ مہا پجاری نے مہارانی کو بلا بھیجا تھا۔ جیہ کو بے حد حیرت ہوئی کہ کیا واقعی ستی ماتا' نل میں جھانک سکتی ہے۔

راج گورو زنان خانے کے صحن میں ٹہل رہا تھا جونہی اس کی نظر مہارانی کے جلے ئے ہاتھوں پر پڑی' دو آنسو اس کی آنکھوں سے آزاد ہو گئے۔

"مہاراجہ کی آتما آزاد ہو گئی ہے حکم!" اس نے مہارانی کو آگاہ کیا "میری خواہش ہے آپ کریا کرم کی آخری رسومات کے وقت موجود رہیں۔"

کوکی بائی اور ستی ماتا' مہارانی کو تھام کر زنان خانے سے باہر لے گئیں۔ مہارانی نے کسی ہل کی طرح ان کا ساتھ دیا تھا سوگواروں کا ہجوم اب بھی صحن میں جمع تھا ان کے آگے رتی کونسل کے ارکان تھے جنہوں نے سوگ کے طور پر سروں پر سفید پگڑیاں باندھ رکھی

تھیں۔

ہجوم نے مہارانی کو دیکھتے ہی "مہاراجہ جے سنگھ امر ہے..... مہاراجہ جے سنگھ امر
کے نعرے لگائے وہاں موجود ہر شخص سوگوار تھا صرف راجہ مان سنگھ ایک ایسا شخص تھ
کے چہرے پر سوگ نہیں غصہ تھا شاید ان نعروں سے اسے تکلیف ہوئی تھی۔

"بالمیر کے لوگو!" راج گورو کی پاٹ دار آواز نے نعرے لگانے والوں کو خاموش
تھا "دیوتاؤں کی نظر میں ہمارا عظیم ترین اعزاز ہمارے بادشاہوں کا جاری و ساری سا
اڑتالیس نسلوں تک راج کمار بیٹوں نے اپنے مہاراجہ باپوں کی جگہ لی اور بالمیر پر حکو
اور ہم بھی اس سلسلے میں کسی تنازعے کا شکار نہیں رہے لیکن میں یعنی بالمیر کا پ
مہاپجاری اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ چونکہ بادشاہت کا یہ سلسلہ آج ٹوٹ گیا ہے
قلعہ بالمیر کے نقارے توڑے جانے کا اعلان کرتا ہوں۔"

مہاوت نے موتی کو فوراً آگے بڑھایا نقارے اس کے جسم کے اطراف بندھے
تھے لیکن اس سے پہلے کہ راج گورو کے حکم پر عمل درآمد ہوتا راجہ مان سنگھ کی غ
سنائی دی "نقارہ اس وقت ٹوٹ سکتا ہے جب ہم قلعہ کو کھو دیں میں بالمیر کے تخت
سرپرست ہوں میں اس پاگل پن کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔"

راج گورو نے راجہ مان سنگھ کے چیخنے چلانے پر کوئی توجہ نہیں دی' ہاتھی گ
بل بیٹھ گیا تھا نقارے بجانے والوں نے دونوں نقارے ہاتھی کے پیٹ سے الگ کئے
راج گورو کے سامنے لا ڈالا۔ راج گورو نے بالمیر کی شاہی تلوار اٹھائی اور پے در
پر کئی وار کئے' نقارے ٹوٹ گئے تھے۔

"مہارانی' زنان خانے کی طرف پلٹی جیہ نے اپنی ماں کی دھیمی دھیمی آواز سنی
ست ہے..... رام نام ست ہے..... رام نام ست ہے....."

ستی ماتا کی ایک اور پیش گوئی درست ثابت ہوئی تھی۔

سوگ کے اگلے دنوں میں جیہ نے اپنا زیادہ تر وقت ماں کے ہمراہ مہارانیوں
میں گزارا جہاں وہ دونوں مہاراجہ کی آتما کے لئے پوجاپاٹ کرتیں البتہ جب
کمرے میں جاتی تو بیرن ریاست میں گردش کرنے والی افواہوں سے اسے آگاہ کر
"ہر شخص کہہ رہا ہے کہ راجہ مان سنگھ نے آپ کے والد کو زہر دیا تھا" ش
نے ایک روز اسے بتایا۔ "اور اب راجہ مان سنگھ دہلی گیا ہے' وائسرائے سے ا
آپ کے والد کا فیصلہ کالعدم قرار دے کر اس کے بیٹے کو بالمیر کا حکمراں تسلیم کیا

"دہلی سے واپسی پر راجہ مان سنگھ نے مہارانی کو شاہی جھروکے کے باہر عوامی صحن میں بلا بھیجا۔

مہارانی آخری بار اس صحن میں اس وقت کھڑی ہوئی تھی جب مہاراجہ نے بالمیر کے معززین کے سامنے اس کا پردہ ختم کروایا تھا لیکن اب وہ ملکہ نہیں رہی تھی اب وہ سفید رنگ کے سوتی ملبوسات پہنتی تھی۔

مہارانی جونہی صحن میں پہنچی' راجہ مان سنگھ چلا اٹھا "ہاؤس آف بالمیر کے ساتھ اس عورت کا تعلق اب ختم ہو گیا ہے" اس نے انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا "بڑھاپے کے سہارے کے لئے اس کے پاس شوہر بچا ہے نہ بیٹا پھر بھلا ہم اس بدوا کو کیا دے سکتے ہیں؟"

سوال صحن میں گونج کر رہ گیا جیہ نے ہجوم کی طرف دیکھا جسے سانپ سونگھ گیا تھا وہ حیران تھی کہ لوگوں نے اپنی مہارانی کے لئے ایسے جملے کس طرح برداشت کر لئے؟

"ہم بدوا کو کیا دیتے ہیں؟" راجہ مان سنگھ پھر بلند آواز میں چیخا "ہماری قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ ہم کسی بدوا کو کچھ نہیں دیتے..... نہ اپنے برتنوں میں کھانا اور نہ اپنے کنوؤں کا پانی..... پھر اس بدوا کو کیا دیں گے؟"

پگڑیوں کے شملے جھک گئے۔ زبانیں تالو سے لگی رہ گئیں لوگ شش و پنج میں مبتلا ہو کر انگلیوں سے فرش کریدنے لگے' لیکن کسی کو جرات نہیں ہوئی تھی کہ وہ راجہ مان سنگھ کی اس بد زبانی کا جواب دیتا۔

ایسے میں ایک تنہا شخص آگے بڑھا غصے سے اس کا دبلا پتلا جسم کانپ رہا تھا۔

"لعنت ہو بالمیر کے لوگو! تم پر لعنت ہو" راج گورو کی آواز کوڑے کی طرح لہرائی "تم لوگوں نے اس عورت کو اپنی ماں کہا تھا اور آج اس ماں کو تم لوگوں کے سامنے بے آبرو کیا جا رہا ہے جبکہ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا تم لوگوں کا فرض تھا" اس نے اپنے ہاتھ فضا میں بلند کئے تو اس کی انگلیوں کے درمیان سونے کی چمک دکھائی دی "لیکن خوش قسمت ہے مہارانی' کہ اسے ان لوگوں سے رحم کی بھیک نہیں مانگنی پڑی جنہیں وہ اپنا بیٹا سمجھتی تھی' اپنا بھائی سمجھتی تھی" وہ چند ثانیئے خاموش رہ کر پھر گویا ہوا "سن لو بالمیر کے بے غیرت لوگو! مہاراجہ ڈنگرا نے یہ چیزیں ایک بھائی کی حیثیت سے بھجوائی ہیں۔"

راج گورو نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے تاکہ سارا ہجوم اس کی انگلیوں کی درمیان موجود سونے کی چوڑیوں کو دیکھ سکے۔

"ایک اجنبی نے تمہاری مہارانی کے لئے اپنے گھر کے دروازے کھول دیئے ہیں ایک

اجنبی نے اپنی بہن کے قدموں میں دولت کے ڈھیر لگا دیئے ہیں کل میں راجہ مان سنگھ کے بیٹے کے سر پر مہاراجہ بالمیر کا تاج رکھنے جا رہا ہوں قدیم کتابوں میں یہی لکھا ہے لیکن آج راج گورو کی حیثیت سے میں اپنی خاموشی توڑتا ہوں اور تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ قدیم کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص نقارے ٹوٹنے کے بعد اس بے تابی کے ساتھ بالمیر کے تخت پر بیٹھے گا وہ تمہارا آخری بادشاہ ہو گا۔"

شاہی اعلان 1919ء

جارج پنجم جو اللہ کے فضل و کرم سے برطانیہ عظمیٰ اور آئر لینڈ کا بادشاہ اور سمندر پار برطانوی نو آبادیات کا والی اور ہندوستان کا شہنشاہ ہے کی جانب سے....

میرے وائسرائے اور گورنر جنرل۔ ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں' ہندوستان میں میرے تمام خیر خواہوں بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب کو مبارک ہو۔

جب سے ہندوستان کی سرحدوں میں برطانوی حکومت کی عمل داری قائم ہوئی ہے وہاں کے باشندوں کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے ہیں اور انہیں بہت سی رعایتیں دی گئی ہیں جو ہمارا فرض تھا لیکن ایک ایسا تحفہ جو ہم پر قرض تھا اور جس کے بغیر کوئی بھی ملک ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتا.... وہ ہے ہندوستانی عوام کو ان کے اپنے معاملات کے فیصلے کا حق دینا۔

اس ایکٹ جسے اب قانون کا درجہ دے دیا گیا ہے کے تحت عوام کے منتخب نمائندوں کو باقاعدہ طور پر حکومت میں شامل کیا جائے گا۔ ذمہ داری بہت اہم ہے اور اس کے لئے تجربہ بھی بے حد ضروری ہے لیکن یہ موقع بہرطور دیا جا رہا ہے تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تجربہ حاصل ہو سکے۔

اسی طرح میں یہ اعلان کرتے ہوئے بھی خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ چیمبر آف پرنس کے قیام کی اجازت دی جا رہی ہے مجھے یقین ہے کہ اس چیمبر کے مشورے نہ صرف خود حکمرانوں اور ان کے عوام بلکہ مجموعی طور پر برطانوی بادشاہت کے لئے بھی مفید اور کارآمد ثابت ہوں گے۔

1919ء میں ہندوستان کو محدود خود مختاری دینے کا شاہی حکم نامہ جاری ہوا اور اگلے سال ایک مختار نامے کے ذریعے جیہ کی شادی سیر پور کے پرنس پرتاپ کے ساتھ انجام پائی۔

لیکن اس سال رونما ہونے والے واقعات نے ہندوستان کے عوام اور ان کے برطانوی حکمران کے درمیان خلیج کو وسیع کر دیا۔ شاہ برطانیہ کی جانب سے طویل اعلان خود مختاری

دی جانے والی رعایتوں کی تفصیل جب شائع ہوئی تو ہندوستان میں مقیم برطانوی بری طرح خوفزدہ ہو گئے اور ان کے اخبارات نے مقامیوں کو حکومت میں برابر کا حصہ دینے کے خلاف باقاعدہ مہم شروع کر دی۔

بین الاقوامی دباؤ سے صورت حال کچھ اور پیچیدہ ہو گئی۔ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان اس بات پر برگشتہ تھے کہ برطانویوں نے جنگ کے دوران مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں کی توہین کی ہے اور اب اسلامی دنیا کے خلیفہ' عثمانی شہنشاہ کے خلاف مصروف کار ہیں۔ ہندوستان کی شمالی سرحدوں پر آباد افغانی اس سلسلے میں کچھ زیادہ متعصب واقع ہوئے اور انہوں نے برطانویوں کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملنے کی پیش کش کر دی۔

معاشی صورت حال بھی کچھ زیادہ معتبر نہ تھی۔ انفلوئنزا نے پچاس لاکھ جانوں کا نذرانہ لیا اور اس کے فوراً بعد تباہ کن بارشیں شروع ہو گئیں ملک میں خوراک کی کمی کے باوجود نہ صرف بادشاہت نے غلے کی برآمد شروع کر دی بلکہ تباہ ہونے والی اراضی پر مالیانہ اور آبیانہ معاف کرنے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرکاری واجبات کی عدم ادائیگی کی مہم شروع کر دی گئی تاکہ انگریز حکمرانوں کو اپنی تباہی و بربادی کا احساس دلایا جا سکے۔

برطانوی بادشاہت کے ظالمانہ اقدامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ہندوستانی مارکس اور لینن کے پیروکار ہو گئے جن کی بھرپور سرپرستی روس کی ایک سالہ بالشویک حکومت کی جانب سے کی گئی جبکہ ایک اور دھڑا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر ولسن سے متاثر دکھائی دینے لگا اور امریکہ کے صدر کو دنیا کا طاقتور ترین شخص تصور کرنے لگا۔

اس ساری صورت حال میں ایک نئے قانون کی منظوری نے گویا جلتی پر تیل کا کام کیا اس کے بجائے کہ اصلاحات کے وعدے پورے کئے جاتے' ایسے وقت میں جب ہندوستانی اس بارے میں پر یقین تھے کہ جنگ میں ان کی قربانیوں کا کچھ نہ کچھ صلہ ملے گا.... شاہی حکومت نے روزو یلٹ ایکٹ منظور کر لیا جس کے تحت ہندوستانیوں پر خصوصی برطانوی عدالتوں میں مقدمات چلائے جا سکتے تھے جبکہ انہیں اپیل کا کوئی حق حاصل نہ تھا اگر کسی شخص کے بارے میں یہ شبہ ہوتا کہ وہ نقص امن کا مرتکب ہو رہا ہے تو اسے جیل میں ڈال دیا یا بحرہند میں واقع جزائر انڈیمان بھیج دیا جاتا اسے کالے پانی کی سزا بھی کہا جاتا تھا۔ یہاں قیدیوں کو زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا تھا اور اکثر اوقات اس سزا کی مدت دس سے پندرہ سال ہوتی تھی۔ بسا اوقات سزا اس سے بھی طویل ہوا کرتی تھی۔

مسلمان سیاسی لیڈروں نے اپنے حامیوں کو برطانوی حکومت کے لئے کام کرنے سے منع کر دیا جبکہ کانگریس نے ملک گیر پیمانے پر سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی تاکہ برطانوی راج کے اس بلیک ایکٹ پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا سکے۔ برطانوی راج نے ان تحاریک کو ناکام بنانے کے لئے برطانوی ہندوستان میں پانچ افراد کے جمع ہونے پر پابندی عائد کر دی۔ ہندوستانیوں نے اس کے خلاف بڑے بڑے جلسے منعقد کئے جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔

جا بجا برطانوی راج کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں ہونے لگیں۔ امرتسر سے دو قوم پرستوں کو ان تقریروں کی پاداش میں شہر بدر کر دیا گیا۔ غم و غصے سے بھرے ہوئے ان کے پیروکاروں نے متعدد بینکوں اور نجی عمارتوں کو آگ لگا دی۔ پانچ انگریز مارے گئے جبکہ ایک مشنری عورت کو بری طرح مارا پیٹا گیا اس کے باوجود کہ بہت سے ہندوستانیوں نے متعدد انگریزوں کو مشتعل ہجوم سے بچایا' پنجاب کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل آر ای ایچ ڈائر نے فساد زدہ علاقوں میں کرفیو نافذ کر کے امرتسر کی گلیوں اور سڑکوں میں لوگوں کے چلنے پھرنے پر پابندی عائد کر دی۔ جو کوئی اس پابندی کی خلاف ورزی کرتا اسے چاروں ہاتھوں پیروں پر چلنے پر مجبور کر دیا جاتا۔

جنرل ڈائر کے اس آرڈیننس پر احتجاج کے لئے ایک عوامی جلسے کا انعقاد کیا گیا۔ فوج کے مسلح دستوں نے جلیانوالہ باغ کا محاصرہ کر لیا اور دیواروں پر پوزیشن سنبھال لی۔ باغ کا واحد دروازہ بند کر دیا گیا لیکن ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے کوئی وارننگ نہیں دی گئی اور پھر جنرل ڈائر کے احکامات پر فوج نے نہتے مردوں' عورتوں اور بچوں پر براہ راست فائر کھول دیا۔ بندوق سے فائر ہونے والی ہر گولی نے کسی کو زخمی کیا یا ہلاک کیا اور اس سے زیادہ ظلم کی بات یہ تھی کہ کسی زخمی کو کوئی طبی امداد فراہم نہیں کی گئی۔

پنجاب سے ہر قسم کی خبروں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ باقی علاقوں کے رہنے والے بس اندازے لگا رہے تھے کہ پنجاب میں کیا ہو رہا ہے لیکن جب پنجاب کے قتل عام کی افواہیں دیگر علاقوں میں پہنچیں تو برطانویوں سے ہندوستانیوں کی نفرت اور بڑھ گئی نوبل انعام یافتہ ہندوستانی ادیب راجہ رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنا اعزاز برطانیہ کو واپس دے دیا تیں دیگر ہندوستانیوں نے بھی اپنے اعزازات اس ناانصاف حکومت کو لوٹا دیئے۔

جنرل ڈائر نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے مارشال لاء مزید سخت کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک نیا آرڈیننس بھی نافذ کر دیا گیا جس کی رو سے ہر مقامی کا ہر سفید فام کو سلام

یا لازمی قرار دے دیا گیا۔

ان تمام اقدامات نے پنجاب کو باغی بنا دیا اور وہ دیہات جہاں سے جنگ کے لئے سب زیادہ فوجی بھرتی کئے گئے تھے ایک ایک کر کے انگریزوں کے خلاف ہوتے چلے گئے۔ ریزوں نے اس بغاوت کو کچلنے کے لئے ان دیہات پر ہوائی جہازوں کے ذریعے بم گرانے بھی دریغ نہیں کیا۔

چھ ماہ کے پرتشدد ہنگاموں کے بعد بالآخر برطانوی حکومت نے امرتسر کے قتل عام کی یقات کے لئے ایک انکوائری تشکیل دی۔ جنرل ڈائر نے اس کمیشن کے سامنے بیان دیتے ئے اپنے اس اقدام کو جائز قرار دیا اور بقول اس کے اگر وہ یہ قدم نہ اٹھاتا تو لوگ اس کا حکہ اڑاتے۔

ہندوستان کے سیاسی لیڈروں اور سات مہاراجاؤں کو لندن طلب کر لیا گیا تاکہ وہ فکر ر انگلینڈ کو یہ باور کرا سکیں کہ منتقم مزاج ہندوستانی ہر انگریز کو قتل کرنے کی خواہش بہرحال یں رکھتے۔ بیشتر ہندوستانیوں کا خیال تھا کہ 1919ء کے واقعات سے شاہ جارج کے اعلان اثر زائل ہو گیا تھا۔

انڈین نیشنل کانگریس نے کچھ عرصے بعد ایک قرار داد منظور کی جس میں طے کیا گیا کہ روستانی باشندے اپنے ملک کا انتظام و انصرام چلانے کے مکمل طور پر اہل ہیں۔

قرار داد منظور ہونے کے چند گھنٹوں بعد جیہ اپنے باتھنگ پول میں داخل ہوئی تو گلاب کے عطر کی خوشبو کے بھبکوں نے اس کا استقبال کیا۔ پچھلے سات دن سے اس کا جسم مٹی اور بٹن سے لتھڑا رہا تھا۔ صبح کے وقت جب قلعے کی بیرونی دیواروں کے پار شہنائیاں بج رہی یں' خادمائیں بادام کا تیل لگا کر جیہ کے بدن سے سفید مٹی اور ابٹن صاف کر رہی تھیں ر اب باتھنگ پول میں بیٹھی ہوئی جیہ ان واقعات کے بارے میں سوچ رہی تھی جو اس کی ادی تک رونما ہوئے تھے۔

گذشتہ ایک سال اس نے محل کے زنان خانے میں کسی قیدی کی حیثیت سے گزارا تھا بکہ پوری ریاست اس کے والد کی وفات کے سلسلے میں مختلف افواہوں سے دوچار تھی۔ اسی ل کے دوران راجہ مان سنگھ کا بیٹا جان برطانوی حکومت کی مدد سے بالمیر کا مہاراجہ بن گیا تھا

نئے حکمران خاندان نے مملکت میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لئے مہارانی پر تابڑ توڑ ملے کئے اور متعدد الزامات لگائے' حتیٰ کہ وہ بالمیر چھوڑ کر مہاراجہ ڈنگرا کے پاس چلی گئی۔

اس کے بعد رائے خاندان کو بالمیر چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا ان قوم پرستوں کو م کے سامنے غدار بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ رانی مان سنگھ نے خواجہ سراؤں اور خادماؤں کے میں آکر کوکی بائی کو تمام مراعات سے محروم کر دیا اور اسے داشتاؤں کے حصے میں رہنے لئے بھیج دیا۔

اپنے بیٹے کے تاج و تخت کو لاحق سب سے عظیم خطرہ دور کرنے کے لئے راجہ سنگھ نے جیہ کی شادی جلد از جلد کرنے کی کوشش کی لیکن 1919ء میں سیرپور کا پ پرتاپ ہنوز فلسطین میں شکست خوردہ عثمانی خلیفہ پر آخری ضربیں لگانے میں مصروف طویل مذاکرات اور جیہ کے جہیز کے طور پر پرنس پرتاپ کو سالانہ ایک خطیر رقم دینے وعدے کے بعد راجہ مان سنگھ نے سیرپور کونسل سے درخواست کی کہ جیہ کی شادی نامے کے ذریعے.... یعنی پرنس پرتاپ کی تلوار سے کرنے کی اجازت دے دی جائے۔

چنانچہ اجازت دے دی گئی اور یوں ستی ماتا کی ایک اور پیش گوئی پوری ہو گئی۔

جیہ نے سر جھکا اور اسی کے ساتھ ماضی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ با پول سے نکلی اور بھینٹ کے کمرے میں چلی گئی جہاں اسے دوشیزہ کی حیثیت سے آخر کرنی تھی منتروں کا جاپ بیرن نے کیا جبکہ جیہ' ہنومان دیوتا کے سر پر نظریں جما منتروں کو دہراتی رہی۔ ہنومان جی اس کے تحفظ اور بہتر مستقبل کے ضامن تھے پوجا کے جیہ نے گذشتہ ایک سال سے اپنی دمساز و ہمراز بیرن کی طرف دیکھا۔ یہ وہ واحد تھی جس نے ہر قدم پر جیہ کا ساتھ دیا تھا اور اسے تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔

آج رات جیہ تنہائی کے اس طویل دور سے چھٹکارا پا کر پیا دیس سدھارنے والی رانی مان سنگھ شادی کی رسومات میں جیہ کی ماں اور راجہ مان سنگھ باپ کا کردار ادا کر بالمیر کا تخت غصب کر لینے والا جان شادی کی رسومات میں اس کی بھائی کی حیثیت شرکت کرتا۔

قلعے کے نیچے سے شہنائیوں کی آواز بدستور آ رہی تھی یہ اشارہ تھا کہ دولہا پہنچے ہیں۔ دلہن کے تحائف پہلے ہی پہنچائے جا چکے تھے۔ سیرپور کی دولت کا پہلی بار مظاہرہ کیا جا رہا تھا دلہن کے تحائف میں دوسری چیزوں کے علاوہ سیرپور کے مش یاقوت' ہاتھی' گھوڑے جن کی لگاموں میں ہیرے جڑے ہوئے تھے مویشی جن کے موتی پروئے گئے تھے۔ بگھی اور فیشن ایبل رولس رائس کے ساتھ ہاتھی پر ایک شامل تھا۔

جیہ نے پرنس پرتاپ کی تصویر پر پھول چڑھائے وہ گذشتہ ایک سال سے اس آدمی کی تصویر دیکھتی رہی تھی اور سوچتی رہی تھی کہ جانے وہ کب آ کر اسے اس قید سے رہائی دلائے گا اور اب بھی وہ تو نہیں آیا تھا البتہ اسے لینے والے آ گئے تھے وہ ایک ایسی دلہن تھی جسے اپنے دولہا کے بغیر سسرال روانہ ہونا تھا۔

سیرپور کے نقاروں کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی جلوس قریب آ رہا تھا اور جب جیہ نے جلوس کے آخری ہاتھی کے طلائی ہودج کے ساتھ پرنس پرتاپ کی تلوار جھولتے دیکھی تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

ادھر قلعے کی توپوں نے گولے داغ کر بارات کے قلعے میں داخلے کا اعلان کیا اور ادھر خادماؤں نے جیہ کو دلہن کے بھاری ملبوسات پہنانے شروع کر دیئے جن پر بھاری ہیرے جواہرات ٹانکے گئے تھے۔

رانی مان سنگھ نے انتہائی بے دردی کے ساتھ جیہ کی کلائیوں میں درجنوں ہاتھی دانت کی چوڑیاں پہنائی تھیں حتیٰ کہ جیہ کے تمام بازو سفید چوڑیوں میں مکمل طور پر چھپ گئے تھے جیہ نے اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی آنکھوں میں رانی مان سنگھ کے لئے پیدا ہونے والی نفرت کو چھپا نہیں سکی تھی البتہ جب زنان خانے کی عورتوں نے جیہ کو سنہری نقاب پہنایا تو مارے دکھ کے انہوں نے اپنے رخ پھیر لئے انہیں توقع نہیں تھی کہ اپنے دور میں بالمیر کے سیاہ و سفید کی مالک راج کماری کو یوں ایک تلوار سے بیاہ دیا جائے گا۔

جیہ کو سونے میں لاد دیا گیا جس کے فوراً بعد شادی کی رسومات شروع ہو گئیں۔ سیرپور سے آئے ہوئے ایک بزرگ نے پرنس پرتاپ کی تلوار ہاتھ میں تھام کر دلہا کی نمائندگی کی بلکہ سیرپور کے مہاپجاری نے بالمیر کے مہا پجاری کے ساتھ مل کر شادی کی رسومات ادا کیں۔

اور پھر جیہ' بیرن کا سہارا لے کر چھلکتی آنکھوں کے ساتھ آخری بار بالمیر کے قلعے کی بلند راہداریوں سے گزری۔ وہ دونوں مہا پجاریوں کی آوازیں سن رہی تھیں جو اپنے اپنے شاہوں کے لئے تعریفی جملے ادا کر رہے تھے وہ اپنے بادشاہوں کا شجرہ پڑھ رہے تھے فاصلے کے باوجود جیہ کو سب کچھ سنائی دے رہا تھا۔ بالمیر کی سلطنت اتنی قدیم تھی کہ تاریخ اس کے آغاز کے بارے میں خاموش تھی' پھر بھی مہا پجاری نے اپنے حکمرانوں کی تین ہزار سالہ تاریخ دہرائی تھی۔

جیہ جب شادی کے منڈپ کے قریب پہنچی تو پجاری' ہندوستان کے اس واحد دریا سے
مانتی مانگ رہے تھے جس کا نام کسی انسان کے نام پر رکھا گیا تھا یعنی.... دریائے برہم پترا۔
یہ' بالمیر کے صحراؤں کو چھوڑ کر اسی دریائے برہم پترا کے ڈیلٹا میں واقع ایک اجنبی ریاست
کو وداع ہو رہی تھی۔

دونوں پجاریوں نے جیہ کو تلوار کے ساتھ بٹھا دیا انہوں نے سرخ رنگ کا کپڑا تلوار
کے دستے کے ساتھ باندھا اور اس کا دوسرا سرا جیہ کے نقاب سے باندھ دیا گیا سیر پور کا
بزرگ تلوار کے عقب میں ا۔ستادہ ہو گیا جبکہ پجاریوں نے قدیم سنسکرت میں شادی کے منتر
اور اشلوک پڑھنے شروع کر دیئے جب چاولوں کی مٹھیاں پھینکی گئیں تو جیہ نے سر جھکا لیا تا
کہ چاول اس کی آنکھوں کو نقصان نہ پہنچائیں وہ رو رہی تھی اور اس کے آنسو' شادی کے
بھاری بھرکم جوڑے کو بھگو رہے تھے لیکن وہ اس کوشش میں تھی کہ گیلے رخساروں پر ہاتھ
نہ پھیرے کیونکہ اس طرح اس کا میک اپ خراب ہو جاتا۔

بالمیر کی سات شادی شدہ عورتیں آگے بڑھ آئیں وہ مختلف رسومات ادا کر رہی تھیں
جن کا مطلب تھا کہ جیہ کو سہاگنوں کی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا جا رہا ہے اور دیوی جیہ
دولت سے ہی نہیں عزت اور اولاد سے بھی نوازے۔

سہاگنوں کی رسومات ختم ہوئیں تو سیر پور کے بزرگ نے پرنس پرتاپ کی تلوار جیہ
ہاتھوں پر رکھ دی۔ دو خادماؤں نے جیہ کو اٹھنے میں مدد دی اور پھر اگنی کے پھیرے شروع
ہوئے۔ جیہ نے ہاتھوں میں تلوار تھام کر اگنی کے سات پھیرے مکمل کئے اس دوران جیہ
منتروں کا جاپ کرتی رہی تھی جو پجاری پڑھتے رہے تھے۔

منڈپ سے زمین تک سات سیڑھیاں بنائی گئی تھیں تمام رسومات کی تکمیل کے بعد
کو یہی سات سیڑھیاں اتر کر اپنی رولس رائس پر بیٹھ کر بالمیر سے روانہ ہونا تھا۔ ہر سیڑھ
منتر اور عہد الگ تھا بالمیر کا راج گورو یہ منتر پڑھتا اور جیہ دھیمے لہجے میں اس کی تا
کرتی۔

جیہ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اور سرگوشی میں بولی "اگر میں غلطی پر ہوں تو میں
کے ستارے سے التجا کروں گی کہ وہ آئندہ کبھی نہ چمکے" اس نے سر کو اٹھا کر دیکھا
تمام ہو چکی تھی ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا لیکن صبح کا ستارہ اب بھی آسمان پر چمک
تھا۔

جیہ اگلی سیڑھی پر رکی "اگر میں غلطی کر رہی ہوں تو میں سورج سے پرارتھنا کرو

آئندہ کبھی آسمان پر اپنی روشنیاں نہ بکھیرے۔"

تیسری سیڑھی پر اس کی آواز قدرے بلند اور غصے سے بھرپور تھی وہ اپنے لہجے پر خود
بران ہو گئی تھی "اگر میں غلطی پر ہوں تو چاند سے کہوں گی کہ آئندہ کبھی سورج سے
ن مانگ کر زمین پر اپنی چاندنی نہ بکھیرے۔"

نئے چاند کے بائیں جانب صبح کا ستارہ ہنوز روشن تھا جبکہ مشرقی افق پر لالی دکھائی دینے
تھی سورج طلوع ہونے جا رہا تھا "اگر میں غلطی پر ہوں تو سیاروں سے کہوں گی کہ وہ
ج کے گرد گھومنا بند کر دیں۔"

جیہ نے اگلی سیڑھی پر قدم رکھا "میں دنیا کی ساتوں ماؤں سے التجا کروں گی کہ اگر ان
نظر میں میرا یہ عمل غلط ہے تو وہ فوری طور پر مجھے روک دیں۔"

آخری سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے وہ رکی اور زار و قطار رونے لگی۔

"دیوتا!" بالمیر کے راج گورو نے جیہ کو یاد دلایا جیہ نے بولنا چاہا لیکن اس کی آواز
ہوں اور ہچکیوں میں دب کر رہ گئی۔

"بولو شہزادی!" بوڑھے پجاری نے پھر سرگوشی کی "اگر تم اب خاموش رہیں تو سیر پور
اسے اپنے لئے برا شگون تصور کریں گے۔"

جیہ نے ایک طویل سانس لی تاکہ اس کی ہچکیاں رک جائیں "اے عظیم دیوتاؤ!" جیہ
سسکیوں سے ملتی جلتی آواز میں کہا "اگر تمہارے علم میں کوئی ایسی بات ہے جس کے
مجھے یہ تعلق نہیں جوڑنا چاہئے تھا تو تم مجھے روک دو۔"

اب وہ زمین پر تھی لیکن اس کی شادی مکمل نہیں ہوئی تھی اس نے پرنس پرتاپ کی
کو سختی سے بھینچ لیا اور اپنی ہچکیوں پر قابو پانے کی کوششیں کرنے لگی۔ اب اس کی اپنی
خود اجنبی محسوس ہو رہی تھی۔

ے دھرتی' تو ہم سب کی ماتا ہے تو گزرے اور آنے والے سے کو جانتی ہے اگر تم
ہو کہ مجھے یہ شادی نہیں کرنی چاہئے تھی تو پھٹ جا تاکہ میں تیرے دامن میں پناہ
سکوں۔"

پر جیہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی' شاید اس انتظار میں کہ کوئی ماورائی عمل ظہور پذیر
ن پھٹے گی اور وہ اس میں سما جائے گی لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک طرح کی مایوسی
ہا جیہ نے تلوار زمین پر رکھ دی اور نقاب سرکا کر تلوار کے دستے پر ماتھا ٹیکنے کے
گئی۔ انداز ایسا ہی تھا کہ وہ پرنس پرتاپ کے قدموں پر ماتھا ٹیک رہی ہے' جیسا کہ

مستقبل میں اسے کرنا تھا۔

سیرپور کے لوگوں کو تاریخی حوالوں اور ثبوت کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ سیرپور ا
تھا کہ کرشن بھگوان کی لڑائی میں جن دو ریاستوں کا نام ملتا تھا ان میں سے ایک تری پو
دوسری سیرپور تھی۔ سیرپور کے رہنے والوں کو یقین تھا کہ ان کی ریاست اتنی ہی پرا
جتنا کہ ان کا مذہب' کوشش کے باوجود سیرپور کی صرف تین ہزار سالہ تاریخ دستیاب
تھی جسے دریائے برہم پترا کے کنارے واقع کامنی مندر میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔

سیرپور ریاست کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع تھی جبکہ اس کی سرحدیں چین
تھیں اس کا قدیم دارالحکومت عظیم دریائے برہم پترا کے بائیں کنارے پر پھیلا ہوا تھا
پور کے باشندے اس عظیم دریا سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے کیونکہ کبھی کبھار اس کا پانی
کی شمالی سرحدوں میں کناروں سے بہہ نکلتا تھا۔ سینکڑوں دیہات اس طوفانی دریا کی
سری کی نذر ہو جاتے تھے اور دارالحکومت میں دریا کے کنارے انسانی لاشوں سے ا
کرتے تھے۔

ہر عشرے میں دریا کا طوفان تباہی مچاتا اور دارالحکومت کو تہس نہس کر دیتا
پور کے باشندے ہر بار کھنڈروں پر عظیم الشان عمارتیں تعمیر کر لیتے.... مگر اس کے
بات بھی سیرپور کے لئے ہی مشہور تھی کہ مہارانی کے پردہ پیلس میں مقیم بعض عور
آج تک تین مربع میل میں پھیلے ہوئے محل کا بیرونی دروازہ نہیں دیکھا۔

دریائے برہم پترا میں آنے والے سیلابوں کے باوجود سیرپور زرعی اور معدنی
ایک امیر ترین ریاست تھی۔ چاول یہاں کی سب سے بڑی فصل تھی جسے دریا
کلکتہ بھیجا جاتا تھا جبکہ معدنیات میں ہیروں کی کانیں' سیرپور کی ریڑھ کی ہڈی
رکھتی تھیں۔ سیرپور کے عوام کا یہ کامل یقین تھا کہ سیرپور پر دیوی کی یہ مہربانیا
کامنی مندر کے باعث ہیں۔

ہر صبح سیرپور کے باسیوں کی ایک بڑی تعداد شیوا بھگوان کی پوجا کے لئے
جاتی' جہاں شیوا اپنی دیوی کو بانہوں میں لئے شاید صدیوں سے کھڑا تھا یہ لوگ
جس میں بتایا جاتا کہ دیوی' اس رقص میں دیوتا کی تیزی کا ساتھ نہ دے پائی تھی
اس تیزی سے رقص کیا کہ اس کی بانہوں میں محو رقص دیوی کے جسم کے
گئے۔ دیوی کا بدن ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر زمین پر گرا یہ.... ٹکڑے
گرے وہاں وہاں دیوی کے مندر بنا دیئے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ دیوی کے شکم کا زیریں حصہ سیرپور میں گرا تھا شاید اسی لئے ہر سال'
مخصوص دنوں کے لئے دریائے برہم پترا کا صاف اور شفاف پانی سرخ اور گدلا ہو جایا کرتا

جیہ بالمیر سے سیرپور کے تمام راستے اپنے شوہر کی تلوار گھٹنوں پر سنبھالے رہی تھی۔
رولس رائس کی کھڑکیاں پھولوں کے ہاروں سے اٹی ہوئی تھیں لیکن پھولوں کے
میں اتنی جگہ ضرور تھی کہ وہ دارالحکومت کا نظارہ کر سکتی۔
پرانے شہر کی تنگ گلیوں میں اسے مذہب اور رنگوں کا عجیب امتزاج نظر آیا تھا کہیں
نسل لوگ بیٹھے جوتے مرمت کرنے میں مصروف تھے اور کہیں برطانوی ریزیڈنسی کے
وکیل اپنی دکانیں لگائے بیٹھے تھے۔ کئی جگہوں پر اسے نیم برہنہ قبائلی عورتیں بھی
دی تھیں جو لمبے لمبے سگار فروخت کر رہی تھیں لیکن نئے شہر کی چوڑی اور
رت شاہراہوں پر جیہ کو یورپی میم صاحبائیں کھلی کاروں میں بیٹھی ساتھ گھوڑوں پر سوار
ے خوش گپیوں میں مصروف ملی تھیں۔
سیرپور لاء کالج اور سیرپور یونیورسٹی کے قریب سے گزر کر پھولوں سے لدی پھندی کار
لس کی طرف بڑھی جو مہاراجہ کی رہائش گاہ اور بادشاہت سیرپور کا انتظامی مرکز تھا۔ جیہ
یا کے ایک کنارے پر ماہی گیروں کی بہت سے کشتیاں لنگر انداز دکھائی دیں۔ یہ کشتیاں
ے مچھلیاں اور کیکڑے پکڑتی تھیں جن کے لئے سیرپور' مشرق میں مشہور تھا۔
دریا کے دوسرے کنارے پر باغوں میں گھری ہوئی بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ یہ رہائش
سیرپور کے دولت مند تاجروں کی تھیں۔ ان باغوں میں بیٹھ کر ہر موسم میں دریا کا
لیا جا سکتا تھا۔
کار' گیٹ پر استادہ محافظوں کے قریب سے گزر کر اس دیوار کی طرف بڑھی جو پردہ
کو ٹی پیلس کے اندر واقع مختلف محلات سے جدا کرتی تھی۔
پردہ پیلس کی آہنی ریلنگ پر اپلے سینین خواجہ سرا' جیہ کو مہارانی کے حضور لے جانے
ئے تیار تھے۔ جیہ ان کے پیچھے پیچھے چلتی بلند و بالا چھتوں والے کمروں سے گزری جن
بڈ پانی سے بھرے ہوئے کنستروں کے اوپر بچھائے گئے تھے تاکہ سانپ بستروں پر نہ آ
۔ بالآخر اسے سیرپور کی شیر دل مہارانی کے دربار روم کے دروازے تک پہنچا دیا گیا۔
بوڑھی ملکہ انتہائی تکلیف کے عالم میں اپنی گدی سے اٹھی اس نے سب سے پہلے جیہ
ر اتاری اور پھر اسے گلے سے لگا لیا۔ مہارانی نے جیہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بھاری

کنجیاں اس کے ہاتھ پر رکھ دیں۔

"یہ تمہارے شوہر کے محل اور میرے خزانے کی چابیاں ہیں' بہو!" مہارانی نے آگاہ کیا۔

"جیہ نے مہارانی کو جھک کر سلام کیا۔ وہ قدم بوسی کے لئے آگے بڑھی لیکن نے اس کے دونوں شانے تھام لئے اور اپنے برابر بٹھالیا۔

"بے چارہ وکٹر' صرف سات سال کا تھا جب اسے سیرپور کا مہاراجہ بننا پڑا" مہا جیہ سے اپنے پوتوں کا تعارف کروانا شروع کیا' "لیکن اس کے بچپنے کے باوجو ریزیڈنٹ سر ہنری کونرے کے اصرار پر اسے فوری طور پر تعلیم کے لئے انگلینڈ روا گیا پر تاپ اس سے بھی چھوٹا تھا مگر اسے بھی ساتھ جانا پڑا۔"

بوڑھی عورت نے نسبتاً ایک سخت قسم کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر جیہ کو لیکن جب بھی لڑکے سیرپور واپس آتے میں محل کی نوجوان بیسواؤں سے کہتی کہ اپنے ماحول اور انداز کے بارے میں آگاہ کریں۔"

جیہ ساکت بیٹھی رہی اور مہارانی اپنی تند آواز میں اسے بتاتی رہی کہ کس طر کی ایک نوخیز کلی کو چھٹیوں پر آئے ہوئے شہزادوں کو رجھانے کے لئے ان کی خوا میں بھیجتی رہی۔ شاید اسے یقین تھا کہ اس کے پوتے اپنی انگریزی روحوں کو ان آغوش میں دفن کر دیں گے۔

آخرکار خادمائیں' جیہ کو سنگ مرمر کی چوڑی چکلی سیڑھیوں کے ذریعے اس کے کو لے چلیں۔ جسے ویلز پیلس کہا جاتا تھا یہ محل دراصل شاہ ایڈورڈ ہفتم کی رہائ طور پر تعمیر کیا گیا تھا جب اس نے پرنس آف ویلز کی حیثیت سے سیرپور کا دورہ کیا اس کی تعمیر میں وکٹورین ریلوے اسٹائل کا بطور خاص خیال رکھا گیا تھا تاکہ فن تعمیر انگریزوں سے ہندوستانیوں کی محبت کا اظہار ہو سکے۔

پرنس پرتاپ نے سیرپور پر انگریزوں کی انمنٹ چھاپ کے اظہار کے طور پر کی دیواروں پر جا بجا قد آدم آئینے لگا رکھے تھے جن پر نیم عریاں عورتوں کی تصا تھیں لیکن جب مودب خادماؤں نے ماربل کے فرش اور یورپین فرنیچر سے آراستہ کے دروازے کھولے تو جیہ کو اپنی خواب گاہ کی بالکونی سے سٹی پیلس کے عقب کامنی مندر کا بلند و بالا کلس دکھائی دیا تھا۔

اسی شام سیرپور کے حکمران نے سٹی پیلس کے دربار ہال میں جیہ کا سرکاری ا

سیرپور کے وزراء نے جیہ کو استقبالیہ تحائف پیش کئے تو مہاراجہ وکٹر اپنی بھابی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ شاید اسے جیہ کی تنہائی کا احساس ہو رہا تھا البتہ جیہ کو اس کی مسکراہٹ میں ایک عجیب طرح کی نرمی اور تکان محسوس ہوئی تھی۔

تقریبات کے اختتام پر اس نے اس دن کی یادگار کے طور پر جیہ سے ایک تصویر بنوانے کی فرمائش کی - وہ اس کے ساتھ ایک پرائیویٹ اسٹڈی میں گئی جہاں آرام دہ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جبکہ دیواروں پر ریس جیتنے والے گھوڑوں کی تصاویر آویزاں تھیں۔

"میں پاگل پن کی حد تک فلموں کا دلدادہ ہوں" مہاراجہ وکٹر نے فوٹو گرافر کی کینوپی کے عقب میں کھڑے ہو کر جیہ کو آگاہ کیا "کیا تمہیں بھی سینما پسند ہے' شہزادی؟"

"ہاں' حکم!" جیہ نے جواب دیا۔ "ہمارے والد بھی ایک فلم بالمیر لائے تھے۔ فلم کرشن بھگوان کے بارے میں تھی ہم نے اسے کئی بار دیکھا تھا۔"

خوبصورت سرخاکی کپڑے کے عقب سے برآمد ہوا۔ سوئی ہوئی آنکھوں میں تعجب کی لکیر تھی "میرا مطلب اصل فلموں سے ہے" مہاراجہ وکٹر بولا "حقیقی فلم اسٹاروں کے ساتھ' جیسے میری پکفورڈ' ڈگلس' فیئر بنکس یا کوراہارٹ..." سر دوبارہ کپڑے کے عقب میں غائب ہو گیا پھر ایک چمک پیدا ہوئی اور فضا میں دھواں سا بھر گیا۔

اس نے مطمئن انداز میں پلیٹ' کیمرے سے نکال لی "تم پرتاپ کے بغیر یقینی طور پر تنہائی محسوس کرو گی' شہزادی" اس کی آواز میں ہمدردی تھی "اپنا نقاب یہیں چھوڑ دو' آؤ میرے پرائیویٹ سینما میں فلم دیکھتے ہیں۔"

"وہ جیہ کو اسکریننگ روم میں لے گیا جو یورپی باشندوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اپنے سماگ کے جوڑے میں خود کو مضحکہ خیز اور بے ڈھنگا تصور کرتے ہوئے وہ سکڑی سمٹی ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ وہ ڈر کے مارے اپنے ہاتھوں کو بھی حرکت نہیں دے رہی تھی کیونکہ اس صورت میں شادی کی بھاری چوڑیاں شور مچانا شروع کر دیتیں اس نے گرد و پیش پر نگاہ ڈالی یورپین' مہاراجہ سے یورپ میں ہونے والے پولو میچوں اور پارٹیوں کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔

ایک میم صاحب جس کے موٹے اسٹرپ اس کے ایوننگ ڈریس میں سے سفید چمڑی میں دھنسنے کی کوشش کر رہے تھے نے جیہ کو باتوں میں لگانا چاہا۔ میم جانے کیا بک بک کر رہی تھی لیکن جیہ کو اس کا ایک لفظ بھی سمجھ میں نہ آیا تھا' البتہ اس نے مسکرا کر میم کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ وہ سب کچھ جانتی ہے۔ ممکن ہے میم کچھ اور بھی کہتی لیکن

وقت روشنیاں گل ہو گئیں اور جیہ نے بھگوان کا شکر ادا کیا۔

اسکرین پر نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ یورپینز کے تبصرے بھی شروع ہو گئے۔

"تم کس قدر رومانٹک ہو وکٹر!" وہ لوگ مہاراجہ کو بے تکلفی سے مخاطب کر رہے ۔ "کوئی بھی ان فلموں کو زیادہ نہیں دیکھ سکتا۔"

"یہ تو کورا ہارٹ ہے' ہم اسے جانتے ہیں۔"

"یہ واقعی دنیا کی سب سے بری اداکارہ ہے۔"

مہاراجہ کو ان تبصروں کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنی نشست پر آگے کو جھکا بڑی بے ری سے کورا کے نشیب و فراز کا جائزہ لے رہا تھا۔ جیہ کو بے اختیار اپنے محل کی لا وائیں یاد آگئی تھیں جنہوں نے اسے نسوانی جسم کے اسرار و رموز بتائے تھے۔

جیہ نے خود کو ایک بیوی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک دلہن کی حیثیت سے زندہ رکھ کے لئے اپنی زندگی کے اہم واقعات کو ایک البم میں سجایا تھا جس کے سیاہ صفحات پر کہیں یں پرنس پرتاپ کی بجھوائی ہوئی تصاویر بھی تھیں۔

اس کے شوہر نے اپنی چھوٹی بہن کو متعدد خطوط لکھے تھے بعض خطوط فرانس سے آ ھے جہاں اس نے مہاراجہ بیکانیر کے اے ڈی سی کی حیثیت سے جنگ عظیم کے خاتمے لئے ہونے والے معاہدہ ورسیلز پر دستخطوں کی تقریب میں شرکت کی تھی۔ چند نوٹس سو نڈ سے لکھے گئے تھے۔ وہاں بھی اس نے مہاراجہ بیکانیر کے اے ڈی سی کی حیثیت سے لیگ آف نیشنز کے افتتاحی اجلاس میں شرکت کی تھی۔ جیہ نے ان خطوط میں اپنی شادی رے میں کوئی جملہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔

اس کے اپنے دن شادی کی تقریبات میں گزر رہے تھے۔ ایک روز اسے سلطنت زیر اعظم اور برٹش ریزیڈنٹ کی موجودگی میں چاندی میں تولا گیا۔ وہ آلتی پالتی مار کر لو کے ایک بڑے کانٹے کے ایک پلڑے میں بیٹھ گئی جبکہ ملازمین نے دوسرے پلڑے چاندی کے سکے ڈال دیئے۔ یہ سکے بعد ازاں غریبوں میں اور مسکینوں میں تقسیم کر د گئے۔

اسی تقریب میں جیہ کی ملاقات ان دو افراد سے ہوئی تھی جنہوں نے اپنی زندگیاں پور کے نام کر دی تھیں اور سیرپور کے لئے خدمات کے اعتراف کے طور پر برطانوی حکو نے انہیں سر کے خطاب سے نوازا تھا۔

ان میں سے ایک سر اکبر تھے' سلطنت سیرپور کے وزیر اعظم۔ وہ سونے کے د

ہری تھا۔ باوقار انداز میں وہاں موجود تھے۔ اس کے ساتھ سرہنری کونرے تھا جس کا سر نجا لیکن آنکھوں سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ جیہ کو دونوں بے حد پسند آئے تھے۔ یہی وہ طانوی ریزیڈنٹ تھا جس نے دو نابالغ بچوں کو سات سمندر پار بھیجنے کا اہم ترین فیصلہ کیا تھا ر وہ اپنے فیصلے پر کبھی شرمندہ نہ تھا۔

چند دن بعد سیرپور کے تعلیم یافتہ طبقے کی چند عورتیں جیہ سے ملنے آئیں۔ جیہ نے یلزے پیلس کے سفید ڈرائنگ روم میں ان کا استقبال کیا تھا۔

"آپ جانتی ہوں گی حکم! کامنی مندر کا نام محبت کے دیوتا' کام دیوتا پر رکھا گیا ہے۔" ن میں سے ایک عورت نے بات شروع کی۔

"اور آپ کے شوہر ہاؤس آف سیرپور کے شہزادے ہیں۔" دوسری نے لقمہ دیا۔ " ں اعتبار سے وہ مندر کے ضامن بھی ہیں۔"

سر جھکا کر قالین کو دیکھتی ہوئی جیہ اپنے شوہر کی حکومت کی ان فیشن ایبل خواتین کو یکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

"آپ کے حقوق زوجیت ادا کرنا' آپ کے شوہر کی پوجا ہے' حکم!" ایک عورت نے ب کشائی کی۔

"بہت سے شوہر' پرنس پرتاپ کی شجاعت اور جواں مردی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں' یونکہ ان کی بیویاں ان سے باغی ہو گئی ہیں۔"

عورتیں اس بات سے قطعی بے خبر تھیں کہ ان کی باتوں نے جیہ کے ذہن میں کیا آگ بھری ہے۔ وہ ہاتھی دانت کے سگریٹ ہولڈروں میں سگریٹ سلگائے' شراب کے گلاس فضا میں لہراتی جیہ کو یہ یقین دلانے کی کوششوں میں مصروف تھیں کہ اس کا شوہر کوئی عام آدمی نہیں۔

جیہ کے دن تو جیسے تیسے گزر جاتے لیکن شامیں ہمیشہ اداسی لے کر آتیں۔ وہ اپنے شوہر کے بغیر خود کو ادھورا سمجھنے لگی تھی۔ دن' ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں بدلتے گئے لیکن پرنس پرتاپ واپس نہیں آیا۔ اس عرصے میں مہاراجہ وکٹر ہر ممکن طریقے سے اس کی دل جوئی کرتا رہا۔ وہ اکثر اسے پولو گراؤنڈ بلا لیتا۔ صبح کے وقت جب وہ دونوں گھڑ سواری کے لئے نکلتے تو وہ عموماً اس درد کا ذکر ضرور کرتا جو محبوب کی دوری کے باعث برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اس کے دل میں جیہ کے لئے بے پایاں ہمدردی تھی۔ وہ اپنے عوام کے ساتھ بھی نہایت محبت سے پیش آتا تھا۔ اسی لئے جیہ اسے ایک کامیاب حکمران تصور کرتی تھی۔

سیر پور میں جیہ کی آمد کے ایک سال بعد بارشوں اور سیلاب کا موسم ختم ہو گیا اور عوام نے تباہ ہونے والی عمارتیں از سر نو تعمیر کرنی شروع کر دیں۔ بازاروں میں ہجوم بڑھ گیا۔ ان میں سے بیشتر لوگ کامنی مندر میں جلانے کے لئے چراغ خریدنے کے لئے بازار آتے تھے۔

جیہ بھی' مہارانی کے ہمراہ چراغ جلانے کامنی مندر گئی اور بہت سی دعائیں سمیٹ کر لائی۔ لوگ جوق در جوق اپنے ہر دل عزیز شہزادے کی بیوی کی ایک جھلک دیکھنے کو جمع ہو گئے تھے۔

اور پھر حتمی طور پر پرنس پرتاپ کی سیر پور واپسی کی اطلاع ملی تو جیہ کی شادی کو دو سال ہو چکے تھے اور اخبارات شاہ برطانیہ کی ان اصلاحات سے بھرے ہوئے تھے جن کا اعلان شادی کے سال کیا گیا تھا۔

کئی ہفتوں تک یہ افواہ زیر گردش رہی کہ نوجوان پرنس آف ویلز' شاہ برطانیہ کے وعدے پر قائم کی جانے والی اسمبلیوں کے افتتاح کے لئے ہندوستان آئے گا' لیکن بعد میں پروگرام کو منسوخ کر دیا گیا کیونکہ برطانویوں نے ہندوستانیوں کو اصل اختیارات نہیں دیئے تھے اور پرنس آف ویلز کے دورے کے موقع پر پرتشدد ہنگاموں کا امکان تھا۔

اس کے بجائے فیصلہ کیا گیا کہ شاہ انکل ڈیوک آف کنات اسمبلیوں اور چیمبر آف پرنس کے افتتاح کے لئے ہندوستان کے دورے پر آئے گا۔

جب جیہ کو بتایا گیا کہ اس کے شوہر کی ٹرین سیر پور کی جانب روانہ ہو چکی ہے تو اس نے اپنے شوہر کا خیر مقدم کرنے کے لئے ایک بار پھر اپنے سہاگ کا جوڑا زیب تن کر لیا۔ جب خادماؤں نے اسے آگاہ کیا کہ سفید ڈرائنگ روم میں کوئی اس کا منتظر ہے تو وہ سنگ مرمر کی سیڑھیوں سے تقریباً بھاگتی ہوئی نیچے اتری لیکن وہاں اس کے شوہر کے بجائے سر اکبر وزیر اعظم سیر پور اس کا منتظر تھا۔

"پرنس پرتاپ کو سٹی پیلس میں روک لیا گیا ہے' شہزادی!" وزیر اعظم کی کوڑے برساتی آواز اسے سنائی دی۔ "وہ کل دوپہر کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے۔"

جیہ نے بالوں میں پہنے ہوئے گجرے توڑ دیئے اور ان کے پھولوں کو پیروں تلے کچلتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔

وسیع و عریض بیڈ پر لیٹ کر اس نے وہ البم کھول لی جس کے ذریعے وہ اپنے شوہر کی غیر حاضری میں اسے پہچاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ وہ ایک تصویر پر ٹھہر گئی

جس میں پرتاپ ایک ہوائی جہاز کے کاک پٹ سے ہوا میں ہاتھ لہرا رہا تھا۔ ہیلمٹ اس کے سر پر تھا جبکہ بھاری گاگلز ہیلمٹ کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ جیہ کو اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ایک خوشی نظر آئی تھی جو کسی اور تصویر میں نہیں تھی۔ اچانک ہی جیہ کو احساس ہوا کہ پرنس پرتاپ اس شادی کو پسند نہیں کرے گا۔

وہ سارا دن اپنی خواب گاہ میں بند رہی اور یہ سوچ سوچ کر روتی رہی کہ پرنس پرتاپ نے اپنی پہلی رات اپنی نوبیاہتا کے ساتھ گزارنے کے بجائے پرنس وکٹر اور اس کے مہمانوں کے ہمراہ سٹی پیلس میں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ خادمائیں دستک دے کر اندر داخل ہوئیں تو اس نے سر تکیئے میں چھپا لیا تاکہ اس کے آنسو انہیں دکھائی نہ دیں۔ اس نے تمام دن کچھ نہیں کھایا تھا اور اب بھی خادماؤں کے لائے ہوئے کھانے کو ہاتھ لگانے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ اٹھ کر بالکونی میں آ گئی۔ شام کا ملگجا پن تاریکی میں تبدیل ہو رہا تھا۔ سیر پور میں رات جلد اترتی تھی۔ دریا کا دوسرا کنارہ دکھائی نہیں دے رہا تھا' البتہ جا بجا لالٹینوں کی روشنیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

سٹی پیلس کے دروازوں پر نصب لیمپ بھی روشن کر دیئے گئے تھے۔ وزیر اعظم نے اسے بتایا تھا کہ جنگ عظیم کے دوران رائل ائر فورس میں شریک ہونے والا واحد ہندوستانی' ایک سکھ پائلٹ اور دو یورپی باشندے بھی شہزادے کے ہمراہ سیر پور آئے تھے۔ سر اکبر نے ان خوبصورت عورتوں کا تذکرہ نہیں کیا تھا جو ان کے ساتھ تھیں' لیکن جیہ جانتی تھی کہ وہ بھی اس وقت سٹی پیلس میں موجود ہیں۔

سٹی پیلس ہمیشہ غیر ملکی مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔ خود جیہ نے بہت سی خوبصورت لڑکیوں کو سٹی پیلس میں قیام پذیر دیکھا تھا۔ وہ ایسے بے وقوف امیر زادوں سے بھی ملی تھی جو شکار کے لئے سیر پور آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

مہاراجہ کے اپارٹمنٹس سے ایک کار کا ہارن سنائی دیا۔ اور کئی مترنم قہقہے فضا میں بکھر گئے۔ جیہ نے غصے کے اظہار کے طور پر اپنے لمبے بالوں کو ایک جھٹکا دیا۔ بغیر دیکھے وہ جان گئی تھی کہ اس کا شوہر سفید چمڑی والی عورتوں میں گھرا اپنی اس بیوی کا مضحکہ اڑا رہا ہو گا' جسے اس نے اب تک دیکھا بھی نہیں تھا۔

جیہ نے وہ رات آنکھوں میں کاٹ دی۔ کبھی اسے محسوس ہوتا کہ وہ کانٹوں کے بستر پر لیٹی ہے اور کبھی یوں لگتا کہ وہ اپنے شوہر کی بانہوں میں ہے اور اسکے ہاتھ اپنی بیوی کا بدن سہلا رہے ہیں۔

اسی گو مگو میں صبح ہو گئی۔ خادمائیں ایک بار پھر اسے دلہن بنانے آ گئی تھیں۔ انہوں
نے تازہ مہندی سے جیہ کی ہتھیلیاں اور پاؤں رنگین کر دیئے اور پھر اسے نقاب اوڑھا
گئی۔ جیہ کی ذاتی خادمہ چاندنی نے سرخ ریشمی کپڑے کا وہ مستطیل ٹکڑا جیہ کے حوالے کر
دیا جو دو سال تک پرنس پرتاپ کی تصویر کے سامنے بچھا رہا تھا۔ اس کے اندر وہ سونے
سکہ لپٹا ہوا تھا جسے جیہ نے اپنے شوہر کے پیروں پر رکھنا تھا۔

خادمائیں اسے سیر پور کے حکمرانوں کی قد آور تصاویر کے قریب سے گزار کر اسے سفید
ڈرائنگ روم میں لے گئیں جہاں وہ کل سر اکبر سے ملی تھی۔ آتش دان کے اوپر لگے
آئینوں میں اسے ڈرائنگ روم کی ہر سفید شے کے درمیان اپنے سرخ رنگ کے کپڑے
عجیب سے لگ رہے تھے۔

تب ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ جلدی سے پلٹ پڑی۔

اپنے نقاب کی اوٹ سے اس نے ایک طویل قامت کو مغربی کپڑوں میں ملبوس اپنے
ملازم کو ہدایت دیتے دیکھا۔ اس کی رنگت گندمی اور جبڑے ابھرے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی
آنکھیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے سگریٹ سے اٹھنے والے دھوئیں کی وجہ سے نصف
تھیں۔ دوسرے ہاتھ میں سگریٹ کا پیکٹ جبکہ پیروں میں گھڑ سواری کے جوتے تھے۔
کے عقب میں جیہ کو الیشن بھی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ہلکے سے غرایا تو اس نے سگریٹ
ٹن ہی کتے کو دے مارا اور وہ دھیمے سروں میں غراتا ہوا فرش پر بیٹھ گیا۔

دروازہ بند ہو گیا۔ جیہ نے جب اسے اپنی جانب آتے محسوس کیا تو خون جیسے اس
کنپٹیوں سے ٹکرانے لگا۔ لیکن وہ کمرے کے وسط میں رک گیا۔ اس نے سگریٹ کی
گہرے سبز قالین پر جھاڑی تو کچھ راکھ اس کے چمکتے ہوئے بوٹوں پر بھی آ گری۔ جب
نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تو جیہ کا جی چاہا کہ وہ خود اس فاصلے کو مٹا ڈالے۔

اور اس نے ایسا ہی کیا۔ ڈرائنگ روم اس کی چوڑیوں کی کھنک سے گونج اٹھا۔ جیہ
ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا طلائی سکہ نکالا اور اپنے پسینے میں نہائے ہوئے بدن کے ساتھ
اپنے شوہر کے قدموں میں رکھنے کے لئے نیچے جھک گئی۔

جیہ نے نقاب کے کونوں سے برہنہ کلائیوں کو حرکت کرتے دیکھا۔ ہاتھ اس کی
بڑھے تو اس کی سانس رک گئی۔ وہ کپکپاتے ہوئے یہ سوچ رہی تھی کہ سہاگ کی رات
اس ڈرائنگ روم کے قالین پر ادا کی جائیں گی' کیا بیڈ روم.... پولو کے کھلاڑی کی
انگلیاں جیہ کی کمر کی جانب بڑھیں اور انہوں نے نقاب تھام لی۔ جونہی ان مضبوط ہاتھ

جیہ کی نقاب اتار کر زمین پر گرائی' اس کے نتھنے پرفیوم کی تیز خوشبو سے مہک اٹھے۔

جیہ نے سر اٹھایا تاکہ اس کا دولہا وہ صراحی دار گردن دیکھ سکے جس کے بارے میں اکثر
کوکی بائی کہا کرتی تھی کہ بہت خوبصورت ہے۔ پرنس پرتاپ نے باقاعدہ چاروں طرف گھوم
کر اس کا جائزہ لیا۔ جیہ کو اس کی نگاہیں اپنے بدن میں چبھتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔

ایک خوابیدہ آواز نے خاموشی کا پردہ چاک کر دیا۔ "مجھے ڈر ہے کہ یہ سب نہیں چلے
گا' شہزادی۔" وہ ایک سیکنڈ رک کر دوبارہ گویا ہوا۔ "تمہیں یہ نہیں کرنا چاہئے!"

"حکم!"

"اپنے ہاتھوں اور پیروں کو صاف کر ڈالو اور ان کرسمس ڈیکوریشنز سے بھی باہر نکلو۔"

اس نے ٹن سے نئی سگریٹ نکالی اور دانتوں میں دبانے سے قبل پیکٹ کو اس سے
بجایا۔ "لنچ تک میں بہتری دیکھنا چاہتا ہوں۔" اسے مڑتے دیکھ کر دروازے کے قریب بیٹھا
ہوا الیشن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پرتاپ کے پیچھے پیچھے وہ بھی ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا
تھا۔

لیموں کے پانی سے ہاتھ اور پاؤں صاف کرنے میں جیہ کو تاخیر ہو گئی۔ اسے کئی منٹ
پہلے لنچ پر پہنچ جانا چاہئے تھا۔ جب وہ اس ڈرائنگ ہال میں داخل ہوئی جسے پرنس پرتاپ کی
عدم موجودگی میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا تو شیشے کی میز سے گرد پوش ہٹائے جا چکے تھے۔ اور
اس کے وسط میں ایک طلائی گلدان میں مور کے خوبصورت پر سجائے جا چکے تھے۔ پرنس
پرتاپ اپنی مخصوص کرسی پر تھا' جبکہ اس کے عقب میں ایک موٹا تازہ یورپین' استادہ تھا۔
جیہ نے جلدی سے اپنے میک اپ سے عاری چہرے پر نقاب گرا لی۔

"نقاب اتار دو شہزادی!" پرتاپ کی خوابیدہ آواز کمرے میں گونجی۔ "مائیکل میرا ذاتی
ملازم ہے۔ براہ کرم اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا تم میری دادی کے خواجہ سراؤں
کے ساتھ کرتی ہو۔"

جیہ نے جھجکتے ہوئے نقاب اتار دی۔ اسے فرانسیسی کے چہرے پر عجیب طرح کے کرب
کے آثار نظر آئے تھے۔

"تمہارے کپڑے پہلے سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔" پرتاپ نے ناقدانہ نگاہوں سے اس کا
جائزہ لیا۔ "لیکن سیر پور میں ہماری عورتیں ساڑھی پہنتی ہیں۔ براہ کرم ویسا ہی کرو.... اور
ہاں' تم جانتی ہو کہ چمچے اور کانٹے سے کیسے کھایا جاتا ہے؟"

جیہ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ مطمئن انداز میں مسکرا دیا۔ اس نے ان طلائی پلیٹوں

کی طرف اشارہ کیا جن میں شراب کے گلاس اور دیگر کٹلری رکھی تھی۔

دروازے پر آہٹ ہوئی اور دستانے پہنے ہوئے ملازم سوپ کے پیالے لئے اندر داخل ہوئے۔ جیہ کو شفاف براؤن رنگ کے سوپ میں گوشت کے قتلے دیکھ کر حیرت کا شدید لگا تھا۔

"ہمارا تعلق ہندوستان کی قدیم ترین بادشاہت سے ہے شہزادی!" پرتاپ نے اپنی کی حیرت کو محسوس کر لیا تھا۔ "اب تک ہماری حکمرانی کو تین ہزار گیارہ سال بیت چکے ہ کیا یہ پسند آیا کہ ہم تمہیں گوشت سرو کر رہے ہیں؟"

وہ ملازموں کے باہر جانے تک خاموش رہا اور پھر شیشے کی میز پر آگے جھک گیا دوسری جانب' جب میں نے پہلی بار انگلینڈ کی یونیورسٹی میں گوشت کھانے کی کوشش بیمار پڑ گیا تھا۔" وہ اس کے تاثرات پر قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ نے تمہارے مذہبی جذبات کو بری طرح مجروح کیا ہے شہزادی۔ ذرا سوچو کہ اگر میں رات تمہاری خواب گاہ میں آ کر اپنے حق زوجیت کا مطالبہ کروں تو کیا تم پلید نہیں گی۔ کیا بھیانک صورت حال ہے؟"

جیہ اپنے چہرے کو شرم سے گلنار ہونے سے روک نہیں سکی تھی۔ پرنس پرتاپ تیوریاں چڑھائیں۔ "لیکن یقین رکھو شہزادی' میں کامنی مندر میں بپتسمہ کے بغیر چھونے کی کوشش بھی نہیں کروں گا۔"

جیہ نے پہلی بار براہ راست نظریں اٹھا کر اپنے شوہر کو دیکھا۔ پرنس پرتاپ کا چ بھی سپاٹ تھا۔ "شادی ایک دوسرے کو سمجھنے کا نام ہے جیہ دیوی' ممکن ہے کچ ضرورت بھی کبھی سر اٹھائے' اس لئے مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں اپنا اپنا فرض ادا کر لیکن تب تک...."

ایک ملازم کھانے کے لوازمات لے کر اندر داخل ہوا تو وہ خاموش ہو کر سو مصروف ہو گیا۔ جیہ اس عرصے میں کانٹے اور چھری کا نہایت مہارت کے ساتھ استعمال کی کوششوں میں مصروف تھی۔

"بائی وا وے' تم کون کون سی زبانیں بول سکتی ہو' شہزادی؟" وہ مسلسل بو تھا۔ اسے جیہ کی بیزاری کی کوئی پروا نہ تھی۔

"فرنچ؟" جیہ خاموش رہی تو وہ خود ہی بول اٹھا۔ اس کی آواز سے بوریت عیا "اطالوی؟ ہسپانوی؟"

جیہ کے پیٹ میں گرہیں پڑنے لگیں۔ مسز رائے نے کہا تھا کہ اس کی انگریزی بہترین ہے۔ وہ قدیم سنسکرت سمیت چار ہندوستانی زبانیں لکھ اور پڑھ سکتی تھی۔ اپنے شوہر کو حیران کرنے کی غرض سے اس نے سیرپوری زبان بھی سیکھ لی تھی اور اب روانی سے اسے بولتی بھی تھی۔ لیکن یہ اجنبی اس کی ان کامیابیوں میں ذرہ برابر دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے شرم کے مارے گردن جھکائی تو دو موٹے موٹے آنسو ہاتھوں پر آ گرے۔

پرنس پرتاپ نے ایک گہری سانس لی۔ "یہ صرف شہری آداب کا تقاضہ نہیں ہے شہزادی' سیاست کا کھیل ہے۔" وہ بولا۔ "اس کے باوجود کہ میرا بھائی مرنے کی حد تک برطانوی بادشاہت کا وفادار ہے' ان کے افسران کا خیال ہے کہ وہ لاابالی ہے اور ریاست کی آمدنی فلمی اداکاراؤں پر لٹانے میں مصروف ہے۔"

اس نے اپنی لانبی لانبی انگلیاں میز پر رکھے ایک پیالے میں ڈالیں اور ایک چھوٹی سی دریائی مچھلی اٹھا کر سالم نگل گیا۔ جیہ کو اس کے اس فعل سے گھن سی آئی تھی۔

"یہ بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ جب برطانوی راج سیرپور کے مہاراجہ کو ناپسند کر سکتا ہے تو اس کے چھوٹے بھائی کو بھی کر سکتا ہے جسے ہندوستانی اخبارات ویسے ہی ایک غیر ذمے دار پلے بوائے قرار دیتے ہیں۔ بادشاہت نے مجھے ہندوستان میں قیام کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اب اگر دوبارہ بیرون ملک جانے کی اجازت دی گئی تو ایک بیوی کا میرے ساتھ جانا ضروری ہو گا۔ اس لئے میں اس شادی پر رضامند ہوا تھا۔ اور اب ہم دونوں یہاں بیٹھے ہیں' جیہ دیوی! لیکن تم بٹیر کھا سکتی ہو نہ ساڑھی پہن سکتی ہو۔ تمہیں کوئی زبان بھی نہیں آتی۔ سو تمہارے ذریعے میں بادشاہت کو ذرا بھی متاثر نہیں کر سکتا' جس نے مجھے اس شادی پر مجبور کیا ہے۔"

وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھا تو جیہ نے اس کی تقلید کی۔ دونوں مشرقی برآمدے میں آ گئے تھے۔ فرانسیسی ملازم نے اپنے آقا کے لئے برانڈی کا ایک بڑا سا جام بنایا تو جیہ نے نقرئی پاندان کھول لیا۔ اسے امید تھی کہ اس کا شوہر کم از کم اس روایتی شے پر اعتراض نہیں کرے گا۔ پرنس پرتاپ برانڈی کے گلاس کے اوپر سے اسے پان تیار کرتے دیکھتا رہا لیکن جونہی وہ پان منہ میں رکھنے لگی' وہ بول اٹھا۔

"پرنس آف ویلز اس سال کے آخر میں جب سیرپور آئے گا تو ہماری سرکار میزبان ہو گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہز رائل ہائی نیس کسی ایسی عورت کے برابر بیٹھ کر کھانا کھائے گا جس کے دانت پان کی پیک سے رنگے ہوئے ہوں۔"

جیہ نے نہایت فرمانبرداری سے گلوری واپس پاندان میں رکھ دی لیکن اسے اپنے غصے پر قابو پانے کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑی تھی۔

"میں اور وکٹر چیمبر آف پرنس کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے دہلی جا رہے ہیں لیکن تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکو گی۔" اس کے چہرے پر طنز تھا۔ "تم ابھی تک ایک ناتراشیدہ ہیرا ہو' شہزادی۔ اگر تم بہت زیادہ محنت کرو تو اگلے سال یعنی پرنس آف ویلز کی آ تک پیش کئے جانے کے قابل ہو سکتی ہو۔"

جیہ اپنے لہجے کی بغاوت پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ "ہم نے بھی بالمیر میں آخری پرنس آف ویلز کو خوش آمدید کہا تھا۔ حکم! صرف وہی نہیں قیصر جرمنی کا بیٹا اور زار روس کا بالمیر کا دورہ کر چکے ہیں۔"

پرنس پرتاپ اس کے حوصلے کے پہلے اظہار پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ "یہ تمہارا پیدائش سے پہلے کی باتیں ہیں شہزادی لیکن تم فکر نہ کرو' میں ایک نہایت قابل اتا ہندوستانی خاتون کو جانتا ہوں جس کا تعلق بمبئی سے ہے۔ وہ تمہیں مغربی آداب اور طریقے سکھائے گی۔ جب تک میں اور مہاراجہ وکٹر دہلی میں رہیں گے میں اسے تمہارا ساتھ یہاں رہنے کے لئے بلوا بھیجوں گا۔"

جونہی رولس رائس رکی' کتے تیر کی طرح کار سے نکلے اور ان خادماؤں کی طرف لپکے ویلز پیلس کے پورچ میں جیہ کے عقب میں کھڑی تھیں۔

"چینٹل!" کار میں سے ایک تحکمانہ لہجہ آواز کی صورت سنائی دیا۔ "ان بے وقوفو پکڑنا۔"

ایک فرانسیسی لڑکی کار سے نکل کر کتوں کے پیچھے بھاگی جو لان کی طرف نکل گئے تھے

جیہ کار کی طرف متوجہ تھی۔ دروازہ کھلنے پر سب سے پہلے اونچی ایڑی کا ایک نمودار ہوا جس کے فوراً بعد ریشمی اسٹاکنگ میں خوبصورت ٹانگ نظر آئی۔ اس کے اوپر نازک ہاتھ میں اتنا لمبا سگریٹ ہولڈر تھا کہ جیہ نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ نظریں پھسل کر جسم کے دوسرے حصوں کا جائزہ لینے لگیں۔ ان میں سے ہر حصہ اپنی آپ تھا۔ یہی لیڈی مودی تھی' جو اب کار سے اتر آئی تھی۔ اس کی دودھیا رنگت سو روشنی میں چمک رہی تھی۔

اپنے دستانے پہنے ہوئے ہاتھوں میں پارسل تھامے ہوئے لیڈی مودی تک تک سنگ مرمر کی سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔

"ڈارلنگ چائلڈ!" اس کی مخاطب یقینی طور پر جیہ تھی۔ "میرے ان بدمعاش کتوں کو معاف کر دینا۔ طویل سفر کے بعد یہ اسی طرح پاگل ہو جاتے ہیں۔" اس نے اپنا ایک دودھیا رخسار جیہ کے گال سے لگا دیا۔ "کیا بار حسب معمول مشرقی برآمدے میں لگایا گیا ہے؟"

جواب کا انتظار کئے بغیر لیڈی مودی سر جھکائے کھڑی خادماؤں کے قریب سے گزرتی ہوئی ان راہداریوں میں داخل ہو گئی جو سفید ڈرائنگ روم' بلیرڈ روم اور اسٹڈی سے گزرتی تھیں۔ برآمدے میں پہنچنے کے بعد اس نے خود کو ایک آرام دہ صوفے پر گرا لیا تھا۔

مہین اور شفاف پلکوں نے خاکی آنکھوں کو چھپا لیا۔ "انٹرنیشنل ڈپارٹمنٹ میں تمہارا پہلا سبق شہزادی! مارٹینی کس طرح مکس کرتے ہیں؟" اس نے ایک میز پر رکھی ہوئی شراب کی مختلف بوتلوں کی طرف اشارہ کیا۔ "ایک گلاس میں ورماؤتھ انڈیلو اور اسے ہلاؤ۔" اس نے صوفے پر پہلو بدلا۔ "اب اسے گلاب کے پھولوں پر پھینک دو۔" جیہ نے نہایت سعادت مندی کے ساتھ ورماؤتھ بالکونی سے نیچے گلاب کی کیاریوں پر پھینک دیا۔ "اب گلاس کو اس طرح سبز رنگ کی بوتل سے بھرو جسے گورڈنز جن کہتے ہیں۔ اس میں برف کے چند قتلے ڈالو اور سیدھا مجھ تک لے آؤ۔"

لیڈی مودی نے چسکی لی اور مسکرا دی۔ "اس میں کوئی شک نہیں ڈارلنگ! تم بہترین سکھاتی ہو۔"

لیڈی مودی گھونٹ پر گھونٹ لے رہی تھی اور اس کے خوبصورت حلقوم کی رگیں پھول اور پچک رہی تھیں۔ سانس لئے بغیر اس نے گلاس خالی کر دیا۔ "ایک اور' ڈارلنگ!" جیہ واپس میز تک گئی۔ اس نے ڈرنک تیار کیا لیکن ورماؤتھ کو گلاب پر پھینکنا بھول گئی۔

"سبز آنکھیں' ڈارلنگ۔" لیڈی مودی سرشاری سے گنگنائی۔ "یہ تم نے کہاں سے پائیں؟" میں نہیں سمجھتی کہ تمہارے خاندان کے خفیہ تعلقات بھی تھے؟"

جیہ نے اپنی مہمان کی گندی ذہنیت پر برا سا منہ بنا لیا۔ "ہماری والدہ' ہرہائی نیس شاردا دیوی' ایک ہمالین شہزادی تھی اور یہ...."

"اپنا غصہ مجھ پر ضائع مت کرو ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے اس کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا۔ "میں تمہاری دوست بننے آئی ہوں' بشرطیکہ تم اس بدذات پرتاپ کے ساتھ نباہ کرنے میں سنجیدہ ہو۔"

اس نے اپنے گلاس سے سامنے رکھے اسٹول کی طرف اشارہ کیا تو جیہ نے نشست سنبھال لی۔ اس کی نظریں اپنے ہاتھوں پر تھیں جبکہ لیڈی مودی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"میری گستاخی کو معاف کرنا ڈارلنگ! لیکن تم بالوں سے بھری ہوئی ہو۔" لیڈی مو
نے ایک اور لٹھ چلایا۔ "اور پرتاپ کو اس سے چڑ ہے۔ میں نے اسے اکثر کہتے سنا ہے
ان بالوں کی وجہ سے اسے ہندوستانی عورتیں جنگلی ریچھ نظر آتی ہیں جن کے جسم
سوائے بالوں کے کچھ نہیں ہوتا۔"

جیہ نے اپنے ملائم بازوؤں پر انگلیاں پھیرنی شروع کیں تو ایک قہقہہ لیڈی مودی
حلق سے آزاد ہو گیا۔ "ڈارلنگ اگر تمہارے جسم پر بال باقی رہے تو وہ بدذات پرتاپ
جلد ہی مہارانی کے محل بھجوا دے گا..... نہیں' یہ تمہاری پلکیں خالص ہندوستانی ہیں۔
کے کھیل میں ایسی رکاوٹیں نہیں اچھی لگتیں۔ میں چنیٹل سے کہوں گی کہ انہیں تو
مغربی بنا دے اور ہاں میں اس سے تمہارے بال بھی ترشواؤں گی۔"

"وہ ہمارے بال کاٹے گی؟" جیہ خوفزدہ ہو گئی۔

"اس لئے ڈارلنگ! کہ پرتاپ تمہیں فیشن ایبل دیکھنا چاہتا ہے۔ تمہیں چھو
رکھنے ہوں گے۔"

جیہ نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔ "لمبے بال شادی شدہ عورتوں کی نشانی
ہیں۔ ہم انہیں نہیں ترشوائیں گے۔ یہ ہمارے شوہر کو بھی بھلے نہیں لگیں گے۔"

لیڈی مودی شاید کچھ کہتی لیکن اسی وقت اس کے کتے اچھلتے کودتے وہاں
چنیٹل بھی ان کے ساتھ تھی۔ لیڈی مودی فوراً ادھر مصروف ہو گئی۔

"ڈارلنگ!" ذرا دیر بعد وہ صوفے سے اٹھ گئی۔ "اگر ہم کھانا اپنے کمرے میں
تو تم برا محسوس تو نہیں کرو گی؟ میں اپنا بگڑا ہوا چہرہ پرتاپ کے شیشے کے ڈائننگ
دیکھنے کا حوصلہ نہیں کر پا رہی۔"

وہ کٹ کٹ کرتی باہر کو چل دی اور جیہ اس عجوبے کو دیکھتی رہ گئی۔ کتے او
ملازمہ بھی اسی کے ساتھ باہر نکل گئے تھے۔

جب جیہ' لیڈی مودی کے سٹنگ روم میں پہنچی تو وہ دروازے پر کھڑی
فرانسیسی پرفیوم کی خوشبو سونگھنے میں اس قدر مصروف تھی کہ اسے مہمان کے آ
بھی نہ ہوئی تھی۔ ہر جگہ کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ آرام کرسیاں' ریشمی' چمڑ
اور شیفون کے کپڑوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ ٹوپیاں' ہیٹ اور کشمیری شالیں بیا
دروازے پر لٹکی ہوئی تھیں۔ ساڑھیاں بیڈ اور قالین پر بکھیر دی گئی تھیں۔ چنیٹ
شیشی لئے پورے کمرے میں خوشبو کا اسپرے کر رہی تھی۔ جونہی لیڈی مودی

دیکھا فوراً چنیٹل کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اسپرے بند کر دو لڑکی۔" اس نے جیہ کے چہرے پر ناپسندیدگی دیکھ لی تھی۔ "شہزادی
کو اسپرے شاید اچھا نہیں لگا۔" پھر وہ جیہ سے مخاطب ہوئی۔ "برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں'
ڈارلنگ۔" جیہ نے جواب نہیں دیا تو وہ خود ہی بولنے لگی۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم گلاب کا
عطر ذرا کم کم استعمال کیا کرو۔ جب میں تم سے گلے ملی تھی تو اس کی خوشبو نے میرا دماغ
خراب کر دیا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ تم جیسی روایتی لڑکی ان خوشبویات سے کس قدر محبت
کرتی ہو گی۔ لیکن تمہارے شوہر جیسے آدمی پر اس کا الٹ بھی ہو سکتا ہے۔"

اس نے اپنی فرانسیسی خادمہ کو کمرے سے باہر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ "اور اب
ڈارلنگ' میں قریب سے تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ براہ کرم' لباس سے آزادی حاصل کر
لو..... یہ شمپین تمہاری شرم ختم کرنے میں معاون ثابت ہو گی۔"

جیہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔ لیڈی مودی نے اس کے لئے شمپین کا گلاس
بنایا اور پھر خود ہی جیہ کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ پہلے گھونٹ پر جیہ نے برا سا منہ بنایا' لیکن پھر
آہستہ آہستہ وہ گلاس خالی کر گئی۔ لیڈی مودی کا کہنا درست تھا۔ ذرا دیر بعد جب جیہ نے
اس کے کہنے پر عمل کیا تو اسے ذرا بھی شرم نہیں آئی۔

"تم تو خوبصورت ہو' ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے یوں اس کا جائزہ لیا جیسے اس کے
سامنے خریداری کا کوئی جانور ہو۔ "بھلا پرتاپ کیوں شور مچاتا پھر رہا ہے؟"

"کیا ہمارے شوہر ہمیں نفرت انگیز سمجھتے ہیں' لیڈی مودی؟" جیہ کی آواز مارے خوف
کے کپکپا رہی تھی۔

لیڈی مودی نے بوتل میں بچی کچھی شمپین اپنے گلاس میں انڈیل لی۔ "اب جبکہ
تمہاری ساری شرم میرے سامنے کرسی پر رکھی ہوئی ہے' تم مجھے ہپی کہہ کر مخاطب کر سکتی
ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ پرنس پرتاپ تمام ہندوستانی عورتوں سے نفرت کرتا ہے۔"

"کیا ہمارے بدن کی رنگت کی وجہ سے؟" جیہ نے دریافت کیا۔ "ہمارے بالوں کی وجہ
سے؟ کیا سفید فام عورتیں ہم سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں؟"

"نہیں ڈارلنگ؟" لیڈی مودی نے جواب دیا۔ "کم از کم تمہارے پاس وہ سب کچھ
ہے' جس کے بارے میں برطانیہ نے پرنس پرتاپ کو تربیت دی ہے..... اور اب ذرا اپنا جوڑا
کھولو۔ جیہ نے جوڑا کھول کر سر ہلایا اور اس کے لمبے بال کولہوں کے نیچے تک پھیلتے چلے
گئے۔

"تم نے شاید مایو کی کتاب مدر انڈیا نہیں پڑھی۔" لیڈی مودی بولی۔ "مصنفہ بظاہر پا لگتی ہے، لیکن انگریز اس کے لکھے ہوئے ہر لفظ پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب میں لکھ ہے کہ ہندوستانی عورتوں کی ایک بڑی تعداد مندروں میں دن بھر انسانی جانوں کی قربانیو پجاریوں کے ساتھ ناجائز تعلقات میں مصروف رہتی ہے۔"

جیہ کانپ اٹھی۔ اسے وہ ستی پوجا یاد آ گئی جو وہ ہر صبح اپنی والدہ کے ہمراہ مندر میں کرتی تھی۔ "یہ صاحب لوگ ہمارے بارے میں ایسی رائے رکھتے ہیں؟" جیہ کی آنکھوں حیرت کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے تھے۔ "ایسی بے عزتی سے تو مرجانا کہیں زیادہ بہتر ہے

"تم اس لئے حیران ہو رہی ہو، ڈارلنگ! کہ تمہاری پرورش پردے میں ہوئی ریڈیارڈ کپلنگ نے لکھا ہے کہ ہمالیائی ریاستوں کی بعض شہزادیاں، طوائفیں بنانے کے بیچ ڈالی گئی ہیں، تم خود ہی دیکھ لو، انگریز تم سے کبھی نہیں ملے اور نہ ہی بادشاہت تمہاری زندگی پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا ہے۔"

"لیکن بادشاہت نے اس شادی کے لئے ہمارے شوہر پر تو دباؤ ڈالا ہے۔"

"یہ کوئی عام سی بات نہیں ہے، ڈارلنگ۔" لیڈی مودی کا انداز ناصحانہ تھا۔ "جب برطانوی ہندوستان کے اخبارات پر سے سنسرشپ اٹھائی گئی ہے ہر شخص نے اخبارات ذریعے کیچڑ اچھالنی شروع کر دی ہے۔ ان اخبارات نے پرتاپ اور وکٹر کی شہرت کو بہ نقصان پہنچایا ہے۔ بعض اخبارات نے یہاں تک لکھا ہے کہ وکٹر نے اداکارہ کورا ہارٹ شادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ قدرتی طور پر وائسرائے اس شادی کی مخالفت کرے گا اور دے گا کہ اس صورت میں وکٹر اپنے بھائی کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ پرتاپ شہرت بچانے کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔"

"ہم نے ان سے شادی تو کرلی ہے، لیڈی مودی! اس سے زیادہ ہم کیا کر سکتے ہیں

"اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔" لیڈی مودی نے جواب دیا۔ "اگر تم اپنے اپنے قدموں پر جھکانا چاہتی ہو شہزادی تو اس کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ تمہیں خود کو ایک عورت بنانا ہو گا کہ کالے ہی نہیں، گورے بھی جس کی خواہش کریں۔"

چھت کے پنکھے کے مسلسل چلنے سے کمرے میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ اس مودی کے الفاظ سے اپنے جسم میں سردی کی ایک لہر دوڑتی محسوس کی اور ایک چادر بدن ڈھانپ لیا۔

"کیا ہمیں اپنے شوہر کی توجہ حاصل کرنے کے لئے صاحب لوگ کے سامنے

دار کرنا پڑے گا؟"

لیڈی مودی نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لئے۔ "یہ نہیں لیکن اس سے ملتا جلتا کوئی م، ڈارلنگ۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "شاید تم نہیں جانتیں کہ پرتاپ طوائفوں اور واؤں سے شدید نفرت کرتا ہے۔ میں نہیں سمجھ پائی کہ مہارانی ان لڑکوں کے پاس ائفوں کے پرے کے پرے کیوں بھیجا کرتی تھی، لیکن ہم ایک ان پڑھ عورت سے اور ح بھی کیا کر سکتے ہیں۔" لیڈی مودی نے آخری جملہ دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

جیہ کو بالمیر کے زنانہ سومنگ پول میں تیرنے والی لڑکیاں یاد آ گئیں۔ اگر اس کا شوہر ا تو مہندی سے رنگے ہوئے ہاتھ اور ان کے لمبے لمبے بال دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیتا۔

"کیا ہمارے شوہر ہمیں میم صاحب بنانا چاہتے ہیں؟" جیہ نے دریافت کیا۔ اسے وہ ہ سنگھار یاد آ گئے جو بالمیر کی عورتوں نے اسے سکھائے تھے۔

"نہیں، ڈارلنگ، ایسا نہیں.... لیکن مہارانی کوچ بہار، اندرا سے کچھ زیادہ۔ پورا یورپ ں کے قدموں میں تھا اور وہ اسی طرح کی ہندوستانی تھی، جیسا اسے ہونا چاہئے تھا۔" لیڈی ی نے سگریٹ نکال کر ہولڈر میں لگا لیا۔

"اندرا نے ایک فراک پہن کر لندن کے رجسٹری آفس میں شادی کی تو اس کے والد راجہ بڑودہ نے اس سے بات چیت ترک کر دی تھی۔"

جیہ ساکت رہ گئی۔ "تو کیا ہمیں بھی فراک پہننا ہوگی؟"

"بے وقوفی نہیں، ڈارلنگ۔" لیڈی مودی نے پیار سے اسے ڈانٹا۔ "اندرا نے یہ اس ے کیا تھا کہ وہ مہاراجہ گوالیار سے اپنی طے شدہ شادی سے ایک ہفتہ قبل مہاراجہ کوچ بہار ، بھائی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ تم اس اسکینڈل کے بارے میں ذرا تصور تو کرو۔ مہاراجہ الیار بہت موٹا تازہ اور ہندوستان کی سب سے اہم بادشاہت کا حکمران تھا۔"

کچھ یاد کر کے لیڈی مودی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "بڑودہ اور گوالیار کی ریاستوں کے میان شادی کے اخراجات کا ذرا تصور تو کرو۔ دونوں ہندوستان کی عظیم ترین ریاستیں ہیں طانوی ہندوستان کے ہر حکمران اور اہم افسر کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ شادی کی ریاں ہو چکی تھیں۔ کئی مہمان آ بھی چکے تھے لیکن اندرا نے یہ کہہ کر شادی سے انکار کر کہ مہاراجہ گوالیار کے پہاڑ جیسے جسم کو برداشت نہیں کر سکتی۔ پورے ہندوستان کے پاس توں اس شادی کے علاوہ کوئی موضوع نہ تھا۔"

جیہ کو یاد آ گیا کہ کس طرح مہاراجہ بڑودہ نے دہلی میں شاہ برطانیہ کی طرف سے رخ

پھیر لیا تھا اور بعد میں اسی مہاراجہ کی بیٹی نے اس کی ناک کٹوا دی۔

"اب وہ کوچ بہار کی مہارانی ہے نا؟" جیہ نے پوچھا۔

"یہ ایک علیحدہ رومانوی داستان ہے۔" لیڈی مودی نے اسے بتایا۔ "آنجہانی مہار
کوچ بہار ایک امریکی اداکارہ کے عشق میں مبتلا تھا۔ جب تخت برطانیہ نے اسے اس شادی
اجازت نہیں دی تو اس نے پیرس کے رٹز ہوٹل میں زہر آلود شمپین پی کر خودکشی کر
اس کے مرنے کے بعد اندرا کا شوہر کوچ بہار کا نیا مہاراجہ بن گیا۔"

لیڈی مودی نے انگلی سے بیڈ روم کی طرف اشارہ کیا۔ "اب ڈارلنگ! واپس ا
موضوع کی طرف آتے ہیں۔"

جیہ فرمانبرداری سے اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

شیفون اور ریشم کے ڈھیر کو ایک طرف ہٹا کر لیڈی مودی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ "پرتا
ہدایت پر میں تمہارے لئے سینکڑوں ساڑھیاں لائی ہوں' ان میں سے کوئی پسند کر لو۔"

شرم سے سرخ جیہ آگے بڑھی۔ اس نے ٹیٹا کلر کی ایک ساڑھی پسند کی اور باتھ
میں غائب ہو گئی۔ جب وہ دوبارہ برآمد ہوئی تو لیڈی مودی خوشی کے مارے تالیاں
لگی۔ "بہترین' شہزادی! بہترین۔" جیہ نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ اس کا خوبصورت ا
پتلا جسم ساڑھی میں کچھ اور نمایاں ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ سے شرما سی گئی۔

"مہارانی کوچ بہار نے رنگین فرانسیسی شیفون اپنایا تھا لیکن میرے خیال میں
شوخ رنگ تمہارے لئے مناسب رہیں گے۔" لیڈی مودی نے رائے دی۔ "تم اپنی آ
کی مناسبت سے سبز رنگ پہنو۔ اب وستانے اور ہینڈ بیگ....."

"وستانے؟"

"ہاں' ڈارلنگ۔ یہ درباری آداب کے عین مطابق ہے۔ خاص طور پر اس وقت
تمہیں پرنس آف ویلز کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"لیکن ہینڈ بیگ کا کیا کام ہو گا؟"

لیڈی مودی ایک کرسی پر جھک گئی جس پر ہیرے جواہرات سے مزین کئی
بکھرے ہوئے تھے۔ "تمہارے رومال اور ذاتی اشیاء کے لئے۔"

"خادم ہر وہ چیز اٹھا سکتے ہیں' جس کی ہمیں ضرورت ہو گی۔" جیہ نے جواب د
لیڈی مودی نے نفی میں سر ہلایا۔ "تمہارے ملازمین کلکتہ میں گھوڑ دوڑ کے
حاضر نہیں ہوں گے اور نہ ہی لندن میں تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"کیا ہمارے شوہر کے ایڈی یہ کام نہیں کر سکیں گے۔" جیہ نے پوچھا۔ وہ نہیں جانتی
اس کی ٹیوٹر اس پر اتنا اصرار کیوں کر رہی ہے۔

"کوئی بھی ان کی جگہ نہیں لے سکتا' شہزادی۔" لیڈی مودی نے جواب دیا۔ "
ت بے شک روایتوں اور طاقت سے قائم رہتی ہے لیکن سوسائٹی فیشن کے بل بوتے پر
ہے۔"

لیڈی مودی کی ہدایت میں جیہ اپنی پرانی کینچلی اتارتی چلی گئی۔ لیکن جب لیڈی مودی
س کی پتلی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے ٹانگوں کے ردھم پر ہلکورے دینے شروع کئے تو جیہ
بازی گر یاد آ گئے جو دو اونچے درختوں کے درمیان رسی باندھ کر اس پر چلا کرتے تھے۔
جیہ کی زندگی خاصی حد تک تبدیل ہو چکی تھی۔ بالمیر کے زنان خانے میں مسز رائے
اخبارات میں قوم پرست لیڈروں کے کارنامے پڑھ کر سنایا کرتی تھی لیکن اب لیڈی
اسے ہندوستانی حکمرانوں کے اسکینڈلز چٹخارے لے لے کر بتانے لگی تھی۔

"یہ حکمران آخر ان اخبارات پر مقدمات کیوں دائر نہیں کرتے؟" جیہ نے پوچھا۔

"ہندوستانی بادشاہ خود کو عدالت سے اوپر کی چیز سمجھتے ہیں۔" لیڈی مودی نے اسے
"حکمران گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے نہیں ہو سکتے.... خیر چھوڑو اسے آؤ پہلے یہ
کہ تمہارا رقص کل سے کتنا بہتر ہوا ہے؟"

لیڈی مودی نے ڈانسنگ ریکارڈ لگا دیا اور جیہ نے تھرکنا شروع کر دیا۔ لیکن اس کے
کا سلسلہ جلد ہی سر اکبر کی آمد سے ادھورا رہ گیا۔ وزیر اعظم' مہاراجہ سیرپور کی ایک
لایا تھا جس میں وہ چیمبر آف پرنسز کے افتتاح کے موقع پر ہندوستان کے دیگر بادشاہوں
ساتھ بیٹھا تھا۔

"سر اکبر ابھی کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ لیڈی مودی چلا اٹھی۔ "ڈارلنگ! اس کا
کون ہے۔ کیا شاندار سوٹ ہے اس کا۔ کیا یہ اپنے کپڑے اب تک حیدر آباد سے سلوا
ہے۔ کیا تم جانتی ہو کہ نظام حیدر آباد نے اپنے یورپی کپڑے رکھنے کے لئے ایک میل
ڈریسنگ روم بنایا تھا۔ جس میں سوٹ اوپر نیچے لانے' لے جانے کے لئے لفٹس بھی لگی
تھیں؟"

کئی بار لیڈی مودی سیرپور سے گئی اور جب بھی واپس آتی تھی تو کتوں کے ہمراہ کوئی نیا
ضرور ہوتا تھا۔ ویلز پیلس کی سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر جیہ سگریٹ ہولڈر
رائفس سے نمودار ہونے کا انتظار کرتی اور اندازے لگاتی کہ اس بار کون اس کے

ساتھ آئے گا۔

وہ ایک روسی جلاوطن عورت کاؤنٹس سخاروف کو پہلے ہی وہاں لا چکی تھی جس نے کو نہ صرف فرانسیسی سکھائی بلکہ لیڈی مودی کی عدم موجودگی میں ڈانس ڈائریکٹر کے فرا بھی انجام دیئے۔ جیہ نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ وہ کسی اجنبی خواہ وہ شہنشاہ ہی کیوں نہ کو اپنے جسم کے گرد بازو حمائل کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔

کاؤنٹس سخاروف کے ساتھ جلد ہی ایک فرانسیسی لڑکی ایبی بھی آ ملی تھی جسے جیہ خدمت گزاری کے لئے بلایا گیا تھا۔ وہ جیہ کے ڈریسنگ روم کی دیکھ بھال کرتی اور' وکٹر ڈانس ریکارڈ تبدیل کرتی۔ وہ صرف اس وقت ہنستی جب جیہ کو باتھ روم کے آئینوں سامنے کھڑی ہو کر فرانسیسی بولنے کی مشق کرتے دیکھتی۔

چاندنی نے جب یہ دیکھا کہ ایک غیر ملکی عورت نے اس کی جگہ لے لی ہے تو اس بالمیر واپس جانے کے تقاضے شروع کر دیئے لیکن جیہ کی خواہش تھی کہ وہ فی الحال اس پاس ہی رہے۔ وہ اسے روکنے میں کامیاب تو ہو گئی لیکن ایبی کے ساتھ اس کا سلوک نہیں بنا سکی تھی۔

ایک بار لیڈی مودی کلکتہ کی مشہور عام فلوری ٹی شاپ سے ایک پیسٹری شیف لائی۔ جب جیہ نے اس کا مقصد دریافت کیا تو لیڈی مودی نے ہوا میں ہاتھ لہرائے۔" کھانا پکانے کی تربیت دینے کے لئے' ڈارلنگ۔ مجھے اس مقصد کے لئے کوئی فرانسیسی مل سکا۔ مارکو کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ ٹینس کھیلنا جانتا ہے ممکن ہے تم اس سے کچھ سیکھ لو۔"

پرنس پرتاپ جب دہلی سے واپس آیا تو موسم بہار' گرما میں مدغم ہو رہا تھا۔ ج وائٹ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو اس نے توصیفی نگاہوں سے اپنی بیوی کو دیکھا متناسب بدن پر ساڑھی لپیٹے اور کندھے پر پرس ڈالے' اونچی ہیل کی سینڈل پہنے سا تھی۔ جب جیہ نے ڈرنکس بنا کر لیڈی مودی اور پرتاپ کے حوالے کئے تو اس شوہر کی آنکھوں میں پسندیدگی کی ایک عجیب سی چمک دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت ہاتھوں سے گلاس چھوٹتے چھوٹتے بچا جب پرتاپ نے اس کی بجائے پسی کو چوم کر پیش کی۔

پرنس پرتاپ کو اپنی بیوی کے کرب سے بچانے کے لئے لیڈی مودی فوراً بول کیا برطانوی ہند کے اخبارات واقعی نظام حیدر آباد کو ٹل زار کے نام سے پکار

لنگ؟"

"ہاں۔" پرنس نے اپنی لانبی لانبی انگلیاں قدموں میں لیٹے السیشن پر پھیرتے ہوئے ب دیا۔ "جبکہ مہاراجہ الور کو سنگ دل کا خطاب دیا گیا ہے۔"

"لیکن الور اور حیدر آباد تو ان یونیورسٹیوں کی مالی امداد کر رہے ہیں جہاں ہندوستانی قوم ت تیار ہو رہے ہیں۔" جیہ بے اختیارانہ بول اٹھی۔ "بہت سے قوم پرستوں نے ان ستوں میں انگریزوں سے پناہ حاصل کی ہے۔ قوم پرست اخبارات اس بارے میں کیوں ں لکھتے؟"

اس کے شوہر نے اپنی بیوی کے جارحانہ انداز کو بڑی حیرت سے دیکھا تھا۔ "اس لئے متعدد حکمرانوں نے اپنے مخالفین کو جیلوں میں ڈال دیا ہے۔"

لیڈی مودی نے قہقہہ لگایا۔ "یہ صرف ہمیں چھیڑ رہا ہے' ڈارلنگ' ورنہ حکمران اور پرست تو آپس میں گہرے دوست ہیں۔ خاص طور پر....."

"مائی ڈیئر پسی!" پرنس پرتاپ نے اسے جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔ "یہ قوم پرست ہر الٹی سیدھی بات پر یقین رکھتے ہیں جو برطانوی ہند کے اخبارات ہمارے بارے میں شائع تے ہیں۔ متعدد حکمران پہلے ہی انقلاب کی تیاریاں کر رہے ہیں۔" وہ جیہ کی طرف مڑا۔ ہارے اپنے کزن' مہاراجہ جان نے بالمیر کی نصف آبادی کو قید کر دیا ہے اور تمہارے ر کا تعمیر کیا ہوا سائنس کالج بند کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ بالشویکوں کا گڑھ ہے۔"

"وہ یقیناً پاگل ہو گا" لیڈی مودی بولی۔

"اگر وہ پاگل ہے تو پھر پوری بادشاہت پاگل ہے۔ دہلی میں ہر شخص انقلاب کی باتیں کر ہا ہے۔" مائیکل نے دروازہ کھولا تو پرنس اٹھ کھڑا ہوا۔ "وائسرائے نے تمام ہندوستانی رانوں سے کہا ہے کہ وہ مشکوک بالشویکی ایجنٹوں کو پکڑ کر برطانوی پولیس کے حوالے کر ہیں"

جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئے تو لیڈی مودی نے پرنس پرتاپ کی توجہ پھولوں گلدستوں کی جانب دلائی جو جیہ نے اپنے ہاتھوں سے ترتیب دیئے تھے۔ لیڈی مودی اور ں کا شوہر بدستور انقلاب کی باتیں کر رہے تھے جبکہ جیہ یہ دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی پرتاپ کو مارکو کے کھانے پسند آئے تھے۔

لہانک پرتاپ' جیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ "بائی وا وے پرنس دہلی میں' میں ایک ایسے ر کے ساتھ پولو کھیلتا رہا ہوں جو تمہارا دوست ہونے کا دعوے دار ہے۔ وہ کھلاڑی بھی برا

نہیں اور خاص بات یہ ہے کہ بالشویکوں کا بڑا ایکسپرٹ ہے' کیونکہ اس نے کئی سال شا
مغربی سرحد پر گزارے ہیں۔"

"حکم!" جیہ نے پلیٹ سے نظریں اٹھائیں۔

"وہ جنگ افغانستان کا ہیرو تھا' شہزادی' لیکن حال ہی میں اس نے آرمی سے استع
دے کر پولیٹیکل سروس جوائن کر لی ہے۔ وکٹر نے اسے سیر پور آنے اور ہمارے قوانی
مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔"

جیہ کا دل حلق میں دھڑکنے لگا۔

شراب کا گلاس خالی کر کے اس نے فرانسیسی ملازم کو تھما دیا۔ میرے خیال میں ا
والد ٹکا کا ٹیوٹر تھا۔" پرتاپ بولا۔ "لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میجر جیمز آبرن اب ت
پہچان پائے گا۔"

جیہ پھر بیر بہوٹی ہو گئی۔ ڈائننگ ٹیبل میں لگے آئینے میں اس کی اڑی ہوئی رنگت
دیکھی جا سکتی تھی۔ پرنس پرتاپ نے پہلی بار اس سے عام انداز میں بات کی تھی او
بات اسے اداس کر گئی تھی..... لیکن وہ سچ کہتا تھا' انگریز لڑکا اس بچی کو نہیں پہچان
جسے وہ بالمیر میں جانتا تھا۔

جب اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ پرنس آف ویلز اپنے دورہ ہندوستان کے دور
پور کا دورہ بھی کرے گا تو پرجوش مہاراجہ وکٹر نے تجویز پیش کی کہ اس کی رہائش
ایک نیا محل تعمیر کیا جائے لیکن سر ہنری کونرے نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس ۔
آف ویلز کے دورے کے لئے محل کی تعمیر پر رقم ضائع کی تو وہ برٹش ریذیڈنٹ کے ا
استعمال کرتے ہوئے شاہی دورہ منسوخ کر دے گا۔

مایوس حکمران نے جیہ اور پرنس پرتاپ سے کہا کہ وہ سٹی پیلس میں منتقل ہو
کہ برطانوی تاج کے وارث کو ویلز پیلس میں ٹھہرایا جا سکے جسے اس کے دادا پرنس
کے دورہ سیر پور کے موقع پر تعمیر کرایا گیا تھا۔

جیہ میں ڈرامائی تبدیلیاں دیکھنے کے بعد پرنس پرتاپ نے اسے سٹی پیلس میں
گاہ میں متصل سوئٹ میں ٹھہرنے کی دعوت دی تھی۔ مسرور لیڈی مودی نے موسم
لئے کشمیر روانگی سے قبل جیہ کو نئی رہائش گاہ میں منتقل ہونے میں مدد دی تھی۔

لیڈی مودی کے جانے کے بعد جیہ تنہا رہ گئی۔ وہ اکثر و بیشتر شام کے او
مہاراجہ وکٹر کے چیمبر میں ہونے والی دعوتیں چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں آ جاتی

کیونکہ وہ اپنے شوہر کو میموں کے ساتھ ہنستے کھیلتے دیکھ کر حسد میں مبتلا ہو جاتی تھی۔

وہ سٹی پیلس میں پرنس پرتاپ کی ایسی سرگرمیاں محدود کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی اور نہ ہی خود کو پرنس پرتاپ کی اپنے کمرے میں واپسی کی آوازیں سننے سے پہلے سونے پر آمادہ کر پائی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اپنی صبح کی پوجا سے پہلے وہ اپنے شوہر کو دیکھ پائے گی نہ مل پائے گی۔

دن کے وقت پرنس پرتاپ اس کے لئے ایک خوبصورت اور ہمدرد ساتھی ہوتا تھا۔ وہ اس ڈرائیو وے میں کھڑی سرخ کار چلانے پر اکساتا اور پرنس آف ویلز کے دورے کے انتظامات میں ہاتھ بٹانے کو کہتا۔

جیہ اکثر اپنے شوہر کے ہمراہ گھوڑوں کے اصطبل دیکھنے کے لئے جاتی۔ ایک بار وہ اسے سٹی پیلس کے چڑیا گھر میں لے گیا جہاں جیہ نے تین عظیم الجثہ بنگال ٹائیگرز کی دموں کے ساتھ اینٹیں بندھی ہوئی دیکھیں۔ وہ حیران رہ گئی۔

"ٹائیگر کی دم کے ساتھ وزن باندھ کر جنگل میں چھوڑنا ایک پرانا طریقہ کار ہے' شہزادی۔" اس نے جیہ کی حیرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ "اس طریقہ کار سے ہمارے شاہی مہمان کو شکار میں آسانی ہو گی۔"

شاہی دورے کے انتظامات پیلس کے بوٹ یارڈ میں بھی جاری تھے۔ جیہ کھلی کھڑکیوں میں کھڑی ہو کر کافی دیر دریا کے کنارے انتظامات کو دیکھتی رہتی۔

لیکن پرنس پرتاپ نے بوٹ یارڈز میں ہونے والی ان کارروائیوں کو قطعی پسند نہیں کیا۔ "سیر پور نے چین کی طرح ایک بار نیول مشن بھیجا تھا' لیکن یہ ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ اب وکٹر سیر پور کی قدیم دریائی بحریہ' پرنس آف ویلز کو دکھانا چاہتا ہے جو دنیا کی عظیم ترین بحری قوت کا وارث ہے۔ یہ ایک پریشان کن امر ہے۔"

مسلسل درخواستوں کے بعد پرنس پرتاپ اپنی متجسس بیوی کو شیڈز کی جانب لے جانے پر رضامند ہو گیا تھا۔

"میں ایک بات کے بارے میں تمہیں متنبہ کر دوں' شہزادی یہ مہاراجہ یعنی ہز ہائی نس مہاراجہ دھیراج سروکرم جی بہادر راج پاندوا' دوست عالم' راج بہار' گرانڈ کمانڈر آف اسٹار آف انڈیا' نائٹ کمانڈر آف دی انڈین ایمپائر مہاراجہ آف سیر پور جسے ہندوستان کی ملکہ کا منہ بولا بیٹا ہونے کی وجہ سے وکٹر کہا جاتا ہے' اپنی تمام دلچسپیوں کا محور فلموں کو سمجھتا ہے اور اس وقت وہ ہالی وڈ کا مہاراجہ لگتا ہے۔"

لکڑی کے بچھائے ہوئے تختوں پر اونچی ایڑی کے سینڈل بجاتے ہوئے جیہ احتیاط کے ساتھ پرنس پرتاپ کے پیچھے پیچھے بوٹ یارڈز میں داخل ہوئی تھی۔ بے شمار بڑھئی اور دوسرے کاریگر کشتیوں کی مرمت اور ان کے رنگ روغن میں مصروف تھے۔

پرنس پرتاپ نے بیزاری سے ایک جانب اشارہ کیا۔ "بھگوان جانے ان بے وقوفیوں پر کتنے اخراجات آئیں گے۔ میرے دادا نے برہم پترا پر ایک پل بنوایا اور پرنس آف ویلز نے اس کا افتتاح کیا۔ اب سارا ہندوستان ترقی کے اس کارنامے سے آگاہ ہے۔ ان دنوں بادشاہت' حکمرانوں کو ان کی ریاستوں کے باہر رقم جمع نہیں کرنے دیتی تھی۔ اگر وکٹر ا ضائع ہی کرنا چاہتا ہے تو بیسیویں صدی کی اس فضول نیوی پر کیوں کر رہا ہے۔ کچھ جہاز منگوا لے۔"

اُدھر دارالحکومت میں موسم برسات کا خوف شروع ہو گیا اور اُدھر ٹینس اور شراب دلدادہ انگریزوں سے مہاراجہ وکٹر کے ڈرائنگ روم خالی ہونا شروع ہو گئے۔ اب ان کی کلکتہ سے آنے والے امریکی اور یہودی بنکاروں نے لے لی۔ وکٹر ان سے دارالحکومت ا اپنی فرسودہ نیوی کی تعمیر و مرمت کے لئے قرضے حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ ا چھوٹے بھائی کو مطمئن کرنے کی لئے مہاراجہ وکٹر نے تین عدد سوپ وچ کیمل ائر کرا خریدنے کا فیصلہ بھی کیا تھا تاکہ دنیا کو بتایا جا سکے کہ سیرپور جدید دور میں داخل ہو گیا ہے۔

شاہی دورے کی تواریخ کچھ اور قریب آئیں تو ویلز پیلس اور سٹی پیلس کے درمیان فون لائنیں بچھا دی گئیں۔ محل کے کلرک پرنس آف ویلز کے لئے آنے والی ریلوے سرکاری رولس رائس گاڑیوں کے فلیٹ اور شاہی بگھیوں کو دیکھنے کے لئے اُڈ پڑے بوٹ یارڈز میں قدیم کشتیوں کو از سر نو جوڑا جا چکا تھا جبکہ پرنس پرتاپ کے ہوائی جہا سے سیرپورر کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ افراتفری کے اس عالم کو دیکھ دیکھ کر جیہ ہوتی رہی کہ کیا برطانوی عمل داری کے لئے حرکت میں رہنا زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔

باغوں میں گھرے ہوئے تاجروں کے گھروں کے سامنے کی جگہ تین ہوائی جہا لینڈنگ اسٹرپ کے طور پر ہموار کر دی گئی تھی۔ لوہے کی بڑی بڑی چادروں سے ہینگ کیے گئے۔ پرنس پرتاپ دن بھر انجینئرز جان میک گریگور کے ساتھ مل کر لکڑی بڑے کریٹ کھلواتا رہتا۔

ان تمام تیاریوں کو دیکھ دیکھ کر سادہ لوح دیہاتی حیران ہوتے رہتے کہ کیا دیو انسانوں کو ان آہنی مشینوں میں پرواز کرنے کی اجازت دے دیں گے؟

جس دن ہوائی جہازوں کی اسمبلنگ مکمل ہو گئی' دارالحکومت کی ساری آبادی نو تعمیر ہ فلائنگ اسٹرپ کے گرد جمع ہو گئی تاکہ پرنس پرتاپ اور جان میک گریگور کو ان مشینوں ا تجربہ کرتے ہوئے دیکھ سکیں۔ لڑکوں کا ایک گروپ بہتر نظارے کے لئے کھمبے پر چڑھ گیا۔ نس پرتاپ پہلے چیختا چلاتا ان کی طرف بڑھا لیکن پھر ہنستے ہوئے اپنے ہوائی جہاز کی طرف اپس چلا گیا۔ وہ اس وقت بھی ہنس رہا تھا جب اس نے ہوائی جہاز کی نوزل پر لگے آہنی رینک کو گھمانے پر مامور محل کے ملازمین کی طرف دیکھ کر انگوٹھا اٹھایا۔ انجن جونہی اسٹارٹ ہوئے ہجوم کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ پرجوش لوگ بے اختیار ہوائی جہاز کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

جہاز نے گھاس پر بھاگتے ہوئے رفتار پکڑ لی اور جب یہ فضا میں بلند ہوا تو ہجوم نے ایک بار پھر فلک شگاف نعرے لگائے۔ جیہ نے کانوں کے پردوں کو پھٹنے سے بچانے کے لئے بے اختیار کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ اس نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا۔ جہاز آسمان کی بلندیوں پر محو پرواز تھا۔

دفعتاً جان میک گریگور کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "میں اگلے جہاز کو ٹیسٹ کرنے جا رہا ہوں' شہزادی' کیا آپ پسنجر کی حیثیت سے میرے ساتھ پرواز کرنا پسند کریں گی؟"

ہجوم اپنی ریاست کی شہزادی کو انگریز انجینئر کی مدد سے ہوائی جہاز میں سوار ہوتے دیکھتا رہا۔ جیہ کو اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ تیز ہواؤں نے اس کی ساڑھی کو کچھ زیادہ ہی بدن سے چپکا دیا ہے جس کے باعث اس کے بدن کے نشیب و فراز عیاں ہو رہے تھے۔ اس کے بال ہیلمٹ سے نکل نکل جا رہے تھے۔

یہ اس کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے وہ ایک ہی نگاہ میں سارے شہر اور گرد کے کھیتوں کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا ساتھی پائلٹ ربر کی ایک ٹیوب میں بول رہا تھا۔ جیہ نے اس کی آواز زیادہ واضح انداز میں سننے کے لئے اپنے ہیلمٹ کے فلیپ اٹھا دیئے۔

"کنٹرول سنبھالیں' شہزادی۔" میک گریگور نے اس کے سامنے لگی ایک چوبی اسٹک کی طرف اشارہ کیا اور جیہ نے اسے کھینچ لیا۔ جہاز اچانک فضا میں اٹھا اور اس کا بدن نشست کمفرٹ ہو گیا۔

"اتنی تیزی سے نہیں' شہزادی۔" جیہ منتظر رہی' حتیٰ کہ انسٹرکٹر نے جہاز کو دوبارہ

ہموار کر دیا' پھر اس نے دوبارہ کوشش کی۔ جلد ہی وہ جہاز کنٹرول کرنے کی خوشی میں قہقہے
رہی تھی۔

جہاز جب فلائنگ اسٹرپ پر اتر کر رکا تو وہ جہاز سے نکل کر پرنس پرتاپ کی ط
بھاگی۔ "میک گریگور نے مجھے جہاز کا کنٹرول دے دیا تھا' حکم! کیا آپ نے مجھے پرواز کر
دیکھا؟"

"ویل ڈن' شہزادی۔" بور آواز ابھری اور شہزادی گڑبڑا کر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہ
فلائنگ ہیلمٹ کو دیکھنے لگی۔

موسم سرما کے آنے تک شہر کی حالت بدلی جا چکی تھی۔ عمارتوں پر نئے سرے سے
رنگ و روغن کر دیا گیا تھا جبکہ سڑکیں نئے سرے سے تعمیر کی گئی تھیں۔ جا بجا باغات لگائے
گئے تھے جن میں کھلنے والے پھول ایک عجب بہار دکھا رہے تھے۔

لیڈی مودی جب اپنی کار میں ان گلیوں اور سڑکوں سے گزری تو بے حد متاثر ہوئی۔

"پرنس آف ویلز یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہو گا' ڈارلنگ!" اس نے اپنے مخصوص
انداز میں جیہ کو مخاطب کیا۔ "اتنی جلدی یہ تبدیلیاں غیر معمولی لگ رہی ہیں۔ میرا مطلب
ہے کہ صرف دس سال پہلے ہم تمام لوگ شاہی دربار کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ
اس کے والد کے سر پر ہندوستان کی بادشاہت کا تاج رکھا گیا تھا اور اب وہ جب ہندوستان
ہے تو اسے ہجوم کے ہجوم نظر آئیں گے جو بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھے برطانوی راج
خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔"

لیڈی مودی نے اپنے جوتے اتارے اور جیہ کے بیڈ پر گر گئی۔ "بہرحال وائسرائے
بھی اس کوشش میں ہے کہ ہز رائل ہائی نیس کو شاہی ماحول فراہم کیا جائے۔ ریلوے
کے ساتھ ساتھ ہر سو گز کے فاصلے پر کسان بڑی بڑی ٹارچیں لئے کھڑے ہوں گے تاکہ
ایچ آر ایچ رات کی تاریکی میں باہر دیکھنا چاہیں تو انہیں مایوسی نہ ہو' کیا خیال ہے' ڈارلنگ
یہ سب رومانٹک نہیں؟"

جیہ دل ہی دل میں حساب کرنے لگی کہ پورے برطانوی راج کو ٹارچوں سے
کرنے کے لئے کتنے کسان درکار ہوں گے؟"

"مشکل یہ ہے۔" لیڈی مودی نے بات دوبارہ شروع کی۔ "اب ہندوستانی' انگر
نہیں بلکہ جناح اور گاندھی کی تعلیمات سے متاثر نظر آتے ہیں۔"

جیہ نے محض سر کو اثباتی جنبش دینے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

لیڈی مودی کے تبصروں اور اندازوں سے قطع نظر پرنس پرتاپ اپنے انجینئروں کے
مل کر پرنس آف ویلز کے دورے کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے میں مصروف تھا۔
سردار اس کی اسٹڈی میں جمع رہتے تھے جہاں وہ ایچ آر ایچ کے شکار کے انتظامات کو
شکل دے رہے تھے۔

لیڈی مودی کو وہ شیر دکھائے گئے جن کی دموں سے بھاری پتھر باندھ دیئے گئے تھے۔
گراؤنڈ پر پرنس پرتاپ نے نئی گھاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لیڈی مودی کو بتایا۔
"ڈکی ماؤنٹ بیٹن کو گزشتہ ماہ اس وقت پولو کھیلنی سکھائی گئی' جب گزشتہ ماہ شاہی پارٹی
جودھپور کا دورہ کیا تھا اب وہ اس کھیل کے طریقہ کار کو سمجھ گیا ہے۔ میرے خیال میں
اس کے ساتھ ایک نمائشی میچ کھیلیں گے۔

"قدرتی بات ہے۔" لیڈی مودی نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "تم اور وکٹر اس وقت
ہندوستان کے بہترین پولو کے کھلاڑی ہو۔"

"یہ بہترین اگر گھوڑے سے گر جائے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔" پرنس پرتاپ نے
ری چڑھائی۔ "میں تو یہ پرارتھنا کر رہا ہوں کہ شاہی دورے کے دوران وکٹر اپنے آپ میں
ہے۔ کیا تم نے یہ بات نوٹ نہیں کی کہ وکٹر نے آج کل بہت زیادہ شراب نوشی شروع کر
ی ہے؟ میں اکثر اسے یاد کرانے کی کوشش کرتا ہوں کہ کورا ہارٹ اس کی دیگر فلمی
ستوں کی طرح ہے لیکن وہ مانتا ہی نہیں۔"

سٹی پیلس میں افواہیں گشت کرنے لگیں کہ مہاراجہ وکٹر شاہی دورے کے دوران اپنے
پ کو کھو دے گا۔ اس کی آنکھیں یوں خون آلود اور دھندلائی دھندلائی رہتی تھیں جیسے
ات کے وقت' جب سارا سیر پور سوتا ہے' وہ صرف شراب پیتا ہے۔ جیہ یہ سوچنے پر مجبور
ی کہ کیا وکٹر اس طرح انگریزوں کی ناپسندیدگی سے فرار حاصل کر رہا ہے؟

شام کے وقت جیہ پردہ پیلس کے باغ میں بیٹھ کر اپنی بوریت دور کرنے کی کوشش کرتی
اور لیڈی مودی' مہارانی کے ساتھ پرنس آف ویلز کے مختلف ہندوستانی حکمرانوں کی جانب
سے دیئے جانے والے استقبالیوں کا موازنہ کرتی۔

"میں نے سنا ہے' ماتا جی! کہ اودھے پور نے پرنس آف ویلز کے لئے تین سو ہاتھیوں
اور تین سو چیتوں کی لڑائی کا اہتمام کیا ہے؟"

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔" مہارانی نے جواب دیا۔ "جب اس لڑکے کا باپ پرنس آف
ویلز کی حیثیت سے ہندوستان آیا تو مہاراجہ نیپال نے دس ہزار سپاہیوں' دو ہزار ہاتھیوں اور

تین ہزار گھڑ سواروں کو اس کے ذاتی استعمال کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اور سیر پور میں پرنس آف ویلز نے ایک دن میں چھ شیروں کا شکار کیا تھا۔"

"بیکانیر میں شاہی پارٹی نے ایک دن میں گیارہ ہزار تیتر شکار کئے تھے' ماتا جی! انگریز کہ ہیں کہ بیکانیر کا مہاراجہ ان تیتروں کا بھگوان ہے۔"

"یہ سب تو محض مذاق ہے' پیسی۔" مہارانی نے جواب دیا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے اس لڑکے کا دادا جب ہندوستان آیا تو انگریزوں نے کئی ہندوستانیوں کو محض اس لئے جا سے مار دیا تھا کہ وہ جوتے پہن کر ان کے کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔"

مہارانی نے حقہ گڑگڑاتے ہوئے لیڈی مودی کو بتایا کہ اس سے پہلے والے پرنس آ ویلز نے کس طرح حکمرانوں سے اپنی بیویوں کو ستی سے بچانے کا وعدہ لیا تھا۔ "لیکن یہ وقت کا زیاں تھا۔" مہارانی بولی۔ "حکمرانوں نے وعدہ کیا تھا' ان کی بیویوں نے تو نہیں کیا تھا۔ جب مہاراجہ نیپال سورگباش ہوا اس کی تین بیویوں نے اس کی جلتی چتا میں کود کر جان دے دی۔ انہوں نے وکٹوریہ کو لکھا کہ یہ ان کے مقام کا تقاضہ تھا۔"

"یہ 1876ء کی بات ہے' ماتا جی! اب حالات بدل چکے ہیں۔" لیڈی مودی نے انہیں یاد دلایا۔

مہارانی نے مداخلت پر کوئی توجہ نہیں دی۔ "میری زندگی برطانوی راج کے لئے میرے شوہر کا ایک تحفہ ہے۔ میں نے ستی نہیں کی اور میں یہ دیکھنے کے لئے زندہ رہ گئی کہ کس طرح میرے پوتوں کو مجھ سے چھین لیا گیا اور انہیں لندن لے جا کر انگریز بنا دیا گیا اور اب وہ صرف انگریز عورتوں کے خواب دیکھتے ہیں۔"

مہارانی اس بات سے بخوبی آگاہ تھی کہ پرنس پرتاپ اب بھی اپنی بیوی پر میموں کو فوقیت دیتا ہے۔ جیہ نے فیصلہ کیا کہ جونہی سیر پور کے شہزادے اور لیڈی مودی دہلی روانہ ہوں گے وہ اپنے ہینڈ بیگ' اونچی ہیل کے جوتے اور تمام غیر ملکی چیزیں چھوڑ کر پردہ پیلس منتقل ہو جائے گی۔

جیہ کی سرگرمیاں حسب معمولی جاری تھیں - جیہ ہر صبح محل کی عورتوں کے درمیان بیٹھ کر باورچی خانے کے لئے سبزیاں تیار کرواتی اور انہیں کھانوں کے لئے ضروری ہدایات جاری کرتی۔

بعض اوقات مہارانی کے دربار میں ایک مہین سا پردہ آویزاں کر دیا جاتا۔ پردہ عورتیں اس بات کو یقینی بنانے کی کوششوں میں مصروف ہو جاتیں کہ وزیر اعظم کا پنڈ

رب تیار رہے۔ اور پھر راہداریوں میں پھیلے ہوئے خواجہ سرا وزیر اعظم کی آمد کا اعلان رع کر دیتے۔ سر اکبر نمودار ہوتا تو عورتیں اپنے اپنے دروازے بند کر کے نظروں سے بل ہو جاتیں۔

"مہین پردے' دونوں طرف سے آباد ہو جاتے۔ مہارانی اور سر اکبر پردے کی آڑ میں ے اپنا حقہ گڑگڑاتے اور ریاستی امور پر تبادلہ خیال کرتے رہتے۔ ان کی بات چیت میں ل وقفے آتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کی سوچ' الفاظ سے کہیں زیادہ کارگر ہو۔

جیہ کو اس وقت تک یقین نہیں آتا تھا کہ وہ پردہ پیلس سے تعلق نہیں رکھتی' جب ، وزیر اعظم اسے سندیسہ نہ بھیج دیتا۔ پردہ دار عورتوں کی ہمدردانہ نگاہوں کے سامنے وہ ے بال کھولتی' ناخنوں پر نیل پالش لگاتی اور پیسی کے پرفیوم استعمال کرنے کے بجائے کلائی ہتیلی کے تازہ پھولوں کا گجرا پہن لیتی۔

اس روز بھی جب وہ ڈرائنگ روم میں پہنچی تو وہ مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جیہ ے بڑھی تو ہجوم نے کائی کی طرح پھٹ کر اسے راستہ دیا۔ وزیر اعظم نے اسے دیکھتے ہی جھکا کر تعظیم دی۔

"اپنے اپارٹمنٹ میں واپس چلئے' شہزادی۔ مہاراجہ نے درخواست کی ہے کہ آپ شاہی ے کی آخری منظوری میں ان کی مدد کے لئے موجود رہیں۔"

جیہ نے اپنے ہاتھ جھکائے تو چھوٹا سا پرس اس کے بازو سے پھسل کر نیچے جا گرا۔ اس ، پہلے کہ وہ نیچے جھکتی' ایک بڑے سے ہاتھ نے چھوٹے سے ہینڈ بیگ کو پکڑ لیا۔

"شادی واقعی تمہیں راس آئی ہے' شہزادی۔" جیہ ایک اجنبی سے ہینڈ بیگ واپس لیتے ے شرما گئی۔ وہ خاکی یونیفارم میں تھا اور اس کے سینے پر لاتعداد میڈل آویزاں تھے۔ لیکن آواز بہرحال شناسا تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت عرصہ پہلے اس نے یہ آواز کہیں سنی تھی۔

بچپن کی یادیں جیہ کی یادداشت میں در آئیں۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر اوپر دیکھا۔ نیلی نکھوں پر سیاہ بھووں نے سایہ کر رکھا تھا.... میجر جیمس آبرن نے انگلیاں ہلائیں اور ہینڈ دوبارہ فرش پر جا گرا۔ وہ اسے اٹھانے کے چکر میں گر سا گیا۔

جیہ نے اس کے معذرت خواہانہ انداز پر بہ مشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ "کیا تم بہت دنوں سے سیر پور میں ہو جیمس صاحب؟" اس۔ نے ہولے سے پوچھا۔

"کوئی دو ہفتوں سے۔" جیمس آبرن نے جواب دیا۔ "قبائلی علاقوں میں کچھ گڑبڑ ہے' اس سلسلے میں آیا ہوں.... میں نے سنا تھا کہ تم حرم میں رہ رہی ہو اس لئے امید نہیں تھی

کہ تم سے ملاقات ہو جائے گی، شہزادی۔ کل میں دہلی جا رہا ہوں تاکہ مہاراجہ پرنس آ
ویلز کے ساتھ واپس سیرپور آسکوں۔"

"ہم سمجھے تھے، تم بالشویکوں کی وجہ سے یہاں آئے ہو؟" جیہ نے کہا۔ "ہمیں پا
تھا کہ تم ان معاملات کے خاصے ایکسپرٹ ہو، کیا ہندوستان میں ان کی تعداد بہت ز
ہے؟"

جیمس نے برطانوی ریزیڈنٹ کا گول مٹول جسم اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ ہر کوئی کہتا
کہ ہندوستان کی مشکلات کی وجہ یہی بالشویک ہیں۔ حالانکہ اپنی خانہ جنگی اور روس میں
کے باعث وہ یہاں کسی انقلاب کے لئے کام کرنے کے قابل نہیں ہیں، شہزادی؟"

"مجھے گاندھی کے بالشویک ہونے پر بھی کوئی حیرت نہیں ہو گی۔" سر ہنری کو نز
سرد آنکھوں سے اچانک شعلے نکلنے لگے تھے۔ "تم اس ہنگامے کو کیا نام دو گے جو ا
آدمیوں نے پرنس آف ویلز کے بمبئی پہنچنے پر کیا ہے؟ جانتے ہو، انہوں نے یونین جیک
نذر آتش کر ڈالا ہے۔"

"غلط، آسبرن، غلط۔" برطانوی ریزیڈنٹ کسی بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھ
آدمی انارکسٹ ہے۔ وہ لوگوں میں اشتعال پھیلا رہا ہے اور یہ اشتعال ایک روز
ہندوستان کو خون کے سمندر میں تبدیل کر دے گا۔ صرف ہم انگریز ہی ہندوستان کو
کر سکتے ہیں۔ ان بے وقوف قوم پرستوں کو یہ بات ضرور سمجھنی چاہیے۔"

بنکوئیٹ روم کے دروازے کھلے تو جیمس آسبرن پریشان ہو کر دوسری طرف
گیا لیکن برطانوی ریزیڈنٹ نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی تھی۔

"بہرحال مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ مہاراجہ وکٹر نے پرنس آف ویلز کے
کے موقع پر تمہیں یہاں طلب کر لیا ہے۔ کم از کم میں ضرور مطمئن ہوں کہ ہز
نیس کی یہاں موجودگی کے موقع پر ایک بالشویکی ایکسپرٹ بھی یہاں موجود ہے۔"

جیمس آسبرن نے جیہ کو سہارے کے لئے اپنا ہاتھ پیش کیا۔ یہ لیڈی مودی کی
اعجاز تھا کہ جیہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ننھا منا ہاتھ خاکی آستین پر رکھ دیا۔

"کیا تم نے شادی کر لی، جیمس صاحب؟" دونوں ایک ساتھ بنکوئیٹ ہال م
ہوئے تو جیہ نے پوچھا۔

"میں نے ابھی آرمی چھوڑی ہے، شہزادی۔" جیمس آسبرن نے جواب دیا۔
بیوی کا بوجھ اٹھانے سے پہلے سیرپور جیسی بڑی ریاست کا ریزیڈنٹ بننا چاہتا ہوں۔"

جیہ اس بات سے پریشان تھی کہ جیمس آسبرن اس کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ یہ وہی
تھا جس نے سب سے پہلے اس کے نوخیز بدن کو چھوا تھا اور اس میں رونما ہونے والی
لیوں کا لمس چکھا تھا۔ جیہ کو آج بھی وہ اجنبی لیکن مضبوط بازو یاد تھے جو پہلی بار اس کے
ن کے گرد حمائل ہوئے تھے۔ بلا شبہ اسی شخص کے لئے جیہ نے پہلی بار اپنے دل کی
کن کو تیز ہوتے محسوس کیا تھا۔ اسے کوکی بائی کا وہ جملہ بھی یاد تھا کہ اگر جیمس ہم میں
ہوتا تو جیہ کے لئے اس سے اچھا بر اور کون سا ہو سکتا تھا۔

آج جبکہ وہ جوانی کی دہلیز پار کر آئی تھی، وہ پھر اس کے پہلو میں موجود تھا، لیکن وہ کسی
کی دھرم پتنی تھی۔ ایک ریاست کی باعزت راجکماری تھی۔ وہ اپنے پہلو میں جیمس کی
ودگی کے باعث شاہی دورے کے بارے میں ہونے والی باتیں نہ سن پائی تھی۔

اس نے جیمس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا لیکن وہ اس انگریز لڑکے میں آنے والی
ری تبدیلیوں سے آگاہ تھی۔ دبلا پتلا جسم اب ایک وجیہہ مرد کے سانچے میں ڈھل چکا تھا۔
ب مضبوط مرد۔ ظاہر ہے وہ آٹھ سال میدان جنگ میں گزار کر آیا تھا اور اس سخت زندگی
اس کی کاٹھی کو بدل ڈالا تھا۔

جیہ نے اس کی گرم سانس اپنے بدن پر محسوس کی۔ "اگر ٹکا تمہیں اس روپ میں
اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا شہزادی!"

اس نے ہاتھ بڑھا کر جیہ کی کلائی پکڑ لی۔ ہاتھ کے دباؤ سے چنبیلی کے پھول، پتیوں میں
ہو کر نیچے گر پڑے۔ جیہ اس کی حرکت سے خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔
ں چاہتی تھی کہ کوئی درباری یہ سب دیکھ لے۔

یہ خبر سن کر کہ جیمس آسبرن دہلی روانہ ہو گیا ہے، جیہ کے ذہن پر سے جیسے کوئی بوجھ
گیا تھا۔ لیڈی مودی اور پرنس پرتاپ اسی سہ پہر دارالحکومت پہنچنے والے تھے۔ جیہ سر
کے ہمراہ ان کمروں کے دورے پر گئی جن میں آنے والے شاہی مہمانوں نے ٹھہرنا تھا۔

ر اکبر نے بعض آدمیوں کو ایک پلی کی مدد سے بھاری فانوس دربار روم کی چھت پر
ل کرتے دیکھا تو بے اختیار بھویں اچکا دیں۔ "یہ اخراجات اور جوش میری سمجھ سے باہر
" انہوں نے جیہ کو مخاطب کیا۔ "ہاؤس آف سیرپور، برطانوی تخت سے بہرحال دو ہزار
پرانا ہے۔"

بل روم میں کلکتہ لائٹ آپریٹک سوسائٹی کا مسٹر سین گپتا سیرپور آرکسٹرا کو ہدایت
ا تھا۔ وزیر اعظم نے موسیقی کے شور سے بچنے کے لئے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ "میں

اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ رقص صرف رقاصائیں کریں اور ہم سب انہیں دیکھیں۔ اس بار بھی اس کی مخاطب جیہ ہی تھی۔ "اور آپ ہز رائل ہائی نیس کے ساتھ رقص منصوبہ بندی کر رہی ہیں۔ شہزادی؟"

"اگر ہمارے شوہر نے اصرار کیا۔ تو ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہو گا۔" جیہ کندھے اچکائے۔

وزیر اعظم اور وہ واپس جیہ کے اپارٹمنٹ کی طرف چلے تو سر اکبر کی چھڑی کی فرش پر ایک ردھم میں بج رہی تھی۔ "میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے راج نیتی پڑھی شہزادی۔ اگر آپ کو کوتلیا یاد ہے تو آپ اس انگریز کے ہاتھ پر بہ آسانی ہاتھ رکھ سکتی کوتلیا نے میکسم میں کہا ہے کہ اگر آپ کسی کو بازوؤں کی قوت سے شکست نہیں دے تو دوستی سے زیر کر لیں۔"

جیہ شاہانہ انداز سے اس کے برابر چل رہی تھی۔ "ہم نے ایک اور کہاوت بھی ہے، سر اکبر!" اس نے وزیر اعظم کو مخاطب کیا۔ "اگر آپ اپنے دشمن کو تلوار سے نہیں کر سکتے تو اپنے بازو اس کے شانوں میں حمائل کر دو اور اپنے خنجر سے اس کا کام دو۔"

"بالکل ایسی ہی بات ہے، شہزادی!"

جیہ نے سر اکبر کی تائید پر مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اپنی خواب گاہ کی طر گئی۔

جیہ، خواب گاہ میں پہنچی تو لیڈی مودی اس کی منتظر تھی۔ "ڈارلنگ!" وہ اپنے انداز میں بولی۔ "میں بتا نہیں سکتی کہ ویلنٹائن بال کس قدر دلچسپ ہونے جا رہا ہے ہمہ وقت کام کر رہا تھا۔ انگلینڈ کی امیر ترین نوجوان لڑکی ایڈوینا ایشلے، وائسرائے تھی۔" لیڈی مودی مزے لے لے کر قصہ سنا رہی تھی۔ "ڈکی ماؤنٹ بیٹن نے ویلن کے عین درمیان میں ایڈوینا سے کہا کہ وہ اس سے شادی کر لے۔ پرنس آف شادی کا سب سے اہم مہمان ہے لیکن یہ سب ابھی تک خفیہ ہے۔"

اس نے اپنے جوتے اتار کر ایک طرف پھینکے۔ "بدقسمتی یہ ہے کہ اسی دن کو ٹیلی گرام وکٹر کو موصول ہوا جس میں اس نے لکھا ہے کہ اگر اسے سیرپور کی مہا کر لیا جائے تو وہ اس سے شادی پر تیار ہے۔"

"لیکن وہ سیرپور کی مہارانی کبھی نہیں بن سکے گی، پسی۔" جیہ نے اپنے

یا۔ "برطانوی تخت اس کی حیثیت کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔"

یڈی مودی نے اپنی سگریٹ ایش ٹرے میں کچل دی اس کی نگاہیں براہ راست جیہ پر نہیں۔ "یہ بات ہر کوئی جانتا ہے ڈارلنگ، لیکن وکٹر کا دماغ چل گیا ہے، جونہی اسے یٹن کی منگنی کا پتا چلا وہ سیدھا پرنس آف ویلز کے پاس پہنچا اور اسے بتایا کہ وہ ٹ سے شادی کرنے جا رہا ہے۔"

یہ کو لیڈی مودی کے انکشاف سے ایک جھٹکا سا لگا۔ "اگر ایسا ہوا تو مہاراجہ اپنے تخت روم ہو جائے گا۔"

"زیادہ پرجوش ہونے کی ضرورت نہیں ڈارلنگ۔" لیڈی مودی کے ہونٹوں پر ذو معنی ٹ تھی۔ "خوش قسمتی سے پرنس آف ویلز، وکٹر کو اپنا دوست سمجھتا ہے۔ ایچ آر ایچ ڑ کو فرائض کے بارے میں ایک طویل لیکچر دیا اور نصیحت کی کہ ذاتی پسند کو قومی ذمے پر ترجیح نہ دے، لیکن ہمیں وکٹر پر نظر رکھنی ہو گی۔ ایچ آر ایچ کے دورے کے اگر وہ زیادہ پی گیا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

رنس پرتاپ دروازے پر نمودار ہوا۔ "کم آن لیڈیز!" وہ خوش گوار انداز میں بولا۔ "یو پر جا رہے ہیں۔ ہز رائل ہائی نیس، تم سے انتظامات کے بارے میں بات کر سکتے زادی، بھگوان کے لئے دوسری ریاستوں کی شاہی عورتوں کی طرح خاموش مجسمہ نہ بن

یہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنے شوہر کی بات کا جواب نہیں دیا تھا، لیکن جس انداز مسکرائی تھی اس کا مطلب ہی یہ تھا کہ فکر نہ کرو شوہر جی! میں آپ کو مایوس نہیں ی۔

جیہ نے دستانے اتارنے کی ابتدا کی ہی تھی کہ لیڈی مودی نے زور زور سے نفی میں شروع کر دیا۔ "انہیں مت اتارنا، ڈارلنگ!"

"لیکن ہمیں ان کی ضرورت نہیں، پسی!"

لیڈی مودی چلا اٹھی۔ "مگر تم ان کے بغیر پرنس آف ویلز سے نہیں مل پاؤ گی۔"

"وہ تو ہمارا مہمان ہے پسی۔" جیہ نے کندھے اچکائے اسے اپنی رسومات سے زیادہ رسومات پسند آئیں گی۔"

"لیکن انگریز سمجھتے ہیں کہ صرف ان کی رسومات ہی سب سے زیادہ اہم ہیں۔ وہی مانتے ہیں بہرحال یہ ان کی بادشاہت ہے۔"

اس سے پہلے کہ جیہ جواب میں کچھ کہتی ایک ایڈی نے دروازے پر نمودار ہو کر تو
دی۔ "ہمیں فوراً ویلز پیلس روانہ ہونا ہے' شہزادی۔" اس نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "آقا کی
پہنچ چکی ہے۔"

ویلز پیلس کو جانے والے تمام راستے کے اختتام پر سنگ مرمر کا ایک چبوترہ تعمیر
تھا۔ سنگ مرمر کے چبوترے تک تمام راستے پر سرخ قالین بچھایا گیا تھا جس کے دونوں
سیر پور کے معززین اپنی بیگمات کے ہمراہ موجود تھے جیہ لیڈی مودی کے ہمراہ چبوتر
سمت بڑھی تو معززین اور ان کی بیگمات نے سر جھکا کر اسے تعظیم دی۔

ایک بینڈ جدید دھنیں بجا رہا تھا جبکہ سیر پور لانسرز کا دستہ مارچ میں مصروف تھا
توپیں داغے جانے کی آوازیں بلند ہوئیں دستہ اٹینشن ہو گیا توپیں خاموش ہوئیں تو بگ
آواز سنائی دی یہ کامنی مندر میں پجاریوں کا اشارہ تھا تاکہ ایچ آر ایچ کے دورے کو م
کے لئے نیک شگون بنایا جا سکے۔

دریا کے پار جہاں تاجروں کے گھر تھے سیر پور کے قومی پرچم لہرا رہے تھے ان
دریا میں بارجز' ڈنگیاں' موٹر لانچیں اور دوسری کشتیاں یوں ایک دوسرے سے الجھی
تھیں جیسے مہاراجہ کے جلوس میں صرف انہی کو شرکت کرنی ہے۔

جیہ نے اپنی گود میں رکھے سرکاری پروگرام کا جائزہ لیا ہر پروگرام پچھلے پروگرا
برعکس تھا جیسے پجاریوں کی پوجا کے فوراً بعد سیر پور انفنٹری کا مارچ پاسٹ تھا۔ جیہ
دور بین سے دیکھا تو اسے پرنس آف ویلز' مہاراجہ کے ہمراہ کھلی رولس رائس
دکھائی دیا وہ نظروں سے اوجھل ہوئے تو اس نے فوراً پروگرام پر نگاہ دوڑائی۔ وہ لوگ
پر سوار ہو کر پرانے شہر کے دورے پر جا رہے تھے واپسی کشتیوں کے ذریعے ہونی تھی

شاہی قافلے کو واپسی میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگی تھی شاہی بجرے کے اردگرد
سینکڑوں کشتیاں موجود تھیں اور ان پر سوار لوگ عظیم برطانیہ کے ولی عہد کی ایک
دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔

"وہ رہا پرنس آف ویلز' وکٹر کے ساتھ سرخ تخت پر بیٹھا ہے۔" لیڈی مودی
کے کان میں سرگوشی کی۔ "اور ڈکی ماؤنٹ بیٹن' ریزیڈنٹ کے ساتھ بیٹھا ہے۔"

دریا میں موجود کشتیوں کے انجنوں کی آوازیں کسی اور انجن کی آواز میں د
جیہ نے اوپر دیکھا' تین ہوائی جہاز دریا کی طرف بڑھ رہے تھے۔

جہازوں کا رخ عین شاہی بجرے کی طرف تھا۔ وہ اتنی نیچی پرواز پر تھے کہ

چلتے ہوئے پر بھی صاف دکھائی دے رہے تھے ایک ائر کرافٹ نے فضا میں پرنس آف
کے نشان کا بنا ہوا بینر فضا میں چھوڑا اور اسی وقت پورا ماحول جیسے جاگ اٹھا۔ کشتیوں
ہارن' ڈرم' فلوٹس اور دیگر آلات موسیقی بیک وقت بجنے لگے جیہ کو لیڈی مودی کی
بھی کم کم سنائی دے رہی تھی۔

"ڈارلنگ' تمہیں یہ بات ماننی پڑے گی کہ سیر پور برادرز کو شو کرنا آتا ہے' میں شرط
ہوں کہ ایچ آر ایچ نے ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

قدیم جہازوں کا فلیٹ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ کان پڑی آواز اب بھی سنائی نہیں
رہی تھی۔ دریا کے کنارے جھومتے ہوئے ہاتھیوں کا قافلہ اب سٹی پیلس کی طرف بڑھ
تھا۔ لیڈی مودی ایک آدھ ڈرنک لینے کے موڈ میں تھی لیکن معززین نے اپنی نشستوں
اٹھنا شروع کر دیا تو اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

پرنس پرتاپ کا ہوائی جہاز لینڈ کر چکا تھا اور اب وہ جہاز سے نکل کر ایچ آر ایچ کے
قلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے ہیلمٹ کی جگہ پگڑی باندھ لی تھی۔ شاہی بجرا جیٹی کی
ب مڑا تو پرنس پرتاپ نے ہاتھ ہلایا اور چبوترے پر آ کر بیٹھ گیا۔

پرنس آف ویلز نے جونہی سرخ قالین پر قدم رکھے سیر پور لانسرز نے سلامی پیش کی۔
کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ پرنس آف ویلز مہاراجہ کے کسرتی بدن کے سامنے بچہ نظر آ
تھا۔ اس کا ننگا سر بہ مشکل مہاراجہ کے کندھوں تک آ رہا تھا۔

"میرے ساتھ آؤ شہزادی۔" جیہ کو اپنے شوہر کی آواز سنائی دی تو وہ اس کے ساتھ
ٹی کی طرف بڑھی جہاں پرنس آف ویلز' سیر پور کے شہسواروں کا معائنہ کر رہا تھا۔

جونہی لانسرز مارچ کرتے ہوئے سامنے سے گزرے۔ جیہ نے پریشانی کے عالم میں اپنے
ہاتھ چہرے کے سامنے باندھ دیئے جب پرنس آف ویلز نے اس روایتی خیر مقدم کا اسی
ح جواب دیا تو اسے بے حد حیرت ہوئی۔

"وکٹر' ایک شہسوار اور ایک پائلٹ کی حیثیت سے تمہاری صلاحیتوں کی تعریف کر رہا
شہزادی!" اسے پرنس آف ویلز کی آواز سنائی دی۔

"میں نے جہاز میں سفر کیا ہے' سر' لیکن تنہا اسے اڑا نہیں سکتی۔" جیہ نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں۔" پرنس آف ویلز مسکرایا۔ "میں نے سنا ہے کہ تمہارے والد پولو
ایک شاندار کھلاڑی تھے اگر ہو سکے تو میرے کزن کو اس بارے میں بتانا۔"

ایک طویل قامت نوجوان آگے بڑھا' ماؤنٹ بیٹن کے عقب میں جیہ کو انگریز اٹینڈنٹ'

شہزادے سے بات چیت میں مصروف دکھائی دیئے۔ اسے جیمس آسبرن بھی نظر آیا جو برطا
ریزیڈنٹ کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا تھا لیکن جیہ کے پاس فی الوقت اتنی مہلت نہ تھی کہ
اس کا بھرپور جائزہ لے سکتی۔

دوپہر کے کھانے اور استقبالیہ تقریبات کے اختتام پر سٹی پیلس واپس آتے ہوئے کار
پرنس پرتاپ نے لیڈی مودی کو باقاعدہ مبارک باد پیش کی تھی۔

"شہزادی نے بہت اچھا تاثر چھوڑا ہے' جیسی۔" پرنس پرتاپ کے لہجے میں فا
جھلک تھی" میں نے ماؤنٹ بیٹن کو میٹ کلف سے کہتے سنا کہ یہ کتنی زیادتی ہے کہ ش
مردوں کے ساتھ پولو نہیں کھیل سکتی۔"

"ہم انگریزوں کی ساتھ رقص کرنے کے بجائے ان کے ساتھ پولو کھیلنا پسند کریں
حکم!"

پرنس پرتاپ نے قہقہہ لگایا لیکن جیہ کو اپنے شوہر کا یہ انداز ذرا بھی نہیں بھا
شاید اسے اس قہقہے میں طنز کی آمیزش دکھائی دی تھی۔

"ہم ان میں سے کئی ایک سے اچھی کھلاڑی ہیں حکم!" جیہ بول اٹھی۔ "پرنس
آف ویلز نے ہمیں بتایا تھا کہ جب ماؤنٹ بیٹن نے جودھ پور میں ٹیم کے ساتھ پولو
پہلے تین چکروں میں ایک بار بھی بال کو نہیں چھو سکا تھا۔"

پرنس پرتاپ نے اس کا بازو پکڑا اور زبردستی اس کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا "میر
نے' میری دادی سے ستی کرنے کا عہد لے کر پرنس کے دادا کو متاثر کیا تھا لیکن
ہمارے ساتھ پولو کھیلو گی تو کیا برطانوی تاج ہماری ترقی سے مرعوب ہو جائے گا۔"

جیہ نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔ "اس کے بدلے میں حکم! ہمیں بال مد
سے معذور سمجھیں۔"

پرنس پرتاپ نے غصے میں اپنا ہاتھ کار کے دروازے پر دے مارا۔ "اس کا کو
نہیں۔ تم ہماری نہیں وکٹر کی میزبان ہو۔"

"تب ہم رقص نہیں کریں گے۔" جیہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

پرنس پرتاپ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ جیہ کا یہ روپ اس کے لئے نیا تھا۔

پرنس پرتاپ نے اسے گھورا تو جیہ کو یوں لگا جیسے کسی جنگلی جانور کی روح اس کے
شوہر کے بدن میں حلول کر گئی ہے۔ وہ نہایت تیکھے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ جیہ کو
محسوس ہوا کہ اس کے دیکھنے کا یہ انداز ان کے درمیان موجود تعلق کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے
گا "ٹھیک ہے۔" بالآخر اس نے ایک طویل سانس لی۔ "ہم سودے بازی کر لیتے ہیں'
شہزادی۔ تم پولو کھیلو اور میں تمہیں رقص کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔"

"لیکن کم از کم تمہارے ساتھ ایک راؤنڈ ہونا ہی چاہئے۔" لیڈی مودی نے اپنے
مخصوص انداز میں سرگوشی کی۔ "پتا تو چلے کہ تمہاری بیوی کتنا اچھا ناچتی ہے۔"

جیہ خاموشی سے دل ہی دل میں ہاتھی کے سر والے گنیش مہاراج کو پکارتی رہی کہ وہ
اسے محفوظ رکھے۔ شاہی پارٹی شکار کے لئے باہر گئی ہوئی تھی اور یوں پریکٹس کے لئے اس
کے پاس محض تین دن باقی تھے۔

جس روز جیہ پولو کھیلنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئی تو گرد و پیش کے ماحول پر دھند
اور کہر سایہ فگن تھی۔ ذرا دیر پہلے ہی پو پھٹی تھی اس لئے مالی گھاس کو پانی دینے میں
مصروف تھے۔ شاہی پویلین کے عین اوپر ایک جانب پرنس آف ویلز اور دوسری جانب
مہاراجہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

وہ تمام دن پولو کی پریکٹس کرتی رہی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد جب وہ آرام کرنے کے
لئے اپنے خیمے میں جاتی تو گراؤنڈ کی دیکھ بھال پر مامور عملہ گھاس کی کٹائی اور صفائی ستھرائی
میں مصروف ہو جاتا۔ ساتھ ہی ساتھ دوسری تیاریاں بھی جاری تھیں۔ جن میں بنچوں کی
ت اور شاہی پویلین میں قالین بچھایا جانا شامل تھا۔

تیسری صبح جیہ حسب معمول پولو پریکٹس میں مصروف تھی کہ اس نے ایک اور گھڑ
سوار کو گراؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ قریب آیا تو جیہ نے یک لخت اسے پہچان لیا۔ وہ
ما آسبرن تھا۔ جیمس نے ایک سفید بال زمین پر پھینکی اور جیہ کی طرف بڑھا۔

"مبارک ہو' شہزادی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "پرنس آف ویلز نے دو شیر شکار کئے
ما اور ہاتھیوں کے ہانکے میں شرکت کی۔ اب وہ کل آپ کی پولو دیکھنے کے شدت سے

منتظر ہیں۔"

جیہ آگے آگے تھی اور جیمس عقب میں۔ جب بھی جیہ بال کو سامنے کی طرف سے ضرب لگاتی وہ اسے ضرور ٹوکتا۔ "بال کو اپنے گھوڑے کی گردن کے نیچے سے ضرب لگائیں' شہزادی۔ امریکیوں کی طرح۔ اپنے جسم کا وزن بھی چھڑی پر ڈالیں۔"

جیہ ہر بار ہدایات سنتی اور ان پر عمل کرتی۔ اس کی شرٹ پسینے سے بھیگ کر جسم سے چپک گئی تھی۔ اس نے اپنے لمبے بال اپنے سر کے اوپر جوڑے کی شکل میں باندھ رکھے تھے لیکن ہر بار اسے جھٹکا لگتا اور اس کے بال کھل کر شانوں پر بکھر آتے۔

جب وہ پولو گراؤنڈ سے واپس آئی تو لیڈی مودی ایک ٹرے میں جن کی بوتل اور برف کے قتلے لئے اس کی منتظر تھی۔

"بہت اچھے ڈارلنگ۔" اس نے جیہ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ "پردے سے نکل کر سیدھ پولو گراؤنڈ میں۔ وہ بھی پرنس آف ویلز کے سامنے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں دیکھ کر بے چارے انگریزوں کو سن اسٹروک ہو جائے..... میری پیاری جیہ' تم تو روایتی دیوی بنتی جا رہی ہو۔"

جیہ نے اپنے لمبے بال ماتھے پر لپیٹ لئے اور چاندنی ان میں سے پسینہ نچوڑنے لگی۔ پھر وہ باتھ روم میں گھسی تو چاندنی اس کے ساتھ تھی۔ وہ شہزادی کو غسل دے رہی تھی۔

"لوگ ایک شہزادی کو انگریزوں کے سامنے ننگے منہ دوڑتے بھاگتے دیکھیں گے تو کہیں گے۔" اس نے جیہ پر پانی ڈالتے ہوئے سوال کیا۔ "آپ ایک اسکینڈل کھڑا کر دیں گی۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مہارانی بے وقوفی کے اس کھیل کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں....."

چاندنی کا کہا سچ ہوا۔ مہارانی نے جیہ کو طلب کر لیا۔ جونہی وہ مہارانی کے پاس پہنچی انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے ملازماؤں کو چلے جانے کو کہا۔ وہ جیہ سے تخلیے میں بات کرنا چاہتی تھی۔

"تم نے بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے بیٹی۔" مہارانی کے پہلے جملے کے ساتھ ہی جیہ کے تمام اندیشے دھل گئے۔ "ہمارے نزدیک یہ بات سب سے زیادہ اہم ہے کہ تم پرنس آف ویلز کو کس طرح مرعوب کر سکتے ہیں۔ میں بھی کل تمہارا کھیل دیکھوں گی۔ میں پولو نہیں کھیلے گا لیکن چونکہ میں بھی وہاں موجود ہوں گی اس لئے وہ اس امریکی اداکارہ عشق کی پینگیں بڑھانے میں بھی خاصا محتاط رہے گا۔"

مہارانی اچانک خاموش ہو گئی۔ اس نے حقے کی نے منہ سے نکالی اور آگے کو جھ

"تم جوان ہو اور تمہارا تعلق عمر کے اس حصے سے ہے جسے میں سالوں پہلے گزار آئی مجھے یہ تو بتاؤ کہ ان غیر ملکیوں کے پاس کیسا جادو ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے میرے کی روح کو اس قدر زخمی کر دیا ہے کہ وہ ایک سفید فام طوائف کو ہندوستان کے اس تخت کی ملکہ بنانے پر بضد ہے۔"

جیہ اس لمحے خاموش رہی۔ اس سے فوری طور پر کوئی جواب بن نہ پڑا تھا۔ جب وہ روز اپنے گھوڑے پر بیٹھی پولو میچ کے آغاز کی منتظر تھی' تب بھی اس کے ذہن میں انی کے الفاظ گونج رہے تھے۔ اس نے سر گھما کر گراؤنڈ کا جائزہ لیا۔

سیرپور کے معززین شاہی پویلین سے ملحق اسٹینڈ میں براجمان تھے۔ گراؤنڈ کے اردگرد لین بچھائے گئے تھے وہ عوام کے گروہوں میں چھپ گئے تھے۔ محافظ میدان میں آ جانے لے بچوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے کیونکہ اندھا دھند بھاگتے گھوڑے' انہیں کچل بھی سکتے

سیرپور لانسرز کا ایک دستہ گراؤنڈ میں داخل ہوا۔ ان کے پیچھے چلنے والی ایک کھلی شاہی ی میں مہاراجہ وکٹر سوار تھا۔ جب کہ اس کے ساتھ پرنس آف ویلز بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھ کر ہجوم کے نعروں کا جواب دے رہے تھے۔ پرنس آف ویلز' بگھی سے اترا تو نقارے راس کا استقبال کیا گیا۔ مہاراجہ وکٹر نے پرنس کو سیرپور کی روایتی تلوار کا تحفہ پیش کیا تو نے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔

پرنس پرتاپ پولو گراؤنڈ میں اترنے والا پہلا شخص تھا۔ "آؤ شہزادی۔" اس نے چلا کر بری کو مخاطب کیا۔ "ذرا تم سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔"

نقارے بجانے والوں نے پہلے چکر کے آغاز کا اعلان کیا۔ ماسٹر آف دی ہارس نے اچھلتے ے گھوڑوں کے درمیان سفید رنگ کی ایک بال گراؤنڈ پر اچھال دی اور دوسرے ہی لمحے واروں نے بال کا تعاقب شروع کر دیا۔

جیہ' تیز رفتاری سے بال کے پیچھے تھی۔ وہ لوگوں کی ان انگلیوں سے بھی آگاہ تھی جو ں کی طرف اٹھا رہے تھے۔ پرنس پرتاپ اس کے مخالف کھیل رہا تھا اور گھوڑے کو تیز لی پر مجبور کرنے کے لئے اس کی پسلیوں میں اپنی ایڑیاں چبھوئے بیٹھا تھا۔ بال جونہی کے پاس آئی' اس نے موگرے سے ایک زور دار ہٹ لگائی۔ کئی گھڑ سواروں نے بال ے کی کوشش کی لیکن بال سیدھی گول لائین پار کر گئی۔ سرخ رنگ کے جھنڈے نے کلرم کر دیا۔

بال دوبارہ پھینک دی گئی۔ پرنس پرتاپ نے موگرے سے ضرب لگا کر بال جیہ کو دی۔ وہ جس گھوڑے پر سوار تھی اس کا شمار سیرپور اصطبل کے بہترین گھوڑوں میں ہوتا تھا۔ جیہ نے گھوڑے کی رفتار تیز کرنے کے لئے ایڑیاں اس کی پسلیوں میں گاڑ دیں۔ گھوڑا گولی کی طرح آگے بڑھا۔ جیمس آبرن اور ماؤنٹ بیٹن نے بال کو جیہ کے قبضے میں دیکھا تو آندھی اور طوفان کی طرح اپنے گھوڑے بھگاتے آگے آئے۔

جیہ نے موگرے کو سختی سے پکڑ لیا۔ وہ گھوڑے کی گردن پر جھک گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے سرگوشیوں میں اسے مزید تیز بھاگنے پر آمادہ کر رہی ہو۔ بال اس سے صرف چند گز دور تھا لیکن مخالفین کے گھوڑوں کی ٹاپیں وہ اپنے سر پر سن رہی تھی۔ اس نے باگیں کھینچ کر گھوڑے کو ذرا سا موڑا اور موگرا پوری قوت سے بال پر دے مارا۔ بال اچھل کر گول کی طرف گیا۔

جیمس آبرن اچانک سامنے آگیا۔ جیہ کا گھوڑا پوری رفتار کے ساتھ اس کے گھوڑے سے ٹکرایا اور وہ چلا اٹھا۔ "یہ فاؤل ہے، شہزادی۔" اس سے پہلے کہ جیہ کچھ جواب دیتی گول کے سامنے سرخ رنگ کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ جیہ گول کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

اس چکر میں مزید دو بار بال جیہ کے پاس آئی۔ ایک بار اس نے بال اپنے شوہر کی طرف پھینکی۔ اس نے چلا کر شکریہ ادا کیا اور جیمس آبرن کے درمیان میں آنے کے باوجود گول کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

گھوڑے تبدیل کرتے وقت پرنس پرتاپ نے اپنی بیوی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے گھوڑے سے اتارا۔

"مبارک ہو شہزادی۔" اس نے جیہ کے کان میں سرگوشی کی۔ "کہو، مزا آیا۔"

جیہ نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شاہی پویلین سے پرنس آف ویلز نے ہاتھوں کے اشارے سے بہترین کھیل پیش کرنے پر جیہ کو مبارکباد دی۔

نقارہ بجا کر کھیل کے اختتام کا اعلان کیا گیا اور سیرپور لانسرز نے پریڈ کے انداز میں میزیں شاہی پویلین کے عین سامنے لا بچھائیں۔ پھر ان میزوں پر ایک بڑی ٹرافی اور آٹھ کپ سجا دیئے گئے۔

پرنس آف ویلز، مہاراجہ وکٹر کے ہمراہ گراؤنڈ میں آیا، جہاں جیہ اپنے شوہر کی آ دوسرے کھلاڑیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

"مبارک ہو شہزادی۔" پرنس آف ویلز نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ "تمہارا گول مقابلے کا ے بہترین گول تھا۔"

رات کو ضیافت میں اتنے لوگوں نے جیہ کو مبارکباد دی کہ اسے محسوس ہونے لگا کہ ت میں صرف وہ اور پرنس آف ویلز ہی شامل ہیں۔ اسے ان مبارکبادوں سے اس وقت کارا ملا جب ضیافتی ہال کے دروازے کھلے اور مسٹر سین گپتا اپنے آرکسٹرا کے ہمراہ نمودار ئے۔

پرنس پرتاپ اپنی کرسی سے اٹھا اور جیہ کے بالوں پر جھک گیا۔ "تم اگر رقص نہیں کر ں تو وکٹر کے قریب رہو۔ اسے زیادہ پینے مت دینا۔ ایسا نہ ہو کوئی انٹ شنٹ بات کہہ ے۔"

جیہ فرمانبرداری سے وکٹر کے ساتھ کاؤچ پر جا بیٹھی۔ سفید فام عورتیں اس کے سامنے ں جو اپنے عاشقوں اور چاہنے والوں کے ساتھ چہلیں کرنے میں مصروف تھیں۔ پرنس ویلز نے سیرپور کی متعدد خواتین کے ساتھ رقص کیا لیکن ہر بار وہ یہ سوچ کر پریشان ہو ا کہ دوران رقص وہ اپنے ہاتھ کہاں رکھے گا۔ جیہ نے بہت سی عورتوں کو اپنی ساڑھیاں ر کمر ننگی کرتے دیکھا تاکہ وہاں انگریز کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر سکیں۔

جونہی مہاراجہ وکٹر، پرنس آف ویلز کے پاس جانے کے لئے اپنی نشست سے اٹھا، جیمس برن، جیہ کے سامنے آگیا۔ اس نے جھک کر شہزادی کو تعظیم دی۔

جیہ نے اتنے دنوں میں پہلی بار غور سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے جب وہ اور اس کا دونوں دوست تھے تو قلعہ بالمیر میں اکثر اس نے جیمس کو آنکھوں میں بسایا تھا۔ اسے لٹ کھیلتے دیکھا تھا۔ شاہی جھروکے کے نیچے بھاگ دوڑ ہوتی تھی اور دہلی میں شاہی دربار معاملے پر بحث ہوتی تھی۔

لیکن دس سال میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔ دونوں ہی وہ نہیں رہے تھے۔ جیمس مرد بن تھا اور جیہ لڑکی سے عورت کا روپ دھار چکی تھی۔

اس نے نظریں اٹھا کر دوبارہ جیمس کو دیکھا تو وہ اسی کی طرف نگراں تھا۔ جیہ نے خود کو کی آنکھوں کے گہرے سمندر میں ڈوبتا محسوس کیا تو ہڑبڑا کر پلکیں جھکا لیں۔

"ہم نے بالمیر کے بارے میں کوئی بات نہیں کی، جیمس صاحب۔" جیہ نے توجہ بٹانے لئے بات شروع کی۔ "تم آج رات روانہ ہو رہے ہو اور ممکن ہے اس کے بعد مل کوئی موقعہ نہ مل سکے۔"

"میں اب پولٹیکل سروس میں ہوں شہزادی۔" جیمس نے جواب دیا۔ "کون جانتا ہے کہ میں ایک دن سیرپور کا برطانوی ریزیڈنٹ بن کر واپس سیرپور آ جاؤں۔"

سین گپتا کی آرکسٹرا نے پرنس آف ویلز کی روانگی کا اعلان کیا تو جیمس آسبرن جیبے کو سالے کر ہوش میں آ گیا۔ وہ جیسے ہی الگ ہٹا' پرنس آف ویلز گزرتے ہوئے جیبے کے سامنے رکا۔

"ہم نے سیرپور میں شاندار وقت گزارا ہے' شہزادی۔" اس نے ہنستے ہوئے جیبے سے کہا۔ "ہم نے تمہارے شوہر سے کہا ہے کہ وہ جب بھی انگلینڈ آئے تمہیں ضرور ساتھ لائے۔"

رولس رائس گاڑیاں' ڈرائیو وے پر پارک کی جا چکی تھیں۔ باوردی شوفر گاڑیوں کے کھلے دروازوں کے سامنے مستعد کھڑے تھے۔ موٹر سائیکل اسکورٹ کے چاق و چوبند انجن اسٹارٹ کرنے سے قبل مہاراجہ کی جانب سے پرنس آف ویلز کو الوداع کہنے جا منتظر تھے۔

"تم نے دیکھا یہ کس قدر آسان ہے شہزادی۔" مہاراجہ اور پرنس ویلز جب دوسرے سے رخصت ہو رہے تھے تو پرنس پرتاپ نے اپنی بیوی کے کان میں سرگوشی کی "محض ایک سال پہلے میرے بیرون ملک سفر پر پابندی عائد کر دی گئی تھی اور اب پرنس ویلز مصر ہے کہ میں آؤں اگر تم اب بھی مہندی میں لدی ہوئی پردہ پیلس کی چار دیواری میں چھپی ہوتیں تو یہ دعوت کبھی نہ دی جاتی۔"

کاروں کے دروازے بند ہو گئے اور چیختی چنگھاڑتی موٹر سائیکلیں' کاروں کے آگے ہو گئیں۔

"اب جبکہ تمہیں شاہی منظوری حاصل ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں کلکتہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

پرنس پرتاپ اب بھی اپنی بیوی سے مخاطب تھا۔ "لیکن اس وقت اگر تم اجازت میں اپنے طور پر تفریح کر لوں۔"

وزیر اعظم نے جھک کر جیبہ کو تعظیم دی۔ "کیا میں آپ کے اپارٹمنٹ میں آپ سے ملاقات کر سکتا ہوں' شہزادی؟"

جیبہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹرین ایک جھٹکے کے ساتھ کلکتہ کے ہاوڑہ اسٹیشن پر رک گئی۔ جیبہ نے بھانپ

کے وینڈروں کو مختلف اشیاء لے کر گاہکوں کے پیچھے بھاگتے دیکھا۔ اس نے کلکتہ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا چنانچہ اسے فوراً پتہ چل گیا کہ وہ اس شہر میں پہنچ گئی ہے جسے برطانوی شہنشائیت کے دوسرے شہر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جیبہ بڑی مشکل سے راستہ بناتی لیڈی مودی کے ساتھ اس رش سے نکل کر باہر تک آئی جہاں سیاہ رنگ کی ایک ڈیملر اس کی منتظر تھی۔ لیڈی مودی نے کار میں بیٹھتے ہی ڈرائیونگ سیٹ کے عقب میں بنے ہوئے ایک چوبی پینل سے مارٹینی کی بوتل نکالی اور اپنے لئے ایک جام بنا لیا۔

ڈیملر آگے بڑھی اور تھوڑی دیر بعد وہ دریائے ہگلی کا پل پار کر رہے تھے۔ "ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے جیبہ کو مخاطب کیا۔ "اس کے سامنے سیرپور کے پل کھلونوں جیسے نہیں لگتے۔"

جیبہ نے پل کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ واقعی وہ بہت بڑا پل تھا۔

کار ڈلہوزی اسکوائر پہنچی تو لیڈی مودی کی زبان پھر چلنی شروع ہو گئی۔

"یہ عظیم برطانوی راج کے وفاتر ہیں۔" اس نے جیبہ کو بتایا۔ "یہیں ہندوستان کی تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں' اور یہ رائٹرز بلڈنگ ہے جہاں ہندوستانی کلرک' برطانوی بادشاہت کے خزانے گنتے ہیں۔"

کار ایس پینڈ پر مڑی تو سڑک کے بیچوں بیچ نصب ایک انگریز کا مجسمہ دکھائی دیا۔ جیبہ نے نظریں مجسمے سے ہٹا کر رکشاؤں میں بیٹھی ہوئی کالی بھجنگ عورتوں کو دیکھا جنہوں نے مغربی لباس پہن رکھا تھا۔

"یہ اینگلو انڈین لڑکیاں ہیں۔" لیڈی مودی نے اپنی معلومات جیبہ کے کان میں انڈیلیں۔ "ان کے انگریز باپ ملک کے بالائی حصوں میں چائے کے باغات میں کام کرتے ہیں۔ یہ انگریز جب کلکتہ آتے ہیں تو اپنی محرومیوں کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ رات کے وقت یہ کراٹر اسٹریٹ کے قحبہ خانوں میں جاتے ہیں اور دن کے وقت....." لیڈی مودی نے سگریٹ ہولڈر سے سڑک کے کنارے بنی سفید رنگ کی عمارتوں کی طرف اشارہ کیا۔ "بنگال کلب یا کلکتہ کلب میں شراب نوشی کرتے ہیں.... یہ دونوں کلکتہ کے ان کئی کلبوں میں سے ایک ہیں' جن پر لکھا ہے کہ کتوں اور ہندوستانیوں کو داخلے کی اجازت نہیں۔"

سڑک پر بنی عمارتوں کے عقب سے ایک بلند و بالا کیتھڈرل کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ کیتھڈرل کے عقب میں سنگ مرمر کا ایک گنبد دھوپ میں چمک رہا تھا۔

"وکٹوریہ میموریل۔ وکٹر کی منہ بولی ماں وکٹوریہ کی یاد میں اسے تعمیر کیا گیا ہے۔ سیرپور
، مہاراجہ نے اس یادگار کے لئے خاصا بڑا عطیہ دیا تھا۔"

"کیا تمہارے خیال میں برطانوی راج نے ہندوستان میں اپنی طاقت کے اظہار سے ہٹ
بطور محبت بھی کچھ بنایا ہے مادام۔" جیہ کی آواز میں کاٹ تھی۔

لیڈی مودی نے بھی پر تجسس انداز میں جیہ کو گھورا۔ "کیا دقیانوسی سوال ہے.... لیکن
ں کا جواب ہے' نہیں۔" اس نے ایک پارک کی طرف اشارہ کیا۔ "اور یہ ہے ان کی
تت کا فوارہ۔ فورٹ ولیم۔"

جیہ کو پارک کے ساتھ ایک مضبوط عمارت دکھائی دی۔ جس کے گرد نسبتاً" کم اونچی
یل تھی۔ فصیل پر جا بجا توپیں نصب تھیں۔ جبکہ مرکزی گیٹ کی بلند گر پر یونین جیک
ا رہا تھا۔ جیہ کو اس قلعے میں شان و شوکت دکھائی نہ دی تھی یا ممکن ہے وہ اس سے متا
، ہوئی تھی۔

کار فورٹ ولیم کے سامنے سے گزرتے ہوئے پل پار کر کے ریلی پور میں داخل ہوا
ور پھر اس کا رخ کلکتہ زولوجیکل گارڈن کی طرف ہو گیا۔ گارڈن کے بالکل ساتھ گورنمنٹ
اؤس تھا جہاں کلکتہ کے دورے کے دوران وائسرائے قیام کرتا تھا۔

تب ہی ان کی کار سیرپور ہاؤس جانے والی ذیلی سڑک پر مڑی۔ یہ سنگ مرمر سے
ہوئی ایک دو منزلہ عمارت تھی جسے چاروں طرف سے بلند و بالا درختوں نے گھیر رکھا تھا۔
جونہی سیرپور کے حکمرانوں کی کلکتہ رہائش گاہ کے بلیک ماربل ہال میں داخل ہوئی وہ
کسی میوزیم میں آ گئی ہوں۔ سیڑھیوں کے نیچے سے حنوط کئے ہوئے شیر اور چیتے اپنی س
سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہے تھے۔ دیواریں شیروں کی کھالوں سے اٹی ہوئی تھیں ا
ان کے بیچوں بیچ ملکہ وکٹوریہ' شاہ جارج اور ملکہ میری کی تصاویر آویزاں تھیں۔

جیہ نے اس چڑیا گھر کو دیکھ کر برا سا منہ بنایا تو لیڈی مودی کھل کھلا کر ہنس دی۔

"یہ سب برطانویوں کو وکٹر کی وفاداری کا یقین دلانے اور جنگ میں اس کی بہادری
رعب جھاڑنے کے لئے ہے اور اب اپنی پوجا پاٹ میں بالکل ہی غرق نہ ہو جانا۔ یاد رکھنا
چائے کے لئے فلوریز میں مدعو ہیں۔"

جیہ کا اپارٹمنٹ اوپر تھا۔ سفید اور سنہرے رنگ سے بنا ہوا۔ ایک خوبصورت
اپارٹمنٹ۔ جس کی کھڑکیوں سے آنے والی روشنی سے نیچے والے ہال کا اثر زائل ہو گیا

فلوریز ٹی روم پہنچ کر جیہ کو اندازہ ہوا کہ فلوریز کے مالکان نے لیڈی مودی کو اب

نہیں کیا کیونکہ وہی جیہ کو ٹینس سکھانے کے لئے ان کے پیسٹری شیف' مارکو کو چرا
تھی۔ لیڈی مودی ان کی طرف ہاتھ لہراتی ہوئی میزوں کے درمیان گزرتی چلی گئی۔
ایک کونے کی میز پر رک گئی۔ اس نے پہلے جیہ کو کرسی دی اور پھر اس کے سامنے

یٹر فوراً آرڈر کے لئے پہنچا۔ جب تک چائے آئی' لیڈی مودی ہال میں بیٹھے ہوئے
ے زائد افراد کو غائبانہ طور پر جیہ سے متعارف کروا چکی تھی۔

"تمہارے دائیں جانب انیتا ڈلگاڈو ہے۔" لیڈی مودی کے سگریٹ ہولڈر کے اشارے
نے سرخ بالوں والی ایک خوبصورت' گوری چٹی' دبلی پتلی عورت کو دیکھا جو پیسٹری ٹرالی
ہ لے رہی تھی۔ "یہ اسپینی مہارانی ہے۔" لیڈی مودی بول رہی تھی۔ "مہاراجہ
لہ سے شادی کرنے سے پہلے یہ کلبوں میں رقص کیا کرتی تھی۔"

یہ نے دیکھا کہ اسپینی رقاصہ جو اب کپور تھلہ کی مہارانی تھی' نے ساڑھی پہن رکھی
"اس نے کچھ ہی عرصہ قبل کپڑوں سے بے نیاز اپنا ایک قد آدم پورٹریٹ بنوایا ہے جو
، لٹکایا گیا ہے جہاں محل میں آنے جانے والی کپور تھلہ کی ساری رعایا کی نگاہیں اس
وں سے فیض یاب ہوتی ہیں۔"

کیا بکواس ہے۔" جیہ بے اختیار کہہ اٹھی۔ "بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟"

یہ سچ ہے۔" لیڈی مودی اپنے کہے پر ڈٹی ہوئی تھی۔ "جب بھی مشرق' مغرب سے
ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ برطانوی راج خود اصرار کرتا ہے کہ ہندوستانی حکمران
عورتوں سے شادیاں کریں لیکن ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ ان کی اولادیں تخت و
وارث نہیں بن سکتیں۔ چائے پیو اور غور کرو کہ مہارانی بننے سے پہلے اس اسپینی
کے دوستوں نے اس کا کیا حشر کیا ہو گا؟"

یہ چائے کی چسکیاں لیتی ہوئی اسپینی عورت پر غور کرتی رہی لیکن وہ لیڈی مودی کی
تہہ تک نہ پہنچ سکی تھی۔

"یہ لڑکی رقص کے بعد پھولوں کے گنڈولے میں بیٹھ کر تماش بینوں پر پھول نچھاور
تی۔" لیڈی مودی نے جیہ کی معلومات میں اضافہ کیا۔ "بس مہاراجہ جیند' اس کی
پر مرمٹا اور آج یہ اس کی مہارانی ہے.... اور ادھر دیکھو۔ ان تین آر مینیائی لڑکیوں
ے کوئی ایک نیپال کی مہارانی ہو سکتی ہے۔"

یہ نے بائیں جانب دیکھا۔ سفید شیفون کے لبادوں میں لپٹی ہوئی تین خوبصورت

لڑکیاں باتوں میں مصروف تھیں۔
"مہاراجہ نیپال نے ان تینوں کو اپنے بستر کی زینت بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس
توجہ کے باعث ان کے شوہروں نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور مہاراجہ نے درمیان
بیٹھی ہوئی لڑکی کو اس کے حسن کے اعتراف اور خراج کے طور پر یاقوت سے بھری
ایک ٹوکری تحفے میں بھیجی۔"
لیڈی مودی بولتی رہی اور جیہ سنتی رہی۔ وہاں موجود ہر سفید چمڑی والی لڑکی
مہارانی تھی یا مہارانی بننے جا رہی تھی۔ اب وہ سمجھی کہ مہاراجہ وکٹر اور پرنس پرتاپ
بھاگ کر کلکتہ کیوں آتے تھے۔
سیرپور ہاؤس پہنچنے پر مصاحبین نے جیہ کو آگاہ کیا کہ مسز رائے اس کے اپارٹمنٹ
منتظر ہیں۔
جیہ نے سنگ مرمر کی سیڑھیاں تقریباً بھاگتے ہوئے طے کی تھیں۔ اسے اپنی پرانی
کے آنے کی بے حد خوشی ہوئی تھی۔
سوتی ساڑھی میں ملبوس مسز رائے نے پہلے جیہ کو جھک کر تعظیم دی اور پھر
بازوؤں میں چھپا لیا۔ جیہ کو یوں محسوس ہوا' جیسے بیتے دن لوٹ آئے ہوں۔
مسز رائے ایک قدم پیچھے ہٹی اور اپنے چشمے کے عقب سے تا دیر اپنی سابق شا
جائزہ لیتی رہی۔ تب اس نے پاندان نکالا اور وہ چیزیں منتخب کیں جنہیں جیہ پسند ک
تھی۔ اس نے پان بنا کر جیہ کو پیش کیا۔
جیہ نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "ہمارے شوہر نے ہمیں پان چبانے سے م
ہے۔ ہمارے دانت اس سے سرخ ہو جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم دیہاتی لگتے ہیں
مسز رائے کی آنکھوں میں شناسا غصے کی جھلک اُمڈ آئی۔ "سفید دانت آپ ک
سفید نہیں کر سکتے' شہزادی۔" وہ تیز آواز میں بولی۔ "فرانسیسی پرفیوم کی بوتلیں ا
یورپی عورتوں کی طرح اپنی بھوؤں کے بال نوچنے سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔ برطانو
آپ کے شوہر کو خود سے نفرت کرنا سکھا دیا ہے۔ اس کی طرح بننے کی کوشش م
شہزادی۔ ورنہ آپ اپنی پہچان بھی کھو دیں گی۔ کیونکہ جو......"
جیہ نے آنکھیں گھمائیں۔ "ہم ان کی طرح نہیں بننا چاہتے۔ مسز رائے۔ ہ
یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی بیوی سمجھیں۔"
"میں آپ کو متنبہ کر رہی ہوں' شہزادی۔ اگر آپ کی سوچ یہی رہی تو ایک

اپنے حقوق کے لئے لڑنا پڑے گا۔"
جیہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ مسز رائے کی قوم پرستانہ سوچ میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔
مسز رائے نے لیڈی مودی کو دروازے سے اندر آتے دیکھا تو دونوں عورتوں نے
قابت کے ایک عجیب سے جذبے کے تحت ایک دوسرے کا جائزہ لیا۔ جیہ نے باری باری
نوں کو دیکھا اور اس نے اندازہ کر لیا کہ دونوں کے درمیان سرد جنگ شروع ہو چکی ہے۔
اور ہوا بھی یہی۔
اگر ایک شام ہیرے جواہرات میں لدی پھندی لیڈی مودی اسے اینگلو انڈین لڑکی اسمی
ہورے کا رقص دکھانے لے جاتی جس نے کلکتہ میں تہلکہ مچا رکھا تھا تو اگلی شام سوتی
اڑھے میں ملبوس مسز رائے' جیہ کو انڈین تھیٹر لے جاتی جہاں اسٹیج ہونے والے ڈراموں
ے آرٹسٹ آزادی کے حق میں سنسکرت میں لمبی لمبی تقریریں کرتے۔
اگر جیہ نے گزشتہ روز' نیو مارکیٹ میں فرانسیسی شیفون کی خریداری میں گزارا ہوتا تو
سزرائے اسے کلکتہ کے مضافاتی علاقے میں ان گندے اسکولوں میں لے جاتی جہاں لڑکے
بھائی کے بعد ہاتھ کی کھڈیوں پر لٹھا اور کھدر بنتے تھے۔
اگر مسز رائے' جیہ کو کھانے کے لئے کسی مقامی ریسٹورنٹ میں لے جاتی تو لیڈی مودی
پر فرض عائد ہو جاتا کہ وہ جیہ کو لازمی طور پر چائنا ٹاؤن لے جائے اور چاپ اسٹکس کے
ساتھ کھلائے۔
رفتہ رفتہ جیہ کو یہ احساس ہوتا گیا کہ وہ دو شہروں میں رہ رہی ہے اور یہ دونوں شہر پر
تعیش کلبوں اور برطانوی راج کے عظیم الشان دفاتر نے ایک دوسرے سے الگ کر رکھے
ہیں۔
ہر شام سیرپور ہاؤس واپس آتے ہوئے وہ فورٹ ولیم کی غیر متاثر کن دیواروں کو دیکھتی
اور سوچتی کہ انگریز اس چھوٹے سے قلعے سے اس یونین جیک کے نیچے بیٹھ کر کس طرح
عظیم الشان ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے۔
مسز رائے اور لیڈی مودی کے درمیان سینڈوچ بنی' جیہ کو بالآخر اطلاع ملی کہ مہاراجہ
وکٹر اور پرنس پرتاپ' ڈربی میں حصہ لینے کے لئے سیرپور سے کلکتہ روانہ ہو چکے ہیں۔
گھوڑوں کی ریس میں کلکتہ کی ڈربی کو ایک نہایت اہم مقام حاصل تھا۔ ڈربی کا سیزن
شروع ہوتے ہی کلکتہ' مختلف ریاستوں کے شہزادوں سے کھچا کھچ بھر جاتا۔ ہندوستان کے
بہترین اصطبلوں کے گھوڑے دوڑ میں شرکت کے لئے کلکتہ لائے جاتے۔ ان میں آغا خان'

بیکانیر، راج پیپلا، گوالیار، میسور، کوچ بہار، ڈنگرا اور دیگر ریاستوں کے مہاراجاؤں کے اصطبل کے گھوڑے شامل ہوتے تھے۔

وائسرائے، کرسمس گزارنے کے لئے وہاں سے کلکتہ آ چکا تھا اور اس وقت گورنمنٹ ہاؤس میں قیام پذیر تھا جو سیرپور ہاؤس کے بالکل قریب تھا۔ جیہ کو علم تھا کہ کرسمس کے سلسلے میں ہر رات وائسرائے کی رہائش گاہ پر پارٹیاں منعقد ہوتی تھیں۔

بالآخر سیرپور برادرز، کلکتہ پہنچ گئے لیکن جیہ کو وہ کبھی کبھی ہی دکھائی دیتے۔ صبح ہی صبح وہ رائل کلکتہ ٹرف کلب چلے جاتے۔ سیرپور کے گھوڑوں پر مامور ٹرینر اور جاکی ان کے ساتھ ہوتے۔ راتوں کو وہ شراب کے نشے میں ایسے دھت واپس آتے کہ ملازم انہیں سیڑھیاں چڑھاتے۔

یہ لیڈی مودی ہی تھی جس نے جیہ کو بتایا کہ پرنس پرتاپ کم از کم درجن بار ایسی مورے کا رقص دیکھنے گلوب تھیٹر جا چکا ہے۔ "میں سمجھتی ہوں کہ پرتاپ اور کشمیر کا ہری سنگھ، لڑکی کو جیتنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔"

جیہ کے منہ میں کڑوا کیپسول ٹوٹ گیا لیکن اس نے اپنا ردعمل مودی سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی تھی۔

اچانک لیڈی مودی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "وقت دیکھو، ڈارلنگ! چھوٹا، فیرو میں بہت سوچ رہا ہو گا کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے؟"

کار میں لیڈی مودی نے اسے بتایا کہ فیرو، ایشیا میں سب سے پرانا ریسٹورنٹ ہے اور یہ اسی وقت بنا تھا جب سوئز کینال تعمیر ہوئی تھی۔

"یہ ہمارا میکسم ہے ڈارلنگ۔ شنگھائی کے لانگ بار کے بعد فیرو کا دوسرا ٹن بار ہے۔ کا طویل ترین بار ہے۔"

لیڈی مودی یہاں کی بھی ایک پرانی گاہک تھی۔ سیڑھیوں پر بے تحاشا افراد نے لیڈی مودی کا استقبال کیا جبکہ جیہ بے وقوفوں کی طرح ایک کونے میں سمٹی یہ سب دیکھتی رہی۔

"ہماری بے خوف شہزادی کیسی ہے؟" چھوٹے ڈنگرا نے میز کے عقب میں رکھی کرسی سے بہ مشکل اٹھ کر جیہ کا استقبال کیا اور جیہ وہ دن یاد کر کے مسکرا دی جب اس نے باکی پردہ دار خواتین کے ساتھ مہاراجہ جے سنگھ کے دربار میں اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"مجھے تمہارے پولو گیم کے بارے میں سن کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔" چھوٹا ڈنگرا کہہ رہا تھا۔ "پرتاپ ہمیشہ سے اپنی عورتوں سے غیر معمولی کام کروانے کا ماہر ہے۔" چھوٹا

کرسی میں فٹ ہو گیا جبکہ لیڈی مودی انہیں تنہا چھوڑ کر دوستوں کے گروپ میں غائب ہو گئی۔

جیہ کچھ دیر خاموش بیٹھی ہونٹ کاٹتی رہی۔ چھوٹے کو سامنے دیکھ کر اسے ماضی یاد آ گیا۔ بالآخر اس کے ہونٹ وا ہوئے۔ "ہماری والدہ کیسی ہیں، حکم!"

جیہ کی توقع کے برعکس چھوٹے کے چہرے پر عزت و احترام کے جذبات امڈ آئے۔ "میرے والد نے کچھ اراضی ان کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ انہوں نے اپنے زیورات فروخت کر کے اس رقم سے ایک اسکول۔ ایک شفاخانہ اور ضرورت مندوں کے لئے ایک مکان تعمیر کر لیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں ڈنگرا میں ایک دیوی کا رتبہ حاصل ہے۔ انہیں ستی ماتا کہتے ہیں۔"

جیہ کو سانپ والی ستی ماتا یاد آ گئی۔ جس نے پہلے ہی اس کی اپنی زندگی اور اس کی ماں کے بارے میں بہت سی پیش گوئیاں کر دی تھیں۔

بار میں کسی کی آمد سے ڈنگرا کا سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ جیہ نے پلٹ کر دیکھا۔ گلوب تھیٹر کی رقاصہ ایسی مورے دروازے میں موجود بڑے بڑے شریف زادوں کو دھکم پیل کرتے دیکھا تاکہ لمبی لمبی ٹانگوں والی اس ڈانسر کے قریب جا سکیں، جس نے گلابی رنگ کی میکسی زیب تن کر رکھی تھی۔ ایسی مورے نے سر پر ایک ہیٹ پہن رکھا تھا جبکہ بڑی بڑی آنکھیں ایک مہین نقاب میں پوشیدہ تھیں۔ اس کا مغرورانہ انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے لئے مردوں کی دیوانگی سے بخوبی آگاہ ہے۔

چھوٹا میز پر آگے جھکا۔ "تم جانتی ہو شہزادی کہ تمہارے بعض کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ پرتاپ نے تمہاری شادی سے بہت کچھ بنا لیا ہو گا۔ مجھے یاد آیا کہ وہ، تمہارے جہیز کی مد میں اب بھی بالمیر سے ایک بڑی رقم ہر سال حاصل کرتا ہے۔ تم کسی بھی صورت میں اسے اپنے نجی سرمائے کے بارے میں نہیں بتاؤ گی۔ ورنہ وہ دولت کو بھی کسی عورت پر لٹا دے گا... اور پھر تمہارے مالی معاملات برٹش پولٹیکل کی خفیہ فائلوں میں کہیں دفن ہو جائیں گے۔"

"کیا برطانویوں نے سیرپور پر بھی کوئی خفیہ فائل بنا رکھی ہے، حکم؟" جیہ نے چونک کر پوچھا۔ اسے حیرت تھی کہ کیا برطانوی راج اس بارے میں جانتا ہے کہ پرنس پرتاپ اپنی بیوی کے ہمراہ نہیں گزارتا۔

"کیوں نہیں؟" چھوٹے نے اس کے بدترین خدشات کی تصدیق کی۔ "حکومتیں اسی

طرح چلتی ہیں۔ ہم ان لوگوں کو خریدتے ہیں اور وہ ہمارے لوگوں کو خریدتے ہیں۔ ہر کوئی ہر کسی کے بارے میں باخبر رہتا ہے..... اور جہاں تک سیرپور برادرز کا سوال ہے۔ ان کے بارے میں تو بچہ بچہ جانتا ہے۔"

لیڈی مودی ریسٹورنٹ کے دروازے میں کھڑی ان کی طرف ہاتھ لہرا رہی تھی۔ چھوٹا ڈنگرا' جیہ کو ایک دوسرے کمرے میں لے گیا اس بلند و بالا کمرے کی دیواروں پر چودہ فٹ طویل شیشے نصب تھے۔ سفید کپڑوں میں ملبوس آرکسٹرا ڈانس کی دھن بجا رہا تھا۔ جیہ نے بہت سے انگریزوں اور ہندوستانیوں کو بانہوں میں بانہیں ڈالے رقص کرتے دیکھا تو اسے یقین نہیں آیا کہ محض تین سو گز کے فاصلے پر موجود برطانوی کلبوں پر لکھا ہوا ہے کہ کتوں اور ہندوستانیوں کو داخلے کی اجازت نہیں۔

"کئی لوگوں کی نگاہیں تم پر مرکوز ہیں' ڈارلنگ۔" لیڈی مودی نے اسے بتایا۔ "یقیناً پرنس آف ویلز کے دورہ سیرپور کے بارے میں بات چیت کر رہے ہوں گے۔"

جیہ نے متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا تو لیڈی مودی نے قریبی میز پر بیٹھی ہو دو بنگالی لڑکیوں کی طرف جیہ کی توجہ مبذول کروائی۔

"چیئر اپ ڈارلنگ۔" اس نے جیہ کو تسلی دی۔ "تم ہندوستان کی واحد بہادر اور با عورت نہیں ہو۔ ان لڑکیوں کو دیکھ رہی ہو نا؟ چھوٹی لڑکی عورتوں کی پولو ٹیم کے ساتھ پبل کے سامنے پولو کھیلتی ہے اور وہ دوسری جو اس کے سامنے بیٹھی ہے' ہندوستان کی پ عورت یا مرد ہے جس نے ہوائی جہاز میں سفر کیا ہے۔"

جیہ نے آئینے کی دیواروں والے اس ریسٹورنٹ کا جائزہ لیا۔ مہاراجہ کپور تھلہ اپنی اط رقاصہ مہارانی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ایک دوسری میز پر مہاراجہ آف جند اپنی بھوری بلی کو دکھا رہا تھا۔ جیہ کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھی۔ ایک نوجوان گلوب تھیٹر کی رقاصہ ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا۔

لیڈی مودی چھوٹے ڈنگرا کی طرف جھکی۔ "اسمی مورے کو دیکھو۔ کشمیر کے ولی سے عشق لڑا رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کشمیر کی مہارانی بننے کے خواب دیکھ ہے..... بے چارہ پرتاپ..... یہ کامیاب ہو گئی تو اس کا کیا بنے گا؟"

جیہ نے آنکھیں جھکا کر پالش زدہ ناخن سے ٹیبل کلاتھ کو کھرچنا شروع کر دیا۔ نئی غصہ اسی طرح اتارا جا سکتا تھا۔

سیرپور ہاؤس میں جیہ کی ڈریسنگ ٹیبل پر ایک لفافہ اس کا منتظر تھا جس پر مسز را

تحریر میں جیہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ جیہ نے لفافہ کھولا تو اسے اخباری تراشے کے ساتھ وٹ نتھی نظر آیا۔

"میری پیاری شہزادی۔ یہ خط گذشتہ روز بمبئی کرانیکل میں شائع ہوا ہے۔ میرے خیال یہ آپ کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔"

جیہ نے تراشا پڑھنا شروع کیا۔

ہندوستانی عورتوں کا مقام۔

ایک داستان الم' ایک دکھیاری کی زبانی۔

بظاہر یہ بڑا عجیب سا لگے گا کہ میری کلاس اور میرے رتبے کی کوئی عورت عام لوگوں ردی کی طالب ہے..... اور وہ بھی ایک اخبار کے ذریعے لیکن انسانی محسوسات اور صبر کی ہرحال ایک حد متعین ہے۔

میرا تعلق شاہی خاندان سے ہے لیکن اس کے باوجود شاید آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی نسلوں سے ہم ناقابل بیان اور ناقابل یقین غلطیوں کا خمیازہ بھگت رہی ہیں۔ ہماری ڑھیوں نے نہایت ذلت سے گھٹے ہوئے ماحول میں زندگیاں گزاری ہیں۔ انہوں نے ت کی اجازت دی کہ ان سے کتوں جیسا سلوک کیا جائے۔ ہماری مائیں چیخی چلائیں جب درد کی شدت بڑھی تو انہوں نے موت کو گلے لگا لیا لیکن نئی نسل نے احتجاج کی پنائی ہے۔

ہم بھلا احتجاج کیوں نہ کریں؟ ہم بھی آخر انسان ہیں اور خواب دیکھنے کا حق رکھتے

میرے رتبے کے لوگوں کی شادیاں اس وقت کر دی جاتی ہیں جب وہ نوجوان بلکہ نوخیز ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ جب ہمیں بعض اجنبیوں کی گودوں میں ڈال دیا جائے گا تو شادیوں کا انجام کیا ہو گا؟ لیکن جب میں کچھ بڑی ہوئی تو مجھے پتا چلا کہ جس شہزادے ری شادی ہوئی ہے اس کا تعلق ایک بڑے گھر سے ہے۔

ایک روز مجھے خبر ملی کہ میرے شہزادے کے بعض دوسری عورتوں سے بھی تعلقات ن کے ساتھ وہ ہفتوں گزارتا ہے۔ میں مارے شرم کے زمین میں گڑ گئی۔ مجھ میں نہیں تھی کہ میں اپنی ملازماؤں کا سامنا کر سکوں۔ جب شہزادہ لوٹ کر میرے پاس آیا تو ن بن گیا۔ اس نے جو کچھ مجھے بتایا اور کرنے کو کہا۔ وہ میرے لئے ناقابل یقین تھا۔

گوان تنہا ہی جانتا ہے کہ ہمارے ہندوستانی شہزادوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ان میں سے بیشتر

سفید چمڑیوں کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں؟ انہیں اپنے نام و نسب' خاندان' تخت اور عزت
آبرو کا پاس کیوں نہیں؟"

کتنی شرم کی بات ہے کہ ان میں سے کئی صرف اس لئے یورپ جاتے ہیں کہ بلا روک
ٹوک عیاشی کر سکیں۔ وہ اس عیاشی کے لئے اپنی حکمرانی کے تقاضوں اور فرائض کو پس پشت
ڈال دیتے ہیں۔ شہزادے تو برطانوی راج کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کر دیتے ہیں' لیکن
ہماری شکایتیں کون سنے گا؟"

ہمارے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا ہے۔ ہمیں غلام سمجھا جاتا ہے۔ ہمارا
صرف اپنے آقاؤں کی جائز اور ناجائز خواہشیں پوری کرنا رہ گیا ہے۔ ہم اپنے آقاؤں کے
ہاتھوں میں کھلونا ہیں۔ وہ چاہیں تو ہمیں کپڑے پہنا دیں اور چاہیں تو سربازار کپڑے پھاڑ کر
ہمیں عریاں کر دیں۔

ہر ہر قدم پر میری توہین کی جا رہی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ محل میں عزت نفس نام کی
کوئی چیز نہیں ہوتی۔

میں باقاعدہ اور مستقل بنیادوں پر اپنا مقام چاہتی ہوں اور ان بے زبانوں کے لئے
چاہتی ہوں جن کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔

تم سیاسی طور پر بالغ مرد! اپنے حقوق کی جنگ تو لڑ رہے ہو..... لیکن کیا اپنی ہندو
بہنوں کی غم و اندوہ میں ڈوبی پکار نہیں سنو گے؟

ہمارے کوئی حقوق نہیں ہیں!

میں اپنے حقوق چاہتی ہوں۔

جیہ نے اپنے پالش زدہ ناخنوں کو دیکھا۔ اس خط میں اسے اپنی کہانی اور اپنا پرتو دکھ
تھا۔ اس کی نظریں دوبارہ تراشے پر جم گئیں۔

ایڈیٹر کا نوٹ۔

پڑھنے والے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ ایک مہارانی کا خط ہے' جس کا شو
اعلیٰ نسب کا شہزادہ ہے۔

"میں آپ کو قوم پرست رہنماؤں سے ملوانا چاہتی ہوں۔ جو بمبئی کرانیکل میں
والی شہزادی جیسی عورتوں کی مدد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ خاص طور پر
کو ہندوستان کے عظیم شاعر رابندرا ناتھ ٹیگور کے پاس لے جانا چاہتی ہوں' کیا آپ
بارے میں جانتی ہیں؟"

مزرائے کے سوال میں وہی بے صبرا پن تھا جو شہزادی جیہ کی کم سنی کے وقت ہوا
جب جیہ نے انکار میں سر ہلایا تو مسز رائے نے تیوریاں چڑھا لیں۔

لیکن ٹیگور واحد ہندوستانی ہے جس نے ادب میں نوبل پرائز حاصل کیا ہے' شہزادی
ی بادشاہت کا خطاب یافتہ بھی ہے۔ پنجاب میں قتل عام کے بعد اس نے اپنا خطاب
دیا ہے۔ اب اس نے ایک یونیورسٹی قائم کی ہے جہاں ہندوستانی اپنا قومی ورثہ
کئے بغیر تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ بالکل وہی خواب جو آپ کے والد نے سائنس
صورت میں دیکھا تھا اور جسے مہاراجہ جان نے بند کر دیا ہے۔" مسز رائے نے ایک
لئے توقف کیا۔ پھر بولی۔ "آپ بھی اپنا قومی ورثہ بھولتی جا رہی ہیں' شہزادی!"

مزرائے کے لیکچروں سے پریشان ہو کر جیہ نے کلکتہ کے مضافات میں مسٹر اور مسز
کے گارڈن ہاؤس میں چائے کی دعوت اور ایک میوزیکل ایوننگ میں شرکت کی دعوت
لی۔

ڑے پہنتے ہوئے جیہ کو اپنے جیول کیس کی تہہ میں رکھا ہوا وہ ہیرا نظر آ گیا جو کئی
لے ارون رائے نے اسے دیا تھا۔ جیہ نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اسے اپنی گردن میں
۔ اسے یاد آیا کہ تحفہ لیتے وقت اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ کسی خفیہ راز کے
ں۔

یہ' ڈرائیور کے ہمراہ کلکتہ کے مضافاتی علاقے میں واقع مسٹر اور مسز رائے کے گارڈن
پہنچی تو دونوں میاں بیوی نے نہایت تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا۔

مزرائے اسے ایک کوریڈور میں لے گئی جس کے اطراف لکڑی کی بڑی بڑی الماریاں
تھیں۔ ان کے اندر فیلٹ ہیٹ۔ چھتریاں اور تھری پیس سوٹ لٹک رہے تھے۔

یہاں ہمارے شوہر یورپی کپڑے اتارتے ہیں۔" مسز رائے نے جیہ کی استفہامی نگاہوں
واب میں کہا۔ "برطانوی ہند میں ہندوؤں کو اپنا قومی لباس پہن کر برطانوی دفاتر میں
ی اجازت نہیں اور ہماری بڑی بوڑھی عورتیں' مردوں کو اس وقت تک گھر کے اندر
نے دیتیں جب تک وہ غلامی کا یہ یونیفارم اتار نہیں دیتے۔"

جیہ کو چپ لگ گئی۔ وہ فرانسیسی شیفون پہن کر ان دقیانوسی عورتوں سے ملنے آئی

لائبریری لان تک آئی تھی' جس میں بہت سے لوگ کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ مردوں
لباس پہن رکھی تھیں جبکہ عورتیں سوتی ساڑھیوں میں تھیں۔

"ٹیگور" ایک سفید ریش آدمی باڑھ سے نکل کر ان کی طرف بڑھا تو مسز رائے ر جیہ کے کان میں سرگوشی کی۔

کسی نے اس کا نام لے کر پکارا تو شاعر نے ہاتھ لہرا کر جواب دیا ور پھر جیہ کی طر مڑا۔

"یہ موتی لعل نہرو ہے۔" مسز رائے نے تعارف کروایا۔ "یہ پکا یورپی تھا لیکن گا نے اسے ہندوستانی بنا دیا ہے۔ اس نے اپنے راسلک کے سوٹ اور فرانسیسی شرٹس آگ نذر کر دی ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا کہتی ہیں، شہزادی؟"

جیہ نے غیرارادی طور پر اپنی شیفون کی ساڑھی کو اپنے بدن کے گرد کس لیا۔

سفید ریش شاعر نے شہزادی کی حرکت دیکھی تو زیر لب مسکرا دیا۔ "نہیں شہزاد ہولے سے بولا۔ "میں آگ واگ پر یقین نہیں رکھتا۔ آج ہم اپنے ریشمی کپڑے آ نذر کر رہے ہیں۔ کل ہم اپنی کتابیں یا ممکن ہے انسانیت آگ میں جلا کر راکھ کر د تباہی ہمیشہ خوف سے جنم لیتی ہے لہذا نو آبادیاتی لوگوں کو خوف سے نجات پانی چاہیے۔ ہاں کیا آپ ہندوستانی نائٹ اینگل سے ملی ہیں.... سروجنی نائیڈو؟ وہ ایک بے خوف ہے۔"

شاعر جیہ کو چمکدار ریشمی ساڑھی پہنے ہوئے ایک عورت کے پاس لے گیا جو چا اور ایک انگریز عورت میں گھری قہقہے لگا رہی تھی۔ عورت موٹی سی تھی۔

مسز نائیڈو نے جیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ وہ جیہ کی خوبصورتی کا ذ رہی تھی۔ کھڑی ناک والے ایک شخص نے خود کو سپرو کی حیثیت سے متعارف کروا

"میں کئی سال پہلے پٹیالہ میں آپ کے والد سے ملا تھا' شہزادی۔ ہمارے او کے درمیان پہلا خفیہ اجلاس۔ جس میں برطانویوں کو ہندوستان سے نکالنے کے تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔"

جیہ اس انگریز عورت کی موجودگی سے کسی حد تک خائف تھی۔ اس لئے قراردادوں پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ جو بقول سپرو کے خفیہ اجلاس میں طے پائی مسز نائیڈو نے جیہ کے چہرے پر بے چینی دیکھی تو مسکرا دی۔ "خوف زد ضرورت نہیں' شہزادی۔ اینی بسانت قوم پرست تحریک کا ایک ستون ہے۔"

"ایک انگریز اور قوم پرست؟" جیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ یقیناً جانتی ہوں گی شہزادی کہ ہندوستان میں قوم پرست تحریک

گریزوں نے کیا تھا۔" مسز نائیڈو نے اسے بتایا۔ "نظریات کی کوئی قوم نہیں ہوتی' شہزادی۔ نی بسانت کا تعلق ان انگریز لوگوں سے ہے جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہندوستان پر ندوستانیوں کو حکومت کرنی چاہئے۔ پھر بھلا ہم انگریزوں سے نفرت کس طرح کر سکتے ہیں؟ م صرف خود کو آزاد کروانا چاہتے ہیں۔ خود پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ کینیڈا اور آسٹریلیا کی طرح۔"

پھر وہ ہنس دی۔ "لیکن یہ شام سیاست پر بحث سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ آیئے یوزک روم میں بیٹھ کر شام کا راگ سنتے ہیں۔ مسز بسانت ہمارے درمیان بیٹھیں گی اور ہمیں ایک رات کے لئے برطانوی ناانصافیوں کو بھولنے میں مدد دیں گی۔"

تمام لوگ بلاتخصیص قالین پر بیٹھ کر راگ درباری سننے لگے۔ مسز نائیڈو کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر مسرت اور خوشی چھلکی پڑ رہی تھی جبکہ ٹیگور' انگریز عورت کی طرف دیکھ دیکھ کر زیر لب مسکرا رہا تھا۔

جیہ کچھ دیر راگ درباری سنتی رہی پھر اٹھ کے باہر آ گئی۔ شام کے دھندلکے میں اسے وہ شہزادی یاد آ گئی تھی جس نے اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کی رام کہانی بمبئی کرانیکل میں شائع کروا دی تھی۔

جانے کب تک وہ سوچوں کے بھنور میں غوطے کھاتی رہی۔ حتیٰ کہ اس دھندلکے میں اسے ایک طویل قامت شخص اپنی جانب آتا دکھائی دیا۔ جیہ پلکیں جھپکے بغیر اسے دیکھتی رہی جس نے ایک ڈھیلی ڈھالی شال اپنے کندھوں پر ڈال رکھی تھی۔ آنے والے نے اپنا ہاتھ جیہ کے شانے پر رکھا تو اس نے بغیر کسی مزاحمت کے اس دباؤ کو قبول کر لیا۔

"آپ یہاں کیوں ہیں' شہزادی؟ کیا آپ کو موسیقی پسند نہیں آئی.... اوہ.... آپ نے میرا دیا ہوا تحفہ بھی اپنی گردن میں آویزاں کر رکھا ہے۔"

اورن رائے کی شریر آواز سن کر جیہ کا ہاتھ بے اختیار ہیرے تک چلا گیا۔ وہ اسے کیسے اتی کہ یہ اس کے بچپن کی یادگار ہے۔ اور بچپن ہی مستقبل کی بنیاد ہوتا ہے۔

"اب تو آپ ایک شادی شدہ عورت ہیں پھر ایک لڑکی کی طرح کیوں شرما رہی ہیں۔ زادی؟" اورن رائے نے جیہ کی گلابی رنگت دیکھ کر سوال کیا۔ اس کا انداز سنجیدگی میں بدل گیا تھا۔ "آپ ٹھیک تو ہیں نا؟ آپ کا شوہر شفیق اور مہربان تو ہے نا؟"

کلکتہ میں جیہ کے قیام کی خوشی صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ وہ خوف زدہ ہو گئی کہ اگر اس نے اورن رائے کو اپنا بدن چھونے کی اجازت دے دی تو وہ پھٹ پڑے گی۔

جب وہ بچی تھی تو اسے داستانوں کے بارے میں یہ جان کر بے حد حیرت ہوتی تھی کہ وہ ایک رات کے بعد دوسری رات اس مرد کے آنے کا انتظار کرتی ہیں جس نے کبھی نہیں آنا۔ اب اس کی اپنی حیثیت بھی داستانوں جیسی تھی۔ ہر رات وہ یوں تیار ہوتی تھی جیسے یہی اس کی سہاگ رات ہو لیکن اس کا شوہر اس کے پاس آنے کے بجائے ایسی مورے جیسی عورتوں کی بانہوں میں اپنے لئے مسرتیں ڈھونڈتا تھا۔

جیہ الٹے قدموں ہٹ کر ایک ستون سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ ارون رائے نے آگے بڑھ کر درمیانی فاصلہ کم کیا اور جیہ کے بدن کو اپنی ڈھیلی ڈھالی شال میں چھپا لیا۔ جیہ کپکپا اٹھی۔ وہ ایک ایسی ہرنی کی مانند تھی جو اچانک ہی کسی شکاری کے جال میں آ پھنسی ہو۔

"میں نے پوچھا تھا' آپ کے شوہر شفیق اور مہربان تو ہیں نا' شہزادی؟"

اس بار جیہ اپنی آنکھوں میں آنے والے آنسو نہیں روک سکی۔ لیکن اس نے بڑی مشکل سے اپنی اس خواہش پر قابو پایا کہ وہ خود کو اس شال میں گم کر دے اور ارون رائے کو بتائے کہ کس طرح وہ ہر شب تیار ہو کر محبت کئے جانے کی منتظر رہتی ہے اور کس طرح ہر رات اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

ارون مسکرایا۔ اگلے ہی لمحے وہ جھکا اور اس کے ہونٹ جیہ کے ہونٹوں سے پیوست ہو گئے۔ جیہ ششدر رہ گئی۔ ستون کے ساتھ کھڑی وہ بھی ستون بن گئی تھی میوزک روم سے آنے والی ستار کی آواز اچانک ہی تیز ہو گئی تھی۔

بہت دیر بعد ارون رائے جب جوتے اتار کر دوبارہ میوزک روم میں داخل ہوا تو جیہ بدستور ستون سے لگی کھڑی تھی۔

جیہ طلائی کام والی سرخ ریشمی ساڑھی میں لپٹی ہوئی کلکتہ ڈربی دیکھنے پہنچی تو پرنس پرتاپ سیڑھیوں کے نیچے ملکہ میری کے سنگ مرمر کے سر پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

رائل کلکتہ ٹرف کے باہر کاروں کا ایک ہجوم تھا۔ عام لوگوں کی کوشش تھی کہ وہ گیٹ توڑ کر اندر داخل ہو جائیں' لیکن کلب کے محافظ لاٹھی اٹھائے ہوئے انہیں آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔

پرنس پرتاپ نے رسمی انداز میں مسکرا کر بیوی کا خیر مقدم کیا اور اسے ہجوم میں سے لے کر آگے بڑھا۔ مضبوط کاٹھی کے ایک بوڑھے نے جو ہیروں کے کئی ہار گلے میں پہنے ہوا تھا' دور سے ہاتھ ہلا کر انہیں متوجہ کیا تو پرنس پرتاپ' جیہ کی طرف جھکا۔

"معاف کرنا' شہزادی۔ یہ مہاراجہ بیکانیر ہیں۔ میں ان سے ملنے جا رہا ہوں۔ امریکہ اور

یورپ کے دورے کے دوران میں ان کا اے ڈی تھا۔"

اور پھر پرنس پرتاپ اور مہاراجہ بیکانیر ایک فرانسیسی جاکی سے اسی زبان میں گفتگو کرتے بڑھ گئے۔ موضوع گفتگو سیر پور کے گھوڑے تھے۔ جیہ کو تنہا دیکھ کر لیڈی مودی اس کے پاس آ گئی۔

"ڈارلنگ' تمہیں دیکھ کر تو آج بہت سے لوگ دم توڑ دیں گے۔" وہ حسب معمول چہکی۔ "سنہرے اور سرخ کا کیا خوبصورت جوڑ ہے؟"

"ہمارے شوہر کی خواہش تھی کہ ہم آج سیر پور کے مخصوص رنگ زیب تن کریں۔"

"لیکن ڈارلنگ۔ تم جاکی تو نہیں۔ عورتیں تو صرف شیڈ استعمال کرتی ہیں۔ اس جوڑ کو میں نہیں سمجھی.... ممکن ہے یہ بھی کوئی پرانی رسم ہی رہی ہو۔"

"تمہارے لئے ایک اور خبر ہے' پسی۔" جیہ نے لیڈی مودی کو مخاطب کیا۔ "ڈربی کے بعد مہاراجہ وکٹر نے چیمبر آف پرنس کی سربراہی کرنے والے تینوں حکمرانوں کو سیر پور ہاؤس میں کھانا کھانے کی دعوت دی ہے۔ بیکانیر' الور اور پٹیالہ۔"

لیڈی مودی پلکیں جھپکانا بھول گئی۔ "اوہ زبردست" اس نے تبصرہ کیا۔ "بیکانیر والی بات تو بہت زبردست ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ پرتاپ کے ساتھ وہی اندر گیا ہے۔ جنگ عظیم کے خاتمے پر معاہدہ ورسیلز پر دستخط کرنے اور اقوام متحدہ کے افتتاح میں اسی نے ہندوستان کی نمائندگی کی تھی.... اور جہاں تک الور کی بات ہے تو انگریز اور مسلمان ہندو لیڈر اسے ہندوستان کا ایک ذہین اور باصلاحیت راجہ سمجھتے ہیں لیکن میرے خیال میں وہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے خیال میں رام کرشن نے اس کے روپ میں دوبارہ جنم لیا ہے۔"

لیڈی مودی نے شرارتی انداز میں اپنی ایک بھوری آنکھ دبائی۔ "لیکن وہ جسے تم دیکھنا پسند کرو گی' مہاراجہ پٹیالہ ہے۔" اس نے جیہ کی کلائی میں انگلی چبھوئی۔ "کبھی یہ احساس نہ ہونے دینا کہ مہاراجہ پٹیالہ تمہیں اچھا لگا ہے ورنہ وہ ویسے ہی تمہیں اغوا کروا لے گا جیسے اس نے وائسرائے کی بیٹی کو اغوا کروایا ہے۔"

جیہ نے بے یقینی سے پلکیں جھپکائیں لیکن لیڈی مودی اپنی بات پر مصر رہی۔ "یہ بالکل درست ہے' ڈارلنگ۔ مہاراجہ پٹیالہ نے وائسرائے کی بیٹی کو اغوا کیا اور ایک رات اپنے بستر کی زینت بنائے رکھا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس نے لڑکی کو چھوا تک نہیں لیکن یہ تو دیکھو کہ کیا شاندار اسکینڈل ہے اور پھر اسکینڈلوں سے بھرپور کرکٹ میچوں کی تو پوچھو مت۔ مہاراجہ پٹیالہ برطانوی راج کے چند بہترین کرکٹرز میں سے ایک ہے۔ تصور تو کرو وہ کرکٹ

کے سفید یونیفارم میں کتنا شاندار لگتا ہو گا۔ چھ فٹ سات انچ کا ایک دیو جس نے ہیروں سے لدی پھندی ٹوپی پہنی ہو اور ہاتھ میں بیٹ پکڑ رکھا ہو۔ وہ انگریزوں کا بہترین دوست ہے۔"

"لیکن مہاراجہ پٹیالہ تو چیمبر آف پرنسز کی ایک سربرآوردہ شخصیت ہے۔ ہمارے والد نے بہت سال پہلے ان خفیہ کانفرنسوں میں شرکت کی تھی جن کا اہتمام پٹیالہ نے قوم پرستوں کے ساتھ کیا تھا۔"

"ہاں، ڈارلنگ، اس کے رویئے سے تمہیں محسوس ہو جائے گا کہ وہ برطانوی بادشاہت سے خوفزدہ نہیں لیکن محتاط رہتا۔ اس کے حرم میں پانچ سو سے زیادہ عورتیں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ، اس کے پاس دنیا کی بہترین تصاویر کا انتخاب بھی ہے۔"

جیہ، لیڈی مودی کے ہمراہ سیرپور باکس میں جا بیٹھی۔ حکمرانوں کی نشستوں سے ذرا نیچے برطانوی بادشاہت کے افسران کی نشستیں تھیں۔

جیہ نے اردگرد کا جائزہ لیا۔ ممبرز انکلوژر سے پرے اینگلو انڈین مرد جنہوں نے چمکدار سوٹ پہن رکھے تھے۔ رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس عورتوں کو ریس کارڈ دکھا رہے تھے۔

ایک ملازم نے نقرئی آئس بکٹ لیڈی مودی کے پہلو میں لا کر رکھ دی۔ جس میں شمپین کی بوتل اور برف کے ٹکڑے موجود تھے۔ جیہ نے اس کے کندھوں کے اوپر سے اینگلو انڈین لڑکیوں کے ایک گروپ کو دیکھا جو ممبرز انکلوژر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف ہاتھ ہلاتے اور قہقہے اچھالتے ہوئے ریس کورس کی باڑھ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جیہ کو بار قریب دو تین انگریز عورتیں بھی دکھائی دی تھیں۔

"یہ ان کی ہفتہ وار تفریح ہے، ڈارلنگ" لیڈی مودی ہر بات کے بارے میں جیہ کو اپنا فرض سمجھتی تھی۔ "اس قسم کی لڑکیاں اپنے انگریز گاہکوں کو ان کی بیویوں کے سا رجھا کر لطف اندوز ہوتی ہیں لیکن میں انہیں کوئی الزام نہیں دیتی۔ وہ اپنی عادت سے مج ہیں۔"

جیہ نے پریشان ہو کر لیڈی مودی کا بازو تھام لیا۔ اس کی نگاہ لان کی طرف اٹھ گئی جہاں پرنس پرتاپ چند نوجوان انگریز لڑکیوں کے ساتھ کھڑا قہقہے اچھال رہا تھا۔

"یہ صرف مچھلیاں پکڑنے والے کانٹے ہیں، ڈارلنگ" لیڈی مودی نے بھی ہلکا سا لگایا۔ "یہ وہ ہیں جو لندن سیزن میں اپنے لئے شوہر تلاش نہیں کر سکیں۔ یہ موسم سرما کلکتہ آتی ہیں تاکہ چائے کے باغات کے کسی مالک یا کسی اچھے انگریز خاندان کے

ا، سی آرمی آفیسر کو پھانس سکیں۔ بے چاریاں جو اپنے جسموں اور چہروں کی کراہت کو پانے کے لئے میک اپ کا سہارا لیتی ہیں۔۔۔ اور ذرا ادھر دیکھنا، نیچے۔"

لیڈی مودی نے ایک نوجوان اور حسین عورت کی طرف اشارہ کیا جو باکسز کی طرف آ ی تھی۔ اس نے شیفون کا ایک مہین لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی ہر حرکت کے ساتھ اس ے بدن کا ایک ایک انگ مہین لباس میں سے نمایاں ہو رہا تھا۔

"یہ مہارانی کوچ بہار ہے۔" لیڈی مودی نے جیہ کو بتایا۔ "حسن و شباب کا مرقع اور وہ نوجوان قتالہ جو شادی سے پہلے کسی اور یعنی کوچ بہار کے مہاراجہ کے ساتھ بھاگ گئی ی۔"

جیہ نے پلٹ کر اس حسین فتنے کو دیکھا۔ کسی نے مہارانی نام لے کر اسے پکارا اور اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ بڑی بڑی آنکھیں آواز دینے والے کو تلاش کر رہی تھیں۔ پھر جیہ نے تنگ سا دہانہ انگریزی حرف او کی صورت کھلتے دیکھا۔ یقیناً اس نے آواز دینے والے کو پہچان لیا تھا۔ پھر وہ پلٹی اور بہت سے لوگ اس کے سامنے آ گئے۔ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

مہاراجہ وکٹر باکس میں داخل ہوا اور جیہ کے برابر بیٹھ گیا۔ "سیرپور کے مخصوص رنگ زم پر بہت جچ رہے ہیں، شہزادی۔" اس نے بھابی کے لباس پر تبصرہ کیا۔ "میں اکثر سوچتا ہوں کہ ہم میں سے صرف تم یہ بات جانتی ہو کہ تم کون ہو؟"

"لیکن آپ تو مہاراجہ ہیں، حکم۔۔۔ سیرپور کے مالک!؟"

مہاراجہ وکٹر نے نظر بھر کر اپنی بھابی کو دیکھا تو جیہ کو اس کی آنکھوں میں چھپی ادا سی داسی نظر آئی تھی۔ "صرف پیدائشی حق کے اعتبار سے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ "اور انگریزوں کے سوچنے کا انداز ہے۔ ورنہ میں خود کو راجہ یا مہاراجہ تصور نہیں کرتا۔ میں ب اداکار ہوں اور اداکاروں کو اداکاراؤں کے ساتھ شادی کی اجازت ملنی چاہئے۔"

ڈربی کے لئے گھوڑے کورس میں داخل ہو رہے تھے اور اب انہیں اسٹارٹنگ گیٹ کی ف لے جایا جا رہا تھا۔ ریس کورس کے عقب سے وکٹوریہ میموریل کا دودھیا گنبد صاف ئی دے رہا تھا۔

پھر جیہ کو وائس ریگل لانسرز کا ایک دستہ زرق برق وردیوں میں ملبوس ریس کورس میں ل ہوتا دکھائی دیا۔ ہجوم ایک کھلی بگھی میں سوار ریس کورس میں داخل ہوا تھا۔

وائسرائے کی بگھی ایک جگہ رکی اور پھر وہ آہستہ روی سے سرخ قالین پر قدم جماتا

آگے بڑھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے ایک عظیم الجثہ آدمی اور اس کی بیوی کے قریب رکا
"آغا خان' ڈارلنگ۔" لیڈی مودی نے سرگوشی کی۔ "اس کی یورپی بیوی کے بطن
پیدا ہونے والے بچے اس کا خطاب استعمال کر سکیں گے لیکن میں نہیں سمجھتی کہ برطا
بادشاہت میں آغا خان کو کوئی خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس کا اپنا کوئی ملک نہیں ہے"
سگریٹ ہولڈر ایک دوسری جانب اٹھ گیا۔ لمبے کوٹ اور ہیٹ میں ملبوس ایک
جیہ کو دکھائی دیا۔

"یہ ہے نظام حیدر آباد کا بیٹا۔ خبر ہے کہ یہ عثمانی خلیفہ کی بیٹی سے شادی کرنے
ہے لیکن وہ بے چارہ عثمانی خلیفہ جنگ ہار کر جنوبی فرانس میں جا بیٹھا ہے اور ساری تو
آغا خان کو حاصل ہو گئی ہے۔"

فاصلے پر ایک توپ گرجی اور ہجوم نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ گھوڑوں نے تیز
سے دوڑنا شروع کر دیا۔ جیہ نے دور بین اٹھا کر آنکھوں سے لگا لی۔

آغا خان' مہاراجہ راج پپلا اور مہاراجہ گوالیار کے گھوڑے برابر بھاگ رہے
انہوں نے پہلی ٹرن بھی ایک ساتھ ہی مکمل کی تھی۔ جیہ کو آگے بھاگنے والوں
مخصوص سرخ اور سنہرا رنگ دکھائی دیا۔ فرانسیسی جاکی' مہاراجہ کی ہدایات کے عین
گھوڑے کو تیز دوڑانے کے لئے چابک کے بجائے ہاتھوں کی ہتھیلیاں استعمال کر
آخری پوسٹ سے نصف فرلانگ پہلے جیہ نے سیرپور کے گھوڑے کو لائن سے نکلتے
اس نے سانس روک لی اور دل ہی دل میں پرارتھنا کرنے لگی کہ دیوی' گھوڑے
طاقت دے دے کہ وہ جیت جائے اور پرتاپ کو یقین ہو جائے کہ اس کی بیوی
خاندان کے لئے خوش قسمت ہے۔

آخری پوسٹ سے محض چند گز پہلے سیرپور کا گھوڑا' دوسرے گھوڑے سے
میں کامیاب ہو گیا اور پورا میدان نعرہ ہائے تحسین سے گونج اٹھا۔

لوگوں کا ہجوم سیرپور برادرز کو مبارکباد دینے کے لئے باکس میں گھس
شہزادی" پرنس پرتاپ آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "وکٹر کی خواہش ہے کہ تم ہمارا
کرو۔ تمہارا سیرپور کلر پہننا بقول اس کے ہمارے لئے خوش بختی ثابت ہوا ہے۔"

فرانسیسی جاکی گھوڑے کو رنگ سے باہر لے آیا اور مہاراجہ وکٹر نے گھوڑے
جیہ کو تھما دی۔ جیہ باگ پکڑ کر آگے آگے چل دی۔ ہوا سے اس کے لمبے بال
تھے۔

"تم ہماری شہرت کے لئے خاصی خوش قسمت ثابت ہوئی ہو شہزادی۔" پرنس پرتاپ
نے بالوں کے اوپر سے سرگوشی کی۔

ٹرف کلب ریسٹورنٹ میں سیرپور کا اسٹاف ان کی میز پر پہلے ہی شیمپین سجا چکا تھا۔
لیڈی مودی بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھی۔ اس کا رخ جیہ کی طرف تھا "ڈارلنگ' کوچ بہار کی
مہارانی اندرا کا کہنا ہے کہ اس نے آج تک تم سے زیادہ خوبصورت چیز نہیں دیکھی۔ ذرا
سوچو پرتاپ' اگر جیہ تمہارے بہکاوے میں آ کر اپنے یہ لمبے بال ترشوا دیتی تو کیا ہوتا؟؟"

پرنس پرتاپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

لیکن اس وقت اس کا موڈ خوشگوار ہو گیا جب اور بہت سے لوگ ان کی میز پر جمع ہو
گئے اور سرگوشیوں میں اسے اس کی بیوی کی خوبصورتی پر مبارکباد دینے لگے۔ اس نے اپنا
ایک ہاتھ جیہ کے بازو پر رکھ دیا جیسے اسے اپنی بیوی سے بے حد محبت رہی ہو۔ اس کی
حرکتوں سے جیہ سوچ رہی تھی کہ شاید اب وہ منافقانہ طرز عمل ختم ہو جائے جس کی وجہ
سے ان کی شادی انجام کے قریب تھی۔

یہ امید اس وقت کچھ اور قوی ہو گئی جب گھوڑے کی نیلامی کے وقت اس نے اپنا ایک
ہاتھ نہایت پیار سے جیہ کے شانے پر رکھ دیا۔ امید تب یقین میں بدل گئی جب پرتاپ نے
اسے بولی لگانے کو کہا لیکن جیہ نے جب اس کا شکریہ ادا کیا تو اس نے اپنے شوہر کی نگاہوں
میں مسکراہٹ اترتے دیکھی۔ کوئی جیہ کے عقب میں موجود تھا جسے دیکھ کر پرتاپ کی آنکھیں
چمکنے لگی تھیں۔

جیہ نے شانے پر سے پیچھے دیکھا۔ گلوب تھیٹر کی اینگلو انڈین رقاصہ' پرنس پرتاپ کے
اس ہاتھ کو سہلا رہی تھی جو اب بھی جیہ کے شانے پر موجود تھا۔ جیہ کا جی چاہا کہ وہ پرتاپ
کا ہاتھ جھٹک دے لیکن اس نے دانتوں پر دانت جما کر بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا تھا۔

چاندنی نے باتھ تیار کر دیا تھا۔ جیہ یوں اہتمام سے نہائی جیسے وہ پرتاپ کے رویئے سے
پیدا ہونے والے تازہ ترین رویئے کو دھو رہی ہو کہ بالآخر اس نے جیہ کو اپنی بیوی کی حیثیت
سے قبول کر لیا ہے۔

غسل کے بعد اس نے مسز رائے کا بھیجا ہوا اخباری تراشا نکالا اور بے نام شہزادی کا کھلا
خط پڑھنے لگی۔ تب اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ جو اس پر بیتا تھا۔

جیہ سے شادی سے قبل اس کے شوہر کی طرف سے جہیز میں بھاری نقد رقوم کا
مطالبہ۔ پہلی ملاقات پر اس کی توہین۔ وہ ساری کوششیں اور خود کو تبدیل کرنے کی جدوجہد

جو جیہ نے محض اس امید پر کی تھی کہ اس طرح وہ اپنے شوہر کو جیت لے گی لیکن اس
شوہر دوسری عورتوں کو اس پر ترجیح دیتا رہا۔

سر اکبر نے ایک بار اس سے کہا تھا۔ "پولو کی چھڑی کبھی کبھی ایک خنجر کی طرح کارآ
ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے راج نیتی پڑھی ہے۔ شہزادی، لیکن پرنس پرتاپ نے نہیں۔ اس
طرح کا علم، ایک بیوی کو اس کے شوہر سے طاقتور بنا دیتا ہے، حکم..... شرط یہ ہے کہ وہ اسے
استعمال کرنا جانتی ہو۔"

سیرپور کے وزیر اعظم نے اس طاقت کا حوالہ دیا تھا جو جیہ کو حاصل تھی لیکن اس
وقت وہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ سر اکبر اسے یاد دلانا چاہ رہا ہے کہ اس کی روایتی شا
درحقیقت طاقت کا ایک اتحاد اور اتصال تھی۔ اس نے قسم کھائی کہ کسی نہ کسی طرح وہ ا
شوہر سے اس تذلیل کا بدلہ ضرور لے گی۔

تب وہ مطمئن سی دربار روم میں داخل ہو گئی تاکہ مہاراجہ وکٹر کے شاہی مہمانوں کا
مقدم کر سکے۔

ایک لمبا تڑنگا آدمی شاہانہ چال چلتا ہوا دربار روم میں داخل ہوا۔ اس کی پگڑی پر کر
بھگوان کی مورتی لگی ہوئی تھی۔ جیہ اسے تعظیم دینے کو جھکی تو اسے مہاراجہ الور کے ہا
پر سفید دستانے دکھائی دیئے۔ اس کے عقب میں ایک موٹا تازہ سکھ تھا۔ جو بہ
دروازے سے گھس کر اندر آیا تھا۔ اس سے پہلے کہ اے ڈی اس سکھ کے خطبات
جیہ جان چکی تھی کہ یہی مہاراجہ پٹیالہ ہے۔ ان دونوں کے بعد آنے والا مہمان بیک
مہاراجہ گنگا سنگھ تھا۔

جیہ نے جھک کر دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے معاہدہ ورسیلز میں ہندوستا
نمائندگی کرنے والے راجپوت بادشاہ کے پاؤں چھوئے تو اسے پرنس پرتاپ، کشمیر کے و
راج کمار ہری سنگھ سے گلے ملتا دکھائی دیا۔ چھوٹا ڈنگرا ان کے ساتھ تھا۔

استقبالیہ رسومات ادا کرتے ہی جیہ برآمدے کی طرف کھسک گئی۔ فرانسیسی کھڑ
سے اسے حکمران مہمان صاف دکھائی دے رہے تھے جو کلکتہ ڈربی جیتنے والے کی
توصیف میں مصروف تھے۔

مہاراجہ وکٹر نے جھک کر ان کا شکریہ ادا کیا۔ "ڈربی جیتنا بے شک ایک اعزاز
اس سے بڑھ کر اعزاز کی بات یہ ہے کہ چیمبر آف پرنسز میں شاہی ہندوستان کے
اس وقت میرے مہمان ہیں۔"

یں حیران ہوں کہ یہ چیمبر کب تک چلے گا۔" سکھ مہاراجہ نے مہاراجہ الور کی پگڑی
بھگوان کی مورتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "برطانوی راج کو غصہ دلا کر ہمارا
کیا ہو گا۔ کیا یہ بہتر ہے کہ شہنشاہ برطانیہ سے ملتے وقت ہاتھوں پر دستانے پہن کر
وہین کی جائے۔"

اور کیا وائسرائے کی بیٹی کو اغوا کرنا دانشمندی تھا۔" مہاراجہ الور نے اپنے تئیں بدلہ

لہ مہاراجہ نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا تو اس کا جسم یوں ہلا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔

ہاراجہ الور نے ہاتھوں سے دستانے اتار دیئے۔ "بہرحال اس سے فرق بھی کیا پڑتا
وں کو ہی چھوا نہیں گیا۔ شاہ جارج جانتا ہے کہ مجھے اسے چھونے میں کیا قباحت
تھی۔ جب بکنگھم پیلس میں اس نے میرا استقبال کیا تو اس نے چمڑے سے بنا ہوا تمام
رے سے ہٹوا دیا تھا کیونکہ وہ گئو ماتا کے بارے میں ہندو دھرم کے خیالات بخوبی جانتا

ہاراجہ بیکانیر نے اپنی لمبی اور صحت مند انگلیوں سے بڑی بڑی سفید مونچھوں کو تاؤ دیا۔
ی چھوئے جانے کے قابل ہیں یا نہیں یہ غیر ضروری بات ہے۔ متعلقہ بات یہ ہے
انوی بادشاہت بہرحال طاقت و قوت کی حامل ہے۔ دستانے اور اغوا ہونے والی لڑکیاں
ل نہیں سکتیں۔"

ہاراجہ الور نے اپنا رخ بیکانیر کی طرف کیا۔ "یہ تو پتا چلے گا کہ برطانویوں کی طرف
اری سرحدوں کے انتظام تک ہمیں اور کتنے توہین آمیز اقدامات کا سامنا کرنا ہو گا؟ میں
مجھتا ہوں کہ چیمبر آف پرنسز صرف اور صرف ہماری خاموشی کی ایک قیمت ہے۔"

حکمران اپنے غصے کا اظہار کر رہے تھے لیکن جیہ جانتی تھی کہ وہ سب لاچار اور بے بس
اگر اس کی عزت نفس ایک شوہر کے پاس گروی تھی تو ان حکمرانوں کی عزت نفس
بادشاہت کے پاس گروی تھی۔

"یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم برطانوی بادشاہت کی اس قیمت کو اپنے ہتھیار میں تبدیل کر
کر اپنے مفادات کا تحفظ کر سکیں۔" مہاراجہ بیکانیر نے جواب دیا۔ "اس کے لئے ہمیں
ؤں سے تعلقات بڑھانے ہوں گے۔ آخر ہم ہندوستانی ہیں، انگریز نہیں۔"

"ہم نہیں ہیں، حکم بلکہ ہم حکمران ہیں۔ بادشاہ ہیں۔ ہم عام ہندوستانی نہیں ہیں۔ ہم
بادشاہت پر انحصار ترک کر کے اپنی امیدوں کا سہارا ان قوم پرستوں کو نہیں بنا

سکتے۔ جن کے اخبار آئے دن ہماری پگڑیاں اچھالتے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات کا خیا
نہیں ہے کہ ہم نے اپنے تخت و تاج خطرے میں ڈال کر ان کی بھاری اخلاقی اور ملا
ہے۔"

مہاراجہ وکٹر نے مہاراجہ الور کی باتوں کا طلسم توڑ دیا تھا۔ "اور اگر ہم چیمبر آف
میں اپنا دفاع بھی کرتے ہیں تو ہندوستان ہماری پکار نہیں سن سکے گا۔ کیونکہ راج کا ار
ہے کہ ہم اپنے احساسات اور شکایتیں خود تک محدود رکھیں۔"

دروازے کھلے۔ سنگ مرمر کی راہداری میں کچھ لوگ کھڑے دکھائی دیئے۔
بیکانیر نے سب سے پہلے ساکت و جامد کھڑے مہاراجہ وکٹر کو مخاطب کیا تھا۔
"میں نے چند قوم پرست لیڈروں سے یہاں آنے کو کہا تھا وکٹر' میرے خ
تمہیں ان کی باتیں دلچسپ محسوس ہوں گی۔"

وکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن صاف دکھائی دے رہا تھا کہ تائیدی جنبش مج
تحت ہے۔

جب وہ لوگ قریب آئے تو جیہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ ان سے مسز را
پر مل چکی تھی۔ ٹیگور اور سپرو سب سے آگے تھے۔ ان کے پیچھے ارون رائے تھ
حسب معمول اپنے کندھوں پر ڈھیلی ڈھالی شال ڈال رکھی تھی۔

جیہ کا بدن سنسنا اٹھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ فوراً تاریکی میں ریگ
اپنے ہونٹوں پر ارون رائے کے ہونٹوں کا لمس یاد آ گیا تھا۔

مہاراجہ الور ان کی طرف بڑھا۔ "ہم نے سنا ہے کہ آپ لوگ ایک ایسی
کرنے جا رہے ہو جس سے ہندوستانی رجواڑوں میں انقلاب کی راہ ہموار ہو جا
ذہین وکیل' سپرو نے سب سے پہلے مہاراجہ الور کے غصے کے سامنے تھ
کیا۔ "سات سال پہلے جب پٹیالہ میں ہماری خفیہ ملاقات ہوئی تھی تو ہم نے
متنبہ کر دیا تھا کہ ہماری جدوجہد کسی برطانوی راج سے آزادی نہیں' بلکہ ہر
نجات کے لئے ہے۔ ہم نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ اپنی ریاستوں میں ن
قائم کریں۔ آپ لوگوں کے ذاتی اخراجات کو محدود کیا جانا چاہئے۔ آپ لوگو
اب اپنے بنیادی حقوق مانگنے شروع کر دیئے ہیں اور آپ لوگ انہیں جیلوں
ہیں یا ان کی جائیدادیں غصب کر رہے ہیں۔"

"کیا آپ لوگوں کے خیال میں قوم پرستوں کو ہماری نسبت لوگوں پر زیا

مہاراجہ پٹیالہ بولا۔ "تمہارے پرامن جلوس حملے کرتے ہیں اور کئی بار ان جلوسوں
گوں کو جان سے مار دیا ہے جن لوگوں نے بمبئی میں پرنس آف ویلز کا بائیکاٹ نہیں
یا یہی تمہاری سیاست ہے؟"

بار ٹیگور آگے بڑھا۔ اسے اپنے ہی ہم مذہب لوگوں کو ہموار کرنے کا فرض ادا کرنا
"آیئے یور ہائی نیس۔ اگر ہماری اسمبلیاں اور آپ کے چیمبر آف پرنسز میں اتحاد
ں ہو جائے تو ہم برطانوی بادشاہت کو توپ کے دہانے پر باندھ سکتے ہیں۔ ایک
ے لڑنے کے بجائے آیئے ہم مل کر ایک ایسا اتحاد' ایک ایسی فیڈریشن تشکیل دیں
مدد سے ہم برطانوی بادشاہت سے جان چھڑا لیں۔"

ہاراجہ بیکانیر نے توصیفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "ہم بھی تو یہی کرنے کی کوششیں کر
لیکن برطانوی بادشاہت نے جن ریاستوں' باڑوں اور رجواڑوں کو تسلیم کیا ہے ان
و پانچ سو سے بھی زیادہ ہے۔ ان میں سے چند ایک اب بھی دسویں صدی میں زندہ
لا کسی بھی قسم کی اصلاحات کی حوصلہ شکنی کریں گے۔ آپ لوگ صبر سے کام لیں۔
ہات کو قابو میں رکھیں۔ ہم بھی خود پر قابو پانے کی کوشش کریں گے۔"

ہاراجہ بیکانیر کی بھاری بھرکم مونچھوں کے نیچے ہونٹ مسکرا دیئے۔ ٹیگور نے فوری طور
راہٹ کا نوٹس لیا تھا۔ "دو چیزیں ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہیں' یور ہائی نیس۔ ہمارا
ہمارے نظریات اس لئے ہمیں پہلے اپنے دلوں کو وسیع کر کے ان دقیانوسی چیزوں
ھرائی ہو گی۔"

ہاراجہ چونک پڑے۔ یہ براہ راست دھرم پر حملہ تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی جواب
کرے کے دروازے کھلے اور سیرپور کے ملازمین فرشی سلام کے لئے جھک گئے۔
ٹل حکمرانوں نے ابتدا کی اور قوم پرستوں نے ان کی تقلید۔

ل حکمران اور قوم پرست دروازے کے عقب میں غائب ہوئے پرنس پرتاپ' کشمیر
کے ولی عہد راج کماروں کی طرف مڑا۔ "اس بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔
دولت کی ہے اگر تمہارے پاس دولت ہے تو تم برطانوی بادشاہت اور قوم پرست'
خوش رکھ سکتے ہو۔"

لا نگھ نے پرتاپ سے متفق ہونے کے اظہار کے طور پر اس کے کندھے پر چپت
گور کی لالچی لیکن خوبصورت عورتوں کو بیک وقت مطمئن کر سکتے ہو' کیوں؟"
کرے میں کھڑی جیہ کانپ اٹھی۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ پرتاپ نے گلوب تھیٹر کی اینگلو

انڈین رقاصہ پر بے دریغ دولت لٹائی ہے۔
سٹی پیلس میں وزیر اعظم اور برطانوی ریزیڈنٹ' مہاراجہ کے منتظر تھے تاکہ نئے سال
بجٹ اسے پیش کیا جا سکے۔
بجٹ میں انکشاف ہوا تھا کہ پرنس آف ویلز کے دورے سے سیرپور کے بجٹ پر
برا اثر پڑا تھا۔ لہٰذا پرتاپ اور سر ہنری کونرے اس بات پر متفق تھے کہ پرنس پرتاپ
بیرون ملک جانے کے لئے رقوم دستیاب نہیں۔ چنانچہ غصے میں بھرا ہوا پرنس پرتاپ' مہ
وکٹر کو تنہا یورپ کے سفر پر روانہ ہوتے دیکھتا رہا۔
وزیر اعظم کی طرف سے خزانہ خالی ہونے کی خبریں بار بار سن کر پرنس پرتاپ اکثر
کلکتہ بھاگ جاتا۔ اس موقع پر اکثر جیہ سوچتی کہ وہ چھوٹے ڈنگرا کے انتباہ کو نظرانداز
ہوئے اپنی ذاتی دولت کے بارے میں شوہر کو بتا دے لیکن اس کے ہمدردانہ جذبا
وقت ماند پڑ گئے جب اسے پتا چلا کہ اس کا شوہر گلوب تھیٹر کی رقاصہ ایسی مور
ساتھ رنگ رلیاں مناتا پھر رہا ہے۔
آئندہ سال جیہ کو مشکل سے ہی پرنس پرتاپ کی صورت دکھائی دی۔ اس
موسم ایسی مورے کی بانہوں میں شملہ میں گزار دیا تھا۔
موسم سرما میں کلکتہ کے بینکوں میں پرنس پرتاپ کی دولت ختم ہو گئی اور و
لوٹ آیا۔ اس نے آتے ہی جیہ کو سفر کے لئے تیاریاں کرنے کا حکم دیا۔
"یہ الو کے پٹھے بینکار چاہتے ہیں کہ میں سوداگروں کی طرح اپنے ہیرے
فروخت کرنا شروع کر دوں۔" اس نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "ظاہر ہے' یہ نہیں ہو سکتا
اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اس پرانے بالمیر جائیں اور پرنس جان سے کہ
تمہارے جہیز کی مد میں پیشگی ادائیگی کر دے۔"
جیہ نے کوئی احتجاج نہیں کیا لیکن رولس رائس کی عقبی نشست پر دراز ہ
عبور کرتے ہوئے اس نے یہ ضرور سوچا کہ کیا دشت مرگ کی عقوبتوں سے گھبرا
اس کے شوہر کے ان مطالبات کو پورا کر سکے گا؟
سفر انہی سوچوں میں گزرا۔ جیہ ناامید تھی لیکن پرنس پرتاپ کے چہرے
سرخی تھی۔
گاڑی علاقے میں داخل ہو کر زنان خانے کے سامنے پہنچی تو جیہ کو منقش
عقب میں ہیرن اور پردہ پیلس کی دیگر خواتین نظر آئیں۔ جیہ نے ان کے سوالو

ی خندہ پیشانی سے دیئے۔ اس سے ان کا وہ خوف اور شرمندگی کم ہو گئی جو بالمیر کے
خری دنوں میں جیہ کو ایک قیدی کی حیثیت سے زنان خانے میں محصور رکھنے پر وہ محسوس
ر رہی تھی۔ جیہ کو ان سے کوئی شکایت نہ تھی کیونکہ بالمیر سے رخصتی کے بعد خود جیہ بھی
نی مجبوریوں کی قیدی بن گئی تھی جن مجبوریوں کی پردہ پیلس کی خواتین قیدی تھیں۔
بالمیر مہارانیوں کے مندر میں جیہ' دیوی کے سامنے پوجا کے لئے جھکی تو زنان خانے کی
ورتوں نے اس کی بلائیں لیں اور رانی مان سنگھ نے مٹھائیوں سے اس کا منہ میٹھا کروایا۔
جیہ نے نظریں اٹھا کر رانی کو دیکھا اور وہ وقت بھولنے کی کوشش کرنے لگی جب بالمیر
ے رخصتی کے وقت رانی نے انتہائی بے دردی سے ہاتھی دانت کی چوڑیاں جیہ کی کلائیوں
ں پہنائی تھیں۔
پوجا ختم ہوتے ہی جیہ نے رانی مان سنگھ کو بتایا کہ وہ کوکی بائی سے ملاقات کے لئے
اشتاؤں کے کوارٹرز میں جا رہی ہے۔
"اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' شہزادی۔" رانی نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ مہاراجہ کی
وہین ہے۔"
جیہ نے پلٹ کر نہیں دیکھا وہ خاموشی سے آگے بڑھتی رہی۔ زنان خانے کی تمام
خواتین تتر بتر ہو گئیں صرف چاندنی اپنی مالکن کے پیچھے چل رہی تھی۔
"کبھی کبھار آپ اپنی والدہ کی طرح بن جاتی ہو' شہزادی۔" چاندنی کی آواز عقب سے
نائی دی۔ نچلے قلعے کی دیوار کے پاس سے گزرتے ہوئے گودام سے جیہ کو گندم اور دوسری
غلے کی خوشبو آئی تو اسے بے اختیار مہارانی یاد آ گئی۔
وہ کچھ آگے بڑھی تو حرم کا دیکھا بھالا دروازہ کھول دیا گیا۔ سفید بالوں والی بہت سی
ورتوں نے اس کا استقبال کیا اور آخر کار کوکی بائی کے شناسا ہاتھ اس کے چہرے کے لئے
الہ بن گئے۔
جیہ نے ادھر ادھر دیکھا۔ حرم کی حالت بے حد خراب تھی۔ کئی جگہ سے سیمنٹ اکھڑ
گیا تھا اور چھت پر مکڑیوں نے جالے تن دیئے تھے۔
"مہاراجہ جان نے داشتاؤں کو چھٹی دے دی ہے۔" کوکی بائی نے جیہ کو بتایا۔ "اس
نے انہیں زیورات اور دیگر سامان واپس کر کے گھر چلے جانے کا حکم دیا۔ بعض عورتیں تو
اس طرح گھر واپس گئی ہیں جیسے قحط کے دنوں میں کسی یتیم بچی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا
جائے۔" کوکی بائی کی کپکپاتی آواز ویران ایوانوں میں گونج رہی تھی۔ "انہوں نے ٹھہرنے کے

لئے منت سماجت کی لیکن مہاراجہ نے انہیں نکال باہر کیا۔ اب وہ بازار میں جا بیٹھی ہیں اور بادشاہ کی عورتیں ہر شرابی کے ساتھ سونے پر مجبور ہیں۔"

کوکی بائی' جیہ کو ایک پتھریلی کوٹھری میں لے گئی جہاں کونے میں لکڑی کا ایک تخت بچھا ہوا تھا۔

"یہ میرا کمرہ ہے۔" کوکی بائی نے کہا تو جیہ زنان خانے میں کوکی بائی کا عالیشان کمرہ یاد کر کے سسک اٹھی۔ کوکی بائی آگے بڑھ کر لکڑی کے تخت پر بیٹھ گئی۔ "راج گورو کی مہربانی ہے کہ اس نے مہاراجہ جان کو لوگوں کے غم و غصے سے ڈرا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ بوڑھی داشتاؤں کو یہیں رہنے دیا جائے۔ لیکن ہم اب بے مصرف بوڑھیاں ہیں جنہیں اپنی موت کے سوا کسی کا انتظار نہیں۔"

جیہ آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے گرد و پیش کا جائزہ لیتی رہی۔ اچانک کوکی بائی کو ایک خیال سا آیا کہ اتنی دیر سے وہ اپنی ہی باتیں کئے جا رہی ہے۔ اس نے جیہ سے کچھ نہیں پوچھا۔

"تم اپنے شوہر کے ساتھ خوش تو ہو؟" کوکی بائی نے پوچھا تو جیہ نے سنی ان سنی کر دی۔ کوکی بائی دوبارہ اس سے مخاطب ہوئی "وہ تمہارے بدن سے کھیلتا تو ہو گا؟"

اس بار جیہ خاموش نہ رہ سکی۔ "اس نے آج تک مجھے چھوا بھی نہیں ہے۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

اب کوکی بائی کی خاموشی کی باری تھی۔ تب جیہ چلا اٹھی۔ "میری بات کا مطلب سمجھ ہو نا؟ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ آج تک وہ میرے قریب نہیں آیا۔"

گذشتہ پانچ سال کی محرومیاں' ذلت اور توہین اس کے اندر جاگ اٹھی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

کوکی بائی نے پرسکون ہونے تک کچھ نہیں کہا۔ شاید وہ بھی چاہتی تھی کہ جیہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لے۔ "تمہارا شوہر تمہارے پاس آئے گا' شہزادی" بالآخر کوکی بائی کے بوڑھے ہونٹوں میں حرکت ہوئی۔ "تم اس کے بیٹے کو جنم دو گی تمہاری جنم پتری میں یہ لکھا ہے۔" اس نے جیہ کے لمبے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ "ممکن ہے اس کے بعد میں بھی تم سے نہ مل سکوں۔ اس لئے میری یہ بات یاد رکھنا۔"

جیہ' کوکی بائی سے لپٹ گئی۔ "ایسا نہ کہو آپ پھر مجھے دیکھو گی' ملو گی ضرور ملو گی۔"

کوکی بائی نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "دیوتاؤں کی آشا مجھے دکھائی دے رہی ہے لیکن جب

ارے حوصلے جواب دے جائیں تو صرف اتنا یاد رکھنا کہ تمہاری رگوں میں بالمیر کے شیر کا ن دوڑ رہا ہے۔ اب جاؤ میں نہیں چاہتی کہ رانی مان سنگھ اپنی توہین کا انتقام زنان خانے لینا شروع کر دے۔"

جیہ نے پلٹ کر کوکی بائی کو دیکھا اور اشک زدہ آنکھیں لئے باہر نکل آئی۔

اپنے شوہر کے بے جا مطالبات سے خوفزدہ جیہ نے سارا دن تنہا قلعے میں گھوم پھر کر ار دیا۔ مہاوتوں نے خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم کیا اور جب اس نے موتی کو گنے ئے تو اس نے پیار سے جیہ کو اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا۔ جب موتی نے اسے اپنی سونڈ میں ں سے بلند کیا تو اسے ٹکا کا چوبی کرکٹ پویلین نظر آیا۔ وہ جوں کا توں موجود تھا۔ اس کے ب میں گول مینار دکھائی دے رہا تھا۔

وہ بڑے مندر کے سامنے پہنچی تو راج گورو نے اس کا استقبال کیا۔ وہ اسے اندرونی رمیں لے گیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ایک بار وہ ٹکا کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی اور آٹھ ریں دونوں نے تھام رکھی تھیں۔ اسے میجر ویر سنگھ دکھائی دیا جو زمین پر آلتی پالتی مارے تھا۔

"ہم نے سنا ہے' آپ پولو کی کھلاڑی ہو گئی ہو' شہزادی۔" اس نے دھیمی آواز میں کو مخاطب کیا۔ "مجھے امید ہے کہ آپ نے اپنے شوہر کے سامنے مجھے بے عزت نہ کیا ہو "

جیہ کی آنکھیں بات بات پر ڈبڈبا رہی تھیں۔ وہ طویل عرصے بعد یادوں کے جھروکے واپس آئی تھی۔ یہاں کی ایک ایک دیوار اور ایک ایک اینٹ سے اس کی یادیں ٹپکی پڑ تھیں۔

اس نے زمین پر نظریں گاڑ دیں۔ "آپ نہیں سمجھتے' میجر صاحب وہ ایک مشکل رت حال تھی۔ وہ ایک...."

"راج نیتی' شہزادی؟" راج گورو نے تیز سرگوشی کی۔ جیہ نے حیرت سے آنکھیں کیا۔ "سیرپور کے وزیر اعظم نے بھی یہی تجویز دی تھی۔"

"اس وقت ہمارے ذہنوں میں راج نیتی کی طاقت ہی جاگزیں ہے۔ کیا آپ جانتی ہیں دلہن کی حیثیت سے آپ کی رخصتی کے چند دن کے اندر ہی میجر ویر سنگھ کو بالمیر لانسرز کمان سے علیحدہ کر دیا گیا تھا' خود میری بھی مسلسل نگرانی ہوتی ہے؟"

"مگر یہ تو ناممکن ہے۔" جیہ نے احتجاج کیا۔ "آپ تو بالمیر کے مہاراجاؤں کے استاد

ہیں۔ آپ بالمیر میں سب سے زیادہ اختیارات کے حامل ہیں۔"

"آپ اپنا پہلا سبق بھول گئیں۔ شہزادی زمین پر سب سے زیادہ بااختیار پرجا ہے اس کے بعد راجہ' پانچ دیہات کی پرجا راجہ کا حکم ٹھکرا سکتی ہے لیکن یہ اس وقت تھا راجہ اختیارات کے لئے اپنی پرجا کی طرف دیکھتا تھا۔ برطانوی بادشاہت کی طرف نہیں۔"

میجر ویر سنگھ نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔ "آپ کو یاد نہیں کہ آپ کے وال دیہات کے نمبرداروں کا ایک دربار منعقد کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ دفاتر معتمدی کے اپنے نمائندے بھیجیں؟ اب یہ سیکرٹریٹ کونسلیں ختم کر دی گئی ہیں۔ آپ کے والد بند کر دیا گیا ہے۔ بالمیر کے اخبارات پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ مہاراجہ جان استحصال کر رہا ہے۔ احتجاج کی آوازوں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے یا ان کی جائداد ضبط کر ہے۔"

"مہاراجہ' دھرم کی رو سے اپنی ذمہ داریاں بھول گیا ہے۔" راج گورو نے بات بڑھائی۔ "چنانچہ پرجا' دھرم کی حفاظت کے لئے آگے آ گئی ہے۔ وہ اب اپنی خدمت رہے ہیں۔"

میجر ویر سنگھ نے راج گورو کی بات کاٹی۔ "پورے ہندوستان میں استحصال زد پیپلز کونسلیں بنا رہے ہیں اور راج گورو ریاست بالمیر میں پیپلز کونسل کے لیڈر ہیں۔"

"یہ پیپلز کونسلیں بادشاہت کے چاروں اصول پورے کر رہی ہیں۔" راج گورو ذرا بتاؤ تو شہزادی۔ کیا آپ کو اب تک یہ اصول یاد ہیں؟"

"سام' دان' ڈنڈ' بعید۔"

میجر ویر سنگھ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہم نے شہزادی کو بہت دیر سے روک رکھ مہاراجہ کی ضیافت کسی بھی وقت شروع ہو جائے گی اور شہزادی کی غیر حاضری محسو جائے گی۔"

جیہ نے راج گورو کے پیر چھوئے اور میجر ویر سنگھ کے پیچھے پیچھے باہر نکل گئی۔ جیہ کو گھوڑے پر سوار ہونے میں مدد دی تھی۔ "ٹکا کا دوست' وہ انگریز لڑکا جب کبھ آتا ہے رات کا کھانا میرے ساتھ گھر پر کھاتا ہے۔" میجر نے چلتے چلتے اسے بتایا۔

"کیا جیمس آسبرن ایک اچھا آفیسر ہے' میجر صاحب؟"

میجر ویر سنگھ مسکرایا۔ "وہ ایک شاندار شہسوار اور بہترین انسان ہے۔ اگر اس پگڑی اور ہاتھ میں تلوار ہو تو راجپوت لگتا ہے۔"

"پردہ دار عورتوں کا بھی یہی کہنا تھا' میجر صاحب۔" جیہ نے جواب دیا۔ "بس وہ آنکھوں سے مار کھا گیا تھا۔"

بالمیر قلعہ کے دوسرے حصے میں لوگ شام کی ضیافت کے لئے اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے۔ جیہ' پرنس پرتاپ کے پہلو میں بیٹھی تو اس نے تیوریاں چڑھا کر اپنی بیوی کو دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

"معاہدہ طے پا گیا' شہزادی۔" اس نے سرگوشی کی۔ "آئندہ موسم گرما میں ہم لندن میں ہوں گے۔"

زنان خانے کی بیرونی دیواروں پر نئے گیس لیمپ روشن تھے' لیکن دیواروں پر نئی روغنی تصاویر نہیں تھیں جن سے جیہ کو پانچ سال پہلے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد سے اب تک ریاست میں کسی تبدیلی یا ترقی کا احساس ہوتا۔ اس کی خواہش تھی کہ اب وہ کبھی قلعے میں نہ آئے۔ وہ اپنے بچپن کی نشانیوں کی تباہی دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی یہ دیکھ سکتی تھی کہ اس کے والد کے دور کے قابل اعتماد لوگ عوام کو حکمران کے خلاف بھڑکائیں۔

کھانے کے بعد موسیقی کی محفل سجائی گئی لیکن جیہ باوجود کوشش کے خود کو موسیقی کی طرف راغب نہیں کر سکی تھی۔

جوں جوں لندن روانگی کے دن قریب آتے رہے' جیہ پر ایک عجیب طرح کا خوف طاری ہوتا گیا۔ کوئی ایسی قوت تھی جو اسے آگاہ کر رہی تھی کہ اس دورے کے نتائج تباہ کن برآمد ہوں گے۔ اس نے ان پراگندہ خیالات سے بچنے کے لئے برت رکھنے شروع کر دیئے پوجا پاٹ میں مزید مستعدی اور تیزی لے آئی۔

لیڈی مودی نے جب برت رکھنے والی جیہ کو بہت دنوں کے بعد دیکھا تو چونک اٹھی۔ "ڈارلنگ' مجھے تو کسی نے تمہاری بیماری کے بارے میں ٹیلی گرام نہیں دیا۔" اس کا اشارہ جیہ کی گرتی ہوئی صحت کی جانب تھا۔ "کیا تم ماں بننے والی ہو؟"

جیہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ تاہم اس نے لیڈی مودی کے دونوں اندازوں کی تردید کی اور اسے بتایا کہ فی الوقت اس کی صحت شاندار ہے۔

"مگر ڈارلنگ' تم اتنی خوفزدہ دکھائی کیوں دے رہی ہو؟" لیڈی مودی نے جیہ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ "گریٹ ایمپائر ایگزی بیشن میں شرکت کے لئے ہر کوئی لندن جا رہا ہے۔ کہیں تم اس وجہ سے تو پریشان نہیں کہ تمہیں اپنی خوبصورتی کا معیار برقرار رکھنے

میں دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

جیہ کے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں ابھر آئیں۔ "پارٹیاں خوبصورتی۔ تاثرات..... ان بے ہودہ باتوں کی فکر آپ کو ہے یا ہمارے شوہر کو۔ ہمیں ان کی پروا نہیں ہوتی' بس!"

لیڈی مودی نے ہولڈر میں نیا سگریٹ لگایا اور اسے سلگا کر دھوئیں کا مرغولہ کمرے کی محدود فضا میں اگل دیا۔ "یہ بات تو میں شرط لگا کر کہہ سکتی ہوں کہ تمہیں شاہ جارج اور ملکہ میری کے سامنے پیش ہونے کے سلسلے میں کسی خاص اہتمام کے بارے میں نظرانداز کیا گیا ہے۔"

جیہ خاموش رہی۔ اس کی نظر میں یہ بے وقوفی کی باتوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیڈی مودی نے جب جیہ کو خاموش اور ساکت بیٹھے دیکھا تو اسے لے کر الماریوں کے قریب چلی گئی اور پھر اسی کے اشارے پر جیہ نے الماریوں سے ساڑھیاں نکال نکال کر انہیں زمین پر ڈھیر کرنا شروع کر دیا لیکن لیڈی مودی انہیں مسترد کرتی چلی گئی۔ اسے کوئی لباس پسند نہ آیا تھا۔

آخرکار لیڈی مودی کی نظروں کو سنہرے اور سبز دھاگے سے بنا ہوا ٹشو کا ایک لباس پسند آ ہی گیا۔

"سیر پورر کے زر و جواہر کے ساتھ یہ مناسب رہے گا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ دستانے کس رنگ کے پہنو گی؟"

جیہ نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔ "دربار میں پیش ہوتے وقت تو تمہیں لازمی طور پر دستانے پہننے ہوں گے۔ ڈارلنگ۔ میں چاہوں گی کہ کاؤنٹس شرخوف تمہیں درباری آداب کے بارے میں تربیت دے۔ میں یہ بھی سوچ رہی ہوں کہ تمہارے لندن پہنچنے سے پہلے ہی مسٹر کریٹیز کو تمہارے لئے خصوصی لباس کی تیاری کا آرڈر دے دیا جائے۔"

"کیا ضروری ہے کہ ہم تاج۔ زیورات اور شاہانہ لباس ہی زیب تن کریں؟" جیہ کا انداز باغیانہ تھا۔ "آخر قبائلی لوگ جب جانوروں کی کھال پہن کر ہمارے دربار میں پیش ہوتے ہیں تو ہم انہیں بے انتہا عزت و احترام دیتے ہیں۔"

"اوہ ڈارلنگ" لیڈی مودی کو ہنسی کا ایسا دورہ پڑا کہ وہ ساڑھیوں کے ڈھیر پر ہی اوندھی ہو کر گر گئی۔ "میں تصور نہیں کر سکتی کہ شاہ جارج اور ملکہ میری کا' تمہیں شیر کی کھال میں ملبوس دیکھ کر کیا حال ہو گا۔ بے ہوش تو وہ ضرور ہو جائیں گے۔"

کچھ دیر بعد لیڈی مودی چلی گئی لیکن خوشبودار کاغذوں پر جیہ کے لئے بہت سی ہدایات تحریر کر کے چھوڑ گئی۔

چاندنی کمرے میں داخل ہوئی تو تیاریاں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ "کیا کنواریوں کے لئے یہ مسئلہ پریشان کن نہیں ہے' حکم؟" اس نے ساڑھیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

"چاندنی!" جیہ کے لہجے میں سرزنش تھی۔ "آئندہ یہ لفظ کبھی استعمال نہ کرنا۔ ہم نہیں چاہتے کہ لندن میں کوئی شخص تمہارے اس لفظ کو سمجھنے میں کامیاب ہو جائے۔"

چاندنی کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ آزاد ہو گئی اور اس نے نقاب سے اپنا چہرہ ڈھک لیا۔ "میں آپ سے بنتی کرتی ہوں کہ مجھے اپنے ساتھ لندن نہ لے جائیں۔" وہ ایک دم روہانسی ہو گئی۔ "انگریز مجھے ناپاک کر دیں گے۔ انگریز کے چھونے سے اگر مہاراجہ ناپاک ہو جاتے ہیں تو میں اور میری کیا حیثیت؟ میں ایک غریب سی نوکرانی اس بے شرم فضا میں کیسے رہ پاؤں گی' حکم؟"

لیکن چاندنی آخرکار جیہ کے ساتھ لندن جانے پر رضامند ہو گئی کیونکہ گنگا کے مقدس پانی کی وافر مقدار بھی لندن لے جائی جا رہی تھی۔ اپنی نے موٹے گتوں میں ڈانس ریکارڈ بند کر دیئے تھے تاکہ جیہ بحری جہاز پر بھی رقص کی پریکٹس کرتی رہے۔ جبکہ چاندنی نے نظروں سے بچنے کے لئے اپنی کلائی کے گرد ایک دھاگہ باندھ لیا تھا۔ اسی طرح کے ظلمات کے بعد جیہ اور اس کا ساز و سامان بمبئی لے جانے کی لئے ٹرین پر سوار کر دیا گیا

جہاز بمبئی سے بس روانہ ہونے ہی والا تھا۔ چاندنی اور دیگر ملازمین جیہ اور پرتاپ کا سامان ان کے کیب میں پہنچا چکے تھے اور اب مزید احکامات کے منتظر تھے۔

سفید وردیوں میں ملبوس بحریہ کا ایک بینڈ الوداعی دھن بجا رہا تھا جبکہ جیہ ریلنگ پر جھکی پتے پالش زدہ ناخنوں کو آہنی پائپ پر بجاتے ہوئے میوزک کا ساتھ دے رہی تھی۔

اچانک اس کی نظر کچھ فاصلے پر کھڑی ایک پستہ قامت عورت پر پڑی۔ وہ ریلنگ پر جھکی ہوئی تھی اور اس کی نو گز طویل مرہٹہ ساڑھی ہوا سے بے قابو ہوئی جا رہی تھی۔ اس کے قریب میں کئی پجاری کھڑے تھے۔

پرنس پرتاپ نے پستہ قامت کو پانی میں پھول پھینکتے دیکھا تو ہنکارا بھرے بغیر نہ رہ سکا۔ "یہ بڑودہ کی شیر دل ملکہ ہے۔" اس نے اپنی بیوی کو بتایا۔ "ایک کریک شاٹ اور ہندوستان میں ملکہ میری کی عزیز ترین دوست۔ اس وقت یہ اپنی پوجا میں مصروف ہے۔ مجھے

امید ہے کہ کیپٹن اس کی وجہ سے لنگر اٹھانے میں ایک گھنٹے کی تاخیر کر دے گا۔"

جیہ نے مہارانی بڑودہ کو دیکھ کر سر کو اثباتی جنبش دی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔

"اے بھگوان" پرتاپ نے دوسری سمت دیکھا۔ "اور یہ ہے بیگم بھوپالی۔"

جیہ نے دیکھا' ایک موٹی تازی عورت جہاز کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ بہت سے مصاحب اس کے پیچھے تھے۔

"اور یہ ہری سنگھ آف کشمیر تو نہیں؟" پرنس پرتاپ کی نگاہوں نے کچھ اور ڈھونڈھ لیا تھا۔" کیا اتفاق ہے؟ مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ وہ اسی جہاز پر سفر کر رہا ہے۔ چلو اس کی موجودگی سے سفر کی بوریت کچھ تو کم ہو گی۔"

سفر کے پہلے نصف حصے کے دوران تو جیہ کو یوں لگا جیسے وہ واپس پردے میں چلی گئی ہو۔ کم از کم وہ مردوں سے اسی انداز میں دور رہی تھی۔ پوجا کے لئے بیٹھی ہوئی جیہ کو صبح سویرے دوسرے کیبنوں سے بھی ایسی ہی آوازیں آئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دیگر ہم سفر عورتیں بھی اس کی طرح پوجا پاٹ میں مصروف ہیں۔

بالائی ڈیک کی ایک جانب پردہ تان دیا گیا تھا۔ شاہی خواتین اپنے اپنے نقاب سے بے پردہ اس حصے میں کرسیاں ڈال کر بیٹھ جاتیں۔ ان کے مرد ملازم بجا آوری کے لئے ان کے پہلو میں ہوتے اور وہ دور نیلگوں سمندر میں کچھ تلاش کرتی رہتیں۔ جیہ اکثر گھٹنوں پر سر رکھے ان عورتوں کی لندن اور پھر واپس ہندوستان آکر مصروفیات کے منصوبے سنتی رہتی۔

کبھی کبھار ان پردوں میں ہلچل ہوتی اور ملازم دوڑ کر پردے تک جاتے۔ پھر وہ پیغام لاتے کہ کوئی حکمران چاہتا ہے کہ اس کی دھرم پتنی اس سے آملے۔ چند ایک موقعوں پر جیہ کو بھی بلایا گیا تاکہ وہ اپنے شوہر کو انگریزوں کے ساتھ ڈیک ٹینس کھیلتے دیکھ سکے۔ رات کو یہ عورتیں پردے ڈالے اپنی اپنی میزوں پر کھانا کھا رہی ہوتیں اور ان کے شوہر انگریز عورتوں کے ساتھ گلچھرے اڑا رہے ہوتے یا ڈانس فلور پر ان کے ہمراہ رقص میں مصروف ہوتے۔

صرف بڑودہ کی شیر دل مہارانی ایک ایسی عورت تھی جو ہر کام مخصوص وقت پر کرتی تھی۔ ہر عورت کو علم ہوتا تھا کہ مہارانی کب اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر سرکاری فائلوں کا کام نمٹائے گی اور کب اس کے ساتھ ڈیک پر چہل قدمی کرے گی۔

"میں نے تمہارے شوہر کو ملکہ میری کے دربار میں دیکھا تھا۔ شہزادی۔" ایک روز مہارانی بڑودہ نے کتاب سے نظریں اٹھا کر جیہ کو مخاطب کیا۔ "جب ملکہ نے بڑودہ کے ولی عہد کے بارے میں پوچھا تو میرے بیٹوں نے اپنی پانچ سالہ بہن کو آگے کر دیا۔ پرتاپ نے

ت پر ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا تھا لیکن خوش قسمتی سے ملکہ نے اس کا قطعی برا نہیں

ایک ہمالیائی ریاست کے مہاراجہ کو بیاہی جانے والی دو سگی بہنیں بھی یہ گفتگو سن رہی چھوٹی مہارانی نے اپنی چمک دار نیلی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

"بادشاہ اپنے ملازمین اور مصاحبین کی طرح کبھی ناراض نہیں ہوتا' حکم!" اس نے بڑودہ کی تائید کی۔ "یہی دیکھو میری اور میری بہن کی شادی ایک ہی شخص سے ہوئی ہمارا والد نشے میں تھا اور جب ہمارے شوہر نے اس سے ایک بیٹی کا ہاتھ مانگا تو میرے نے کہا' ایک کیوں؟ دونوں لے لو۔ منگنی کے وقت ہم بہت کم سن تھیں لیکن انگریز نے ہمیں یوں احساس دلایا جیسے ہم نے کوئی غلط کام کیا ہے' البتہ صرف شاہ جارج میری نے اس کا کوئی برا نہیں منایا۔"

دوسری بہن نے کرسی آگے کھسکائی۔ "اور پھر... لندن میں.... بکنگھم پیلس میں ایک کے دوران.... شاہ نے مجھے اپنے ساتھ رقص کرنے کی دعوت دی حکم! میں نے ت کی کہ ہمارا دھرم شوہر کے سوا کسی غیر مرد کو چھونے کی اجازت نہیں دیتا۔ شاہ میری ن کر بالکل ناراض نہیں ہوا بلکہ اس نے میری حوصلہ افزائی کی تھی۔"

چھوٹی مہارانی نے بڑی کی قطع کلامی کی۔ "بس ہمارے شوہر ہی ہماری حوصلہ افزائی کرتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ یورپ میں ہم لپ اسٹک لگائیں اور چہروں پر نقاب ں۔"

بیگم بھوپالی سمندر کا نظارہ کر رہی تھی۔ شاہی چھتری اس کے سر پر تھی۔ وہ مہارانیوں رف مڑی تو باقی عورتیں' حتیٰ کہ حکمرانوں کی بیویاں بھی اس کے احترام میں خاموش ہو

"میرے نزدیک نقاب ایک مفید اور سود مند ہتھیار ہے۔" وہاں موجود تمام عورتوں نے حکمران عورت کی بات نہایت خاموشی اور احترام سے سنی۔ "یہ درست ہے کہ میری نے تاج پوشی کے وقت اپنا نقاب اتار پھینکا تھا تاکہ عوام اپنی حکمران کا چہرہ دیکھ سکیں۔ نے جنگ آزادی کے دوران محصور انگریز خاندانوں کو رہائی دلانے کی کارروائی کے بھی اپنا چہرہ بے نقاب رکھا تھا۔ ان دنوں میں محسوس کرتی ہوں کہ نقاب مجھے اجنبیوں ر ضروری فاصلہ قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔"

تمام خواتین نے اپنے سروں کو تائیدی جنبش دی۔ وہ سب کی سب اس امر سے آگاہ

تھیں کہ اجنبیوں سے بیگم بھوپالی کی مراد برطانوی راج کے انگریز افسران ہیں۔
بحری جہاز جب مارسیلز پہنچا تو شاہی افراد خشکی پر اترنے لگے۔ انہوں نے پوترتا کے لِ
اپنے جسموں پر گنگا کا مقدس پانی چھڑکا تھا لیکن بیگم بھوپالی کے مصاحب نے اللہ تعالیٰ کے
ننانوے ناموں سے مزین اور منقش ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا قرآن پاک سر سے بلند کر لیا
کہ اس کی حکمران اس کے سائے میں خشکی پر قدم رکھ سکے۔

ڈاکس کے ساتھ پرنس پرتاپ کے دورے کے لئے سیاہ رنگ کی رینالٹ کاریں کھ
تھیں۔ کاریں تیز رفتاری سے سڑکوں پر سے گزرتی ہوئی ریلوے اسٹیشن کے باہر جا رکیں
جیہ کار سے نکلی تو اس نے اپنی دیگر ملازماؤں کے ساتھ ساتھ فرانسیسی ملازمہ اینی کو بھی حوا
باختہ بچوں کی مانند نقاب میں لپٹے دیکھا۔

کئی گھنٹے بعد ٹرین ایک لائن والے چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی تو پرنس پرتاپ اپنی ؛
کے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔

"صرف وہ چیزیں لے لو' جن کی تمہیں پوجا کے دوران ضرورت ہو سکتی ہے۔"
نے جیہ کو ہدایت کی۔

جیہ نے ایسا ہی کیا اور پھر اینی کے ہمراہ پلیٹ فارم پر اتر آئی۔

سیاہ رنگ کی ایک اور کار جلد ہی انہیں لے کر سرسبز و شاداب علاقے کی جانب ؍
ہو گئی جہاں نسبتاً پختہ سڑک ختم ہو گئی اور ایک پتھریلا راستہ دکھائی دیا جو کھائی میں اتر رہا
کار اب اسی راستے پر آگے بڑھ رہی تھی۔ ہچکولے لگنے سے جیہ بار بار آگے کو
آتی تھی۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا' چنانچہ اس نے بے اختیارانہ اپنے شوہر کا شانہ تھام
پرتاپ نے کھا جانے والی نگاہوں سے پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"اسے تباہ شدہ علاقہ کہتے ہیں۔" پرتاپ نے جیہ کو بتایا۔ "جنگ کے دوران یہاں
دستوں کی حقیقی لڑائی ہوئی تھی۔ ان بھاری بھرکم اور تباہ کن ٹینکوں کے سامنے ہ
گھوڑے کھلونے کی طرح لگتے تھے۔"

گاڑی رک گئی۔ ایک مسطح جگہ پر سنگ مرمر سے ایک یادگار بنی ہوئی تھی۔ پ
یادگار کی جانب گیا تو جیہ اس کے پیچھے تھی۔ یادگار پر کامنی مندر کی دیوی کی شکل کا ایک
نصب تھا۔ سنگ مرمر پر جنگ میں کام آنے والے سیرپور لانسرز کے نام اور رینک
تھے۔

"جنگ کی بمباری میں بالمیر کے آٹھ گھڑسوار ہلاک ہوئے تھے۔ شہزادی۔"

تاپ نے اپنی بیوی کو بتایا۔ "تمہارے کزن نے ان کی یاد میں کچھ تعمیر نہیں کروایا لیکن اگر
م چاہو تو اس کی پوجا کر سکتی ہو۔"

جیہ نے دیوی کے بت کی مانگ میں سیندور لگایا۔ ہوا کے ایک تیز جھونکے نے سرخ
وڈر اڑا کر سنگ مرمر میں کچھ کھدے ہوئے ناموں کے حروف پر ڈال دیا تو جیہ کو اپنی خون
آلود انگلی یاد آ گئی جب وہ ٹکا کے ماتھے پر اپنے خون سے نشان لگانے جا رہی تھی۔

سورج پہاڑی کے عقب میں غروب ہونے جا رہا تھا۔ پرنس پرتاپ نے اچانک جیہ کو
نی بانہوں میں گھسیٹ لیا۔

"یہ حقیقتاً ایک مذبح خانہ تھا شہزادی۔" اس نے اپنی بیوی کو بتایا۔ "یہ مرگھٹ اور
ترستان دور تک پھیلے ہوئے تھے لیکن ہم میں سے بہت سوں کو' بشمول میرے اور ٹکا کے
یہاں زندگی میں پہلی بار مردانگی دکھانے کا موقع ملا تھا۔ بغیر عزت کے زندگی گزارنا کوئی
شگوار تجربہ نہیں ہے۔ شہزادی۔"

"ہاں" جیہ نے اس کی تائید کی۔ "ایک ناپسندیدہ بیوی اس تجربے میں آپ کے ساتھ
حکم!"

کندھوں پر انگلیوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ جیہ نے بے اختیار اپنے ہونٹ کاٹ ڈالے۔
میں خاموش رہتی۔ وہ سوچنے لگی۔ اس کے شوہر کے ہونٹوں پر ظالمانہ مسکراہٹ اتر
"ہم نے اپنا فرض پورا کیا۔ آؤ زندگی کی طرف واپس چلیں۔"

پیرس میں یوں لگا جیسے پرنس پرتاپ اپنی بیوی سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر رہنا چاہتا
جیہ رٹز ہوٹل کے سوئٹ میں تنہا بیٹھی رہتی اور پرنس پرتاپ دوستوں کے ساتھ آوارہ
ا کرتا رہا۔ کبھی کبھار وہ پرہجوم ہوٹلوں کی میزوں پر خاموش بیٹھی رہتی اور پرنس پرتاپ
مہمانوں کے ساتھ گپیں ہانکتا رہتا۔

پرنس پرتاپ' جیہ کو، میکسیم ریسٹورنٹ لے گیا تو ان کی ملاقات مہارانی کوچ بہار سے
دونوں کو دیکھ کر وہ تیر کی طرح ان کی طرف آئی تھی۔

"آخر میں نے سیاہ کنول سے ملاقات کر ہی لی۔" اس کا اشارہ جیہ کی طرف تھا۔ "تم
ہم سے کیوں چھپا رہے تھے' پرتاپ؟" وہ جیہ کی طرف مڑی۔ "میں نے کلکتہ ڈربی کے
پر تمہیں دیکھا تھا۔ میری جان!"

"میں دراصل ملکہ میری کی منظوری کا منتظر تھا۔" پرنس پرتاپ نے بات بنائی۔ اس نے
نا کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ "مائی، دا دے' اندرا.... یہ غریب' مسکین کون ہے؟"

مہارانی اندرا کی میز پر ایک پستہ قامت ہندوستانی' سوٹ پہنے بیٹھا تھا۔ وہ مجہول' تکلیف دہ نگاہوں سے وائن ویٹر کو دیکھ رہا تھا۔ مہارانی نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس بے چارے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ ویٹر بے شک اس کا شراب کا گلاس بھر دے۔

"یہ میرا باورچی ہے' ڈارلنگ" مہارانی مسکرائی "میں اسے فرانسیسی شراب اور کھانوں کی تربیت کے لئے یہاں لائی ہوں اب بھلا یہ خود شراب نہیں پیئے گا تو میرے لئے کیا خاک بنائے گا؟"

مہارانی نے ذو معنی انداز میں آنکھ دبائی تو جیہ کی ہنسی نکل گئی وہ مہارانی کی تربیت' مطلب اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔

"اوہ!" مہارانی نے جیہ کا ہاتھ تھپتھپایا۔ "بالآخر سیاہ کنول کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ "اخبار کہتے ہیں کہ سیاہ کنول کبھی نہیں مسکراتا لیکن تمہاری مسکراہٹ تو دل لبھانے والی ہے' پیاری شہزادی!"

وہ پرنس پرتاپ کی طرف مڑی "میرے خیال میں تو تم کشمیر کے ہری سنگھ کے ساتھ فرانس آئے ہو نا؟ اب وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

"کیا مطلب' اندرا؟"

"برا ماننے کی ضرورت نہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ ایک فرانسیسی شادی شدہ عورت کے ساتھ ملوث رہا ہے اور اب وہ جوڑا اسے بلیک میل کر رہا ہے۔"

پرنس پرتاپ نے شانے اچکائے۔ "بلیک میل کا معاملہ اگر اطمینان بخش طور پر طے ہوا تو برطانوی یقینی طور پر کشمیر کو مجبور کریں گے کہ وہ نیا ولی عہد تلاش کرے۔"

مہارانی نے ہاتھ اٹھا کر اپنی زلفیں سنواریں تو اس کا برسلیٹ کھنکھنا اٹھا۔ "یہی تو انگریزوں کا انصاف" اس کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔ "صرف پرنس آف ویلز کو ہی شادی شدہ عورتوں سے عشق لڑانے کی اجازت ہے لیکن اگر ہندوستانی ریاستوں کے ولی عہد کریں تو انہیں تخت سے محروم ہونے کی دھمکی مل جاتی ہے۔"

رودبار انگلستان عبور کرتے ہوئے جیہ کو جہاز کے ڈیک پر کھڑے' وہ کتابیں یاد آ گئیں جو ٹکا' لندن سے منگوایا کرتا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے یہ کل کی بات ہو۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اب نہ وہ کتابیں رہی تھیں اور نہ انہیں منگوانے والا زندہ تھا۔

لیڈی موڈی نے لندن میں ان کا استقبال کیا اور جب وہ کار میں بیٹھ کر جیٹی سے

ـب معمول لیڈی موڈی کی زبان قینچی کی طرح چلنے لگی تھی۔

م لندن کے بارے میں کیا توقع لئے بیٹھی ہو' ڈارلنگ" لیڈی موڈی اپنے مخصوص ں بولی۔ "جنگ ختم ہوئے پانچ سال گزر چکے ہیں۔ نصف سے زیادہ کارخانے اور ر ہو چکی ہیں اور ملازمتیں ناپید ہیں۔ ہر شخص خوف زدہ ہے کہ اگر صورت حال بہتر تو کیمونسٹ غلبہ حاصل کر لیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابات میں سوشلسٹ پارٹی کو اصل ہوئی ہے..... اور ڈارلنگ بہت ہی غیر معمولی قسم کے لوگ سوشلسٹ ہو گئے ڈ کرزن کی بیٹی۔ کاؤنٹس آف ڈارورک۔ نصف سے زائد برطانوی نئی نسل کیونکہ ان ں میں یہ ایک فیشن ایبل چیز ہے۔ حتیٰ کی ہندوستان کا آخری وائسرائے بھی ، پارٹی کا رکن ہے اور اسی کیبنٹ کا ممبر ہے۔ یہ بھی من لو کہ اس کی بیوی یعنی ہس فورڈ تمہیں دربار میں پیش کر رہی ہے۔ اب بتاؤ تم وہ تمام چیزیں لائی ہو جس میں نے تمہیں کہا تھا۔"

ں روز جیہ کو شاہی دربار میں پیش ہونا تھا لیڈی موڈی ایک فرانسیسی ہیئر ڈریسر کے ا تھی۔ لیڈی موڈی کی ہدایات کے عین مطابق ہیئر ڈریسر نے جیہ کے بالوں کے نچلے سرخ کر دیا تھا۔ اور پھر ضروری تراش خراش کے بعد بالوں میں ہیئر ڈال کر انہیں گیا اور طلائی برادہ بالوں کے اوپر اور مانگ میں چھڑک دیا گیا جیہ کو اپنا سر ہلانے میں لیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

تھوڑا سا برداشت کرو ڈارلنگ۔" لیڈی موڈی نے اسے تسلی دی۔ "دربار کے بعد ار وکٹر تمہیں کلیرج لے جائیں گے جہاں سارے برطانیہ کا پریس تمہارا منتظر ہو گا ید نہیں جانتیں کہ پریس ہمیشہ بے داغ چیزیں پسند کرتا ہے۔"

ار ہو کر جیہ قد آدم آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تو اپنے عکس سے خود ہی شرما گئی ا جیہ پر کھلتے ہوئے رنگ کی ریشمی ساڑھی۔ کالے اور سرخ بال اور بالوں میں بے حد خوب صورت لگ رہا تھا۔ ناک میں ہیرے کی نتھنی تھی۔ جبکہ اس کی سبز ہے جانے کی آرزو مند تھیں۔

نے اپنے دستانے اٹھائے اور وکٹر اور پرتاپ کے پاس آنے کے لئے سیڑھیوں کی ہ سیرپور برادرز کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ ریاست کے سنہرے کام والے لباس میں خوبصورت اور طویل قامت دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی پگڑیوں کے عین وسط جگمگا رہے تھے۔ پرنس پرتاپ کے ہاتھوں میں وہی تلوار تھی جو جیہ نے اپنی شادی

پر تھام رکھی تھی۔

مہاراجہ وکٹر نے جھک کر حسن کی اس دیوی کو تعظیم دی۔ "تم بہت دلکش لگ
ہو۔ شہزادی" اس نے تبصرہ کیا۔ "لیکن یہ دستانے کچھ درست نہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔"

"پسی کے مطابق۔ ہمیں یہ لازمی پہننے ہیں حکم!" جیہ نے جواب دیا۔ "اور ہم پڑ
ہیں کہ تعظیماً جھکتے وقت ہمارے پاؤں ساڑھی میں الجھ جائیں گے۔"

مہاراجہ وکٹر کے چہرے پر شش و پنج کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ "میرے خیال میں
انہیں جھک کر تعظیم نہیں دو گی۔"

"تب پھر ہمیں کیا کرنا ہو گا؟" جیہ گھبرا گئی۔ اسے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ پرا
سے مہاراجہ وکٹر کی بغاوت اس کے لئے مسائل نہ کھڑے کر دے۔

"تم سیر پور کی شہزادیوں اور راج کماریوں کا رویہ اپناؤ گی' شہزادی۔" مہاراجہ وکٹ
تحکمانہ تھا۔ "ہماری روایتی خیر مقدمی رسمیں تمہیں یاد ہوں گی۔ تم وہی کرو گی جو
پرنس آف ویلز کی سیر پور آمد کے موقع پر کیا تھا۔ میں حیران ہوں کہ تم نے اس سے
کر کچھ اور سوچا بھی کیسے۔ کیا تم تصور کر سکتی ہو کہ میری دادی کسی کے سامنے سر
گی۔"

جیہ خاموش ہو گئی البتہ اسے خوشی ہوئی تھی کہ اس کا شوہر نہ سہی کم از کم
کی عزت و ناموس اور مقام کے بارے میں ایسی سوچ رکھتا ہے۔ اپنی دادی سے تشبی
سے جیہ کے دل میں مہاراجہ وکٹر کے بارے میں اگر کوئی شک تھا تو وہ بھی دور ہو گیا

بکنگھم پیلس کے باہر لوگ گروہ در گروہ جمع تھے۔ جوں ہی وہ کار میں کسی شناسا
دیکھتے تالیاں بجا کر استقبال کرتے۔ اچانک کوئی چلایا۔ "پولو کے کھلاڑی!" سیر پور کی
رائس سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس کے بونٹ پر مہاراجہ وکٹر کا پرچم لہرا رہا تھا۔
دیکھتے کار بکنگھم پیلس میں داخل ہو گئی۔

جیہ نے پلٹ کر لہراتی ہوئی ٹوپیوں اور چھتریوں کی طرف دیکھا۔ "یہ بھلا
جانتے ہیں' حکم؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اخبارات' مائی ڈیئر۔ ممکن ہے انہوں نے کبھی پولو نہ دیکھی ہو لیکن
سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔"

گاڑی اس راستے پر آ گئی جہاں شاہ جارج نجی طور پر ہندوستانی حکمرانوں کا ا
تھا۔ دونوں بھائی اتر گئے اور رولس رائس آگے بڑھ گئی۔ جیہ کا دل دھک سے رہ

وس ہو رہا تھا جیسے وہ اتنی بڑی بادشاہت میں بالکل تنہا رہ گئی ہو۔

تھوڑی دور جانے کے بعد ایک اور دروازے پر رک گئی تو جیہ کی جان میں جان آ
روازے کے سامنے بنی سیڑھیوں سے ایک ہندوستانی عورت ساڑھی سنبھالتی نیچے اتر

ربار میں پیش ہونے والی تمام شاہی عورتیں ایک بغلی چیمبر میں منتظر تھیں۔ لیڈی
فورڈ نے جیہ کا تعارف ڈچز آف ڈیون شائر اور مسٹریس آف روبس سے کرایا۔ وہ
ہندوستانی عورت جس نے محل میں جیہ کو خوش آمدید کہا تھا اس کے دستانے تہہ کر
بیگ میں رکھ رہی تھی۔

نوں آپس میں کچھ دیر باتیں کرتی رہیں لیکن جلد ہی ملکہ اور بادشاہ کی آمد کے اعلان
سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جیہ لیڈی چیمس فورڈ کے ہمراہ تھرون روم کی طرف بڑھی۔ اس
پینے سے بھیگے جا رہے تھے جنہیں وہ بار بار اپنی ساڑھی سے مسل رہی تھی۔

ائس پر بادشاہ کھڑا تھا۔ بھاری داڑھی والا ایک پستہ قامت شخص۔ جیہ نے بچپن سے
م سنا تھا لیکن اس وقت وہ جیہ کو کوئی غمگین کتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی بیوی ملکہ
ں کے برابر تھی اس نے نقرئی رنگت کا گاؤن زیب تن کر رکھا تھا۔ اس کے بالوں اور
اور کلائیوں کے گرد ہیرے چمک رہے تھے۔ پرنس آف ویلز اور اس کے چھوٹے
اور ملکہ کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ ان کے عقب میں جیہ کو ڈائس پر مہاراجہ
ر اور پٹیالہ کے مہاراجہ کھڑے دکھائی دیئے تھے۔

چیمس فورڈ نے ایک کارڈ' نقرئی طشتری میں ڈال دیا جو ایک ملازم کے ہاتھوں میں
زی درباری لباس پہنے ہوئے مختلف ملازموں سے ہوتی ہوئی ڈائس کے نیچے کھڑے
ن تک پہنچ گئی جس نے کارڈ اٹھایا اور جیہ کا نام اور اس کے خطابات بہ آواز بلند
ئے۔

طرف نگراں آنکھوں کے جلو میں سے جیہ' لیڈی چیمس فورڈ کے عقب میں چلتی
ہل دربار ہال کے آخری سرے کی طرف بڑھی جہاں ہندوستان کا بادشاہ موجود تھا۔
نے ہندوستان کی روایات کے عین مطابق ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر بادشاہ کو پرنام
کے اواس چہرے پر مسکراہٹ اتر آئی لیکن ملکہ نے جیہ کے بالوں اور ساڑھی کو
ور خاص دیکھا تھا پورے دربار ہال میں خاموشی تھی۔ جیہ جانتی تھی کہ اس وقت
ل موجود ہر شخص نے اپنی سانس روک رکھی ہو گی تب ملکہ مسکرا دی اور پرنس

آف ویلز نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ بادشاہ کے حضور حاضری مکمل ہو گئی تھی۔

جیہ ایک بار پھر ہجوم کے درمیان سے گزری۔ وہ اپنی کرسی پر گر کر شاید بے ہو
گئی ہوتی اگر فوراً ہی اس کی نگاہ عقب میں کھڑے پرنس پرتاپ پر نہ پڑ گئی ہوتی۔

کوئی تین گھنٹے تک لارڈ چیمبرلین مختلف نام اور خطابات پکارتا رہا اور شاہی خوا
ایک طویل قطار بادشاہ کے حضور حاضری کے فرض سے سبکدوش ہوتی رہی۔

آخر کار شاہ جارج اور ملکہ میری ڈائس کے عقب میں ایک دروازے میں غا
گئے۔ ہندوستانی حکمرانوں نے ان کی تقلید کی تھی جونہی شاہی جوڑا دربار روم سے گیا
آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہر کسی نے تین گھنٹے کی خاموشی
ایک ساتھ بولنا شروع کر دیا ہو۔

بہت سے لوگ جیہ کی خوبصورتی کے بارے میں رائے زنی کر رہے تھے وہ ان
سے پریشان ہو کر اپنے شوہر کے قریب ہو گئی۔

"میرے خیال میں مہاراجہ الور نے شاہ جارج سے مصافحہ کرنے سے قبل اپنے
اتار لئے ہوں گے۔" پرنس پرتاپ نے ڈائننگ ہال میں جاتے ہوئے جھک کر جیہ
میں سرگوشی کی۔ "آخر وہ چیمبر آف پرنسز کے تین ترجمانوں میں سے ایک ہے اور
تم دعا کرو کہ پرنس آف ویلز نے بادشاہ کو یہ نہ بتایا ہو کہ وکٹر اداکارہ کورا ہارٹ سے
کرنے کا خواہش مند ہے۔"

ڈائننگ ہال میں دیگر مہمان بفٹ ٹیبل کے گرد چکر لگا رہے تھے لیکن جیہ
پلیٹ میں ڈالا اور ایک کونے میں کھڑی ہو گئی تاکہ سکون سے کھانا کھا سکے۔

کھانے کے دوران اور اس کے بعد بھی جیہ کچھ بور بور سی رہی۔ لیکن جب
وکٹر شاہ جارج اور ملکہ میری کے ہمراہ ڈنر سے فارغ ہو کر ان تک پہنچا تو اس کی بور
حد تک کم ہو گئی۔ وہ بے حد خوش تھا کم از کم جیہ نے اس سے قبل اسے اتنا خو
دیکھا تھا۔

"ملکہ میری تم سے بے حد متاثر نظر آ رہی تھی' جیہ دیوی" اس نے سرگوشی
میں اپنی بھاوج کو آگاہ کیا۔ "ہز ہائی نیس مہاراجہ الور کا کہنا ہے کہ راج کماری جیہ
ہندوستانی عورت کے تاثر کو عظمت بخشی ہے۔"

جیہ نے مسکرا کر اپنے جیٹھ کا شکریہ ادا کیا۔ "کیا مہاراجہ الور نے شاہ سے مص
ہوئے اپنے دستانے اتار لئے تھے' حکم؟" اس نے دریافت کیا۔

مہاراجہ وکٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ "کم از کم الور والوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ
گوشت خوروں کی اس طرح توہین کریں۔"

کلیرج ہوٹل کے باہر جیہ کو کئی فلیش گنوں کا سامنا کرنا پڑا۔ رپورٹروں نے اسے گھیر
ا۔ وہ اس سے دربار ہال میں ہونے والی تقریب کے بارے میں تاثرات پوچھ رہے تھے۔
یہ سادگی سے جواب دے رہی تھی اور ان کے ہاتھ تیزی سے اپنی اپنی نوٹ بکس پر کچھ
ھنے میں مصروف ہو گئے۔

پرنس پرتاپ اس کی مدد کو پہنچا اور کسی قدر ناراضگی سے اسے ہوٹل کے ریوالونگ
رز سے اندر لے گیا۔

اندر مہاراجہ وکٹر ایک خوبصورت لڑکی پر گرا پڑ رہا تھا جس نے بہت زیادہ کھلے گلے کا
ب ریشمی ڈریس پہنا ہوا تھا۔ وہ بھی بری طرح وکٹر سے لپٹی ہوئی تھی۔ جیہ کو اس کا چہرہ جانا
ہچانا لگا لیکن فوری طور پر نہیں پہچان سکی کہ یہ وہی کورا ہارٹ ہے جس کی فلم اس نے
یکل پردہ سیمیں پر سٹی پیلس میں دیکھی تھی۔

مہاراجہ وکٹر نے کورا ہارٹ کا تعارف کرایا اور ایک ننھے منے سے نرم و ملائم ہاتھ نے
یہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے مسکرا کر جیہ کی خیریت بھی دریافت کی تھی۔ جلد ہی دوسرے
ل بھی ان سے آ ملے اور پھر شیمپین کا دور شروع ہو گیا۔ کچھ دیر تو محفل شراب اور میز
ل ہی محدود رہی لیکن پھر اچانک ہی کورا ہارٹ نے رقص کی فرمائش کر دی تو تمام افراد آناً
ناً باہر کاروں میں آ بیٹھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ڈانس کے لئے پورے لندن میں ایمبیسی کلب
ے زیادہ بہتر کوئی جگہ نہیں۔

ایمبیسی کلب میں بھری ہوئی میز کے گرد ایک اور کرسی لگائی گئی۔ ہری سنگھ آف
میر۔ پرنس پرتاپ اور لیڈی مودی کے درمیان پھنس کر بیٹھ گیا۔ جبکہ مہاراجہ وکٹر اپنی
ستہ کو لے کر چھوٹے سے ڈانس فلور کی طرف چل دیا۔

پرنس آف ویلز پہلے ہی وہاں ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ محو رقص تھا۔ ہری
گھ نے یہ صورت حال دیکھی تو قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکا۔

"بالآخر ہم ہندوستانیوں نے ایک چیز کی تصدیق کر ہی لی ہے۔" وہ بہ آواز بلند بولا۔ "
رے وکیل میرا حوالہ مسٹر اے کی حیثیت سے دے رہے ہیں لیکن جس طرح میرا فرانسیسی
ئیور مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ اسی طرح مسز ڈیڈلی وارڈ کا شوہر پرنس آف ویلز کو بلیک میل
نا شروع کر دے تو پرنس صرف مسٹر بی رہ جائے گا۔"

کورا ہارٹ' بیل گریو اسکوائر پر سیر پور ہاؤس میں منتقل ہوئی تو بالمیر کے ملازموں کا غصے سے برا حال تھا۔ ہر روز وہ دروازے پر سیر پور کے ملازموں کا استقبال کرتے جن کے ہاتھوں میں امریکی لڑکی کی شاپنگ کے بڑے بڑے پیکٹ ہوتے۔

مہاراجہ وکٹر تو گویا کورا ہارٹ کے پلو سے بندھ گیا تھا۔ ریس کلب ہوتا یا پولو میچز وہ ہمیشہ اس کے پہلو میں ہوتا اور اس کی بے حیائی اور بے شرمی سے بھرپور فرمائشیں پوری کرتا رہتا۔ جو ہمیشہ نائٹ کلبوں کے ڈانس فلورز پر سرعام بغل گیر ہونے یا بوس و کنار سے متعلق ہوتیں۔

پرنس پرتاپ کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ کورا ہارٹ کو قطعی مخاطب نہ کرے۔ اسی طرح مہاراجہ وکٹر کے دوست بھی کورا ہارٹ کو یوں نظرانداز کرتے تھے جیسے اس امریکی اداکارہ کا وجود ہی نہ ہو البتہ جیہ نے اسے بہت سی باتیں بتائی تھیں۔

جب پرنس پرتاپ کو پتا چلا کہ وکٹر نے کورا ہارٹ کو دیوالی کی تقریبات پر مدعو کیا ہے تو وہ پھٹ پڑا اور آندھی و طوفان کی طرح جیہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو جو اس لڑکی کو یہ احساس دلا رہی ہو کہ وہ اپنے گھر پر ہے؟" وہ جیہ پر ہی برس پڑا۔ "وکٹر نے پہلے ہی اسے قیمتی ترین جیولری اور فرکوٹ سے لے کر ریس گھوڑے تک ہر شے خرید کر دی ہے اور اب وہ اسے فرانس میں ایک ولا خرید کر دینے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ وہ الو کی پٹھی بھی عجیب بے وقوف عورت ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مہاراجہ سیر پور ہونا ہالی ووڈ فلم اسٹار سے کہیں زیادہ گلیمرس ہے۔"

"آپ کچھ زیادہ ہی پریشان ہیں' حکم!"

"میں زہر میں بجھے ان تیروں کا تمہاری نسبت کہیں زیادہ تجربہ رکھتا ہوں' شہزادی۔" پرنس پرتاپ اب بھی غصے میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ "اس عورت کو کامنی مندر کے بارے میں بتاؤ۔ اسے بتاؤ کہ ہماری قبائلی اور مذہبی رسومات کیا ہیں۔ وضاحت کر دو کہ اسے سیر پور کے حوالے سے کبھی بھی برطانوی دربار میں پیش نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی اس کے دونوں بچوں کو سیر پور کے تخت کا وارث قرار دیا جائے گا۔ بھگوان کے لئے اسے سچ بتا دو۔ اس سے پہلے کہ میرا بھائی اپنا تخت کھو دے۔ اس سفید فام سے کہہ دو کہ لوٹ جائے۔"

لیکن دیوالی کی تقریبات کے دوران جیہ اپنے اندر کبھی بھی ایسا حوصلہ پیدا نہ کر سکی اس مہم کو شروع کر سکے جس کا مطالبہ پرنس پرتاپ نے کیا تھا۔ جیہ نے پہلی بار مہاراجہ کو اس قدر خوش دیکھا تھا اور یہ اسی کی خواہش تھی کہ اس کی سرکردگی میں سیر پور کی

فتوحات پر فتوحات حاصل کر رہی تھی۔ ٹیم کے کھلاڑی ہر فتح کے بعد کورا ہارٹ کے نام جام تجویز کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہی عورت' مہاراجہ وکٹر کو موت کے منہ سے واپس لائی ہے۔

جوئے خانے میں کورا ہارٹ' مہاراجہ وکٹر کی نشست کے عقب میں اپنے جسم کے نچلے حصے کا بوجھ اس کے کندھوں پر ڈال کر کھڑی ہو جاتی اور وہ جیتنا شروع کر دیتا جیہ کو' کورا ہارٹ کی شکل میں مہاراجہ وکٹر کے لئے خوش بختی اور خوش قسمتی ہی دکھائی دی تھی لیکن پرتاپ یہ ماننے کو تیار نہ تھا۔

جیہ کو ان جوئے خانوں میں ہندوستان کے بہت سے مہاراجہ اور مہارانیاں اپنی قسمت آزماتے دکھائی دیئے تھے۔ ان میں مہارانی کوچ بہار اور مہاراجہ گوندل سرفہرست تھے۔

پھر اسے چھوٹا ڈنگرا بھی دکھائی دیا۔ "میں یورپ سے روانگی سے قبل بعض کاغذات پر تمہارے دستخط چاہتا ہوں' شہزادی۔" اس نے نہایت رازدارانہ انداز میں جیہ کو بتایا۔

ایک بھاری بھرکم ہاتھ نے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اسے ٹیرس پر لے گیا۔ دونوں نے ایک میز سنبھالی تو ویٹر ایک بوتل شمپین اور کچھ سینڈوچ لے آیا۔ چھوٹا ڈنگرا دیکھتے ہی دیکھتے کئی سینڈوچ کھا گیا تھا۔

"یہاں بیٹھ کر کسی کو اندازہ نہیں کہ صورت حال کس قدر سنگین ہوتی جا رہی ہے۔" چھوٹے ڈنگرا کا اشارہ لندن میں مہاراجاؤں کی خرمستیوں کی جانب تھا۔ "جن بادشاہوں نے جنگ عظیم لڑی تھی وہ جا چکے ہیں۔ مسولینی جیسے لیڈروں کو عروج حاصل ہو رہا ہے۔ ان کے اداکاروں نے سپاہیوں کے لباس پہننا شروع کر دیئے ہیں اور خود کو ایک نئی جنگ کے لئے تیار کرنے کے حکم کا آغاز کر دیا ہے۔ میں تمہاری ہولڈنگز اور کچھ سرمائے کو اسلحہ سازی کی صنعت میں انویسٹ کرنا چاہتا ہوں۔"

جیہ نے شد و مد کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے جنگ کی تباہ کاریاں آ گئی تھیں۔

چھوٹا ڈنگرا اسے قائل کرنے پر تلا بیٹھا تھا۔ "وکٹر اپنا سب کچھ اس امریکی عورت پر لٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھ رہا جب کہ سیر پور کا خزانہ اب خالی ہونے والا ہے۔ اس صورت حال میں بہت جلد تمہاری نجی دولت' تمہارے شوہر کی ریاست کو بچانے کا واحد راستہ بن جائے گی۔"

چھوٹے ڈنگرا نے کچھ ایسی خوفناک تصویر کھینچی کہ آخرکار جیہ کو اس سے اتفاق کرنا

پڑا۔ صرف یہی نہیں' بلکہ اگلے چند ہفتوں میں اس نے کورا ہارٹ کو سیر پور اور اس کی ملی حالت کے بارے میں کئی بریفنگ دیں۔ خوبصورت امریکی لڑکی آنکھوں میں دہشت اور خوف سمیٹے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ جب اسے پتا چلا کہ سیر پور کی مہارانی بننے کے باوجود وہ کبھی بھی اس حیثیت میں شاہ جارج اور ملکہ میری کے حضور پیش نہیں ہو سکے گی۔ کورا ہارٹ نے مہاراجہ وکٹر سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ پولو میچوں کے دوران اس نے وکٹر کے بجائے ایک ٹیکسن کی حوصلہ افزائی شروع کر دی جو اپنی پولو ٹیم امریکہ سے لے کر آیا تھا۔

کورا ہارٹ نے مہاراجہ وکٹر کے گھر میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود اسی ٹیکسن سے شادی کے فیصلے کا اعلان کر دیا۔ جیہ سیڑھیوں پر کھڑی خاموشی سے ان قیمتی ترین تحائف کو ٹیکسن کی طرف سے بھیجی گئی گاڑی پر لوڈ ہوتے دیکھتی رہی جو کچھ ہی دن پہلے مہاراجہ وکٹر نے کورا ہارٹ کو دیئے تھے۔ جیہ کا دل رو رہا تھا لیکن اس کے لب خاموش تھے۔

اگلے ہی روز مہاراجہ وکٹر نے اعلان کر دیا کہ وہ کچھ دن کے لئے بیارٹز جا رہا ہے تاکہ آرام کر سکے۔ پرنس پرتاپ مبارک باد دینے کے لئے اپنی بیوی کو ایک طرف لے گیا۔

"ویل ڈن' شہزادی۔" اس نے جیہ کے گال تھپتھپائے۔ "میں نے تمہاری بمبئی واپسی کے انتظامات کر دیئے ہیں تم لیڈی مودی کے ساتھ وہیں ٹھہرنا میں کچھ دنوں مین وکٹر کے ٹوٹے ہوئے دل کو بہلانے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بارے میں کوئی فکر نہ کرنا۔ وہ بیار میں اپنے زخم خود ہی چاٹ کر ٹھیک ہو جائے گا اور پھر واپس لندن لوٹ آئے گا۔"

اپنے شوہر کی خواہشات کی تعمیل کرنے والی جیہ' سیر پور کے حکمران سے روانگی اجازت لینے جا پہنچی۔ بارش کے باوجود مہاراجہ ساحل پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس نے جیہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خیر مقدم کیا اور پھر دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے ساحل گئے۔

"یہ دیکھو" مہاراجہ نے جیہ کو سمندر کی طرف متوجہ کیا۔ "سمندر کا رنگ ہ کونرے کی آنکھوں جیسا ہے نا؟" وہ خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے محتاط نگاہوں سے چا طرف دیکھا۔ "میں اپنی دادی اور بھائی سے ہمیشہ خوفزدہ رہا ہوں۔ میری پوری زندگی پ دونوں کا کنٹرول رہا ہے لیکن اب میں ان کی بجا آوری سے تھک گیا ہوں میں ان سب چھٹکارا چاہتا ہوں' شہزادی۔ تم ہندوستان لوٹ جاؤ۔ جب بھی ممکن ہوا میں تم سے آ گا۔"

جیہ بمبئی پہنچی تو اسے اڑتی اڑتی خبر ملی کہ فرانسیسی جوڑے کی طرف سے ہری

کشمیر کو بلیک میل کئے جانے کی رپورٹس اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ تفصیلات کا علم ں ہو سکا تھا البتہ یہ پتا ضرور چلا تھا کہ مسٹر اے نے برطانوی بادشاہت کی تاریخ میں بلیک ل کی مد میں سب سے زیادہ رقم ادا کی ہے۔ اخبارات کے اداریوں میں ہندوستانی شوں کی فوری تطہیر اور اصلاح کے لئے مطالبات کئے جا رہے تھے۔

صورت حال اس وقت بے حد سنگین ہو گئی جب لیڈی مودی کے بنگلے سے ملحق باغ ایک رقاصہ کی لاش پائی گئی اور مہاراجہ اندور کو اس کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔

"لیکن یہ خاصی حیرت انگیز صورت حال ہے' ڈارلنگ۔" لیڈی مودی نے رائے ظاہر "قتل آدھی رات کو ہوا ہے۔ عینی شاہد صرف ایک انگریز افسر ہے جس کا کہنا ہے کہ نے قاتل کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ مہاراجہ اندور کا تنخواہ دار ہے کیا تم نے اس سے پہلے جاہلانہ الزام سنا ہے؟ لطف کی بات یہ ہے کہ محض بیس سال پہلے بھی اس مہاراجہ کے کو ایک انگریز کے قتل کے جرم میں تخت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان کو کیا ہو رہا ؟ مجھے تو ہر شخص پاگل اور ہر چیز اجنبی لگ رہی ہے۔"

مسٹر اے کو بلیک میل کی جانے والی خبروں کی جگہ اخبارات میں مہاراجہ اندور کے ے میں خبریں شائع ہونے لگیں۔ جیہ صبح کے وقت اخبارات پڑھتے ہوئے خوفزدہ سی ن۔ اس کے ذہن میں یہی بات جاگزیں تھی کہ کسی بھی روز اخبارات میں ان تحائف کی یل شائع ہو جائے گی جو مہاراجہ وکٹر نے امریکی اداکارہ کورا ہارٹ کو خرید کر دیئے ہیں۔ کا خوف اس وقت دو چند ہو گیا جب وائسرائے نے مہاراجہ اندور کی درخواست رد کر دی جیوری میں اس کے ہم وطنوں کو شامل کیا جائے۔ جیوری نے مہاراجہ اندور کو اس کے ت سے محروم کر دیا تھا۔

دو ہفتے بعد اخبارات ان برطانوی الزامات سے بھرے پڑے تھے کہ مہاراجہ پٹیالہ اور اراجہ نابھہ ایک رقاصہ پر آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ممکن ہے کہ ان دونوں کو بھی اپنے ت سے محروم ہونا پڑے۔

"یہ زیادتی ہے' ڈارلنگ" ہمیشہ کی طرح لیڈی مودی تبصرے کرنے میں سب سے آگے گی۔ "مہاراجہ پٹیالہ اپنے لئے جس قدر چاہے رقاصائیں خرید سکتا ہے۔"

جیہ کے سامنے بھاری بھرکم سکھ حکمران کا جثہ لہرا گیا۔ وہ بے اختیار سوچنے لگی کہ ہاراجہ پٹیالہ کے سامنے بھلا مہاراجہ وکٹر کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

اس نے اپنی پوجا پاٹ کا وقت بڑھا دیا۔ وہ بھگوان سے پرارتھنا کرتی کہ وہ اس کے جیٹھ

کو ہر قسم کی آفت سے محفوظ رکھے لیکن جب ایک روز لیڈی مودی نے پہلی بار اس کی پوجا میں مداخلت کی تو جیہ کا ماتھا ٹھنکا۔ جیہ کو اس کے ہاتھوں میں ایک ٹیلی گرام دبا دکھائی دیا تو اس کے دل کی دھڑکن رک گئی۔ ہاتھ پیریوں ٹھنڈے ہو گئے جیسے ان میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔

"وائسرائے نے یقیناً مہاراجہ وکٹر کو یورپ سے واپس ہندوستان طلب کر لیا ہو گا پپسی؟" جیہ نے اپنے بدترین اندیشوں کا گلا گھونٹتے ہوئے ڈرتے ڈرتے دریافت کیا۔

"اوہ! ڈارلنگ' آئی ایم سو سوری۔" لیڈی مودی نے جیہ کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ "وکٹر سورگباشی ہو گیا ہے۔ وہ مر گیا ہے۔ پرتاپ چاہتا ہے کہ تم اس وقت تک کلکتہ میں رکو جب تک وہ خودکشی کی وجوہات کو قوم پرست اخبارات سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔"

لیڈی مودی کے کندھے پر سر رکھ کر جیہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ اس کے لئے ایک نہایت مہربان اور شفیق جیٹھ تھا۔ اس نے جیہ اور پرتاپ کے درمیان سرد مہری محسوس کر کے جیہ سے اپنا رویہ نہایت ہی دوستانہ بنا لیا تھا لیکن اب ان دونوں کے درمیان خلیج پاٹنے کا خواہش مند خود اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔

"ہم سیرپور کی سرحدوں میں داخل ہو رہے ہیں۔" چوبی دروازے سے پرنس پرتاپ کی آواز ابھری۔

جیہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے تیز رفتار ٹرین کی کھڑکیوں سے باہر جھانکا۔ جا بجا دیہات میں روشن لالٹینوں سے رات کی تاریکی مجروح ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

پرنس پرتاپ باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ اس نے اپنی کمر کے گرد ایک ریشمی دھوتی باندھ رکھی تھی۔ ذرا ہی دیر میں جیہ بھی غسل سے فارغ ہو کر تیاری کے مراحل طے کر چکی تھی۔

ٹرین جب ایک جھٹکے سے اپنی منزل پر رکی۔ تب تک دن نکل چکا تھا۔ توپوں کی آواز سے اسٹیشن دہل گیا۔ مہاراجہ کے باڈی گارڈ دستے نے تلواریں چہرے کے سامنے کر کے آنے والوں کو سلامی پیش کی۔ ان کے عقب میں سیرپور لانسرز کا دستہ تھا جو اپنے گھوڑوں کو بے قابو ہجوم سے بچانے کی کوششوں میں تھا۔

کوپے کا دروازہ کھول دیا گیا۔ باڈی گارڈ دستہ کچھ اور آگے بڑھ آیا۔ ایک اے ڈی سی نے جھک کر جیہ کے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔

"جلدی آئیں' حکم!" اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔ "شاہراہوں پر ہجوم کے پہنچنے سے قبل آپ کو ہر حال میں کامنی مندر پہنچنا ہے۔"

اے ڈی سی نے اپنے طاقتور ہاتھوں سے ہجوم کے بیچوں بیچ راستہ بنانا شروع کیا اور جیہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی اسٹیشن کے باہر کھڑی رولس رائس میں جا بیٹھی۔ کار فوراً ہی اسے لے کر کامنی مندر کی طرف روانہ ہو گئی۔

مہین پردوں کے عقب میں شیر دل مہارانی اپنی مصاحب خواتین کے ہمراہ تاج پوشی کی رسم دیکھنے کے لئے موجود تھی۔ بوڑھی عورت نے اشارے سے جیہ کو ایک کونے میں رکھی مستطیل سی جگہ دکھائی جو سرخ ریشمی کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی۔ جیہ نے مہارانی کی سرگوشی سنی۔ "سیرپور گدی۔"

سیرپور کے موجودہ تخت کو سیرپور کی اصل گدی کے صرف ایک حصے سے تیار کیا گیا تھا۔ گدی کے باقی اجزاء سٹی پیلس کے خزانے میں محفوظ تھے۔ مہارانی کے الفاظ سن کر جیہ کا دل کپکپا اٹھا۔ وہ جانتی تھی کہ سیرپور کی گدی اتنی قدیم اور مقدس ہے کہ سیرپور کا حکمران پوری زندگی میں صرف ایک بار اس وقت گدی پر بیٹھتا تھا جب پہلی بار اس کا نام ان ناموں کے ساتھ لیا جاتا جو اس کے آباؤ اجداد تھے اور جنہوں نے خود کرشن بھگوان کے لئے جنگیں لڑی تھیں اور کامیابیاں حاصل کی تھیں۔

راج گورو مندر میں داخل ہوا۔ ٹھیک اسی لمحے نقاروں پر چوٹ پڑی۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ ریاست سیرپور کا نیا حکمران اپنی گدی پر بیٹھنے جا رہا ہے لہٰذا تمام عوام پر اس کی اطاعت فرض ہو گئی تھی۔ نقارے کے ذریعے یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ تاج پوشی کی رسومات شروع ہو گئی ہیں۔

پرنس پرتاپ' راج گورو کی طرف بڑھا۔ جیہ کو صرف ایک لمحے کے لئے اس کی پشت پر پولو میچ میں چوٹ کا ایک پرانا نشان دکھائی دیا پھر اس کی برہنہ کمر پجاریوں کے درمیان غائب ہو گئی۔

راج گورو نے سیرپور کے حکمرانوں کا نسب نامہ پڑھنا شروع کر دیا۔ سیرپور کے ابتدائی حکمرانوں کو صرف ایک خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ باعصمت مہاراجہ' انصاف پرور مہاراجہ' دلیر مہاراجہ' سخی راجہ پھر اس کے بعد انہیں سات دریاؤں کے بادشاہ اور نشیب و فراز کا آقا کہا جانے لگا۔ موجودہ خطابات زیادہ طویل تھے لیکن مہاراجہ وکٹر کو صرف گرانڈ کمانڈر آف دی سٹار آف انڈیا اور نائٹ کمانڈر آف دی انڈین ایمپائر کہا جاتا تھا۔

راج گورو نے باری باری سیرپور کی حکمرانی کے نشانات بلند کرنے شروع کئے۔ اس
سیرپور کی قومی تلوار ہاتھ میں اٹھالی۔

"یہ تلوار طاقت و قوت کی نشانی اور انصاف کا اشارہ ہے لیکن دھرم کے بغیر انصاف
نہیں ہو سکتا اور کسی بادشاہ کا دھرم عوام کی خدمت کے سوا کچھ نہیں۔"

راج گورو نے کچھ اتنی تیزی سے تلوار سے اپنے انگوٹھے پر زخم لگایا کہ جیہ دیکھ ہی
پائی تھی۔ اس نے خون آلود انگوٹھے سے پرتاپ کے ماتھے پر یکے بعد دیگرے تین لکیر
بنائیں جب راج گورو نے مہاراجہ سیرپور کی حیثیت سے پرنس پرتاپ کے نام کا اعلان
خون بدستور اس کے انگوٹھے سے بہہ کر فرش پر گر رہا تھا۔

اور پھر مندر کی محدود فضا نعروں سے گونج اٹھی۔ نئے مہاراجہ نے سیرپور کی گ
سنبھالی تو اس کے خطابات پکارے جانے لگے۔

"مہاراجہ دھیرج پرتاپ سنگھ جی..... دوست عالم..... راج پہار....."

نقارے زور اور شور سے بجنے لگے اور پھر ان میں توپوں کی سلامی کی آواز بھی شامل
گئی۔ جیہ نے فوراً اپنی پیشانی مندر کے فرش پر ٹیک دی وہ بھگوان سے پرارتھنا کر رہی
کہ اب اس کا شوہر اسے چھو لے۔ اسے لڑکی سے عورت بنا دے تاکہ بادشاہت کا
سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

اگلا پورا مہینہ لوگ ریاست کے کونے کونے سے نئے مہاراجہ کے حضور نذر گزار
کے لئے آتے رہے۔ مہاراجہ پرتاپ ان کے لائے ہوئے طلائی سکوں کو چھو کر خزانے
پھینکتا اور یوں آنے والوں کی وفاداری کا امتحان مکمل ہو جاتا۔

جیہ کی اس عرصے میں اپنی مصروفیات تھیں اس لئے وہ اپنے شوہر کو کم کم ہی دیکھ
تھی۔ شام ہوتے ہی سیرپور کی عورتوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ سٹی پیلس میں در آتے اور جیہ
سامنے اپنی وفاداریوں کا اظہار کرتے۔ فوقیت ان قبائلی عورتوں کو دی جاتی تھی جو کئی
سفر طے کر کے نئی مہارانی کے دیدار کے لئے آتی تھیں۔

اپنی مصروفیات میں گھرا اور ان سے کسی قدر پریشان مہاراجہ پرتاپ جب بلاوے
بیوی سے ملنے گیا تو ہیروں کے اس نیکلس کے بارے میں قطعی بھول گیا تھا جو وہ
تحفے میں دینے کے لئے خرید کر لے گیا تھا۔ جیہ جانتی تھی کہ ہندوستان کا وائسرائے
تقریب کی صدارت کا خواہش مند ہے جو برطانوی بادشاہت' رسمی طور پر نئے مہار
اختیارات تفویض کرنے کے لئے منعقد کرنا چاہتی تھی۔

جیہ کو علم تھا کہ وائسرائے کا دورہ سیرپور یہاں کے رہنے والوں کے لئے کسی اعزاز
سے کم نہیں۔ اس دورے سے برطانوی راج سے سیرپور کی غیر متزلزل وفاداریوں کا اظہار
بھی ہوتا تھا۔ وائسرائے کی خواہش کا علم ہونے پر ہندوستان کے متعدد حکمرانوں نے اس
تقریب میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ چیمبر آف پرنسز کے سربراہ' پٹیالہ' بیکانیر اور الور کے
مہاراجہ چاہتے تھے کہ اس تقریب سے فائدہ اٹھا کر وائسرائے پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ شاہی
ہندوستان کے چیمبر آف پرنسز میں کئے گئے مطالبوں کو پورا کرے۔

تقریبات کے مہینے میں صرف ایک ناخوش گوار واقعہ رونما ہوا تھا۔

"ہمارے اخبارات پر سے سنسر شپ کی پابندیاں ختم کر دی جائیں۔ حکم!" قلم کاروں
کے ایک گروپ نے دربار ہال میں چلا چلا کر مطالبہ کیا تھا۔ درباریوں سے کھچا کھچ بھرے ہال
میں ان کی آواز بم کے دھماکے کی طرح سنائی دی تھی۔

"اپنے عوام کو بیسویں صدی میں جینے کا حق بخش دیں حکم!" ایک اور آواز ابھری۔

"پولیس کو روکیں کہ وہ برطانوی ہندوستان میں قوم پرستوں سے ہمارے رابطوں کو مانیٹر
نہ کرے۔" ایک دوسرا مطالبہ سامنے آیا۔

مہاراجہ نے قلم کاروں کو یہ کہہ کر یقین دلایا اور ان کے جذبات سرد کئے کہ ان کے
جذبات کو دبانے کا سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔ اگلے روز مہاراجہ اپنی مہارانی کے ہمراہ سیرپور
کی شمالی سرحدوں کی جانب روانہ ہو گیا تاکہ اپنے قبائلی اتحادیوں سے مذاکرات کر سکے۔

پرنس پرتاپ کا دورہ کوئی پندرہ روز جاری رہا۔ اس دوران کاروں پر سفر کیا گیا۔ دریاؤں
کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا گیا اور سیرپور کے پہاڑی جنگلوں کو ہاتھیوں پر پار کیا گیا۔

ہر روز مزید قبائل مہاراجہ کے جلو میں آ ملتے۔ بعض اوقات یہ قبائلی شکار کے لئے
نکل جاتے۔ رات کے وقت وہ عجیب و غریب رسمیں انجام دیتے۔ ان وحشیانہ رسموں کو دیکھ
کر جیہ جی جان سے کانپ جاتی۔

اس دورے کا کوئی اور فائدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ جیہ کے لئے یہ دورہ یادگار بن گیا تھا
اس لئے کہ اس کے شوہر نے اسے نہ چھونے کی قسم توڑ دی تھی لیکن جیہ کو یہ شکایت تھی
کہ پرتاپ نے وحشیوں کی طرح استعمال کیا تھا۔

شادی اور سہاگ رات کے بارے میں اس نے بہت کچھ سن رکھا تھا اس نے دو بار
لیلے الدین کو ایک دوسرے کو چھوتے دیکھا تھا لیکن جہاں تک اسے یاد پڑتا تھا انہوں نے
پھولوں کی طرح ایک دوسرے کو چھوا تھا۔ اپنے شوہر کے پسینے میں بھیگی ہوئی جیہ بہت دیر

تک یہ سوچتی رہی کہ آخر پرتاپ اس کے دماغ میں اٹھنے والی خاموش چیخوں کو کیوں نہیں سن پاتا۔

جب اس کا شوہر وحشیوں کی طرح اس کے بدن کو نوچ کھسوٹ رہا ہوتا تو بے اختیا اسے دوسرے مرد اور ان کا نرم رویہ یاد آ جاتا۔ وہ اکثر و بیشتر جیمس آبرن کے بازو اپ بدن کی گرد محسوس کرتی اور اپنے ہونٹوں پر اروِن رائے کے ہونٹوں کا ذائقہ محسوس کرتی ایسے موقعوں پر بس صرف ایک لمحے کے لئے اس کا تنا ہوا جسم اپنے شوہر کے بازوؤں میں ڈھیلا پڑ جاتا۔

رفتہ رفتہ جیہ پر ایک اور بھیانک انکشاف ہوا۔ جوں جوں پرنس پرتاپ برطانویوں کو اپ وفاداریوں کا احساس دلا رہا تھا توں توں وہ اپنی بیوی سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ جیہ سے اس کی نفرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حالانکہ مہاراجہ کی نجی زندگی میں بیوی کو اس پر فوقیت حاصل تھی' خود کو نظر انداز کئے جانے کا ادراک جونہی جیہ کو ہوا اس نے خود کو وائسرائے کے دورے کی تیاریوں سے علیحدہ رکھنا شروع کر دیا۔

ہندوستانی حکمرانوں کی آمد سے بیرونی دنیا سے جیہ کا رابطہ تقریباً منقطع ہو کر رہ گیا تھا۔

ویلز پیلس کے برآمدے میں بیٹھ کر مہمان مہارانیاں برطانوی بادشاہت کے ان اقدامات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتیں جو وہ ہندو حکمرانوں کو ان کے تخت و تاج سے محروم کرنے کے لئے غیر قانونی طور پر کر رہے تھے۔

"انگریز ہمارے اور برطانوی ہندوستان کے مابین خلیج وسیع سے وسیع تر کر رہے ہیں کہ اپنی بادشاہت کو قائم رکھ سکیں۔" ایک مہارانی رائے ظاہر کرتی۔ "وہ جانتے ہیں کہ اگر برطانوی ہندوستان اور شاہی ہندوستان متحد ہو گئے تو انہیں ایک منٹ میں ہندوستان سے نکا باہر کریں گے۔"

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ قوم پرست اخبارات میں حکمرانوں کے خلاف اخلاق سے گ ہوا پروپیگنڈہ اگر برطانوی بادشاہت کی خفیہ فائلوں سے نہیں آتا تو پھر کہاں سے آتا ہے؟ کو دوسری مہارانی بھویں اچکا کر سوال کرتی۔

"دیکھ لینا' جلد ہی ہندوستان کے طاقت ور حکمرانوں کو مختلف الزامات کے تحت تاج تخت سے محروم کر دیا جائے گا۔"

ایک بوڑھی مہارانی نے پان کا بیڑا تیار کر کے منہ میں رکھا اور نفرت آمیز نگاہوں خلا میں گھورا۔ "برطانوی اپنی معصومیت ظاہر کر رہے ہیں لیکن یہ یہودی وائسرائے' جس

ندور کا تخت چھین لیا ہے اور اب پٹیالہ کے پیچھے ہے..... یہ لارڈ ریڈنگ جسے یہ سوچ کر ں بھیجا گیا تھا کہ وہ ایک عام انگریز کے بجائے مشرقی معاشرے کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھتا ہے..... وہ اپنے مذموم ارادوں کی جنگ لڑ رہا ہے اور اس میں کامیابی کے لئے ہر جائز و ناجائز ہ استعمال کر رہا ہے۔"

ایک راجپوت ریاست کی نوجوان مہارانی نے اپنی چمکتی ہوئی نگاہیں جھکا لیں۔ "کیا آپ ں جانتے ہیں کہ اندور کا تخت چھینے جانے کی اصل وجوہات کیا ہیں؟"

مہارانیوں نے پان چبانا بند کر دیا اور وہ سب کی سب اس نوجوان مہارانی کی طرف وجہ ہو گئیں۔

"ذاتی انتقام" نوجوان مہارانی نے متجسس مہارانیوں کو آگاہ کیا۔ "مہاراجہ اندور سے اس تخت اس لئے چھینا گیا کہ جب وائسرائے نے اپنی بیوی کے ہمراہ ریاست اندور کا دورہ کیا تو مہاراجہ نے وائسرائے کو بتایا۔ میرے معاہدوں اور مجبوریوں نے مجھے برطانوی تاج و تخت کا لوم بنا دیا ہے لیکن وائسرائے کی بیوی چونکہ ایک دوسری انگریز عورت ہے لہٰذا اس بات ں توقع نہ رکھو کہ میری بیوی' اپنی ریاست کی حکمران ملکہ' کسی انگریز عورت کی کار کا دروازہ ول کر اسے خوش آمدید کہے۔"

مہارانیوں کے ہونٹوں سے بے اختیار کلمہ ہائے تحسین آزاد ہو گئے۔ نوجوان مہارانی نے اپنی ساتھی خواتین کو کہانی سے متاثر ہوتے ہوئے دیکھا تو اپنا بیان جاری رکھا۔ "رہ گیا پٹیالہ اور نابھہ تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ انگریز' امرتسر کے قتل عام کے باعث اب بھی پنجاب سے خائف ہیں۔ ان دونوں مہاراجاؤں سے کہا گیا تھا کہ وہ سکھوں اور انگریزوں کے درمیان نفاق رائے اور معاہدے کی کوشش کریں لیکن اب انگریز سکھوں اور پنجاب میں ان دونوں حکمرانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ سے خائف ہیں اور....."

ملازم مشروبات لے کر اندر داخل ہوئے تو مہارانیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

جیہ کو اچانک یاد آ گیا کہ سر اکبر' اسٹڈی میں اس کے لئے ایک نوٹ چھوڑ گیا ہے جس میں وائسرائے کے دورہ سیر پور کے سلسلے میں تمام ہدایات درج ہیں تاکہ وائسرائے کے دورے کا انتظام کرنے والے افسران انتظامات میں کوئی نقص نہ نکال سکیں۔

ملازمین نے مہارانیوں کو سر جھکا کر تعظیم دی اور برآمدے سے نکل گئے۔

"ہاں' میں بتا رہی تھی....." نوجوان مہارانی نے اپنا بیان وہیں سے شروع کیا جہاں ادھورا چھوڑا تھا۔ "..... اس بات کے پیش نظر برطانوی بادشاہت کا کہنا ہے کہ پٹیالہ اور نابھہ کے

مہاراجہ ایک ایسی رقاصہ کی وجہ سے جنگ شروع کرنے جا رہے ہیں' جس کی آنکھیں نیلی اور بال سرخی مائل بھورے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر جنگ شروع ہوئی تو دونوں ریاستوں کے عوام کو ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے وہ ان دونوں کو تخت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔"

"برطانیہ' ہمیں ہماری وفاداریوں کا صلہ دے رہا ہے۔" ایک دوسری مہارانی نے غ سے کہا۔ "تو کیا پٹیالہ کا تخت چھین کر وہ پنجاب میں امن قائم کر لے گا؟"

جیہ کو لیڈی مودی کی سنائی ہوئی کہانیاں یاد آ گئیں کہ مہاراجہ پٹیالہ کے حرم میں پانچ خوبصورت عورتیں موجود ہیں۔ اس سکھ دیو قامت نے انگریزوں کو جلانے کے لئے ا کرکٹ میچ فراک پہن کر کھیلا تھا۔ جیہ سوچ رہی تھی کہ کیا وائسرائے کی بیٹی کو اغوا کر والا مہاراجہ اتنا کمزور ہے کہ کوئی اس کا تخت چھین لے۔

ایک مہارانی نے شاید اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔ وہ فوراً بول اٹھی۔ "برطانوی مہاراجہ پٹیالہ کو اس کے تخت سے محروم نہیں کر سکتے۔ پٹیالہ نے وائسرائے کو چیلنج کیا آؤ دیکھ لو کہ پٹیالہ کے عوام کس کے لئے آواز اٹھاتے ہیں۔ اپنے حکمران کے لئے یا انگریز کے لئے اگر میرے لوگ مجھ سے تنگ ہیں تو میں رضاکارانہ طور پر تخت چھوڑ دیتا اور سکھوں کے مقدس گولڈن ٹمپل کی طرف پیدل روانہ ہو جاتا ہوں لیکن میں ابھی ا کی طرف پچاس میل کا فاصلہ بھی طے نہیں کر پاؤں گا کہ تمہیں انقلاب اور انتقام کا کرنا پڑے گا۔ وائسرائے صاحب!"

مہارانی جیہ اور سیرپور کے مہاراجہ کی دادی رولس رائس میں کامنی مندر سے ر اسٹیشن جا رہی تھیں "لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے وائسرائے کو شہنشاہ سے اختیارات حاصل ہیں۔" شیر دل مہارانی نے اپنی بہو کو مخاطب کیا۔

جیہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔ وہ رولس رائس کی کھڑکی میں سے شہر کی شاہراہوں کو کر رہی تھی' جہاں دور دور تک سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔ شہر کو خوبصورتی سے گیا تھا۔ جیہ کو اس بات کا اعتراف تھا کہ سجاوٹ میں اتنی محنت پرنس آف ویلز کے کے موقع پر بھی نہیں کی گئی تھی۔

ریلوے ٹریفک اور اسٹیشن کے ارد گرد بھی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد رہا تاریخ میں پہلی بار وائسرائے ہند کی سفید ٹرین کی سیرپور آمد کی منتظر تھی۔

پلیٹ فارم کے وسط میں جہاں سفید ٹرین کو رکنا تھا' ایک سرخ قالین بچھایا

ین کے بائیں جانب ایک کنوپی کے نیچے ہندوستانی حکمران بیٹھے تھے جن کی انگلیوں اور لباس ے ہیرے جواہرات صبح کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ ان کے سامنے سیرپور دربار کے زراء ریزیڈنٹ سر ہنری کونرے اور اس کے افسران کی نشستیں تھیں۔

مہاراجہ خود قالین کے آخری سرے پر ایک نقرئی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ریشمی پگڑی پر ایک بہت بڑا ہیرا چمک رہا تھا جبکہ اس کے گلے میں نایاب اور چمکدار موتیوں کی ب مالا تھی۔ اس کی بیلٹ سے سیرپور کی تلوار لٹک رہی تھی۔

انجن کے ایک لمبے وسل نے وائسرائے آف انڈیا کی سفید ٹرین کی آمد کا اعلان کیا۔ یہ نے آواز سنتے ہی اپنے پروٹوکول نوٹس کو زیادہ سختی سے اپنی مٹھی میں بھینچ لیا۔

ٹرین رکی تو سب سے پہلے وائسرائے کے ہاؤس ہولڈ گارڈز نے پلیٹ فارم پر قدم رکھا۔ انہوں نے پہلے حفاظتی انتظامات سنبھالے اور پھر وائسرائے اور لیڈی ریڈنگ کے کمپارٹمنٹ کے سامنے مخملیں سیڑھی بچھا دی تاکہ دونوں مہمان آسانی سے سیرپور کی سرزمین پر قدم رکھ سکیں۔

مہمان مہارانیوں نے جلدی جلدی اپنی مصروفیات کے نوٹس پر نظریں دوڑائیں اور پھر سفید ٹرین کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ وائسرائے کے ہمراہ چھیاسی افسران اور ذاتی اسٹاف کا قافلہ سیرپور آیا تھا۔ وائسرائے درحقیقت دنیا کے سب سے بلند ترین گولف کورس میں اپنا پسندیدہ ترین کھیل یعنی گولف کھیلنے کے لئے شیلانگ جا رہا تھا اور صرف سات گھنٹوں کے لئے سیرپور میں رکا تھا۔ اتنے کم وقت رکنے کے باوجود اتنے زیادہ اسٹاف کی تک سمجھ میں نہ آئی تھی۔

"وہ اپنے آپ کو بہت بڑی توپ چیز سمجھنے لگا ہے۔" کسی مہارانی نے جیہ کے کان کے پاس سرگوشی کی۔ "حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کا وائسرائے بننے سے پہلے اسے کبھی گھوڑے پر بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ یاد رہے کہ یہ اعزاز حاصل کرتے وقت اس لڑکے کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔"

وائس ریگل کیرج کے دروازے پر کاٹن سوٹ پہنے ہوئے ایک طویل قامت شخصیت نمودار ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وائسرائے اپنے سر پر ہیٹ رکھتا' جیہ نے اس کی چھوٹی پیشانی اور لمبی ناک کے اوپر سیاہ آنکھیں دیکھ لی تھیں۔

جونہی اس نے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ سیرپور کی توپوں نے اسے اکتیس توپوں کی سلامی دینا شروع کر دی۔ مہاراجہ اپنی نقرئی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں حکمران جب ایک

دوسرے کی طرف بڑھے تو سیر پور کی توپیں مسلسل گرج رہی تھیں۔ ان کے دھماکوں سے
ریلوے اسٹیشن کی عمارت بری طرح کانپ رہی تھی۔

جونہی سلامی ختم ہوئی اسکول کے بچوں نے برطانوی بادشاہت کا ترانہ پڑھنا شروع کر
دیا۔ ان کے عقب میں سبز یونیفارم میں ملبوس سیر پور کا شاہی بینڈ مسحور کن دھن فضا میں
بکھیر رہا تھا۔

شاہی خواتین کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا گیا اب سارا منظر جیہ کی نگاہوں کے سامنے
تھا۔

فرانس اور میسو ٹیمیا میں جنگی فرائض انجام دینے والے سیر پور لانسرز کا ایک دستہ سلامی
کے لئے وائسرائے کی طرف بڑھا تو ایک سیاہ فام ملازمہ جیہ کے کان پر جھک آئی۔ جبکہ سیر
پور کا وزیر اعظم کار میں جیہ کا منتظر تھا۔

"یہ ذہن میں رکھئے گا حکم! کہ لیڈی ریڈنگ ایک عام عورت کی حیثیت سے ہندوستان
آئی تھی۔" جیہ کار میں بیٹھی تو وزیر اعظم نے اپنی مہارانی کو بتایا۔ "یہ حقیقت ہے کہ
مہاراجہ بیکانیر نے کل رات ہی مجھے بتایا ہے کہ وہ پنیر بھی چھری کانٹے سے کھانا پسند کرتی
ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہندوستان کی چمک دمک نے اسے ملکہ وکٹوریہ سے زیادہ شاہی عورت
بنا دیا ہے۔ وہ یہ سن کر بے حد ناخوش اور اداس ہے کہ اس کا شوہر آئندہ ماہ واپس انگلینڈ
رہا ہے۔ وہ کم از کم مزید پانچ سال کے لئے وائسرین کی حیثیت سے ہندوستان میں مقیم
چاہتی ہے۔

جیہ نے ایک بار پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذات پر نگاہ دوڑائی تو سر اکبر کی
پریشانی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ "گن سیلوٹ' قومی ترانے' تواریخ سے اقتباس اور یہ سلسلہ
اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک انگریز سیر پور کے موجودہ حکمران کو مہاراجہ کی حیثیت
سے قبول نہیں کر لیتا۔"

جیہ نے سر ہلا کر سر اکبر کی تائید کی۔ کار اب مٹی پیلس کے اس گیٹ تک پہنچ چکی
تھی جہاں سے مہاراجہ کے ہاتھی کو مٹی پیلس میں داخل ہونا تھا۔

"کیا ہم ڈائننگ روم کا ایک چکر اور لگا لیں تاکہ لنچ کے لئے کئے جانے والے انتظامات
کا آخری جائزہ لے سکیں؟"

سر اکبر نے اس کی تائید کی اور وہ کھڑکی میں سے محل کے وسیع و عریض صحن کی طرف
متوجہ ہو گئی جہاں ہودہ بردار ہاتھیوں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔ اسے ایک ہجوم

ہوں نے اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار تھام رکھے تھے۔

وزیر اعظم سیر پور نے اپنی مہارانی کی طرف دیکھا تو اسے اس کے چہرے پر تردد دکھائی
"آپ فکر نہ کریں حکم!" اس نے جیہ کو تسلی دی۔ "مہاراجہ نے آج صبح خود انتظامات
زہ لیا تھا۔ اب مائیکل خود ہی انہیں آخری شکل دے دے گا۔ لیڈی ریڈنگ بری طرح
ں کی دلدادہ عورت ہے۔ شملہ میں اس کی پارٹیاں ایک روایت کا درجہ رکھتی ہیں اس
ہاراجہ نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ کوئی ایسی ویسی غلطی بھی نہ ہونے پائے
یڈی ریڈنگ لندن واپسی پر بطور لطیفہ ہی کسی کو سنائے۔"

جیہ بدستور خاموش تھی۔ نئے مہاراجہ کو اس کی تاج پوشی پر مبارک باد دینے کے لئے
ر سے خطوط اور ٹیلی گرام سیر پور کے مرکزی آفس پہنچ رہے تھے۔ اسے ان میں سے
بھی دکھایا نہیں گیا تھا اور اب اس کے فرانسیسی باورچی کو انتظامات کا نگران بنا دیا گیا تھا۔
یر پور کی نئی مہارانی اس قابل نہ تھی کہ اسے کوئی اہم ذمہ داری سونپی جاتی۔

جیہ' دربار ہال کے پورٹیکو میں کھڑی اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوششوں میں مصروف
یونکہ یونین جیک لگی ایک رولس رائس کار' وائسرائے کی بیوی کے لئے سٹی پیلس کے
میں داخل ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے مشرقی برآمدے میں ایک مہمان مہارانی نے جیہ
یا نصیحت کی تھی۔

"لیڈی ریڈنگ سے حتی المقدور محتاط رہنا' حکم! میرے شوہر کے سکریٹری مسٹر فورسٹر
یوس میں ہمارے لئے خدمات انجام دیتے ہوئے' اے پیسیج ٹو انڈیا کے عنوان سے
تاب لکھی تھی جسے سمندر پار ہاتھوں ہاتھ لیا گیا لیکن وائسرین کو یہ بالکل پسند نہیں
اس کا کہنا ہے کہ اس سے برطانویوں کا امیج خراب ہوا ہے جبکہ وائسرائے نے بتصرہ کیا
ندوستانی حکمرانوں نے غلط یورپی افراد کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے۔"

جیہ آہستگی سے سیڑھیاں اترنے لگی تاکہ کار کے آنے تک وہ بھی نیچے پہنچ جائے۔ کار
اور وائسرین باہر نکلی۔ اس ادھیڑ عمر عورت کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے بھی جیہ کو ایسا
نہیں ہوا کہ اس عورت نے اپنی ذاتی انا کی خاطر حکمرانوں کو تخت سے محروم کرنے کی
چلا رکھی ہے جن میں مہاراجہ اندور سرفہرست تھا۔

لیڈی ریڈنگ نے مصافحے کے لئے دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو جیہ نے جلدی سے اسے
لیا اور پھر وہ اسے ساتھ لئے سنگ مرمر کی سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ لیڈی ریڈنگ کی
اکڑی ہوئی تھی گو جیہ مسلسل اس سے باتیں کئے جا رہی تھی لیکن اس نے بہ مشکل

ہی کوئی جواب دیا تھا۔

جیہ اور لیڈی ریڈنگ اس وقت دربار ہال میں تھیں جب گن فائر نے مہاراجہ کے ہاتھی پہنچنے کا اعلان کیا۔ جیہ کو خوشی تھی کہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے وائسرین ہتھے سے اکھڑتی یا کوئی ناگواری محسوس کرتی۔ وہ اسے صحن میں لے آئی جہاں دوسری مہارانیاں بھی موجود تھیں۔

پہلے مہاراجہ کے شہسوار باڈی گارڈز محل کے وسیع احاطے میں داخل ہوئے۔ وہاں موجود لوگوں نے ان کے عقب میں گولڈن گیٹ سے اندر آنے والے ہاتھی پر پھولوں کی برسات کر دی۔

ہاتھیوں سے اتر کر دونوں معزز افراد سرخ گدیلوں کی طرف بڑھے جو وائسرائے آف انڈیا کے کریسٹ لگی کرسی کے پہلو میں لگائے گئے تھے۔ وائسرائے جب وائسرین اور دیگر یورپی عورتوں کے قریب سے گزرا تو وہ اس کی تعظیم کے لئے جھک گئیں۔

"یور ہائی نیس' دی مہاراجہ آف سیر پور۔" وائسرائے کے خوبصورت انگریزی لب لہجے نے احاطے میں موجود حاضرین کو خاموش کرا دیا۔ "سیر پور ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے آپ کی تقرری کا شاندار موقع آ چکا ہے۔ میرے لئے یہ ایک اعزاز ہے کہ میں شہنشاہ ہندوستان اور برطانوی بادشاہت کی حکومت کے نمائندے کے طور پر آپ کو' آپ کے آباؤ اجداد کی قدیم گدی پر رونق افروز کروں اور یہ نوید دوں کہ اکتیس توپوں کی سلامی کے اعزاز کے ساتھ آپ کا مرتبہ ریاست کے فرسٹ کلاس مہاراجہ کا ہو گا۔"

وائسرائے نے ایک طویل تقریر کی جس میں نصیحتوں کے ساتھ ساتھ مہاراجہ کی خدمات کا اعتراف بھی تھا جو اس نے برطانوی راج کے لئے انجام دی تھیں۔

جیہ' وائسرائے کی تقریر بھی سن رہی تھی اور یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کیا وائسرائے کو اپنے دورے پر اٹھنے والے اخراجات نظر نہیں آتے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ ایک ہندوستانی ریاست اپنی آمدنی کا سب سے زیادہ حصہ برطانوی حمایت کے حصول پر خرچ کرتی ہے؟ اسے یہ بھی یقین تھا کہ وائسرائے اور اس کی بیوی وہ زیورات اور تحائف لینے سے قطعی انکار نہیں کریں گے جو انہیں چھیاسی مصاحبین و ملازمین کے ہمراہ سفید ٹرین میں شیلانگ گولف کورسز کو ان کی روانگی سے قبل دیئے جائیں گے۔

تقریر کے بعد مہاراجہ ہندوستان کے وائسرائے کی معیت میں اپنی گدی تک پہنچا۔ میں موجود ہجوم نے خوشی کے مارے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ وائسرین نے شور...

...بنایا اور دستانے والے ہاتھوں سے اپنے کانوں کو ڈھانپ لیا۔ مہمان رانیوں نے اس کی حرکت پر آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور ذو معنی انداز میں مسکرا...

...ادھر مہاراجہ کے گدی پر بیٹھنے کے بعد برطانوی ریزیڈنٹ نے ریاست کی مہر اور سیر پور خزانے کی چابیاں نئے حکمران کے حوالے کر دیں جو مہاراجہ وکٹر کی موت کے بعد سے ...ی ریزیڈنسی میں رکھا گیا تھا۔

مہاراجہ پرتاپ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے تقریر شروع کر دی۔ جب ...نے وائسرائے اور لیڈی ریڈنگ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا تو وائسرین بے چینی ...ُرسی پر پہلو بدلنے لگی۔ جیہ اسے گھور رہی تھی لیکن جب اس نے اپنے شوہر کی آواز ...سرت کا عنصر پایا تو اس نے بھی اپنی نگاہوں کا انداز بدل لیا۔

"یہ عظیم برطانیہ ہی تھا جس نے میرے دادا کو سیر پور میں ریلوے لائن بچھانے کی ...ت دی تھی اور ہم اسی ریلوے لائن کے ذریعے برطانوی ہندوستان سے منسلک ہیں۔ ...اجہ پرتاپ کہہ رہا تھا۔ "پھر میرے آنجہانی بھائی نے ہوائی جہازوں کا ایک فلیٹ خریدا ...کو پرنس آف ویلز نے بے حد سراہا اور اب میرا ارادہ ہے کہ میں سیر پور میں نئے ہوائی ...، تعمیر کروں گا تاکہ کاروبار ترقی کرے اور سیر پور کے دور دراز کے علاقے دارالحکومت ...منسلک ہو جائیں۔ یہ ایک ایسا خواب ہو گا جو شاید کسی نے آج تک دیکھنے کی جرات ...کی ہو گی۔"

جیہ کی نگاہیں وزیر اعظم کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ سر اکبر نے ابھی اپنے نئے حکمران کے وعدوں پر اٹھنے والے اخراجات کا تخمینہ لگانا شروع کر دیا ہو گا۔

لیکن وائسرائے اپنے دورے کے انتظامات پر بے حد خوش تھا اور لنچ کے دوران اس ...اس شاندار استقبال پر جیہ کا بہ طور خاص شکریہ ادا کیا تھا۔

آخر میں مہمان مہاراجہ اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ نئے مہاراجہ کے لئے ...تمناؤں کا جام تجویز کر رہے تھے۔ جیہ کو یہ دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی کہ مہاراجہ پٹیالہ ...جام بلند کئے وائسرائے کے عین سامنے کھڑا تھا۔

"یور ایکسی لینسی۔" مہاراجہ پٹیالہ کی بلند آواز سب نے سنی تھی۔ "آج ہم نے یہاں ...شاندار تقریب میں ایک ہندوستانی حکمران کو اپنے آباؤ اجداد کی گدی پر بیٹھتے دیکھا ہے۔ ...ے خیال میں ایک ہندوستانی مہاراجہ یا بادشاہ اب آزادانہ حکومت کرنے کو فراموش کر چکا

ہے۔ خوشی کے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ ہماری ریاستوں
کا الحاق برطانیہ عظمیٰ سے ہوا ہے برطانوی ہندوستان سے نہیں۔"

"لیکن صورت حال یہ ہے کہ برطانوی ہندوستان کے افسران ہمارے اندرونی ریاستی
معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور جب اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ دھمکیوں پر اتر آتے ہیں
میں آپ کو یہ بھی یاد دلاؤں گا کہ چیمبر آف پرنسز' آزاد بادشاہوں کی ایک تنظیم ہے اور
کسی بھی طرح دیگر بین الاقوامی تنظیموں سے مختلف نہیں اور اس لحاظ سے وہ برطانوی
ہندوستان کے افسران کے احکامات کی پابند نہیں۔ سال میں ایک آدھ بار کا معاملہ دوسرا۔
لیکن ہماری تقاریب کا فیصلہ اور ان کا کنٹرول برطانوی افسران کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں ا
بات کی اجازت بھی نہیں ہے کہ کسی مشترکہ مقصد کے لئے ہم دوسرے ہندوستانیوں
رابطے یا مشورے کر سکیں۔ چیمبر آف پرنسز کی خبریں پریس کو جاری نہیں کی جاتیں۔
تمام اقدامات کے باعث ہمارا مقام اور شہرت داغ دار ہو رہی ہے۔

"ہم' یعنی ہندوستان کے حکمران مہاراجہ جنگ عظیم کے علاوہ زمانہ امن میں بھی برطا
عظمیٰ کے سب سے بڑے خیر خواہ ہیں۔ اس وقت میز پر کوئی ایسا حکمران موجود نہیں جس
برطانوی میدان جنگ میں اپنے سپاہیوں کی قربانی نہ دی ہو۔ آپ سے درخواست ہے کہ
کرم ہمیں ہمارا قانونی اور آئینی حق دیا جائے تاکہ ہم زیادہ دل جمعی کے ساتھ برطانیہ
کے لئے کام کر سکیں۔

مہاراجہ پٹیالہ کی تقریر کے دوران وائسرائے کے چہرے پر کسی قسم کی حیرت نہ
نہیں ہوئی تھی۔ اس نے شراب کا وہ گلاس اب بھی ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا جو اس نے مہا
پٹیالہ کے جواب میں بلند کیا تھا۔

"یور ہائی نیس" وہ نہایت تحمل سے بولا تھا۔ "ہندوستان کے سینئر حکمرانوں کی مو
میں' میں اپنے خیالات کو دہرانا پسند کروں گا جن کا اظہار میں نے نظام حیدر آباد سے ملا
کے دوران کیا تھا..... ان کا تعلق ہندوستانی ریاستوں اور برطانوی راج کے درمیان تعا
کار سے ہے۔"

"ہندوستان میں سب سے زیادہ اہمیت برطانوی تاج کے استحکام کو حاصل ہے۔ اس
ہندوستان کا کوئی بھی حکمران برابری کی بنیاد پر برطانوی حکومت سے مذاکرات کا مطالبہ نہیں
سکتا۔"

"ہماری برتری کا دارو مدار ریاستوں سے معاہدوں پر نہیں بلکہ ان کی آزاد حیثیت

ہندوستانی حکمران محض پیچ و تاب کھا کر رہ گئے تھے کیونکہ لارڈ ریڈنگ کے الفاظ نے
ہندوستان اور تاج برطانیہ کے درمیان بنیادی معاہدے کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔

لنچ کے بعد وائسرین نے اس نئے باغ میں پہلا پودا لگایا جسے اس کے نام سے موسوم کیا
نے والا تھا۔ یعنی لیڈی ریڈنگ پارک' جیہ نے مہمان مہارانیوں کو دیکھا وہ اپنے ہاتھوں کی
لئے ہوئے وائسرائے کو برا بھلا کہہ رہی تھیں لیکن یہ بھی ان کی خوش قسمتی تھی کہ
ریڈنگ کو یہ احساس نہیں ہو سکا تھا کہ ہندوستانی حکمرانوں کے اعتماد کو دھوکہ دینے پر
ائے کو کس انداز میں برا بھلا کہا جا رہا ہے۔

"اگر ہمارے معاہدے بے مصرف ہیں تو پھر وائسرائے کسی بھی وقت ہمارے تخت
کر سکتا ہے کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے ہندوستان کی بھلائی اور
امن کے لئے کر رہا ہے۔" ایک مہارانی نے غصے سے کہا۔

"انگریز تو ساہوکاروں اور سودخوروں سے بھی بدتر ہیں۔ انہوں نے ہماری ہر شے ہم
خیالی ہے اور اب بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان کے مقروض ہیں۔"

جیہ کا خیال تھا کہ شاید وائسرائے کے دورہ سیرپور سے اس کی حیثیت بھی تبدیل ہو
گی لیکن جونہی وائسرائے سیرپور سے روانہ ہوئے وہ اپنے شوہر کے لئے ایک بار پھر
صرف ہو گئی۔ وہ ہر اس عمل کی تضحیک کرتا تھا جس سے میاں بیوی کے درمیان محبت
پنپ سکتی تھی یا اس کا اظہار ہو سکتا تھا۔

مگر اس کے باوجود جیہ ہر صبح پوجا پاٹ میں اپنے شوہر کی سلامتی اور ترقی کی دعائیں
اور ان راتوں کو بھولنے کی کوشش کرتی جن راتوں میں پرنس پرتاپ اپنی بیوی کو دشمن
سمجھ کر پوری قوت سے اس پر حملہ آور ہوا تھا۔

اسے وہ طویل سال بھی یاد تھے جو اس نے ان راتوں کے انتظار میں گزارے تھے۔
اعتراف تھا کہ اس طویل انتظار کا اسے کوئی اچھا بدلہ نہ ملا تھا۔

جیہ اس امر سے بھی بخوبی آگاہ تھی کہ مہاراجہ پرتاپ ایک خاص مقصد کے تحت اس
پہنچ آیا ہے۔ ورنہ جب تک وہ ریاست کا حکمران نہیں بنا تھا اس نے کبھی پلٹ کر
کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

مگر اب صورت حال مختلف تھی' مہاراجہ پرتاپ کو اب اپنے ولی عہد راجکمار کی
ت تھی اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ جیہ کے قریب آیا تھا۔ قبائلی علاقے کے

دورے کے دوران اس وحشیانہ فعل کی ابتدا ہوئی اور پھر محل میں بھی اسے بار بار دہرایا گیا۔
جیہ کئی روز تک اپنے شوہر کے ظلم و ستم سہتی رہی اور پھر جب محل کے ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی کہ جیہ ماں بننے والی ہے تو وہ ایک بار پھر اپنے شوہر کی شکل دیکھنے کو ترس گئی۔ مہاراجہ پرتاپ نے اس کے بیڈ روم میں آنا چھوڑ دیا۔
مگر اب جیہ کو خود اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ پردہ پیلس میں منتقل ہو گئی تاکہ خود کو مہاراجہ پرتاپ سے دور رکھ سکے۔

اپریل میں مہارانی جیہ دیوی نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ سیرپور کی شیر دل مہارانی نے جب پسینے میں بھیگے ہوئے لمبے بال جیہ کے چہرے پر سے ہٹائے تو جیہ نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ بالآخر اس نے سیرپور سے اپنا تعلق قائم کر لیا تھا۔ وہ سیرپور ریاست کا جانشین پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی اور یوں وہ لڑی ٹوٹنے نہیں پائی تھی جو صدیوں سے صحیح سلامت چلی آ رہی تھی۔
مہاراجہ پرتاپ یورپ کے سفر سے لوٹا تھا۔ اس لئے جانشین پیدا ہونے کی تمام تر تقریبات شیر دل مہارانی نے برپا کیں۔ صبح صادق اور غروب کے وقت توپوں سے گولے داغے گئے۔ مندروں کی گھنٹیاں بجائی گئیں۔ یہ اعلان تھا کہ سیرپور کا ولی عہد اس دنیا میں جنم لے چکا ہے۔ قیدی رہا کئے گئے۔ بادشاہت کے عوام میں نئے کپڑے تقسیم کئے گئے۔ سٹی پیلس کے وسیع و عریض صحن میں کئی بڑے بڑے خیمے نصب کر دیئے گئے تھے جن میں دن میں دو دفعہ غرباء کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔
شوہر کی واپسی پر جیہ بھی سٹی پیلس لوٹ آئی۔ اس نے ولی عہد کو اپنی چھاتیوں سے لپٹا رکھا تھا اور نہایت فخریہ انداز سے اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنی ہی دنیا میں مگن تھی۔ اس لئے اس نے مہاراجہ کی وہ معذرت بھی نہیں سنی تھی جو اس نے ولی عہد کی پیدائش کے وقت یہاں موجود نہ ہونے پر بیوی سے کی تھی۔
لیکن جب مہاراجہ' جیہ کی طرف جھکا تو اس نے رخ بدل لیا اور مہاراجہ کے ہونٹ صرف اس کے گالوں کو چھو سکے۔ عین اسی لمحے ولی عہد نے شور مچانا شروع کر دیا۔ جیہ سکرائی۔ اس نے بچے کو دودھ پلانے کے لئے اپنی ساڑھی نیچے سرکا دی۔
"رکو!" مہاراجہ اچانک ہی تیز آواز میں گویا ہوا۔
جیہ نے سینے سے لپٹے ہوئے بچے سے نگاہ ہٹائی اور حیرت سے اپنے شوہر کو دیکھنے لگی۔
"سیرپور کی مہارانیاں' دائیوں کو ملازم رکھتی ہیں۔" مہاراجہ کا لہجہ بدستور سخت تھا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی دیہاتی عورتوں کی طرح اپنے بچے کو دودھ پلائے۔"
"حکم!" جیہ کے چہرے پر خوف امڈ آیا۔ اس نے بے بس نگاہوں سے اپنے شوہر کو

دیکھا۔ مہاراجہ پرتاپ نے اسے کبھی بیوی کا مقام نہیں دیا تھا اور آج وہ اس سے ماں کا حق بھی چھین رہا تھا۔ اس نے جلد ہی نگاہیں جھکا لیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ مہاراجہ ان نگاہوں میں اپنے لئے نفرت کو ٹھاٹھیں مارتے دیکھے جن نگاہوں نے ہمیشہ اس کی سلامتی کی آس و امید کو اپنی پتلیوں میں جگہ دی تھی۔

اسے چپ لگ گئی یا اس نے خود کو بے حس بنالیا۔ وہ دربار ہال میں اپنے شوہر کے پہلو میں بیٹھ کر درباری امور نمٹاتی پھر اکبر کی تیار کردہ مہمانوں کی وہ فہرستیں دیکھتی جو بچے کی پیدائش کی تقریبات میں شرکت کے لئے آنے والے تھے جبکہ دایا' مہارانی کی رہائش گاہ پر ریاست کے ولی عہد کو دودھ پلا رہی ہوتی۔

مہاراجہ یونہی اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرتا رہتا اور جیہ خاموشی کے ساتھ اس کے ظلم و ستم سہتی رہتی' لیکن جب چھوٹا ڈنگرا' سیر پور پہنچا تو اس کے شوہر کے اس رویئے میں قدرے تبدیلی آگئی۔

"تمہاری والدہ نواسے کی پیدائش پر بے حد خوش ہیں۔" چھوٹے ڈنگرا نے سونے کے سکوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی بچے کے سر کے گرد گھمائی اور چاندنی کو تھما دی۔ "جب میرے والد کا دیہانت ہو رہا تھا تو انہوں نے تمہاری والدہ سے کہا تھا کہ وہ ریاست کی بہتری کے لئے پرارتھنا کریں اور اب جبکہ میں اپنی ریاست کا حاکم ہوں ان کی موجودگی میرے لئے باعث تقویت ہے۔" اس نے اپنے عظیم جثے کو ایک کرسی میں گویا فٹ کیا۔ "لیکن میں نہیں سمجھتا کہ انگریزوں کو پرتاپ کو لندن میں کھیلتے کودتے دیکھ کر تقویت ملتی ہو گی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ پرتاپ کی رعایا مسائل سے دوچار ہے۔"

"کیا برطانیہ میں بھی قحط پڑ گیا ہے! حکم؟" جیہ نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"ملازمتوں کا قحط' شہزادی" چھوٹے ڈنگرا نے جواب دیا۔ "جنگ سے بچ جانے والے لوگ اپنے بال بچوں کو نہیں پال رہے کیونکہ انہیں کام دستیاب نہیں۔ پچھلے مہینے انہوں نے لندن کی طرف احتجاجی مارچ کیا۔ وہ نوکریاں چاہتے تھے لیکن انہیں گولیاں ملیں اگر صورت حال بہتر نہ ہوئی تو بہت ممکن ہے کہ برطانیہ کو کسی انقلاب کا سامنا کرنا پڑے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر بچے کا ننھا منا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "جب کبھی تمہیں پرتاپ کے ساتھ تنہائی ملے تو اسے سمجھانا کہ وہ قوم پرستوں کے ساتھ بہتر روابط استوار رکھے کیونکہ اگر برطانیہ کی عمارت منہدم ہوئی تو ہمارا مستقبل صرف قوم پرستوں سے تعاون میں پوشیدہ ہو گا۔"

"ہم مجبور ہیں' حکم!" جیہ نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔ "اس وقت ہمارے شوہر کو صرف اپنی خوشی عزیز ہے۔ یقین کریں کہ اپنے بیٹے کو بھی وہ ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔"

چھوٹے ڈنگرا نے ہنکارا بھرا جس سے اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا تھا۔ "پرتاپ ایک پیارا اور خوبصورت آدمی ہے لیکن سیر پور کے دوسرے حکمرانوں کی طرح وہ بھی حقیقت پسند نہیں اور حقیقت یہ ہے شہزادی کے پچھلے ماہ پیپلز کونسلوں نے بمبئی میں ایک ریفارمسٹ آرگنائزیشن بنائی ہے جس کا مقصد ہندوستانی ریاستوں میں انقلاب کی راہ ہموار کرنا ہے۔"

جیہ نے ممتا کے جذبے سے سرشار ہو کر بچے کو سینے سے بھینچ لیا۔ وہ جانتی تھی کہ سیر پور کے حکمرانوں کی قوت براہ راست برطانوی تخت سے وابستہ ہے اور اس قوت کو کمزور کرنے میں بھی کئی سال درکار ہوں گے۔"

ایک ہاؤس ہولڈ گارڈ نے باادب باملاحظہ کی صدا لگا کر مہاراجہ کی آمد کا اعلان کیا۔ ڈنگرا' پرتاپ کے استقبال کے لئے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہم تمہارے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں برابر کے شریک ہیں' پرتاپ۔"

"ایک خوشی کی خبر اور ہے' چھوٹے۔" پرتاپ نے گرم جوشی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔ "میرے ریزیڈنٹ نے بتایا ہے کہ وہ اگلے سال گھر واپس جا رہا ہے۔"

"یہ مذاق کا موقع نہیں' پرتاپ۔" ڈنگرا نے ناصحانہ انداز اختیار کیا۔ "نئی اصلاحی تحریک یا ریفارمسٹ موومنٹ ہمارے مستقبل کے لئے بھیانک خطرہ ہے اور اب برطانوی تخت' ہماری ریاستوں میں انگریزی افسروں کے بجائے ہندوستانی افسران تعینات کر رہا ہے۔ ان میں سے بعض ہندوستانی افسران ہم سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ انگریزوں نے تصور میں بھی نہیں کی ہو گی۔ کم از کم سر ہنری ایک ایسا شخص ہے جسے تم اچھی طرح جانتے ہو ممکن ہے اس کا جانشین کوئی بہت خبیث آدمی ہو۔"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' چھوٹے۔" پرتاپ نے ڈنگرا کی سنجیدہ بات ہنسی میں اڑائی۔ "سر اکبر کے پاس ان جانشینوں کی مکمل فہرست موجود ہے اور تم شاید نہیں جانتے کہ یہ فہرست ہمارے جاسوسوں نے برطانوی ریزیڈنٹ سے چرائی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی ایسا آدمی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جو واقعی سیر پور کا ہمدرد ہو گا.... چھوڑو ان باتوں کو۔ آؤ میں تمہیں وہ دو نئے جہاز دکھاؤں جو کچھ ہی عرصہ قبل انگلستان سے آئے ہیں۔ انہیں اس وقت ہینگرز میں کھولا جا رہا ہے۔"

اکتوبر میں بچے کا نام رکھنے کی تقریب اسی احاطے میں ہوئی جہاں وائسرائے نے پرتاپ

کو مہاراجہ کے اختیارات تفویض کئے تھے۔ بے قرار پرجا ایک بار پھر اس احاطے کی دیوار پر چڑھی بیٹھی پجاری کو ولی عہد کے لئے پوجا کرتے دیکھ رہی تھی۔

راج گورو، بچے کو اٹھا کر جلتی ہوئی آگ کے پاس لے آیا۔ اس کے ننھے منے ہاتھوں میں چاول رکھ دیئے گئے۔ جب معصوم بچے نے اپنی مٹھیاں کھولیں اور چاول جلتی ہوئی آگ میں جا گرے تو لوگوں نے نعروں اور تالیوں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ دریائے گنگا کا پوتر پانی بچے کے جسم پر چھڑکا گیا اور سیندور سے اس کے ماتھے پر نشان بنایا گیا۔ راج گورو نے بلند آواز سے منتظر لوگوں کو بتایا کہ سیرپور کا ولی عہد ارجن، کے نام سے پکارا جائے گا۔

حیرت انگیز طور پر ننھا ولی عہد اس پوری تقریب کے دوران بے حد خوش رہا تھا۔ وہ ایک مرتبہ بھی نہیں رویا تھا بلکہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آگ کے بلند ہوتے ہوئے شعلوں کو دیکھتا رہا تھا۔ بچے کی دلچسپی دیکھ کر جیہ کو بے اختیار یاد آیا تھا کہ ولی عہد کا نام اس عظیم بادشاہ کے نام پر رکھا گیا تھا جس کا رتھ کرشن بھگوان کھینچتا تھا۔

دو دن بعد لیڈی مودی، ویلز پیلس پہنچی۔ اس نے اتنے بنڈل اٹھا رکھے تھے کہ وہ خود ان کے عقب میں چھپ سی گئی تھی۔ وہ جیہ سے ملنے کے لئے بے تابی سے آگے بڑھی اور تمام پیکٹ سنگ مرمر کے فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

"اوہ شٹ!" وہ کراہ اٹھی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ تحفہ جسے میں ساری دنیا سے چھپا کر یہاں لے آئی تھی پیش کرنے سے محض چند ثانئے قبل کرچی کرچی ہو جائے گا۔"

جیہ نے محبت سے لیڈی مودی کو بانہوں میں بھر لیا۔ "ہمیں کسی تحفے کی ضرورت نہیں ہے، پسی۔"

لیڈی مودی جھٹکے سے پیچھے ہٹی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ "یہ تمہارے لئے نہیں تھا، ڈارلنگ! یہ تمہارے بیٹے کے لئے تھا۔ یہ ایک پکنک ہیمپر تھا۔ سنہری کام والے گلاس۔ ایک بہت ہی زبردست کاک ٹیل شیکر۔ مونوگرام والی پلیٹیں۔ کٹلری۔ ڈنر سیٹ اور....."

"اے بھگوان" جیہ نے دخل اندازی کی۔ "وہ صرف چھ ماہ کا ہے۔ پسی۔ پکنک ہیمپر بھلا اس کے کس کام کا؟"

لیڈی مودی کوئی جواب دیتی لیکن اس کے کتوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور وہ ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔ "یہ مجھے نواب آف پرتاپ گڑھ کی شادی پر بھی بے حد پریشان کریں

گے" لیڈی مودی نے پہلی بات بھول کر جیہ کو آگاہ کیا۔

جیہ نے مارٹینی کے دو گلاس بنائے۔ اس نے ایک گلاس لیڈی مودی کو تھما دیا اور دوسرا اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔ "لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ نواب اپنے آٹھ سو کتوں میں ان کتوں کے شور کا کوئی نوٹس لے گا۔" وہ مسکرائی۔ "لیکن، پسی، اس دفعہ نواب نے کسی لڑکی سے شادی کی ٹھانی ہے؟"

"یہی تو اصل پوائنٹ ہے، ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے اپنے گلاس سے ایک بھرپور چسکی لی۔ "وہ کسی لڑکی سے شادی نہیں کر رہا۔ بلکہ اپنے محبوب ترین کتے کی شادی...."

جیہ نے مارٹینی کا جو گھونٹ بھرا وہ اس کے حلق میں ہی اٹک گیا تھا۔ "پرتاپ گڑھ کا ان ایک کتے سے شادی کرنے جا...."

"اوہ ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے برا سا منہ بنایا۔ "کیا بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو، تم نواب کی پسندیدہ ترین کتیا ایک کتے سے بیاہی جا رہی ہے۔" بھوری آنکھیں جوش سے اٹھیں۔ "تم نے اپنا دعوت نامہ نہیں دیکھا، لوگ تو اس کی شادی کو موسم کا سب سے رین پروگرام قرار دے رہے ہیں۔"

"ہم نہیں سمجھ پائے کہ تم کیا باتیں کر رہی ہو، پسی؟"

جیہ نے ناک سکوڑی۔ "ہمیں کتوں کی شادیوں کے دعوت ناموں سے کوئی دلچسپی ں۔"

"میں جانتی ہوں۔" لیڈی مودی نے ایک طویل سانس لی۔ "اس بزدل نے یہ خبر جان بوجھ کر تم سے چھپائی ہو گی۔ میں بھی تمہیں نہیں بتا سکتی کہ ہم لوگوں نے یہ گرمیاں لندن کیسے گزاری ہیں۔ لندن میں عام ہڑتال تھی اور یونیفارم پہنے ہوئے لوگ بس ایک ہی ب مارچ کر رہے تھے۔ ہمیں تمہاری بے حد یاد آئی کہ تم بھی یہ منظر دیکھ لیتیں، لیکن تم بننے والی تھیں۔"

لیڈی مودی نے ایک بار پھر اپنے کتوں کو دیکھا لیکن وہ جیہ کی طرف متوجہ تھے۔ جیہ نے بھی ان بے زبان لیکن وفادار جانوروں کی توجہ محسوس کر لی تھی۔

"ویسے یہ ہو گی بے حد عظیم الشان شادی، ڈارلنگ۔" لیڈی مودی، موضوع ایک بار نواب کی کتیا کی شادی کی جانب موڑ لائی تھی۔ "تمہیں شاید جان کر حیرت ہو کہ شادی پر رائے کو بھی بلایا گیا ہے۔ لوگ اس کی شرکت یا عدم شرکت پر تبصرے کرنے میں ول ہیں۔ تم جانتی ہو کہ یورپین، جانوروں سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔"

"ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوئی۔" جیہ نے دانت کچکچائے۔ "ممکن ہے کہ نواب کو اپنا تخت بچانے کی یہی صورت دکھائی دی ہو کیونکہ اندور اور نابھہ کے تخت چھینے جانے کا واقعہ ابھی چھ ماہ بھی پرانا نہیں ہوا اور وہ......"

"اپنے پیشرو کے برعکس نیا وائسرائے لارڈ اردن ایک شریف النفس انسان ہے۔" لیڈی مودی نے وکالت کی۔ "اب میری بات غور سے سنو' ڈارلنگ۔" اس نے جیہ کا شانہ تھپتھپایا۔ "دلہن کا نام روشن آراء ہے.... یعنی نواب کی آنکھوں کی روشنی۔ یہ ہر دل عزیز کتیا' ریشمی بستر پر سوتی ہے اور ہیرے جڑے پیالوں میں کھاتی ہے۔ یہ جس کتے سے بیاہی جا رہی ہے اس کا نام بوبی ہے..... کیوں' ہے نا ایک مردانہ نام؟"

جیہ کو کتوں کے ذکر سے وحشت ہو رہی تھی۔ اس نے بھویں اچکائیں' لیکن شاید لیڈی مودی اس ذکر میں خاص رغبت محسوس کر رہی تھی۔

"میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میرا کوئی کتا پرتاپ گڑھ میں مرے۔" اس نے موضوع نہیں بدلا۔ "میں نے سن رکھا ہے اگر پرتاپ گڑھ کا کوئی شاہی کتا مرجائے تو اسے پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے اور اس کے جنازے کا باقاعدہ جلوس نکالا جاتا ہے۔"

جیہ اپنے شوہر کی منتیں ہی کرتی رہ گئی کہ وہ ایک کتیا کی شادی میں شرکت کر کے اپنی عزت و وقار کو داؤ پر نہ لگائے لیکن مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی یہ خواہش تھی کہ اس کی بیوی بھی اس شادی میں اس کے ہمراہ پرتاپ گڑھ جائے۔

چھوٹے ڈنگرا اور سر اکبر نے بھرپور کوشش کی تھی کہ پرتاپ اس شادی میں شرکت کا فیصلہ تبدیل کر دے۔

"دو برطانوی کمیشن ان دنوں ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں۔" انہوں نے پرتاپ کو آگاہ کیا۔ "یہ بٹلر کمیشن' برطانوی تخت کے ساتھ ہمارے روابط کا جائزہ لے رہا ہے' جبکہ سائمن کمیشن ہند کو داخلی خود مختاری دینے کے امکانات کا جائزہ لینے میں مصروف ہے۔"

چھوٹا ڈنگرا کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہا تھا۔ "دوسرے حکمران بٹلر کمیشن کی خوشنودی میں مصروف ہیں تاکہ اصلاحی تحریک سے جان چھڑانے کے لئے برطانویوں سے زیادہ سے زیادہ تعاون حاصل کیا جائے اور تم پرتاپ.... تم نے اس موقعہ کو ایک کتیا سے شادی کے لئے منتخب کیا ہے۔"

مہاراجہ پرتاپ نے کن انکھیوں سے لیڈی مودی کو دیکھا جس کے ہونٹوں پر دبی مسکراہٹ تھی۔ وزیر اعظم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔

"یہ ضروری ہے حکم کہ شاہی ہندوستان اس وقت تاج برطانیہ اور قوم پرست' دونوں کے ساتھ بہتر اور متوازن تعلقات استوار رکھے۔ پرتاپ گڑھ میں آپ کی موجودگی کی رپورٹ سرہنری کے توسط سے لازمی طور پر برطانوی سرکار کو مل جائے گی۔"

مہاراجہ پرتاپ نے وزیر اعظم کے الفاظ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ "میری ذمہ دار بیوی نے مجھے ریاست کے ولی عہد سے نوازا ہے سو برطانوی تخت نے میری منظوری دے دی ہے۔" اس کے لہجے میں فخر سے زیادہ غرور اور تکبر جھلک رہا تھا۔ "ممکن ہے کسی نے وکٹر یا حکمرانی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہو' لیکن خاطر جمع رکھو کہ سرہنری کو نری مجھے تباہ نہیں کر سکے گا۔ بائی دا وے' تم لوگ یہ بھی سن لو کہ آسبرن' سرہنری کو نری کا جانشین ہو گا۔"

مہاراجہ پرتاپ نے لیڈی مودی کی انگلیاں اپنے ہونٹوں سے لگالیں۔ "خوش قسمتی سے میرا کے دوست جیمس آسبرن نے پرنس آف ویلز کے دورے کے دوران سرہنری کو بے حد متاثر کیا تھا۔ اس لئے میں نے سر اکبر سے کہا ہے کہ وہ اس نوجوان کو یہاں بلانے کی کوششیں کریں۔ کم از کم وہ پولو تو اچھی کھیلتا ہے اور تم پولو کپ دینے سے محبت کرتی ہو.... میں سچ کہہ رہا ہوں نا پسی؟" اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

ٹرین ریاست پرتاپ گڑھ کی سرحد پر واقع چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی تو سیرپور کے ایشن کتوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ وہ پوری قوت سے کھڑکی کی آہنی سلاخوں سے ٹکرا رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ وہ یہ سلاخیں توڑ کر باہر نکل جائیں۔ جیہ نے پہلے تو خشمگیں نگاہوں سے انہیں گھورا لیکن پھر ایک طویل سانس لے کر باہر دیکھنے لگی۔ ان کتوں نے ہندوستان کے ایک سرے سے بحیرہ عرب کے کنارے واقع دوسرے سرے تک پہنچنے کے لئے دو ہزار میل کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس طویل سفر کے بعد ان کا اکتانا ایک لازمی امر تھا۔

مہاراجہ پرتاپ نے پلیٹ فارم پر بچھے سرخ قالین پر قدم رکھا تو سیرپور کے قومی ترانے کی دھن بجائی گئی لیکن کتوں کے بھونکنے کے شور میں میوزک دب کر رہ گیا تھا۔ جس وقت وہ پلیٹ فارم پر اتری' مہاراجہ اس وقت گارڈ آف آنر کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں سامنے ریلنگ پر جم کر رہ گئی تھیں جہاں سینکڑوں کی تعداد میں کتے بندھے ہوئے تھے۔

"یہ دولہا کی پارٹی کے ہیں۔" مہاراجہ پرتاپ نے کار میں سوار ہوتے ہوئے اپنی بیوی کو بتایا۔ "یہ سب کے سب ہمارے ساتھ دارالحکومت جائیں گے۔"

وہ لوگ ونڈ پیلس پہنچے تو سمندر کی مرطوب اور ٹھنڈی ہوا نے ان کا استقبال کیا۔ پرتاپ گڑھ کا وزیر اعظم انہیں خیر مقدم کہنے کو موجود تھا۔ کتے چھلانگ لگا کر کار سے اترے اور وزیر اعظم کے گرد جمع ہو گئے جیہ نے اس کی نگاہوں میں بھی کتوں کے لئے دلچسپی کے آثار دیکھے تھے۔

"دارالحکومت کے لئے ٹرین کی روانگی سے قبل آپ لباس تبدیل کر لیں' یور ہائی نیس۔" وزیر اعظم نے نہایت مودب لہجے میں مہاراجہ کو مخاطب کیا۔ "دیگر حکمران پہلے ہی ناشتے پر ہیں۔"

شہزادوں اور راج کماروں کا ایک گروپ ونڈ پیلس کے برآمدے میں بیٹھا تھا۔ جیہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو چیمبر آف پرنسز کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے سو نخروں سے کام لیتے تھے حالانکہ جانتے تھے کہ چیمبر آف پرنسز ان کی ریاستوں اور بادشاہتوں کے مستقبل کا محافظ ہے لیکن اس وقت وہ نہایت بے فکری اور آرام سے ایک کتیا کی شادی میں شرکت کے لئے ہندوستان کے دوسرے کونے میں بیٹھے وہسکی اور سوڈے سے جی بہلا رہے تھے۔

لیڈی مودی' جیہ کو سیڑھیوں سے اوپر لے گئی۔ "مجھے لباس تبدیل کرنے کے لئے تمہاری خادماؤں کی ضرورت پڑے گی' ڈارلنگ۔" چلتے چلتے لیڈی مودی نے جیہ کو آگاہ کیا۔ اس نے بیزاری سے اپنے چھوٹے چھوٹے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ "میرے خیال میں مجھے خود ہی اپنے بال گھنگریالے بنا لینے چاہئے تھے۔"

"تم ہندوستانی ہو۔ بسی۔" جیہ نے اسے یاد دلایا۔ "تمہیں پرتاپ گڑھ جیسی قدامت پرست ریاست میں میموں جیسے کپڑے زیب تن کرنا اچھا نہیں لگے گا۔"

"قدامت پرست؟" لیڈی مودی نے بے یقینی سے پلکیں جھپکائیں۔ "تم کیا بات کر رہی ہو ڈارلنگ؟ جانتی ہو کہ بقول تمہارے اس قدامت پرست ریاست کا نواب اپنی کتیا کی شادی کرنے جا رہا ہے۔ تم اس دھوکے میں نہ رہنا۔ تقریب میں فوٹوگرافرز کی ایک بڑی تعداد موجود ہو گی۔ اپنے زیورات پہننا نہ بھولنا۔"

جیہ خوفزدہ تھی کہ نوزائیدہ اصلاحی تحریک ایک کتیا کی شادی میں اس کے شوہر کی موجودگی کو جانے کیا رنگ دے۔ اس نے بے دلی سے ایک آرنٹ ساڑھی پہن لی تھی۔ اس کی ملازمائیں لیڈی مودی کے واویلے سے بے حد پریشان تھیں۔

"میرا روج کہاں ہے؟ میرے بال کس قدر بھیانک دکھائی دے رہے ہیں؟ میں فوراً

بمبئی واپس جا رہی ہوں۔"
آخرکار لیڈی مودی تیار ہو گئی۔ ایک بڑا سا پرس اس کے شانے پر لہرا رہا تھا۔
مہمان حکمران محل کی لابی میں جمع تھے۔ وہ قیمتی لباسوں میں ملبوس خوش گپیوں میں
تھے۔ سورج غروب ہونے کو آیا تو محل کے دروازے کھول دیئے گئے۔ پورچ میں
ین کاروں کا ایک قافلہ روانگی کے لئے تیار تھا۔
یلوے اسٹیشن پر بھی روانگی کی تیاریاں جاری تھیں کتوں کو ان کے متعلقہ کمپارٹمنٹس
ل کیا جا رہا تھا۔ سیر پور السیشنز کو بھی لیڈی مودی کے کتوں کے ساتھ ان کے ڈبے
دیا گیا تھا۔
وہ دیکھو۔" لیڈی مودی نے جیہ کی توجہ ایک جانب مبذول کروائی۔ "وہ رہا دولہا!"
رخ رنگ کا ایک کتا زمین پر بیٹھا تھا۔ کئی ملازم اس کے اردگرد موجود تھے۔ اس کے
پیروں میں طلائی پازیب پہنائی گئی تھی۔ اس کی گردن میں ہیرے جواہرات سے مرصع
ری ہار تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملازموں نے دولہا میاں کو عروسی ڈبے میں پہنچا دیا جو
ے ڈھکا ہوا تھا۔ لوگ ڈبے پر جیسے ٹوٹ پڑے۔ وہ دولہا کی ایک جھلک دیکھنے کو بے
لیکن دولہا کے محافظ انہیں دور ہٹانے میں مصروف تھے۔
پاؤنڈ میں موجود نقرئی بکٹ' شیمپین کی ٹھنڈی بوتلوں سے لبالب بھرے ہوئے تھے۔
پرتاپ اور لیڈی مودی نے ایک کھڑکی کے قریب نشست سنبھالی۔ انہوں نے شیمپین
میں انڈیلی اور گلاس ایک دوسرے سے ٹکرا کر ہونٹوں سے لگا لئے۔
لر حکمران بھی اسی ڈبے میں موجود تھے۔ رش اتنا تھا کہ جب ٹرین چلی تو وہ ایک
مں گویا پیوست سے ہو گئے تھے۔ جھٹکا لگنے سے کتوں نے بھی شور مچانا شروع کر

نا جب پرتاپ گڑھ کے دارالحکومت پہنچی تو رات ہو چکی تھی کھڑکی کے سامنے بیٹھے
ران نے اعلان کیا کہ اسے پلیٹ فارم پر ایک بھاری بھرکم استقبالیہ کمیٹی دکھائی دے
- دیگر حکمرانوں نے ہنکارے بھرے اور وہ اپنے اپنے لبادے درست کرنے لگے۔
پرتاپ نے تجویز پیش کی کہ وہ حفظ مراتب کے لحاظ سے تیاری کریں تاکہ ڈبے سے
سا افراتفری کا مظاہرہ نہ ہونے پائے۔
با خوبصورت خیال ہے' حکم!" ایک حکمران نے ہنستے ہوئے رائے زنی کی۔
یکن یہ کون یاد رکھے گا کہ کسے کتنی توپوں کی سلامی ملتی ہے۔" ایک دوسرے نے

دریافت کیا۔

"وائسرائے کو بلاؤں۔" ایک آواز سنائی دی۔ "وہ بہتر جانتا ہے کہ کس کا پروٹوکول کیا ہے؟"

چھوٹا سا ڈبا قہقہوں سے گونج اٹھا۔

وہاں جمع ہونے والے حکمرانوں میں پرنس پرتاپ سب سے سینئر تھا اس لئے وہ سب سے پہلے نیچے اترا۔ نواب آف پرتاپ گڑھ نے آگے بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا۔

پرتاپ گڑھ کی پوری کابینہ اپنے حکمران کے ہمراہ تھی۔ ان کے عقب میں چمکتے دمکتے لباسوں میں مہماندار موجود تھے۔ توپوں کی سلامی دی جا رہی تھی۔ ہر حکمران کے کتے اس کے ہمراہ تھے نواب کے ساتھی ان کتوں کو زر و جواہر میں تول رہے تھے۔ ہر حکمران کو گارڈ آف آنر پیش کیا گیا تھا۔ گارڈ کے معائنے میں مہمان کتے بھی اپنے مالکوں کے ہمراہ تھے۔

جونہی کوئی حکمران پلیٹ فارم پر بچھے سرخ قالین پر قدم رکھتا اس کی ریاست کا قومی ترانہ بجایا جاتا۔ گو بینڈ کی آواز خاصی تیز تھی لیکن کتوں کا شور بھی اس قدر تھا کہ یہ آواز مدھم محسوس ہو رہی تھی۔ لیڈی مودی اسی باعث حلق کے بل چلائی تھی۔

"غور سے دیکھنا ڈارلنگ!" اس نے جیہ کو مخاطب کیا تھا۔ "تمہارا نواب قدامت پرست ہے' یا نہیں؟"

دولہا میاں کو نیچے اتارا گیا تو کتوں نے بھونک بھونک کر اس کا استقبال کیا۔ پلیٹ فارم پر موجود حکمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے نواب کو دیکھ رہے تھے جو طلائی سکے دولہا کے اوپر سے نچھاور کر رہا تھا۔ کتا بھونک رہا تھا اور فرار ہونے کی راہ تلاش کر رہا تھا لیکن نواب نے اسے کھینچ کر قریب کر لیا۔ دولہا ہاؤس ہولڈ گارڈ کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے تھا۔ گارڈز نے سلامی دی۔ دولہا میاں ایڑیوں اور رائفلوں کے بٹ بجنے کی آوازوں سے قدر پریشان ہوا کہ اس نے ٹانگ اٹھائی اور اپنا ریشمی عروسی جوڑا گیلا کر دیا۔

نواب نے اپنی کتیا کے ہونے والے شوہر کی اس بدتمیزی کا قطعی برا نہیں مانا اور بدستور سپاہیوں کی قطاروں کے درمیان گھسیٹتا رہا۔ تمام حکمران نہایت سعادت مندی سے کے پیچھے چل رہے تھے پرتاپ گڑھ کا قومی بینڈ ایک جنگی دھن بجا رہا تھا جبکہ وہاں کے اپنے محافظوں کے ہمراہ جلوس کے پیچھے پیچھے تھے۔

کیمرا مین پلیٹ فارم پر قطاریں بنائے کھڑے تھے۔ اسٹیشن پر فاسفورس فلیش گنیں رہی تھیں۔ لیڈی مودی کو فلیش گنوں کی چکاچوند میں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا

فوٹوگرافروں کی طرف منہ کئے بدستور مسکرا رہی تھی۔ اخبار نویسوں نے اس شاہی کی طرف دوڑ لگا دی تھی جس میں نواب کو سوار ہونا تھا۔

نواب کے ساتھ دولہا میاں بھی طلائی ہودے کے نرم و ملائم گدیلوں پر ڈھیر ہو گیا۔ اس سر پر ایک محافظ خصوصی طور پر مسلط تھا جو اسے گدیلوں پر بیٹھنے پر مجبور کئے ہوئے تھا۔ ہودے میں سے سر نکالے اپنے مہمانوں کو ہاتھیوں پر سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔

جیہ نے لیڈی مودی کو اس ہودے میں گھسیٹا تھا جس کے گرد پردہ نصب تھا۔ لیڈی نے پہلے متجسس نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لیا پھر گدیلوں پر ڈھیر ہو گئی۔

"ہائی گاڈ' ڈارلنگ!" لیڈی نے ناک سکوڑی۔ "یہ لوگ کبھی ان چیزوں کی صفائی نہیں کیا؟"

اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے اپنا فلاسک نکال کر منہ سے لگا لیا۔ ٹھیک اسی وقت زمین پر ہوا ہاتھی اٹھ کھڑا ہوا اور فلاسک میں بھری ہوئی شراب اس کے کاہدار اسکرٹ پر آ خود لیڈی مودی بری طرح ہودے کی آہنی چادر سے ٹکرائی۔

"لعنت ہو نواب کے منحوس کتوں پر۔" اس کے منہ سے مغلظات کا ایک طوفان ابل "اس نے ہمیں کار میں کیوں نہیں بھجوایا؟ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے' ایک لطیفے کے سوا نہیں لیکن شاید تمہیں علم نہ ہو کہ اس نواب نے اپنی ریاست میں کتوں کے لئے جدید اسپتال تعمیر کروائے ہیں لیکن اپنی عوام کے لئے ایک بھی نہیں؟ میرا بس چلے تو میں کتوں کی ریاست کا بادشاہ بنا دوں۔ وہ صرف اس امر میں دلچسپی رکھتا ہے کہ اس کے جانوروں کو گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم جگہوں پر رکھا جائے۔ ان جانوروں اپنے ملازمین ہیں جو طلائی اور نقرئی پلیٹوں میں انہیں کھانا پیش کرتے ہیں لیکن سوال یہ کہ انسان..... یعنی اشرف المخلوقات.... اس سے محروم ہے۔"

باہر سے گانے بجانے کی آوازیں سنائی دیں تو لیڈی مودی خاموش ہو گئی ورنہ وہ اور بہت کچھ کہنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ بے قرار لیڈی نے ہودے کا پردہ ہٹایا اور گلاب کی کی پتیاں اس کے ہاتھوں پر آ گریں۔

"لو ڈارلنگ!" لیڈی مودی کسی پل چین سے نہ بیٹھ رہی تھی۔ "رقاصائیں۔ دیکھو کیسے دیوانہ وار رقص کر رہی ہیں۔ لگتا ہے کہ پورا پرتاپ گڑھ اپنے نواب کے اس سے شوق پر خوش ہو رہا ہے۔ وہ واقعی نواب سے محبت کرتے ہیں۔"

گلی پٹاخے ہاتھی کے عین سامنے پھٹے تو وہ ان سے بچنے کے لئے اچانک ایک سمت مڑا۔

اوپر ہودے میں بیٹھی ہوئی لیڈی مودی ایک بار پھر گدیلوں پر گر گئی لیکن اس بار اس
فلاسک بند تھا چنانچہ اس کے کپڑے مزید خراب ہونے سے بچ گئے۔

ہاتھیوں کی طویل قطاریں محل میں داخل ہوئیں تو تیز روشنیوں سے ہودے کی اندر
فضا بھی جگمگا اٹھی۔ مہمان حکمران ہاتھیوں سے اترنے لگے۔ ان کا رخ دربار ہال کی طرف
جہاں شادی کی رسومات انجام پانی تھیں۔

خواجہ سرا' جیہ اور لیڈی مودی کو حرم میں لے گئے جس کی جالی دار دیواروں
روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔ جیہ بڑے غور سے اس عظیم الشان عمارت کا جائزہ
رہی تھی۔ دولہا کے باراتیوں کے بھونکنے کی آوازیں یہاں تک سنائی دے رہی تھیں۔

اب دولہا بھی دربار ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ فوٹوگرافرز اس کی تصویریں بنانے کے
ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے۔ ایک درباری وزیر متوحش دولہا پر قابو پانے
کوششیں کر رہا تھا جو اپنی زنجیر تڑوا کر بھاگ جانے پر مصر تھا۔

روشن آراء اور بوبی کی شادی مکمل شاہی اعزاز کے ساتھ انجام پائی۔ روشن
شہزادیوں کے لباس میں ہیرے جواہرات سے لدی پھندی کھڑی تھی جبکہ اس کا دولہا
بھیگے ہوئے پاجامے میں تھا۔ ایک وزیر نے اس جہیز اور دولت کی فہرست پڑھ کر دولہا کو
جو دلہن اپنے ہمراہ لے جا رہی تھی۔ جب فہرست مکمل ہو گئی تو وہ دولہا کی طرف جھکا
نے دولہا کو یاد دلایا کہ اگر اس نے شادی ختم کرنے کی کوشش کی تو جہیز کی ایک ایک
دلہن کو واپس کر دی جائے گی۔ دولہا میاں نے دم ہلا کر گویا اس شرط سے متفق ہو
اعلان کیا۔

تقریب کے اختتام پر مہمان حکمرانوں نے دولہا' دلہن پر طلائی سکے نچھاور کئے جبکہ
کے ملازمین تحائف سے بھرے ہوئے ٹوکرے لے آئے۔ نواب زر و جواہر کے بکس
خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔

دربار ہال کے دروازے کھول دیئے گئے اور بے چین لوگ اندر در آئے۔ نواب
تخت پر بیٹھا آنے والوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا جو دلہن اور دولہا پر خالص سونا نچھا
رہے تھے۔

جب بارات میں شامل کتوں کو کھانے کے لئے لے جایا گیا تو ان کے بھو
آوازوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ نواب اپنے تخت
تو دولہا اور دلہن کو بھی عروسی ڈنر کے لئے لے جایا گیا۔

دو سو مہمانوں کے لئے ایک بہت بڑی میز سجائی گئی تھی جس پر انواع و اقسام کے
انے ڈھیر کئے گئے تھے۔ ڈنر ہال کے عین وسط میں رقاصائیں' کتوں کا دل بہلا رہی
یں۔

نواب ایک طلائی کرسی پر براجمان تھا۔ دولہا اس کے دائیں اور دلہن بائیں جانب
براجمان تھی۔ دونوں اپنی پچھلی ٹانگوں پر استادہ تھے۔ دلہن اپنے نقاب کی اوٹ سے اپنے مالک
و دیکھ رہی تھی۔ نقاب کا ایک سرا اس کے بائیں کان سے نیچے سرک آیا تھا۔ وہ کن
کھیوں سے اپنے دولہا کو بھی گھور رہی تھی۔ جونہی روشن آراء سر ہلاتی اس کی نقاب سرک
تی۔ نواب فوراً ہاتھ بڑھا کر نقاب درست کر دیتا۔ جیسے بیٹی کی بے پردگی سے خوف زدہ ہو۔

گیلے ریشمی پاجامے میں ملبوس دولہا میاں ان ساری خرافات سے بے نیاز اپنے سامنے
بھی تھالی سے کھانے میں مصروف تھا۔ اس نے ایک بار بھی اپنی دلہن کی طرف دیکھا نہ
رقص کرتی ہوئی لڑکیوں میں کوئی دلچسپی لی۔ اس تمام وقت میں صرف ایک بار اس نے سر
ٹھایا اور بھونک کر اپنا احتجاج رجسٹر کروایا جب ایک ملازم ڈنر ہال میں داخل ہوا اور تعظیم کے
لئے مہاراجہ پرتاپ کی کرسی کے سامنے جھک گیا۔

حکمران ڈنر ہال سے رخصت ہونے شروع ہوئے تو مہاراجہ پرتاپ نے ایک ٹیلی گرام
یہ کو تھما دیا۔ ملازم یہی ٹیلی گرام لے کر کمرے میں آیا تھا۔ لیڈی مودی' جیہ کے شانے پر
سے ٹیلی گرام کے مندرجات پڑھنے میں مصروف تھی۔

"قوم پرستوں نے درج ذیل قرار داد کے ذریعے اصلاحی تحریک کی حمایت کی ہے۔ یہ
انگریس' ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں پر زور دیتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کو شہریت کے
یادی حقوق فراہم کئے جانے کی قانونی ضمانت دیں۔ رعایا کو الحاق تقریر' تحریر کی آزادی ہونی
ہئے۔ پریس پر کوئی پابندی نہ ہو اور جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنا دیا جائے۔ یہ کانگریس
تمام ہندوستانی ریاستوں کے عوام کو یقین دلاتی ہے کہ وہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے جو
بھی پرامن تحریک شروع کریں گے اس کی بھرپور حمایت کی جائے گی اور حقوق کا استحصال
کرنے والی حکومت کے لئے ہر ممکن مخالفانہ اقدامات کئے جائیں گے۔ آپ سے درخواست
ہے کہ فوری طور پر دہلی پہنچیں تاکہ ہمارے تاج و تخت کو جو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس
سے نمٹا جا سکے۔ پٹیالہ' بیکانیر' الور۔"

لیڈی مودی کے حلق سے اطمینان کی ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔ "تھینک گاڈ۔"
اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہ تھی۔ "اچھا ہوا کہ وائسرائے نے اس شادی میں

شرکت کی دعوت قبول نہیں کی' ڈارلنگ۔ اس کی یہاں موجودگی قوم پرستوں کے اعتراضات کے دروازے کھول دیتی۔"

"جب تک جنگ کے لئے دولت یہاں سے کشید نہیں کر لی گئی' یہ شہر تاج محل کے سنگ مرمر کی طرح جگمگایا کرتا تھا۔" کار نے برطانوی ہندوستان کے نئے دارالحکومت کی چوڑی چکلی سڑکوں پر سفر کا آغاز کیا تو مہاراجہ پرتاپ کی آواز سنائی دی۔ "لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ انگریز ہمارے ٹیکسوں کا خوب خوب استعمال کر رہا ہے اور سنگ مرمر کے بغیر بھی اس شہر کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر تعمیر کر رہا ہے۔"

جیہ نے کار کے شیشوں سے باہر جھانکا' لیکن اسے شہر میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آئی۔ اس کے خیال میں انگریز نے یہ شہر تعمیر نہیں کیا تھا بلکہ بہ زور قوت ہندوستان پر مسلط کیا تھا اور اس کے لئے ہندوستان کا خون نچوڑا تھا۔

نئی دہلی کا کلکتہ سے کوئی جوڑ نہ تھا۔ جیہ کو یہاں کلکتہ کی سی کوئی عظمت دکھائی نہ دی تھی۔ اسے فروری کی سردی کے باوجود ان مزدوروں کے جسم پسینے میں تر دکھائی دے رہے تھے جو برطانوی شاہی دفاتر اور دیگر عمارتوں کی تعمیر میں بری طرح جتے ہوئے تھے۔

ایک اوور لوڈ ٹرک ان کے قریب سے گزرا۔ ٹرک کا سکھ ڈرائیور کھڑکی سے منہ نکالے ان دیہاتی عورتوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا جن کے ننگ دھڑنگ اور گنوار بچے اچانک فٹ پاتھ سے سڑک پر آ گئے تھے اور اسے اپنے باپ کی جاگیر سمجھ کر مزے سے چہل قدمی کر رہے تھے۔

سفید ٹوپیاں پہنے اور سیاہ جھنڈے اٹھائے ہوئے ایک گروپ سڑک پر آتا دکھائی دیا۔ ٹرک کے بریک چیخے۔ بے صبرا ڈرائیور نیچے کود آیا۔ وہ ان مظاہرین کو برا بھلا کہہ رہا تھا جو ٹریفک میں خلل ڈالنے کا باعث بنے تھے۔

جیہ کی توجہ نہ تو ٹرک کی طرف تھی اور نہ ہی وہ مظاہرین کی جانب متوجہ تھی بلکہ وہ تو ان بینروں کو پڑھ رہی تھی جو مظاہرین نے اٹھا رکھے تھے۔

ہندوستان کو آزاد مملکت کا درجہ دو۔

ہندوستان کے لئے اپنی حکومت

سائمن کمیشن واپس جاؤ۔

"قوم پرستوں کو توقع ہے کہ سائمن کمیشن انہیں مذاکرات کی دعوت دے گا تاکہ وہ ل کر فیصلہ کر سکیں کہ برطانوی ہندوستان آزادی کے قابل ہے یا نہیں۔" سر اکبر نے تبص

یلہ وہ کار کی اگلی نشست پر براجمان تھا۔ "لیکن برطانوی راج نے صرف انگریزوں کو متعین رنے کا فیصلہ کیا ہے اور ہندوستانی حکمرانوں نے ایک برطانوی وکیل کا انتخاب کیا ہے تاکہ ر کمیشن کے سامنے وہ ان کا کیس پیش کرے۔ ان کے خیال میں سرلیزلے اسکاٹ کی آواز سی بھی ہندو حکمران کی آواز سے زیادہ اثر انگیز اور طاقتور ثابت ہو گی۔"

شوفر نے کار کو انتہائی احتیاط کے ساتھ مظاہرین کے قریب سے نکالا اور اسے ایک گلی ں موڑ لیا جس میں ہندوستانی حکمرانوں کے محلات دکھائی دے رہے تھے۔ حیدر آباد ہاؤس۔ ج پور ہاؤس' الور ہاؤس۔ کشمیر ہاؤس۔ بیکانیر ہاؤس اور پٹیالہ ہاؤس پر ان کے ریاستی پرچم لہرا ہے تھے جن کا مطلب تھا کہ ان ریاستوں کے مہاراجہ دہلی میں موجود ہیں۔

مہاراجہ پرتاپ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "میرے ساتھی شہزادے اصلاحی تحریک کی لیت میں قوم پرستوں کے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ انہوں نے کبھی یمبر آف پرنسز کے سلسلے میں بھی ایسی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہو۔"

"انہیں اب ایسا کرنا ہو گا' حکم!" اس بار بھی سر اکبر نے ہی زبان کھولی تھی۔ "اس ت اصلاحی تحریک والے تن تنہا ہندو ریاستوں کو بانٹنے کی باتیں کر رہے ہیں لیکن اگر وہ م پرستوں کے ساتھ مل کر ایک آواز بن گئے تو وہ پورے برصغیر کی تحریک بن جائیں گے ر برطانوی تخت کے لئے ان کے مطالبوں کو نظر انداز کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو ائے گا۔"

کار سیرپور ہاؤس کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔ تین منزلہ عمارت کے برآمدے میں ایک ہوم تھا جو درخواستیں دینے کے لئے اپنے حکمران کا منتظر تھا۔

سیرپور کے اخبارات کے ایڈیٹرز ہجوم میں سے راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھے۔

"حکم! کیا آپ نے خبریں سنی ہیں؟" ایک ایڈیٹر نے مہاراجہ کو مخاطب کیا۔ "سائمن لیشن کو بمبئی میں سیاہ جھنڈوں اور ہنگاموں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ برطانوی رہائش گاہیں نذر آتش کر دی گئی ہیں۔ پولیس نے مظاہرین پر گولی چلا دی۔ متعدد مارے گئے اور کئی زخمی یں۔"

"بھلا ان گوروں کو اپنی ہی رنگت کے لوگوں کو یہ دیکھنے کے لئے یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی کہ ہم حکومت کے قابل ہوئے ہیں یا نہیں؟" ایک نوجوان اخبار نویس نے بلند آواز میں کہا۔ اس کا تعلق بھی سیرپور سے ہی تھا۔ "کیا ہم ایسے قیدی ہیں جنہیں آزادی کا ق حاصل کرنے کے لئے کسی فیصلے کا انتظار ہے؟"

"آپ دیکھ رہی ہیں نا کہ ہندوستان کیسے بدل رہا ہے! حکم؟" سر اکبر نے جیہ کا دروازہ کھولتے ہوئے سرگوشی کی۔ "ہمارے اخبار نویسوں کی نظر میں یہ بے عزتی کی بات نہیں کہ ان کا حکمران بٹلر کمیشن کے سامنے پیش ہو کر ان حقوق کے حصول کی جنگ لڑے جو ہمارا پیدائشی حق ہیں۔ وہ اپنے آپ کو صرف اور صرف ہندوستانی سمجھتے ہیں جن کی سائمن کمیشن کے سفید چمڑی والوں نے توہین کی ہے۔ اب مہاراجہ کو اصلاحی تحریک کے لئے بعض رعایتوں کا اعلان کرنا ہی ہو گا کیونکہ قوم پرست ان کی حمایت کر رہے ہیں۔"

مالی پھولوں کے ہار لئے جیہ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان کے کندھوں پر سے جیہ نے مہاراجہ بیکانیر کے پرائیویٹ سیکرٹری کو اپنے شوہر کے پیچھے پیچھے برآمدے میں جاتے دیکھا۔ وزیر اعظم' مہاراجہ کے پیچھے بھاگا' جیسے اسے خطرہ ہو کہ کہیں وہ چیمبر آف پرنسز کو کوئی انٹ شنٹ پیغام نہ بھجوا دے۔ جیہ نے جب پرائیویٹ سیکرٹری کے انداز میں ہنگامی نوعیت محسوس کی تو اس نے بھی اپنے قدموں کی رفتار بڑھا دی۔

"قوم پرستوں کی اعلیٰ قیادت نے پہلی بار شاہی ہندوستان سے برسرعام مذاکرات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔" سیکرٹری مہاراجہ کو بتا رہا تھا۔ "چیمبر آف پرنسز کمیٹی' یعنی بیکانیر' الور اور پٹیالہ کے مہاراجہ جلد از جلد آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں' حکم! ان کے خیال میں ہمیں اصلاحی تحریک سے پہلے قوم پرستوں کے سر پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت ہے۔"

"تب تو ہمارے خیال میں جتنی جلد ممکن ہو ملاقات ہونی چاہئے۔ تم مہاراجاؤں کو بتاؤ کہ میں ہر وقت ملاقات کے لئے دستیاب ہوں۔" مہاراجہ پرتاپ کے چہرے پر بوریت کے تاثرات تھے' چنانچہ وہ مزید کچھ کہے بغیر جیہ کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

دیواروں پر سیر پور کے حکمرانوں کے پورٹریٹ آویزاں تھے' جبکہ ان کے نیچے شیشے کی بڑی سی الماریوں میں پولو ٹرافیاں سجی ہوئی تھیں۔ آتش دان کے اوپر پوری دیوار پر مہاراجہ وکٹر کی تصویریں تھیں۔ وہ اپنی پسندیدہ پونی کے پہلو میں کھڑا تھا۔ مہاراجہ پرتاپ نے وہسکی اور سوڈے کا ایک گلاس بنایا اور ٹوسٹ کے لئے تصویر کی جانب بلند کر دیا۔

"ہمیں پرتاپ گڑھ میں اکٹھے ہونا چاہئے تھا' وکٹر!" اس نے نرم لہجے میں بھائی کی تصویر کو مخاطب کیا۔ "برطانوی راج میں کتا کتے کو کھاتا ہے لیکن پرتاپ گڑھ میں کتے آپس میں شادیاں رچاتے ہیں' ہے نا دلچسپ بات؟"

کھلے دروازے سے جیہ نے چاندنی کو سیڑھیاں اترتے دیکھا۔ شہزادہ ارجن اس کی گود میں تھا۔ بچے کے شور و غوغا اور اٹھکیلیوں سے سنگ مرمر کا پورا ہال گونج رہا تھا۔ چھوٹی سی

کلائی بار بار ہوا میں لہرا رہی تھی جس میں نظر اتارنے کے لئے ایک سیاہ دھاگا بندھا ہوا جیہ اپنا شاہانہ کرو و فر اور رکھ رکھاؤ بھول کر سیڑھیوں کی طرف دوڑ کھڑی ہوئی۔

جیہ نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور اسے پوجا کے کمرے میں لے گئی تاکہ دیوی کے نوں میں طلائی سکے اور پھول نچھاور کر سکے۔ بچے نے گلے میں پڑے ہوئے ہار کو پکڑ لیا۔ لا!" بچے نے اپنی توتلی زبان میں کہا اور جیہ کے جیسے دل کی دھڑکن تھم گئی۔ اس کے جگر نے پہلی مرتبہ اسے مخاطب کیا تھا۔

جیہ نے جھک کر طلائی سکے اٹھا لئے تاکہ انہیں پوجا کے کمرے کے دروازے پر موجود راہوں میں بانٹ سکے۔ بچے نے ایک چمکتا دمکتا سکہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

چاندنی نے ننھی منی ہتھیلی کھولنے کی کوشش کی۔ "گنگا' جمنا' یہ مجھے دے دیں۔ آپ ت اچھے بچے ہو' گنگا' جمنا۔"

بچہ قلقاری مار کر ہنس دیا۔ وہ اپنی بند مٹھیاں زور زور سے جیہ کے جسم پر مارنے لگا۔ یہ اپنے بیٹے کو خوش و خرم دیکھ کر پھولی نہیں سما رہی تھی۔

"ہم اپنے ننھے حکمران کو گنگا جمنا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں' حکم!" چاندنی نے جیہ کو بتایا۔ "ذرا دیکھیں ان کی آنکھیں گنگا اور جمنا کے مقدس پانیوں کی طرح کس طرح رنگ بدلتی ہیں۔"

جیہ نے بیٹے کی آنکھوں میں جھانکا۔ شہزادے ارجن کی آنکھوں میں اسے کئی رنگ دکھائی دیئے۔ سورج کی روشنی میں اس کی آنکھیں بھوری دکھائی دیتی تھیں۔ کبھی کبھار باپ کی آنکھوں کی مناسبت سے ان میں سیاہی جھلکتی تھی اور کبھی وہاں اس کی اپنی آنکھوں کی ہری دکھائی دیتی تھی۔

جیہ نے بیٹے کو سینے سے لپٹا لیا۔ اپنے کمرے میں وہ دیر تک اس سے کھیلتی رہی۔

اور پھر اس نے بچے کے شور و غوغا میں سیڑھیوں پر قدموں کی آہٹ سنی۔ اس نے جلدی سے اسے چاندنی کو تھمایا اور خود ڈرائنگ روم کی طرف بڑھی۔

مشتعل حکمرانوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ پٹیالہ کے حکمران کے قوی الجثہ جوان نے اس کے شوہر کو چھپا لیا تھا۔ "قوم پرستوں نے کہا کہ اگر ہم ان سے الحاق کر لیں اور ان کی بعض اصلاحات سے متفق ہو جائیں تو وہ اصلاحی تحریک کی حمایت ترک کر دیں گے۔" مہاراجہ نے اس کے شوہر کو آگاہ کیا۔ "برطانوی تخت نے قوم پرستوں سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ شاہی ہندوستان اور برطانوی ہندوستان کے درمیان ایک فیڈریشن قائم کر لیتے

ہیں تو انہیں خود مختاری دے دی جائے گی۔"

مہاراجہ بیکانیر نے اپنی سفید مونچھوں کو تاؤ دیا۔ "ہم اس سے قبل ایسی طاقتور پوزیشن پر کبھی نہیں رہے اگر چاہیں تو ہم اس دعوت کو مسترد کر سکتے ہیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ اس فیڈریشن کا کیا مقصد ہو گا' پرتاپ؟" وہ مہاراجہ الور تھا۔ جیہ کو یاد آ گیا کہ اس نے آخری بار مہاراجہ الور کو بکنگھم پیلس کے ڈائس پر کھڑے دیکھا تھا جب جیہ کو شاہ برطانیہ کے حضور پیش کیا گیا تھا' مگر آج مہاراجہ الور کے سر پر اس کا مخصوص تاج نہیں تھا۔ "ہماری ریاستوں میں کوئی برطانوی ریزیڈنٹ ہماری جاسوسی نہیں کر رہا۔ معاہدوں کی خلاف ورزی نہیں ہو رہی۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ مقامی اشیاء پر برطانوی اشیاء کو ترجیح دی جا رہی ہو۔ ہم یعنی ہندوستانی ریاستوں کے قانونی وارث اور بادشاہ اس بات پر بھی تیار ہیں کہ کسی سیاسی پارٹی کی تشکیل کریں اور ہر قوم پرست لیڈر کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلیں۔

مہاراجہ پرتاپ نے مہاراجہ الور کے جذباتی پن کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا۔ "ایک سیاسی پارٹی' یور ہائی نیس؟ یہ تو ٹریڈ یونین کا ایک آسان نام ہے۔ کیا آپ ہندوستانی باشندوں کے آقاؤں یعنی بادشاہوں سے یہ کہنے میں سنجیدہ ہیں کہ وہ کوئلے کی کانوں کے مزدوروں کا کردار ادا کریں؟"

"اگر ہم اپنے مقاصد حاصل کر لیتے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ٹریڈ یونین ہو، سیاسی پارٹی" مہاراجہ بیکانیر نے تیز آواز میں سوال کیا۔ "اس وقت ہمارے سامنے ایک ہی مقصد ہے' اور وہ ہے اصلاحی تحریک کا خاتمہ۔ ہم نے چیمبر آف پرنسز میں آزاد ضمانت کا فیصلہ کیا تھا۔ آزاد عدلیہ قائم کی تھی۔ اپنے ذاتی اخراجات اور قومی خزانے کے درمیان ایک حد قائم کر دی تھی۔ اس طرح کی چند اور تبدیلیوں کے بغیر قوم پرست کبھی اصلاحیوں پر گرفت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔"

جیہ کے عقب میں ایک ملازم نے سرگوشی کی کہ ایک مہارانی سیرپور کے ولی عہد سے ملاقات کی منتظر ہیں۔

جیہ بے دلی سے مہارانی سے ملنے چل دی۔ وہ جانتی تھی کہ اب ان ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلے گا اور یہ پہلی ملاقات تھی۔

پھر ہوا بھی یہی۔ ہر ملاقات لگے بندھے انداز میں ہوتی۔ خادمائیں ملاقاتی مہارانیوں کو پیش کرنے کے لئے پرنس ارجن کو گود میں اٹھا کر لاتیں۔ مہارانیاں کھیلتے کودتے اور قلقاریاں

مارتے بچے کے لئے منتر پڑھتیں۔ اس کے برج کے متعلق دریافت کرتیں اور یہ پتا کرتیں کہ پرنس کی پیدائش کے وقت زمین کس سیارے کے اثر میں تھی۔ جیہ جانتی تھی کہ یہ مائیں اپنی شیر خوار بچیوں اور سیرپور کے مستقبل کے مہاراجہ کے درمیان کسی تعلق کی منصوبہ بندی کر رہی ہیں۔

خادمائیں جھک کر کورنش بجا لاتیں اور بچے کو باہر لے جاتیں مہمان خواتین کی چائے اور لوازمات سے خاطر تواضع کی جاتی۔ ہر مہارانی دوسری باتوں کے علاوہ اصلاحی تحریک کے خلاف مہاراجہ پرتاپ کے کمر کس لینے کی بابت جیہ سے سوال و جواب ضرور کرتی۔

جیہ اس سلسلے میں بے یقینی کا شکار تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر قومی اہمیت کے کسی معاملے کو سنجیدگی سے لے رہا ہے یا نہیں کیونکہ وہ اپنا سارا سارا دن فلائنگ کلب میں گزار دیتا اور اپنے جہاز پر دہلی کے گرد چکر لگاتا رہتا۔

مہاراجہ پرتاپ نے پرنس ارجن کی پہلی سالگرہ کے موقع پر منعقد کی جانے والی پوجا میں ذرا سی دیر کے لئے شرکت کی۔ آیا تو وہ تمام وقت موجود رہنے کے لئے تھا لیکن جب اس نے اپنی اپنی کاروں سے مختلف ریاستوں کی مہارانیوں اور ان کے بچوں کو خادماؤں کے ہمراہ اترتا دیکھا تو وہ تقریب سے چلا گیا۔

ملازمین' مہمانوں میں برف کا شربت تقسیم کر رہے تھے اور جیہ کے کان ایک مہارانی پر تھے جو دوسری سے مخاطب تھیں۔

"ہمارے ملک میں ہمیشہ سے برطانوی ریزیڈنٹ متعین رہا ہے' لیکن پچھلے سال بادشاہ کی طرف سے ایک ہندوستانی افسر بھیجا گیا ہے۔ یہ بھارتی ریزیڈنٹ میرے شوہر کی حکومت کے بارے میں ہر قسم کی چھان کرتا پھرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے فائلیں تک دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے جن سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اس نے میرے شوہر سے یہ بھی پوچھا ہے کہ وہ اپنی بیویوں پر کتنا خرچ کرتا ہے؟"

جیہ نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کے دماغ پر ایک دھند چھانے لگی تھی۔ اس کا شوہر ایک بے مصرف ایئر لائن پر پانی کی طرح روپیہ بہا رہا تھا۔ اس ایئر لائن کا کم از کم سیرپور کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا اگر سیرپور میں بھی کوئی ہندوستانی ریزیڈنٹ آ گیا تو اس کے لئے اسے مطمئن کرنا ناممکن ہو گا۔ برطانوی بادشاہت کی بات اور تھی۔ ان سے تو یہ کہا گیا تھا کہ ریاست کا حکمران ترقی پسند ہے۔

کئی ماہ تک سر اکبر اس بات پر زور دیتا رہا کہ سیرپور کے لئے کوئی ایسا نیا ریزیڈنٹ ہونا

چاہئے جس کا رویہ ان کے لئے ہمدردانہ اور دوستانہ ہو۔ ہر بار جونہی سر اکبر اسٹڈی سے باہر جاتا مہاراجہ پرتاپ فائل اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتا۔

دن پر دن گزرتے رہے لیکن مہاراجہ نئے ریزیڈنٹ کے معاملے کو فائنل نہ کر سکا۔ سر اکبر نے فیصلہ کیا کہ وہ اس معاملے پر کسی حتمی فیصلے کے لئے میجر آسبرن کو سیر پور ہاؤس آنے کی دعوت دے ڈالے۔

جب ایک ملازم نے جیہ کو تعظیم دی تو اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ "میجر آسبرن تشریف لا چکے ہیں' حکم!" اس نے اپنی مہارانی کو بتایا۔ "میں نے فلائنگ کلب فون کیا تھا لیکن ہز ہائی نیس اپنے جہاز میں پرواز کر چکے تھے اور کلب والے نہیں جانتے تھے کہ وہ پرواز سے کب لوٹیں گے۔"

میجر آسبرن' آتش دان کے سامنے کھڑا مہاراجہ وکٹر کی تصویر دیکھ رہا تھا۔ ملازم نے اسے مہارانی کی آمد سے آگاہ کیا تو وہ چونک کر مڑا اور اپنا ایک ہاتھ دراز کر کے جیہ کی طرف بڑھا۔

"میں مہاراجہ وکٹر کی پونی کی تعریف کر رہا تھا۔" میجر نے خوش دلی سے اسے بتایا۔ "سیر پور برادرز کی پسند ہمیشہ سے لاجواب رہی ہے میں اس کا معترف ہوں۔"

انگریز میجر نے جیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو کپکپاہٹ کی ایک انجانی سی لہر اس کے بدن میں سرایت کر گئی۔ جیہ نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بچپن کی طرح آج بھی آسبرن اس کے جذبات پڑھ لے۔

"ہمارے شوہر غیر متوقع طور پر موجود نہیں ہیں' جیمس صاحب۔" اس نے دھیمے لہجے میں آسبرن کو مخاطب کیا۔ "انہوں نے ہمیں کہا تھا کہ ہم آپ سے معذرت کر لیں۔ وہ آپ سے بعد میں ملاقات کر لیں گے۔"

"میرے خیال میں یہ ناممکن ہے' شہزادی۔" جیمس آسبرن نے جواب دیا۔ "میں کل بمبئی روانہ ہو رہا ہوں۔ مجھے شاہی ہندوستان کے سوال پر بٹلر کمیشن کے اجلاس میں شرکت کرنا ہے۔"

"ہمارے شوہر کی خواہش ہے کہ آپ سیر پور میں سر ہنری کونری کے جانشین کی حیثیت سے برطانوی ریزیڈنٹ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔"

"یہ میرے اختیار میں نہیں' شہزادی۔" جیمس آسبرن حتمی لہجہ میں بولا۔ "دہلی میں موجود پولٹیکل آفیسر ایسے فیصلوں کے معاملے میں بااختیار ہے اور جب سے لارڈ اروِن

وائسرائے ہو کر آیا ہے پولٹیکل آفیسر اس قسم کی معاملات میں خاصی احتیاط سے کام لے رہا ہے۔"

"ہم جانتے ہیں کہ اہم تقرریوں کے سلسلے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔"

آسبرن کھڑکی کی طرف بڑھا۔ "انہیں لینا بھی چاہئے۔" اس کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔ "بہرحال ہم ایک غیر ملک میں برطانوی تاج و تخت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ہندوستانی ریاستوں میں تمام برطانوی سفیر' انگریز ہیں اور وہ تب تک اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں جب تک کسی اسکینڈل کے باعث انہیں ان کی جگہ سے ہٹا نہیں دیا جاتا۔ اس سلسلے میں یہ امر بھی ذہن میں رکھیں شہزادی' کہ حکمران کی کسی کوتاہی کو ریزیڈنٹ کی کوتاہی تصور کیا جاتا ہے۔ انڈین سول سروس کے افسران کی تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر کی گئی ہے اور انہیں دنیا کے بہترین انتظامی افسران تسلیم کیا جاتا ہے لیکن وہ لوگ جو ہندوستانی ریاستوں میں برطانوی تاج و تخت کی نمائندگی کرتے ہیں انہوں نے انتظامی یا جمہوری امور کے بارے میں کوئی تربیت حاصل نہیں کی۔ جبکہ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انہیں حکمران کے برابر اختیارات دیئے جائیں' بلکہ بعض صورتوں میں تو وہ حکمرانوں سے بھی زیادہ اختیارات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جبکہ ایسا ممکن نہیں ہے۔"

جیہ کو اس کی آواز میں تھرتھراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ خود بھی اندر سے کانپ رہی تھی' جیسے اسے ڈر ہو کہ یہ انگریز میجر اس کے بدن میں چھپے سچ پڑھ لے گا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ آسبرن کی آنکھوں میں جھانک کر یہ سچ تلاش کرے۔

"چیمبر آف پرنسز کی کمیٹی میں شامل حکمران اگر اپنی اپنی عمل داریوں میں وہ اصلاحات رائج کر لیں' جن کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو باآسانی ایک فیڈریشن تشکیل دی جا سکتی ہے۔"

"یوں محسوس ہو رہا ہے' جیمس صاحب جیسے آپ فیڈریشن کے حامی ہوں۔" جیہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آف کورس' شہزادی۔" جیمس آسبرن نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لارڈ اروِن' یعنی ہندوستان کے موجودہ وائسرائے سمیت وہ تمام لوگ جو اس عظیم ملک سے محبت کرتے ہیں' فیڈریشن کے حامی ہیں لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں جاہلوں کی کمی نہیں۔ شاہی ہندوستان میں بھی کئی جاہل انگریز موجود ہیں ان کے خیال میں فیڈریشن کا مطلب اختیارات کا خاتمہ ہے ممکن ہے کہ وہ حکمرانوں کو اصلاحات کی مزاحمت کا مشورہ دیں اور ان اصلاحات کے بغیر فیڈریشن کچھ نہیں۔"

اچانک ہی جیہ کو احساس ہوا کہ اس انگریز کو سیرپور میں ہونا چاہئے۔ شاید وہ اپنے بچپن کو ایک بار پھر آواز دینا چاہتی تھی لیکن جب وہ بولی تو اس نے اپنی آواز کو قطعی غیر جذباتی رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"جیمس صاحب! اگر پولٹیکل آفیسر نے آپ کو متعین کر دیا تو آپ سیرپور آنا پسند کریں گے؟"

آسبرن نے اپنا ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا اور جیہ کو یوں لگا جیسے وہ اس کے لمس سے پگھلنے لگی ہو۔ "آپ کو یہ پوچھنے کی بھلا کیا ضرورت تھی' شہزادی؟" اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ "آپ جانتی ہیں کہ میں ضرور آؤں گا۔ خاص طور پر ایسے وقت کہ ہندوستان کے قدیم ترین تخت کا ایک وارث وہاں موجود ہے۔ کیا مجھے کورنش بجا لانے کی اجازت ہے؟"

چاندنی' پرنس ارجن کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ہنس دیا۔ "مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ بچے کی تربیت بھی ٹکا کے انداز میں ہونے والی ہے' شہزادی۔" آسبرن نے تبصرہ کیا۔ "جب تک یہ گھوڑے پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہو جائے گا' خادمائیں اس کے پاؤں زمین پر لگنے نہیں دیں گی۔"

جیہ نے بچے کو قالین پر چھوڑ دیا۔ پرنس ارجن نے آسبرن کی کرسی کی طرف گھسٹنا شروع کر دیا۔ وہ ابھی گھٹنوں کے بل چلتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ میجر کی کرسی تک پہنچتا فرش پر لڑھک گیا۔ میجر نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اسے اٹھایا اور بہلانے کے لئے کھڑکی کے پاس لے گیا۔

جیہ نے میجر آسبرن کے مضبوط بازو اپنے بیٹے کے ننھے منے جسم سے لپٹے دیکھے تو اسے اپنا وہ دن یاد آ گیا۔ کبھی یہ بازو اس کے گرد بھی لپٹے تھے۔ اپنے دماغ کے چور خانوں میں آنے والی سوچ کو وہ روکے بغیر نہ رہ سکی کہ اگر اس کی شادی جیمس آسبرن جیسے کسی شخص سے ہو جاتی تو کیا ہوتا؟

ایک طرف ہندوستانی ریاستوں کے حکمران اپنی اپنی عملداریوں میں اصلاحات کی بحث میں الجھے ہوئے تھے اور دوسری طرف جیہ نے خود کو مکمل طور پر مامتا کی ذمہ داریوں میں الجھا رکھا تھا۔ وہ ان کمیشنوں کو مکمل طور پر بھول گئی تھی جو ہندوستانیوں کو خود مختاری دینے کے معاملات کا جائزہ لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔

لیکن مہاراجہ پرتاپ کا اصرار تھا کہ وہ لازمی طور پر اس ڈنر میٹنگ میں چلے جو قوم

ں کے ساتھ طے تھی۔ "میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں' مہارانی صاحبہ' یہ شام کوئی مسرت شام نہیں ہو گی۔ نہ ہی خوابناک۔"

اور جیہ کو مسز رائے کے ہاں ہونے والی گارڈن پارٹی یاد آ گئی جو کم از کم اس کے لئے ب ناک ضرور تھی۔

سر اکبر نے آگے بڑھ کر مہاراجہ پرتاپ کے کانوں میں سرگوشی کی۔ طلائی دستے والی ری اس کے ہاتھ میں تھی۔ "میں نہیں سمجھتا کہ آج شام بے کار جائے گی' حکم! آپ الوی ہندوستان کے دو اہم ترین اور غیر معمولی افراد سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ میری او محمد علی جناح اور سردار پٹیل سے ہے۔"

مہاراجہ پرتاپ نے بھویں اچکائیں۔ "تو کیا مجھے خوفزدہ ہونا چاہئے' مسٹر وزیر اعظم؟"

"خوفزدہ نہیں' حکم! چوکنا" سر اکبر نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "سردار پٹیل کا تعلق ین نیشنل کانگریس سے ہے سب سے بڑی قوم پرست تنظیم۔ اس کی تنظیم کے لوگ ے ہندوستان کا مرد آہن کہتے ہیں۔ وہ دھمکی نہیں دیتا' عمل کرتا ہے اور جہاں تک مسٹر اح کا تعلق ہے وہ مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پورے صغیر میں ان جیسا ذہین اور قانونی داؤ پیچ جاننے والا شخص اور کوئی نہیں۔ ان کے سامنے جا رہڑے بڑے اپنا اعتماد کھو بیٹھتے ہیں لیکن بس ایک بات ہے' مسٹر جناح ذرا سے تلخ ہیں۔"

"تلخ کیوں؟" پرتاپ نے حیرت سے پوچھا۔ جیہ نے بھی چونک کر وزیر اعظم کو دیکھا۔

سر اکبر' جیہ کے تجسس پر مسکرا دیا۔ "مسٹر جناح ایک زمانے میں انڈین نیشنل کانگریس ے صدر تھے۔ حکم..... ایک عظیم صدر..... ان کی سربراہی میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے پنے ان مذہبی اختلافات تک کو دفن کر دیا تھا جن کی بنیاد پر یہ برصغیر تقسیم ہو سکتا تھا۔ وہ ب کو بھائی چارے' اخوت' رواداری اور محبت کا درس دیا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے بھا کہ وہ آگ اور پانی کو ایک جگہ جمع نہیں کر سکتے تو وہ دل برداشتہ ہو کر ملک ہی چھوڑ لے۔ مگر اب وہ واپس آ چکے ہیں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر۔ اب ان کے پاس نئے خیالات ور نظریات ہیں۔ اب وہ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے واپس آئے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے لہ ذہین اور تلخ مسٹر جناح ہندوستانی مسلمانوں کے ترجمان ہیں اور انڈین نیشنل کانگریس کے لئے یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ مسٹر جناح کے پائے کے لیڈر کے مطالبات سے صرف نظر رے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔" مہاراجہ پرتاپ نے کسی مزید تبصرے کے بغیر سر ہلایا اور کار

کی طرف بڑھا۔ جیہ اور سر اکبر نے اس کی تقلید کی۔

کار نئے دارالحکومت کی چوڑی چکلی شاہراہوں سے گزر کر پرانی دہلی کے علاقے میں داخل ہو گئی۔ مہاراجہ اب تک کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر جیسے وہ چونک پڑا۔

"مسٹر وزیر اعظم۔" اس نے سر اکبر کو مخاطب کیا۔ "ہمیں قوم پرستوں کو یہ باور ہو گا کہ ہم ان کے مطالبات سے پوری طرح آگاہ ہیں اور ان کے مخالف نہیں۔ اس ترین ملاقات میں آپ کی موجودگی اس بات کی دلیل ہو گی کہ میرا تعلق ان بے وقوفوں نہیں جو محض رقص اور طاؤس و رباب سے جی بہلاتے ہیں۔"

جیہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اسے اپنے شوہر کی سوچ پر حیرت ہو رہی تھی کہ قوم پرستوں سے کس قسم کی توقعات وابستہ کر بیٹھا ہے۔ کیا وہ سیر پور میں انقلابی محض اس وجہ سے معطل کر دیں گے کہ مہاراجہ اپنی بیوی کے ساتھ ان سے ملاقات لئے آیا ہے۔

سفر کا اختتام پرانی دہلی میں ایک محل نما عمارت پر ہوا۔ ان کا استقبال نہایت پر انداز میں کیا گیا اور جلد ہی انہیں اس ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا جہاں پہلے سے ریاستوں کے حکمران اور قوم پرست رہنما موجود تھے۔

جیہ جس موٹی عورت سے مسز رائے کے کلکتہ والے گھر میں ملی تھی وہ بھی وہاں تھی وہ فوراً جیہ کی طرف بڑھی۔ "یہ تو ایک حیرت انگیز بات ہے' میری بچی!" اس نہایت پیار سے جیہ کو مخاطب کیا۔ "کیا تمہاری پرانی ٹیوٹر تمہیں یہاں تک لانے میں ہوئی ہے؟"

مسز نائیڈو' جیہ سے کیا مخاطب ہوئی' وہاں موجود تمام افراد کی آنکھیں جیہ پر گئیں۔ جیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ حکمرانوں کی جانب سے کئی قہقہے سنائی دیئے کہ سیر حکمران کی بیوی ہندوستان کے قوم پرستوں میں اس قدر معروف ہے۔

جیہ نے بطور خاص نوٹ کیا کہ پوری محفل میں سے صرف دو افراد نے نہ تو ساتھ دیا اور نہ ہی انہوں نے جیہ پر کوئی خاص توجہ دی۔ اس کے برعکس ان کے سپاٹ تھے۔ ان کے نزدیک سیر پور کے مہاراجہ یا مہارانی کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

جیہ نے ان کا جائزہ لیا۔ ایک شخص قدرے سیاہ رنگت کا تھا۔ اس نے اپنے سفید شال ڈال رکھی تھی اور کونے میں بیٹھا کسی شکاری عقاب کی طرح حاضرین کو تھا۔

دوسری شخصیت' دبلی پتلی اور طویل قامت تھی۔ نفاست سے استری شدہ قیمتی انگریزی وٹ بتاتا تھا کہ اسے پہننے والا اس سے کہیں زیادہ نفیس ہے۔ ایک آنکھ پر مونوکل لگائے وہ اتش دان پر جھکا ہوا تھا۔

مسٹر جناح نے آنکھ پر سے مونوکل ہٹایا' جیسے یہ اشارہ ہو کہ استقبالیہ رسومات پوری ہو گئیں۔ اب کام کا وقت ہے۔

"میرے خیال میں تمام لوگ جمع ہو چکے ہیں۔" مسٹر جناح کی پاٹ دار آواز ابھری۔ جیہ کے بدن میں ایک جھرجھری سی آ گئی کھردری ہونے کے باوجود ایسی آواز تھی جو روح میں س جاتی۔ انہوں نے انگریزی استعمال کی تھی۔ جیہ جانتی تھی کہ مسٹر جناح کی اردو کمزور ہے اور وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لئے انگریزی کا سہارا ہی لیتے ہیں۔ "میں صرف ایک سوال کروں گا۔" مسٹر جناح کہہ رہے تھے۔ "حکمران اپنی مجوزہ اصلاحات کو حقیقت کی شکل کب دیں گے؟"

ذرا دیر کے لئے تو محفل کو سانپ سونگھ گیا۔ وہاں موجود افراد کا خیال تھا کہ استقبالیہ کلمات سے میٹنگ کا آغاز ہو گا۔ حکمران یہ سوچے بیٹھے تھے کہ ان کی آمد پر متشکرانہ تبصرہ ہو گا لیکن یہاں تو کسی نے پھوٹے منہ سے بھی ان کی آمد کا ذکر نہ کیا تھا۔ بلکہ اس کے بجائے مسٹر جناح نے براہ راست ان کی دکھتی رگ دبا دی تھی۔

"ہم نے اصلاحات اپنانے کی غرض سے ایک قرار داد منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔" مہاراجہ بیکانیر نے اپنے ساتھی حکمرانوں کی ترجمانی کی۔

"قراردادیں کسی مقصد کے التوا کا باعث تو بن سکتی ہیں' عمل کا نہیں۔" مسٹر جناح برجستگی سے بولے تو جیہ کو سر اکبر کا جملہ یاد آ گیا کہ وہ نہایت ذہین لیکن تلخ ہیں۔ "ہم ان قرار دادوں کے متحمل نہیں ہو سکتے یور ہائی نیس۔" مسٹر جناح کا لہجہ چٹانوں کی طرح سخت اور ٹھوس تھا۔ "اپنی اصلاحات نافذ کریں ورنہ انگریز ہمیں آزادی نہیں دے گا۔"

"ہمیں کچھ وقت درکار ہے۔" مہاراجہ پٹیالہ کی آواز ابھری۔

"آپ پہلے ہی وقت سے بہت پیچھے چل رہے ہیں' یور ہائی نیس" مسٹر جناح کا ایک اور سرد جملہ حاضرین کی سماعتوں سے ٹکرایا۔ "وہ دن دور نہیں جب تاریخ بھی وقت کی طرح آپ لوگوں کو فراموش کر دے گی اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ تاریخ میں زندہ رہیں تو براہ کرم اپنی رفتار کو مہمیز دیں ورنہ آپ لوگوں کے پاس اتنی مہلت بھی نہ ہو گی کہ اپنے سابقہ عمل پر پچھتا بھی سکیں۔ اس وقت ہم سب انقلاب اور آپ لوگوں کے درمیان کھڑے

ہیں۔"

محفل ایک بار پھر سکوت کا شکار ہو گئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مسٹر جناح کے سوالوں کے جواب کسی کے پاس نہیں ہیں۔

"مسٹر جناح" اس بار بھی مہاراجہ پٹیالہ نے ہی بات شروع کی۔ "آپ تاریخ کے بارے میں یوں بات کر رہے ہیں جیسے ابھی ابھی آپ پر تاریخ کا ادراک ہوا ہو لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہم ہر روز تاریخی حقائق کا سامنا کرتے ہیں۔ آپ کے ہندوستان میں آج تک مسلمان اور ہندو کسی نتیجے پر متفق نہیں ہو پائے لیکن اس کے برعکس شاہی ہندوستان میں ہم کم از کم پانچ سو تاریخی تنازعات پر متفق ہو چکے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے اصلاحیوں نے نظر انداز کیا ہے اور آپ لوگ نہایت غیر ذمہ داری سے اس کی حمایت کر رہے ہیں۔"

"تم غلطی پر ہو دوست!" سفید شال اوڑھے ہوئے شخص نے کہا تو جیہ کو اس کی آواز کی سختی سے اندازہ ہو گیا کہ سردار پٹیل کو ہندوستان کا مرد آہن کیوں کہا جاتا ہے۔ "اگر آپ لوگ ہندوستان میں خود مختاری کا راستہ روکیں گے تو شاہی ریاستوں کا وجود ختم ہو جائے گا۔"

سردار پٹیل کے الفاظ کے ساتھ ہی کمرہ جیسے جاگ اٹھا۔ ہر ایک نے بولنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مہاراجہ پرتاپ کا چہرہ بھی بگڑ گیا۔

"سنیں' دوستو!" سروجنی نائیڈو نے ہاتھ اٹھا کر سب لوگوں سے خاموش ہو جانے کی درخواست کی۔ "یاد رکھیں کہ ہم لوگ اپنے اپنے عوام کے نمائندے ہیں۔ مسٹر جناح ہندوستان کے پچاس ملین مسلمانوں کے ترجمان ہیں۔ حکمران شاہی ہندوستان کے دس کروڑ عوام کی بات کر رہے ہیں جبکہ ہم بیس کروڑ ہندوؤں کے ترجمان ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے مذہب اور اعتقاد الگ ہیں۔ ہم صرف ایک مشترکہ مقصد کے لئے لڑ رہے ہیں اور وہ ہے آزادی۔ آیئے ہم مل کر کوشش کریں کہ برطانوی راج' آل انڈیا فیڈریشن کو تشکیل دے لے تاکہ ہم مشترکہ طور پر برطانوی اور شاہی ہندوستان پر حکومت کر سکیں۔"

"حکمرانوں کے ساتھ الحاق سے قبل مسلم لیگ' شاہی ہند کے باسیوں کے لئے بنیادی اور شہری حقوق کا مطالبہ کرتی ہے۔" مسٹر جناح نے پاٹ دار آواز میں کہا۔

"اور نیشنل کانگریس آپ کی حمایت کرتی ہے۔" سردار پٹیل نے مسٹر جناح کی آواز میں آواز ملائی۔

اس کے باوجود کے دونوں رہنماؤں کا مطالبہ ایک تھا لیکن جیہ نے یہ بات بطور

ان میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے کی جانب دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ ڈرائنگ روم سے رخصت ہوتے وقت بھی دونوں رہنماؤں نے ایک دوسرے کو الوداع کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

مہاراجہ پرتاپ' سیر پور ہاؤس آتے ہوئے راستے بھر خاموش ہی رہا تھا۔ جیہ کو یہ دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوئی تھی کہ اجلاس نے اس کے شوہر کے بہت سے خدشات کو دھو ڈالا

اچانک پرتاپ نے ایک جماہی لی۔ "ذرا تصور تو کرو۔ مجھے ہر حال میں بمبئی میں بٹلر کے سامنے پیش ہونا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ سیاست کی اس کثافت سے کچھ دن بچنے کے لئے کلکتہ چلا جاؤں۔"

جیہ نے چونک کر اپنے شوہر کو دیکھا۔ وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی تھی کہ پرتاپ کا یہ غیر ذمہ دارانہ رویہ اس کے اکلوتے بیٹے کے مستقبل کو مشکوک بنا دے گا۔

جیہ کی خوشیوں اور توجہ کا تمام تر محور پرنس ارجن تھا جو اب بچپن سے لڑکپن کی حدود میں داخل ہو رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ریاست سے باہر ہونے والے واقعات سے خود کو لاتعلق نہیں رکھ پائی تھی۔

صبح میں جب پرنس ارجن بیدار ہو کر مچھروں سے بچاؤ کے لئے نصب کی جانے والی جالی سے کھیلنے لگتا تو جیہ سیر پور کے اخبارات کے مطالعے میں مصروف ہوتی۔ شہ سرخیوں میں ہندوستانی حکمرانوں کے وہ وعدے شائع کئے جاتے تھے جو انہوں نے چیمبر آف پرنسز میں عوام سے کئے تھے۔ ان اصلاحات کے ساتھ ساتھ پہلے صفحات پر ان ریاستوں کے حکمرانوں کا تذکرہ بھی ہوتا تھا جو اصلاحات کا مطالبہ کرنے والوں کو قید و بند کی سزائیں دے رہے تھے۔

وزیر اعظم تو سیر پور لوٹ آیا لیکن حکمران اس کے ساتھ نہیں تھا۔ پردہ پیلس میں سر اکبر نے کرسی گھسیٹی اور شیر دل مہارانی کو تازہ ترین واقعات سے آگاہ کرنے لگا۔

"سر لیزلے اسکاٹ نامی ایک برطانوی وکیل کی خدمات حاصل کی گئی ہیں تاکہ وہ ہندوستانی حکمرانوں کا نکتہ نظر بٹلر کمیشن کے سامنے پیش کر سکے۔" سر اکبر کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ "اس کے باوجود کہ وکیل نے حکمرانوں کو اپنے رویئے اور ترجیحات تبدیل کرنے کو کہا ہے' کئی حکمران ان مجوزہ اصلاحات کو نافذ کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے۔"

شیر دل مہارانی نے اگالدان میں پیک تھوکی۔ "ایک بوڑھی عورت کی رائے سے ممکن ہے کہ تم اختلاف کرو' وزیر اعظم لیکن میں پریشان ہوں۔" مہارانی کا انداز ناصحانہ تھا۔ "صرف اسی سال پہلے برطانوی بادشاہت نے ہمارے عوام کی طاقت چھین لی اور اسے ترقی کا نام دے دیا اور اب وہ یہی طاقت' ترقی کے نام سے ہم لوگوں کو لوٹانا چاہتے ہیں۔"

سر اکبر نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ پردے کی دوسری جانب بیٹھی مہارانی اس کے سر کی جنبش کو نہیں دیکھ سکتی۔ "صورت حال بادشاہوں اور ریاستوں کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے' حکم! اصلاحیوں نے اپنی تحریک کو بادشاہت کے دل تک لے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ لندن میں مظاہرے کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

مہارانی کی متوحش آواز پردے کے عقب سے ابھری۔ "کیا ہندوستان کے حکمران اور ناپسندیدہ عناصر کے ساتھ مل کر برطانوی راج کی مخالفت کریں گے' وزیر اعظم؟"

"ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے حکم!" وزیر اعظم نے مایوسی سے کہا۔ "اصلاحیوں کا خیال ہے کہ لندن میں ان کے مظاہرے سے شاہی ہندوستان میں اصلاحات کے مطالبے کے سلسلے میں بٹلر کمیشن پر خاطر خواہ دباؤ ڈالا جا سکے گا۔ مہاراجہ پرتاپ چھٹیاں گزارنے کے لئے لندن جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں دوسرے حکمرانوں کا خیال ہے کہ لندن میں ان کی مقبولیت اس مظاہرے کے لئے خاصی سودمند ثابت ہو گی۔"

جیہ دونوں کو بغور دیکھ رہی تھی البتہ دل ہی دل میں وہ اصلاحیوں کے اس اسلحے کے بارے میں سوچ رہی تھی جو وہ ہندوستان کے بادشاہوں کے خلاف لندن لے جانے کے خواہش مند تھے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ برطانوی عوام معززین کے قتل اور نائٹ کلبوں کی رقاصاؤں حکمرانوں کی لڑائی کی خبروں پر کیا رد عمل ظاہر کریں گے؟ جب انہیں پتا چلے گا کہ ہندوستان کے متعدد مہاراجاؤں نے ڈانسروں اور طوائفوں سے شادیاں کر رکھی ہیں تو کیا سوچیں گے۔ یہ عاقبت نااندیش لوگ یقینی طور پر اس کے بیٹے کے تخت کو خطرے میں ڈال دیں گے۔

آئندہ گزرنے والے مہینوں میں لندن سے شائع ہونے والے اخبارات محض اس کی پریشانیوں میں اضافے کا باعث بنتے رہے۔ اندرونی صفحات پر جیہ کو چیمبر آف پرنسز رہنماؤں کی تقریروں کی تفصیلات پڑھنے کو ملتیں۔

ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مہاراجہ پٹیالہ نے کہا تھا۔ "پوچھتا ہوں کہ ہندوستان جیسی وسیع و عریض مملکت میں دو سیاسی نظاموں کی گنجائش

میں سمجھتا ہوں کہ جمہوری اور بادشاہی نظام کے ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔ میں اس پہنچا ہوں کہ اگر دونوں نظاموں کے سرخیل باہم مل کر کام کرنے پر رضامند ہو جائیں ستان کی قسمت بدل سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم اس مذہبی تفاوت کو فراموش کر دیں ل وجہ سے ہمارا ملک ماضی میں ناقابل بیان نقصانات اٹھا چکا ہے۔"

مہاراجہ پٹیالہ کے اس بیان کو نظر انداز کرتے ہوئے برطانوی اخبارات نے اپنے اولین پر ایک اور خبر شائع کی تھی۔

مہاراجہ پٹیالہ نے انگلینڈ پہنچ کر ہوٹل سیوائے لندن کا پورا فلور کرائے پر حاصل کیا۔ رہے کہ اس فلور پر پینتیس سوئٹ ہیں۔

26 جولائی بکنگھم پیلس میں ہندوستانی حکمرانوں کے اعزاز میں ایک خصوصی عشائیے کا ت کیا گیا۔ دوسرے لوگوں کے علاوہ عشائیے میں مسٹر اے بلیک میل کیس کے مرکزی مہاراجہ کشمیر اور پٹیالہ کے مہاراجہ نے بھی شرکت کی۔ جس کے بارے میں مشہور وہ اپنے ریشمی انڈرویئر پر سالانہ اکتیس ہزار پونڈ خرچ کرتا ہے۔

ہر بار جب بھی جیہ ان ڈوبتے مہاراجاؤں کے بیانات سے سجی سرخیاں دیکھتی اس کا پختہ ہو جاتا کہ اصلاحی' شاہی ہندوستان کے خلاف جنگ جیت رہے ہیں۔ اسے اب ڈر کا تھا کہ اصلاحیوں کی توجہ کسی بھی وقت مہاراجہ پرتاپ کی طرف مبذول ہو سکتی تھی بار پہلے بھی خوفزدگی کا یہ دور اس پر گزر چکا تھا جب مہاراجہ وکٹر یعنی پرتاپ کا بھائی' لئے کی ناپسندیدگی کا نشانہ بنتے بنتے رہ گیا تھا۔

پرنس ارجن کی دوسری سالگرہ پر شیر دل مہارانی اپنے پڑپوتے کو کامنی مندر لے گئی۔ شہزادے نے یوں تو تمام پوجا بڑے سکون کے ساتھ دیکھی لیکن جب شیر دل مہارانی نے تو دیوی کے سنگی بت پر پھیرا تو وہ بھاگ کر اپنی ماں کی ٹانگوں کے عقب میں جا چھپا ر شیر دل مہارانی کی استخوانی انگلیاں سرخ محلول سے تر تھیں۔

جیہ نے پرنس ارجن کو سختی سے پکڑ لیا حتیٰ کہ مہارانی نے اس کے ماتھے پر سرخ نشان اپنی پوجا مکمل کی۔ جیہ کو ارجن کا ماتھا اور رخسار سرخی سے تر دیکھ کر ایک عجیب سا آیا اور اس نے بے اختیار اپنے بیٹے کو خود سے لپٹا لیا۔

موسم گرما شروع ہوا تو جیہ کے دماغ پر چھانے والی دھند کچھ اور گہری ہو گئی۔ اسے یہ موسم ایک بخار کی مانند محسوس ہو رہا تھا جس کا زور شاید کبھی نہ ٹوٹتا۔

اس کی دھند کا اختتام چھوٹے ڈنگرا کے ٹیلی گرام پر ہوا جس میں اس پر زور دیا گیا تھا

کہ اس وقت لندن میں اس کی موجودگی بے حد ضروری ہے۔

"پرتاپ' اپنی ساتھی لڑکی اسمی مورے کے سلسلے میں بعض سنگین مشکلات سے دوچار ہو گیا ہے۔ بلیک میل کا خدشہ ہے۔ میں نے اس طرح کی ہولناک صورت حال کبھی نہیں دیکھی۔"

غصے اور کرب سے جیہ کی بری حالت تھی۔ اس نے ٹیلی گرام کو ہتھیلی میں بری طرح کچل ڈالا۔ اس نے بے اختیار اپنے شوہر کو کوسا تھا کہ اس وقت جبکہ پوری برطانوی بادشاہت کی نظریں ہندوستانی بادشاہوں پر مرکوز تھیں۔ اپنی داشتہ کے ساتھ لندن میں رنگ رلیاں منانے کی بھلا کیا تک تھی۔

ڈنگرا کے پیغام نے جیہ کی تمام توقعات اور امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اسے صرف اپنے بیٹے کا تخت ہی نہیں، سیر پور کی پوری ریاست ہی غرق ہوتی نظر آنے لگی تھی۔

انہی دنوں بمبئی سے لیڈی مودی کا خط موصول ہوا اس نے جیہ کے ساتھ لند جانے کی پیش کش کی تھی۔ خط کے دوسرے صفحے کے نچلے حاشیئے میں اس نے لکھا تھا۔

"بہتر ہے تم پہلے 14 کرائز اسٹریٹ کلکتہ میں میڈم اینڈ سے رابطہ کر لو' ڈارلنگ تمہیں صورت حال کا مزید اندازہ ہو جائے گا۔ اسمی مورے رقاصہ بننے سے پہلے اسی ادارے میں کام کرتی تھی۔"

سیر پور کے ملازم ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے مستعد اور منتظر کھڑے تھے لیکن کے چہروں پر وہ روایتی گرم جوشی نہیں تھی جو ان مواقع پر اکثر دیکھنے میں آتی تھی۔ بلکہ کے برعکس وہ کسی قدر حیران و پریشان تھے کہ مہارانی کی اچانک کلکتہ آمد کس سلسلے ہے۔

سیڑھیوں پر جیہ کی خادمائیں اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔ "ہم نے کرائز اسٹریٹ پیغام دیا ہے، حکم!" مہارانی جیہ کو آگاہ کیا گیا۔ "سہ پہر کے وقت آپ کا وہاں انتظار کیا گا۔"

جیہ نے کچھ دیر اپنے بیڈ روم میں آرام کیا اور پھر کڑی دوپہر میں وہ کرائز اسٹریٹ کے لئے سیر پور ہاؤس سے نکل کھڑی ہوئی۔ کار میڈم اینڈ کے ادارے کی جانب جا۔ معروف شاہراہ سے گزر رہی تھی اور جیہ متجسس نگاہوں سے شور مچاتے رکشاؤں او راہ گیروں کو نظروں میں تول رہی تھی اس کے لمبے سیاہ بال' اس کی پسینے میں شرابور کسی گرم تولئے کی طرح پڑے ہوئے تھے۔

مچھلی بیچنے والا ایک خوانچہ فروش فٹ پاتھ پر بیٹھا برف کی سل پر رکھی ہوئی مچھلیوں پر کھیاں اڑانے میں مصروف تھا کہ اس نے ایک لمبی چوڑی کار قحبہ خانے کے سامنے رکتے ی اور اس وقت تو اس کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب اس نے ساڑھی میں ملبوس ایک بت ہی باوقار خاتون کو کار سے اتر کر قحبہ خانے میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس نے کئی بار جھپکائیں مگر وہ جو کچھ دیکھ رہا تھا وہی حقیقت تھی۔

اس بدنام زمانہ جگہ میں داخل ہوتے ہی جیہ کو ایک عجیب سی مہک کا سامنا کرنا پڑا تھا کا جی چاہا کہ وہ پلٹ کر بھاگ نکلے لیکن جس مجبوری کے باعث وہ یہاں تک آئی تھی کا تقاضا تھا کہ وہ ناپسندیدگی کے باوجود یہیں ٹھہرے۔

میڈم اینڈ اس کی منتظر تھی اس نے جیہ کو ایک گندے سے صوفے پر بٹھایا اور ایک کم لڑکی جیہ کے لئے برف کی طرح ٹھنڈی چائے لے آئی۔ جیہ کا جی چاہا کہ چائے سے انکار دے لیکن اخلاق کا تقاضا تھا کہ وہ ایسا نہ کرے۔

"آپ کو اسمی مورے سے ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ یور ہائی نیس" میڈم اینڈ نے نیند نشے سے بوجھل لہجے میں جیہ کو مخاطب کیا۔ "اس کے اپنے خواب تھے' جن کی تعبیر کے وہ کوشاں تھی۔ اس بچی کو دیکھیں۔" اس نے چائے لانے والی بچی کی جانب اشارہ کیا۔ انگریز اوور سیئر نے اس کی ماں کی عزت لوٹی تھی ایک پٹھان دلال نے اس کی پرورش اور جب اسے یقین ہو گیا کہ بڑی ہو کر یہ لڑکی خوبصورت نکلے گی۔ وہ اسے مجھے فروخت کے چلا گیا۔ آپ کے شوہر ایک شاندار آدمی ہیں۔ ایک ایسے حکمران جو میری لڑکیوں سے لیوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ لڑکیاں شہزادیوں کے سے انداز اپناتی ۔" اس نے لڑکی کے کان میں کچھ کہا۔ لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر بھاگتی ہوئی ے سے باہر چلی گئی۔

چند ہی منٹ بعد ایک عورت کمرے میں داخل ہوئی جو خوب صورت تو تھی لیکن اس چہرے کے نقوش چیخ چیخ کر اس کے طوائف ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔ اس نے لی کو سلام کیا اور مئودب انداز میں کچھ فاصلہ دے کر کھڑی ہو گئی۔

"دیملا!" میڈم نے آنے والی لڑکی کو نرمی سے مخاطب کیا۔ "مہارانی کو بتاؤ کہ تم نے لبہ پرتاپ کو کبھی اپنے قریب آنے اور چھونے کی اجازت کیوں نہیں دی؟"

لڑکی نے نفی میں سر ہلایا تو اس کے بھورے بال شانوں پر بکھر گئے۔

"ادھر آؤ ڈیئر!" میڈم نے اسے پیار سے پچکارا۔

متناسب بدن اور تیکھے نقوش کی حامل وہ گوری چٹی لڑکی آگے بڑھ آئی۔ "میں نے ہیڈ
ان کا خیال رکھا ہے۔ یور ہائی نیس۔" لڑکی نے غمگین لہجے میں مہارانی کو آگاہ کیا۔ "حتیٰ کہ
جب وہ شراب کے نشے میں دھت ہوتے تھے تو میں ان کے بستر پر بیٹھ جاتی تھی تاکہ کوئی
ان کے آرام میں مخل نہ ہو سکے۔"

میڈم اینڈ نے لڑکی کو موضوع سے ہٹنے نہیں دیا۔ "مہارانی کو بتاؤ و یلما کہ تم نے ہز
ہائی نیس کو اپنے جسم سے کھیلنے کی اجازت کیوں نہیں دی؟"

لڑکی نے جواب دینے کے بجائے خوفزدہ نگاہوں سے جیہ کو دیکھا اور بھاگ کر کمرے
سے باہر نکل گئی۔

پسینے سے جیہ کی ہتھیلیاں بھیگ گئی تھیں۔ اس نے اپنی ساڑھی سے انہیں صاف کیا
تھا۔ تب ہی اس نے نظریں اٹھائیں تو اسے لڑکی دوبارہ کمرے کے دروازے پر کھڑی دکھائی
دی۔

لڑکی آہستہ آہستہ جیہ کی طرف بڑھی۔ اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا
"پہلی بار جب ہز ہائی نیس نے مجھے بلایا' وہ اپنے بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے اور یہ انہوں نے پہن
رکھے تھے۔"

اس نے سلیپروں کی جوڑی جیہ کے چہرے کے سامنے کر دی۔ سیاہ مخمل پر ایک سنہ
اور ایک ہاتھی کی شبیہہ تھی۔ "جب میں نے سیر پور کا شاہی نشان جوتوں پر دیکھا تو مجھے
سمجھنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا کہ آپ کے شوہر میرے بھائی تھے۔"

لڑکی نے سلیپروں کی جوڑی زمین پر پھینک دی۔

جیہ کو یوں لگا جیسے اس کا کلیجہ پھٹ کر حلق کے راستے باہر آ جائے گا۔ اس نے
اختیار ساڑھی کے پلو سے منہ ڈھانپ لیا۔

میڈم اینڈ نے موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ وہ جیہ کو بتا رہی تھی کہ اس
لڑکیاں اپنے گاہکوں کا بغور جائزہ لیتی ہیں تاکہ ان سے باہر کی دنیا کے آداب سیکھ سکیں ا
اپنے لئے نئی شناخت تلاش کر سکیں۔ جیہ بمشکل اس کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ اس ق
شاہی نشان کو دیکھ رہی تھی جو سیر پور کے حکمران اپنے انگریز آقاؤں کو خوش کرنے کے
پگڑی کے بجائے جوتوں پر بنواتے تھے۔ وہ اس بات پر بے انتہا شرمندگی محسوس کر رہی
کہ ایک حکمران سے زیادہ ایک طوائف اس شاہی نشان کی عزت افزائی کر رہی تھی۔

"ایسی مورے فلموں میں جانا چاہتی تھی۔" میڈم' جیہ کو بتا رہی تھی۔ "لیکن

ے شوہر مصر تھے کہ وہ ان کی داشتہ بن جائے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے اس سے
ادی کا وعدہ بھی کیا تھا۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ ان لڑکیوں کے لئے اس قسم کے وعدوں کی کیا
یت ہوتی ہے؟"

جیہ بدستور نظریں جمائے زمین پر پڑے ہوئے جوتوں کو گھور رہی تھی۔ اسے اپنے حلق
یں کڑواہٹ سی گھلتی محسوس ہو رہی تھی۔ کاش اس نے لندن میں منتظر شوہر کے بیٹے کو
م نہ دیا ہوتا۔

جیہ بحری جہاز میں اپنے وسیع و عریض کیبن کی کھڑکی سے عرشے کا نظارہ کر رہی تھی
ہاں اسے ہندوانہ طرز کی جیکٹ پہنے مردوں کا ایک گروپ میز کے گرد بیٹھا خوش گپیوں میں
صروف نظر آیا تھا۔

اچانک اسٹیٹ روم کا دروازہ کھلا اور لیڈی مودی چوکھٹ پر نمودار ہوئی۔ "ڈارلنگ!"
س نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں جیہ کو مخاطب کیا۔ "پوری اصلاحی کمیٹی ہمارے ساتھ
ندن کے سفر پر نکلی ہے مگر ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ حیدر آباد گزشتہ کئی ہفتوں
کے دوران بمبئی کی بندرگاہ سے روانہ ہونے والا پہلا بحری جہاز ہے۔"

اس نے بڑھ کر جیہ کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ "پرتاپ کے بارے میں مجھے
فسوس ہے ڈارلنگ لیکن تم فکر نہ کرو۔ ہم کوئی نہ کوئی راہ نکال لیں گے۔"

"ایسا ہو گا' پسی!" جیہ نے ایک عزم سے جواب دیا۔

"ہمارے شوہر کا خیال ہے کہ وہ جتنی بے قاعدگی چاہے کر لیں برطانوی تخت سے ان
کی وابستگی' انہیں بچا لے گی۔"

"یہی تو اس خوبصورت آدمی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے ڈارلنگ۔" لیڈی مودی نے
جواب دیا۔ "وہ اس لئے بے قاعدگیاں کر رہا ہے کہ اسے ہر کسی نے بے قاعدگیوں پر ہی
اکسایا ہے۔"

"ہمیں اپنے شوہر کی بے قاعدگیوں سے کوئی غرض نہیں۔" جیہ نے جہاز کے آہنی
ڈھانچے سے پرے دکھائی دینے والے سمندر کی نیلی لہروں پر نظریں جما کر کہا۔ "ہم تو اس
لئے فکر مند ہیں کہ ان کی حرکتوں سے ہمارا بیٹا تخت سے محروم ہو جائے گا۔"

لیڈی مودی' جیہ کے چہرے کے ابھرنے والے تاثرات سے الجھ کر رہ گئی۔ "لیکن
ڈارلنگ! پرتاپ مہاراج ہے اور تمہارے پاس تو کوئی اختیار نہیں۔"

"ابھی تو نہیں ہیں' پسی!"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو' ڈارلنگ!" تجسس اور پریشانی سے لیڈی مودی کی آواز قدرے بلند ہو گئی تھی۔

جیہ کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ "وہ اس وقت تک اپنی بیوی کو چھوٹا پسند نہیں کرتا جب تک کہ وہ ایک کھلونے کا روپ نہ دھار لے جس کا عورتوں کی قبیل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یا اس وقت تک وہ بیوی کے قریب نہیں پھٹکتا جب تک کوئی شخص اس شرابی کو سہارا دینے کے لئے موجود نہ ہو۔" جیہ کا لہجہ انتہائی باغیانہ اور تمیز کی حدود سے بہت پرے تھا۔ "اسے اس بیوی سے گھن آتی ہے جو اپنی چھاتیوں سے اپنے لخت جگر کو دودھ پلائے لیکن اس وقت شرم نہیں آتی جب جوتوں پر اپنا قدیم شاہی نشان لئے وہ قحبہ خانے کا دروازہ پھلانگے۔ کیا ایک شوہر کی ذمے داریاں یا بادشاہ کا مقام یہی ہے؟"

"ڈارلنگ میں نے تمہیں پرتاپ کے لئے قابل قبول بنانے کی غرض سے اپنی ہر ممکن کوشش کی ہے۔" لیڈی مودی نے اسے بتایا۔ "مجھے تو دکھائی نہیں دیتا کہ تم اس سے بڑھ کر بھی کچھ کر سکتی ہو۔ بہرحال اس نے تمہیں جو حقوق اور اختیارات دے دیئے ہیں' تم ان سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتیں۔"

لیڈی مودی کے تلخ اور کھردرے لہجے نے جیہ کے جذبات سرد کر دیئے وہ بیڈ پر بیٹھی خاموشی سے ملازماؤں کو کام کرتے دیکھتی رہی جنہوں نے دیوی کے بت کے ساتھ مہاراجہ کی ایک تصویر لا سجائی تھی۔ جیہ کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

سمندر کا موسم چونکہ بہت زیادہ بہتر نہ تھا اسلئے تمام مسافر اپنے اپنے کیبنوں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے جیہ نے بھی یہی کیا تھا اس لئے لیڈی مودی سے اس کی کچھ زیادہ ملاقات نہ ہو پائی تھی البتہ لیڈی مودی نے جب سے جیہ کو تلخ جوابات دیئے تھے اس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ لیڈی مودی کو صرف سماجی تقریبات تک محدود کر دے گی اور اسے مہاراجہ پرتاپ کے خلاف اپنی لڑائی میں استعمال نہیں کرے گی۔

جب جہاز بحیرہ احمر کے پرسکون پانیوں میں پہنچا تو موسم بھی بہتر ہو گیا۔ چنانچہ لیڈی مودی بھی اپنے کیبن کے عین عقب میں واقع ڈرائنگ روم میں لنچ کے لئے پہنچ گئی تھی۔ جیہ بھی اپنے کیبن سے نکل آئی تھی۔ اسے اب بھی وہ آدمی عرشے پر گروپ کی صورت میں بیٹھے نظر آئے تھے جنہیں اس نے جہاز کی روانگی کے وقت دیکھا تھا۔

اس روز بھی کھانے کے وقت جیہ انہی کی طرف متوجہ تھی۔ میم صاحبوں کا ایک گروپ بھی کیپٹن کی میز سے جیسے ان کا نظارہ کرنے میں مصروف تھا۔

لیڈی مودی نے ایک طویل سانس لی۔ "میں نہیں جانتی کہ سب لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے لوگوں کی ہنسی چھن گئی ہو میں یہ البتہ جانتی ہوں کہ دھوتی کرتے میں ملبوس ان غریب آدمیوں کی زندگی میں کبھی کوئی خوشی نہ آئی ہو گی۔"

جیہ نے ایک بار پھر پلٹ کر ان غیر دلچسپ قسم کے آدمیوں کی طرف دیکھا جنہوں نے ہندوستان کے شہنشاہوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ کندھوں پر شال ڈالے ہوئے ایک جانا پہچانا شخص بھی ان میں موجود تھا۔

لیڈی مودی کا لہجہ اچانک ہی خوشگوار ہو گیا۔ "یہ تو ارون رائے ہے' ڈارلنگ۔ کیا تم نے کلکتہ میں یہ پروگرام بنایا تھا؟"

لیڈی نے وکیل کو متوجہ کرنے کے لئے اپنا سگریٹ ہولڈر لہرایا جیہ نے اسے جب اپنی میز کی طرف بڑھتے دیکھا تو پریشانی کے عالم میں سر جھکا لیا۔

"ارون ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے نہایت پیار سے اسے مخاطب کیا۔ "تم ان بے کار قسم کے لوگوں کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟"

"یہ ہندوستان کے بہترین قانون دان ہیں' پسی۔" ارون نے تبصرے پر برا مانے بغیر عام سے لہجے میں کہا۔ "اصلاحیوں نے انہیں لندن میں اپنی تحریک کے سلسلے میں حاصل کیا ہے۔"

لیڈی مودی نے اظہار ناپسندیدگی کے طور پر ہونٹ سکوڑے "ہاں' اگر تم گٹروں کے ابال کو تحریک کہہ سکو تو!"

"کیا ہندوستان کے ان لیڈروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکمرانوں کی نجی زندگیوں میں جھانکتے پھریں؟" جیہ نے پوچھا۔

ہمیشہ کی طرح ارون رائے نے جب جیہ کو مخاطب کیا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "ان اسکینڈلز کو محض اس ثبوت کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان کے حکمران کس طرح اپنے اختیارات کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اور ان کے عوام خاموشی سے اس استحصال کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ آپ تو یہ اچھی طرح جانتی ہیں' شہزادی۔ آخرکار آپ نے پرتاپ گڑھ میں ایک کتیا کی شادی میں شرکت بھی کی ہے۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ چند ہفتے قبل وائسرائے نے جب پرتاپ گڑھ کا دورہ کیا تو ان کے تاثرات کیا تھے؟ یہ کہ تمام طاقت اور قوت کو ذمے داری کے ساتھ استعمال کیا جانا چاہئے۔"

"ایسے بہت سے حکمران ہیں جو اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہیں کرتے اور ذمے

واری کا احساس بھی ان میں موجود ہے۔" لیڈی مودی نے اصرار کیا۔ "مہاراجہ جودھ پور اور مہاراجہ جے پور اس کی واضح مثال ہیں۔"

"کیا آپ جانتی ہیں کہ جودھ پور میں کتنے غلام موجود ہیں، پسی؟" اردن رائے نے دریافت کیا۔

"غلام؟" لیڈی مودی کے حلق سے چیخ سے ملتی جلتی آواز بلند ہوئی۔ "اب تو امریکہ میں بھی غلام نام کی کوئی شے نہیں پائی جاتی اور تم....."

"آپ غلطی پر ہیں، پسی" اردن رائے نے اس کی بات کاٹی۔ "راجپوتوں کے اس دیس میں جہاں ہماری اس خوبصورت شہزادی نے جنم لیا ہے اب ڈوگرے، چکرے، حضوری، چیلاس اور گولاس قبائل کے افراد کی جانوروں کی طرح خرید و فروخت ہوتی ہے۔"

جیہ کو مسز رائے کی آنکھیں یاد آگئیں جو چشمے کے عقب سے اسے گھورا کرتی تھیں جبکہ لیڈی مودی، اردن رائے کے جواب سے پریشان ہو کر اپنے شمپین کے گلاس سے کھیلنے لگی۔

"اس میز پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے شاہی ہندوستان میں غلاموں کی خرید و فروخت کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کی ہے۔" اردن رائے نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔ "لیکن ان لوگوں کو ہندو بادشاہوں نے جانور سمجھا ہے اور ان کے ساتھ انتہائی گھٹیا سلوک روا رکھا ہے۔ عظیم سلطنت برطانیہ نے انہیں باغیوں کے خطاب سے نوازا ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ غلاموں کی خرید و فروخت تو ایک مثال ہے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستانی ریاستوں میں ہر شخص قانون سے بے نیاز محض اپنے حکمرانوں کے اشاروں اور غیر انسانی خواہشوں کے سہارے زندہ ہے۔"

"یہ سچ نہیں ہے۔" جیہ نے اعتراض کیا۔

"آپ بہتر سمجھ سکتی ہیں، شہزادی۔" اردن رائے ٹھوس لہجے میں بولا۔ "کیا آپ کے عوام واقعی آپ کے شوہر کو پسند کرتے ہیں۔ اگر انہیں یہ یقین ہو جائے کہ سلطنت برطانیہ نے آپ کے شوہر کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو کیا وہ آپ کے شوہر کے خلاف اپنی ناراضی کا اظہار نہیں کریں گے؟"

وہ جواب دے کر رکا نہیں، بلکہ اپنے ساتھیوں کی میز کی جانب واپس چلا گیا۔

لیڈی مودی نے فوراً جیہ کے کانوں میں کھسر پھسر شروع کر دی۔ "سیاست نے ہر تباہ کر دی ہے۔" اس نے تبصرہ کیا۔ "ابھی لندن پہنچنے میں کم از کم ایک ہفتہ باقی ہے۔

سمجھ رہی تھی کہ ہم اچھا وقت گزاریں گے۔"

جیہ، لیڈی مودی کے تبصروں سے بیزار تھی۔ اس میں مزید ہمت نہیں تھی کہ ان مردوں کو برداشت کرے چنانچہ وہ ڈرائنگ روم سے نکلی اور ڈیک پر آگئی۔

اپنے شوہر کی خلاف جنگ میں ہندوستان کے بہترین قانونی دماغوں کے شامل ہونے کی ول اور جہاز سے مسلسل ٹکرانے والے سمندری پانی کو دیکھتے رہنے سے اس کا سر چکرا گیا راس نے بے اختیار آہنی ریلنگ تھام لی۔

اسی لمحے ایک ہاتھ اس کی کلائی کے گرد جم گیا۔ "آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے، زادی؟"

جیہ نے کمزور سے انداز میں سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

"پانی کی طرف مت دیکھیں، شہزادی۔ گرمی میں اس طرح کا منظر کچھ اچھا تاثر نہیں وڑتا۔"

لیکن جیہ مڑ کر وکیل کی بولتی آنکھوں کا سامنا کرنے سے گھبرا رہی تھی۔ یہ غلطی وہ لے بھی ایک بار مسز رائے کے گھر کے تاریک لان میں کر چکی تھی۔ اب وہ یہ غلطی دہرانا یں چاہتی تھی۔

اردن رائے نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں قید کر لیا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ لندن کیوں جا رہی ہیں، شہزادی۔" اس نے اپنی گرفت مضبوط ا تو جیہ کا پورا بدن اردن رائے کی پوروں کے نیچے کپکپا اٹھا۔ "آپ کے شوہر کا اسکینڈل ن لوگوں کے سامنے پوری طرح عریاں ہو چکا ہے جو برطانوی ہندوستان میں اس طرح کے ملات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔"

اب جیہ کے سامنے اپنے آنسو روکنا ناممکن تھا۔ اس کے آنسو آہنی ریلنگ پر سے ندر کے پانی میں گرتے رہے اور اردن رائے کے ہاتھ اس کے لمبے سیاہ بالوں کو سہلاتے ہے۔

"آپ جنگل میں بے حد خوفزدہ تھیں۔ شہزادی۔" اردن رائے اپنی سرگوشیوں کا شہد ل کے کانوں میں ٹپکا رہا تھا۔ "آپ اب بھی ایک جنگل میں موجود ہیں۔ ایک اجنبی اور خوشگوار جنگل میں لیکن اس بار اپنے حوصلوں کو جوان رکھیئے گا۔"

جیہ شرم سے دہری ہو گئی اس نے خود کو اردن رائے کی گرفت سے آزاد کیا اور اپنے یبن کی طرف بڑھ گئی لیکن اردن رائے کی آواز اسے اب بھی سنائی دے رہی تھی۔

"مجھے امید ہے کہ ہم جلد ہی پھر کسی جنگل میں اکٹھے ہوں گے' شہزادی۔" وہ بدستور کہہ رہا تھا "مگر یقین رکھیئے گا کہ فطرت انسان کی نسبت کہیں کم بے وفا ہے۔"

سیر پور کے ملازمین نے نہایت تپاک کے ساتھ رٹز ہوٹل میں جیہ کا استقبال کیا تھا۔ مہاراجہ پرتاپ ان فرانسیسی طرز کی کھڑکیوں کے پاس موجود تھا جو گرین پارک کی طرف کھلتی تھیں۔ جیہ نے جب اس کے چہرے پر پھیلی تاریکی دیکھی تو اس کا غصہ' ہمدردی میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ پریشانی اس کے خوبصورت شوہر کے چہرے پر کچھ اچھی نہیں لگتی تھی۔

جیہ نے خاموشی کے ساتھ وہ تمام رسومات ادا کیں جو ایک راجپوت بیوی اپنے شوہر سے ملنے پر ادا کرتی ہے اور پھر اس کے برابر جا کر کھڑی ہو گئی۔

مہاراجہ نے انگلیوں سے شیشہ بجایا۔ جیسے بات چیت شروع کرنے کا اشارہ دے رہا ہو۔ "ایسی مورے جیسی لڑکی پر پچاس ہزار پاؤنڈ خرچ کرنا ایک جوئے سے کم نہیں لیکن وائسرائے اپنے احکامات سے اسے پابند نہیں کر سکتا۔" جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں کوئی ندامت نہیں تھی۔ "اور وہ اس بات کو بھی جانتی ہے۔ دوسری جانب اس بات میں بھی کوئی جھوٹ نہیں کہ میں جتنی بیویاں چاہے کر سکتا ہوں لیکن قباحت یہ ہے کہ وہ ہندوستانی ہے اور اس کے بچے سیر پور کے تخت پر اپنا حق جتا سکتے ہیں۔"

جیہ کو لیڈی اینڈ کے قحبہ خانے کی وہ بچی جس نے اسے چائے لا کر دی تھی یاد آ گئی۔ "آپ کے خیال میں شادی کے سلسلے میں وہ آپ پر کس قسم کا اور کتنا دباؤ ڈال سکتی ہے حکم!"

مہاراجہ نے کھڑکی چھوڑ دی اور ایک آرام کرسی پر آ بیٹھا۔ اس نے جواب دینے سے قبل میز پر رکھی شمپین کا گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ لیا تو اس پر کھانسی کا ایک طویل حملہ ہوا۔ کچھ دیر وہ اس کھانسی سے لڑتا رہا پھر وہ نڈھال ہو گیا۔

"وعدہ توڑنے کی سزا تو ملے گی' مائی ڈیئر!" چند ثانیوں بعد اس کی حالت سنبھلی تو اس نے نہایت کمزور سی آواز میں جواب دیا۔ "تصاویر' خطوط جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے عراقی سوداگر سے اپنی منگنی توڑ دی تھی کیونکہ میں نے اس سے شادی کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے مجھے توپ کے دہانے پر کھڑا ضرور کر رکھا ہے لیکن ابھی اسے اسکینڈل اچھالنے کا زیادہ وقت نہیں مل سکا۔ وائسرائے اپنے والد کی نوے ویں سالگرہ منانے کے لئے لندن روانہ ہو چکا ہے اور تم جانتی ہو کہ یہ عیسائی لارڈ ارون کس قدر منحوس آدمی ہے۔ زیادہ

امکان اس بات کا ہے کہ مجھے دستبردار ہونے پر مجبور کیا جائے گا۔ کاش بوڑھی ملکہ وکٹوریہ زندہ ہوتی۔ اس سے مجھے اپنی بہت زیادہ حمایت کی توقع تھی۔"

مہاراجہ نے پھر گلاس اٹھایا۔ اس بار اس کے ہاتھ کپکپائے اور شراب چھلک کر اس کے کپڑوں اور فرش پر آ گری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اپنی بیوی کی طرف بڑھا۔

"اب بھلا مجھے کیا کرنا چاہئے؟" اس نے بہکے ہوئے لہجے میں عجیب سا سوال کیا۔ "مہاراجہ بیکانیر اور مہاراجہ پٹیالہ اس معاملے کے ختم ہونے تک مجھے کسی اجلاس میں شرکت کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ میری خواہش ہے کہ وہ منحوس طوائف کسی حادثے میں مر ہی جائے تو اچھا ہے۔"

جیہ نے خشمگیں نگاہوں سے اپنے آوارہ شرابی شوہر کو گھورا جو بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی بیوی سے ایک فاحشہ کے بارے میں گفت و شنید کر رہا تھا۔ ایک بگڑا ہوا بچہ' جیہ نے دل ہی دل میں تبصرہ کیا' جو اپنے ماں باپ کا نام ڈبونے پر تلا بیٹھا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے اپنی بادشاہت کو ختم کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ جیہ کا بس چلتا تو وہ اسے جنگل بدر کر دیتی۔

"تم کیا کر سکتی ہو؟"

"ممکن ہے ہم ایک عورت ہونے کے ناطے سودے بازی کا کوئی نکتہ ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

نشے میں سرخ آنکھوں میں امید کی روشنی جگمگا اٹھی۔ اس نے بے اختیار جیہ کی ساڑھی پکڑ کر اسے اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ جب اس کے ہونٹوں نے گلے سے سینے تک کا سفر طے کرنا شروع کیا تو شراب چھلک کر جیہ کی ساڑھی پر جا گری۔ جیہ نے اسے پوری قوت سے پیچھے دھکیل دیا تھا۔ پرتاپ نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن شاید وہ کچھ کہنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے" چند ثانیوں بعد پرتاپ نے ایک طویل سانس لی "تم اپنے طور پر اس معاملے کو نمٹا سکتی ہو۔"

"مگر ہماری خدمات بن مول نہیں ہوں گی' حکم!"

پرتاپ نے چونک کر اپنی بیوی کو دیکھا لیکن وہاں تو چہرے پر شناسائی کی ذرا سی بھی رمق نہیں تھی۔ پرتاپ نے اپنے تاثرات چھپانے کے لئے رخ موڑ لیا۔ ذرا دیر بعد جب وہ پلٹا تو خود کو پرسکون کر چکا تھا۔ "اوہ!" پرتاپ خود کو مکمل طور پر مجتمع کر چکا تھا۔ "وقت

کس قدر بدل گیا ہے۔ تم تو میری وہ وفادار بیوی ہو جو ہر سے میری درازی عمر کے لئے پوجا میں مصروف رہتی ہو۔" اس نے ایک بار پھر شراب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ "مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اپنے شوہر کے وقار کی قیمت کیا رکھی' مائی ڈیئر!"

"بااختیار اور برسراقتدار مہارانی۔"

جیہ کے الفاظ تھے یا بم کا دھماکہ تھا جس نے کمرے کے در دیوار کو ہی نہیں' پرتاپ کو بھی ہلا ڈالا تھا۔

"کک.... کیا مطلب....؟" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ارجن کے تخت پر بیٹھنے کی عمر تک کے لئے ہمیں سیرپور کی بااختیار اور برسراقتدار مہارانی قرار دیا جائے۔" جیہ نے اپنے شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پورے اعتماد سے جواب دیا۔

"طاقت.... قوت۔" مہاراجہ پرتاپ نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا تھا۔ "تو تمہاری قیمت قوت اور اختیارات ہیں۔"

پرتاپ کے صحیح اندازوں سے جیہ ڈگمگا کر رہ گئی۔ اس نے اپنی اب تک کی زندگی اختیارات سے متاثرہ فرد کی طرح گزاری تھی لیکن اب وہ ایسے مقام پر فائز ہونے کی خواہشمند تھی جہاں رہ کر وہ ان اختیارات کو خود استعمال کر سکے حالانکہ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھی کہ اس کا شوہر ایک جوان اور صحت مند آدمی ہے جو اس کے بیٹے کے بالغ ہونے کے بعد بھی کئی سال زندہ رہ سکتا ہے۔

"بھگوان سے ہماری پرارتھنا ہے کہ آپ کو کچھ بھی نہ ہو' حکم!" جیہ باوجود کوشش کے اپنی آواز کی تلخی کو پوشیدہ نہ رکھ پائی تھی۔

"لیکن ایسا ہو گا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ برطانوی ریزیڈنٹ کی ہمدردیاں اس حد تک دراز ہو جائیں گی کہ وہ ایک بچے کو اصلاحیوں یا قوم پرستوں سے بچانے میں کامیاب ہو سکیں۔"

مہاراجہ پرتاپ نے ذومعنی نظروں سے اپنی بیوی کو گھورا۔ "ہم پہلے ہی جانتے ہیں کہ سیرپور کا آئندہ ریزیڈنٹ کس نوعیت کا ہو گا۔ سر اکبر نے مجھے گذشتہ ہفتے ایک ٹیلی گرام روانہ کیا ہے۔ میجر ٹیمس آسبرن کو سیرپور کا نیا برطانوی ریزیڈنٹ مقرر کیا گیا ہے۔" پرتاپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ "میں جانتا ہوں کہ تم اپنی زندگی' مجھ سے زیادہ بہتر انداز میں ترتیب دے سکتی ہو' مائی ڈیئر!"

جیہ کو ایک جانب ہندوستانیوں سے کھچا کھچ بھرے لندن میں ایسی مورے کا انتظار

ری جانب وہ اصلاحیوں اور ہندو بادشاہوں کے درمیان ہونے والے پروپیگنڈے کی جنگ رہ کر رہی تھی۔

مہاراجہ پٹیالہ شاہی ہندوستان کا مرکزی ترجمان تھا۔ پورے لندن میں اس کی جنسی "پرتعیش انداز رہائش' پولو اور کرکٹ میں اس کی ناقابل یقین کارکردگی اور نشانہ بازی چرچے تھے۔ مہاراجہ بھوپندر نے بارہا لندن کے مختلف ٹاؤن ہالز' ڈرائنگ رومز اور یوں میں اس بات کا برملا اظہار کیا تھا کہ برطانوی پریس اور اصلاحی' ہندوستانی بادشاہوں لاف من گھڑت کہانیاں سنا رہے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

مگر اس کے برعکس' دوسری جانب جیہ' ہندوستانی بادشاہوں کے خلاف افواہوں کے سے پریشان تھی۔ ہر طلوع ہونے والا دن اپنے جلو میں نئے نئے ہنگامے اور افسانے لے کر نمودار ہوتا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ ایسی مورے اپنی رنگین راتوں ہانیاں' بوڑھے گدھوں کی طرح منڈلاتے اخبارنویسوں کو فروخت کر دے گی۔ اور وہ شائع کر کے اپنے عوام کی توجہ ملک کی بگڑتی ہوئی معاشی صورت حال سے ہٹانے میں ب ہو جائیں گے۔

جب مہاراجہ پرتاپ نے اسے بتایا کہ ایسی مورے نے لندن آنے کے بجائے براہ ت نیویارک جانے کا فیصلہ کیا ہے تو جیہ بھی بحری جہاز کے ذریعہ امریکہ روانہ ہو گئی۔ وہ تھی' کہ ایسی مورے کے ساتھ معاملات طے کر کے فوری طور پر لندن آ جائے جہاں ہند کے مستقبل کی جنگ پورے زور و شور سے جاری تھی۔

بلند و بالا عمارتوں کے اس جگمگاتے شہر میں جیہ کو سوائے بے آرامی کے کچھ نہیں ملا۔ سی مورے کی جانب سے رابطے کی منتظر رہی جبکہ اس عرصے میں چھوٹا ڈنگرا نیویارک ندگی دکھا کر جیہ کا دل بہلانے کی کوششوں میں مصروف رہا۔

جیہ بہت سی جگہوں پر اپنے لباس سے شرمندہ سی ہو جاتی تھی لیکن ایسے موقعوں ٹا ڈنگرا اس کے کان میں سرگوشیوں کے ذریعے اس کی ہمت بندھاتا اور بتاتا کہ وہ اپنا صحیح طور پر ادا نہیں کر رہی۔ یہ سن کر وہ ڈانس فلور پر چلی جاتی اور اپنی ساڑھی پر کی چبھتی ہوئی نگاہوں کو نظرانداز کر کے رقص میں مصروف ہو جاتی۔

والڈ ورف اسٹور یا ہوٹل میں چاندنی نے ہوٹل کی ملازماؤں کے ساتھ دوستی گانٹھ لی ایک سہ پہر' نیویارک کی مصروف سڑکوں کے شور سے بیس منزلیں بلند سوئٹ میں نے اپنی مالکن کو بتایا کہ ہوٹل کی ایک سیاہ فام ملازمہ اصل مہارانی سے ملنے کی خواہش

مند ہے۔

جیہ نے مسکراتے ہوئے اس سیاہ فام لڑکی کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ وہ چاند
کی ہی عمر کی تھی۔ اس کے چہرے پر امریکیوں کی روایتی شوخی تھی۔

"میں آپ کے لئے ایک تحفہ لائی ہوں' میڈم!" سیاہ فام لڑکی نے ایک کتاب جیہ
طرف بڑھائی۔ "یہ امریکہ کی یادگار ہے۔ اس کتاب کا نام دی ڈارک پرنس ہے اس میں
دکھایا گیا ہے کہ آپ ہندوستان میں اور ہم امریکہ میں کس طرح گوروں سے اپنے حقوق
جنگ لڑ رہے ہیں۔"

جیہ بہت دیر تک اس سے باتیں کرتی رہی۔ امریکہ کے بارے میں پوچھتی رہی۔ یہا
بھی گوروں اور کالوں کے درمیان جنگ جاری تھی۔ لڑکی نے پوری تفصیل کے ساتھ ا
جنگ کا احوال جیہ کے گوش گزار کیا تھا۔

جیہ اطمینان سے بستر پر لیٹ کر دی ڈارک پرنس کے پلاٹ کا مطالعہ کرتی رہی۔ یہ ای
مقامی شہزادی کی کہانی تھی جس نے ایک سیاہ فام کے بچے کو جنم دیا تھا۔ جب بچہ' مہارا
کے فرائض انجام دینے کے قابل ہو گیا تو شہزادی نے نیگرو سے شادی کر لی اور بادشاہت
خلاف ایک عالمگیر تحریک شروع کرنے کے لئے دنیا کے دورے پر نکل کھڑے ہوئے۔ جیہ
کی تنظیم کے نام پر ہنسے بغیر نہ رہ سکی..... تنظیم کا نام گریٹ کونسل آف دی ڈارک پیپل
مگر جیہ کی ہنسی میں ایک تلخی تھی وہ سیاہ جھنڈے اسے یاد آ گئے تھے جنہیں لہراتے ہو
برطانوی ہندوستان نے سائمن کمیشن سے ملاقات کی تھی۔ مہاراجہ پٹیالہ ان برطانوی مرا
اور عورتوں کے ناز نخرے اٹھانے میں مصروف تھا جو اس کی بادشاہت کو قائم و دائم رکھنے
لئے بٹلر کمیشن پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر سکتے تھے۔ صرف یہی نہیں' بادشاہت بچانے
لئے ایک بیوی کو واشنگٹن سے ملاقات پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو جیہ نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب خاموشی
ایک طویل وقفہ تھا۔ جیہ کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ ایسی مورے کا فون ہے۔

"میں آپ کو اس معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتی۔ یور ہائی نیس۔" بالآخر ایسی
جھجکتے ہوئے بات شروع کی۔

جیہ اپنی آواز اور لہجے کے کرب کو چھپانے میں کامیاب ہو سکی تھی۔ "ہم ملوث ہ
مس مورے۔ تم بتاؤ ہماری ملاقات کب اور کہاں ہو سکتی ہے؟"

"میں ابھی آ رہی ہوں' یور ہائی نیس۔"

جیہ نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے دل نے پسلیوں سے ٹکرانا شروع کر دیا تھا۔

اسکول کی طالبات کی طرح پھلیں کرتی دو ملازمائیں دروازے پر نمودار ہوئیں۔ چاندنی
ذرا جھک کر جیہ کو تعظیم دی جبکہ اس کی سیاہ فام دوست نے ماتھے پر ہاتھ لے جا کر
لیا۔

"مہاراجہ آف ڈنگرا' باریابی کے لئے منتظر ہیں۔ یور ہائی نیس۔" چاندنی نے جیہ کو آگاہ

بے اختیار جیہ کے حلق سے اطمینان کی ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔ یہ بہتر تھا کہ
ڈنگرا' ایسی مورے سے ملاقات کے دوران وہاں موجود رہے۔ وہ یوں بھی چھوٹے
بہت زیادہ اعتماد کرتی تھی اس لئے اسے اطمینان تھا کہ جہاں کہیں وہ کمزور پڑے گی
ڈنگرا معاملے کو سنبھال لے گا۔

ڈنگرا اندر داخل ہوا تو جیہ کے دل کی دھڑکن معمول پر آتی چلی گئی۔ آغاز رسمی باتوں
اور پھر جیہ نے اسے اس معاہدے سے آگاہ کیا جو اس کے اور پرتاپ کے مابین طے

اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم ایسی مورے کو شادی کے لئے بلیک میل
سے روکنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمیں سیرپور کی بااختیار اور برسراقتدار مہارانی بنا

چھوٹے کی بڑی بڑی آنکھیں چمک اٹھیں۔ "میں تمہیں اس شاندار سودے بازی پر دلی
باد پیش کرتا ہوں' شہزادی۔" چھوٹا ڈنگرا واقعی خوش تھا۔ "تمہاری ڈور بیل بج رہی
میرے خیال میں دروازے پر ایسی مورے ہے جب تک تم اس سے فارغ نہیں ہو
میں اندرونی کمرے میں انتظار کرتا ہوں۔"

جیہ کے ہاتھ پسینے سے شرابور ہو رہے تھے۔ اس نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھوں سے
کھولا تو سامنے ہی نیم ہندوستانی خوب صورت لڑکی اپنے ہونٹوں پر قاتل مسکراہٹ
لئے کھڑی تھی۔

جیہ کو اس میں بے پناہ اعتماد دکھائی دیا۔ وہ ایک لمحے میں ہی سمجھ گئی کہ ایسی جیسی
لڑکیاں سیرپور کے مہاراجہ ہی کو نہیں' انگلستان کے بادشاہ تک کو بلیک میل کر سکتی

جیہ نے اپنی مہمان کو کاؤچ پر بٹھایا۔ لڑکی نے بات چیت کا آغاز موسم کے بارے میں

مختصر سے جملوں سے کیا تھا۔ اور پھر بلا کسی تمہید کے اپنی تمام تر عزت اور وقار کو پس پشت ڈال کر وہ اصل موضوع پر آ گئی۔

"انہوں نے مجھے رقم کی پیش کش کی ہے' یور ہائی نیس" اس نے براہ راست پرنس کا نام نہیں لیا تھا۔ "لیکن بھلا میں رقم کا کیا کرتی؟ قحبہ خانہ کھولتی؟"

"مگر یہ دولت تمہیں خود مختار ضرور بنا دیتی۔"

"اور اگر میں ان کی بیوی بن جاتی تو دولت سے کہیں زیادہ حاصل ہوتا مجھے' مجھے حقوق مل جاتے' اختیارات آ جاتے میرے پاس...."

"تم غلطی پر ہو مس مورے۔" جیہ نے نفی میں سر ہلایا "اگر ہمارے پاس اختیارات ہوتے تو ہم یہاں بیٹھ کر تم سے بات چیت نہ کر رہے ہوتے' بلکہ..... اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں آپ کے شوہر کو پریشان نہیں کرنا چاہتی' شہزادی۔" ایسی نے فوراً وضاحت کی۔

"میں تو صرف اپنے ماضی کا صفایا چاہتی تھی۔ اسے بھلانا چاہتی تھی اور انہوں نے اس مقصد کے لئے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا۔"

"کیا تم کوئی خاندان چاہتی ہو؟"

"نہیں' نہیں" لڑکی نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔ "حقیقت یہ ہے کہ میں کسی کی بیوی نہیں بننا چاہتی۔ میرا مقصد تو فلموں میں آنا ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میں ایک بہت بڑی اداکارہ بن سکتی ہوں۔"

جیہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "ہمارے ایک دوست یہاں موجود ہیں۔" اس نے ایسی مورے کو آگاہ کیا۔ "ہم انہیں بلاتے ہیں ممکن ہے اس سلسلے میں وہ تمہاری مدد کر سکیں لیکن اس امداد اور تعاون کے بدلے میں تمہیں وہ سب کچھ واپس کرنا ہو گا جو ہمارے ملک نے تمہیں دیا ہے۔"

"ملبوسات اور زیورات بھی؟"

"نہیں' مس مورے۔ وہ تو ہمارے شوہر نے تمہیں تحفے میں دیئے ہوں گے۔ میری مراد ان کے خطوط اور تصویروں سے ہے۔"

چھوٹا ڈنگرا کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ایسی مورے کے برابر والا صوفہ سنبھالا۔ بیٹھتے ہی اس نے دوستانہ انداز میں ایسی مورے کا گھٹنا تھپتھپایا۔

"خاصی مشہور ہوتی جا رہی ہو' مس مورے۔" وہ خوش دلی سے بولا۔ "کبھی دیکھا

بھی بدعائیں لیکن خیر۔ یہ تو مذاق ہے تم بتاؤ کہ تم نے اپنے لئے کیا شرائط منتخب کی ہیں۔ سکرین ٹیسٹ؟ آغاز کے طور پر ایک چھوٹا سا کردار؟"

لڑکی کے خوبصورت نقوش پر حرص و ہوس غالب آ گئی۔ "میں جینے کے لئے بھی کچھ تیار ہتی ہوں۔" اس نے چھوٹے ڈنگرا کو بتایا "ذاتی طور پر تو میں بہت ہی غریب سی لڑکی ہوں اس کی خواہشوں پر ناچا کرتی تھی۔"

"اور اپنے اس کردار میں پوری طرح کامیاب رہی ہو۔" ڈنگرا نے طنزاً کہا لیکن اس کے طنز کا ایسی پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ "کیا ہم اسے کسی الاؤنس کا نام دیں' جو تمہیں اس وقت تک دیا جائے جب تک تم ہالی وڈ میں قدم جمانے میں کامیاب نہیں ہو جاتیں؟"

"میں نہیں چاہتی کہ کوئی میری کلکتہ کی زندگی اور میڈم اینڈ کے بارے میں جانے۔" ایسی مورے نے جواب دیا۔ "کلکتہ کے مختلف قحبہ خانوں سے تعلق رکھنے والی کم از کم تین دوسری لڑکیاں اس وقت ہالی وڈ اسٹار ہیں۔ میں بھی ان جیسی بننا چاہتی ہوں۔"

رقاصہ کو اس یقین دہانی کے ساتھ رخصت کیا گیا کہ اگلے روز اس سے ملاقات کی جائے گی جونہی وہ روانہ ہوئی چھوٹے ڈنگرا نے اپنے بریف کیس سے کاغذات کا ایک پلندہ نکال لیا۔

"یہ ایک مہنگا سودا ہے' شہزادی۔" اس نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "اگر تمہیں یقین ہے کہ تمہیں مہارانی بنانے کے سلسلے میں پرتاپ اپنا وعدہ پورا کرے گا' تب تمہیں یہ سودا اپنی جیب سے کرنا ہو گا۔ کم از کم میری تجویز یہی ہے۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ بچائی ہوئی دولت استعمال کرنے کا یہ بہتر وقت ہے۔ میں نے سوچا ہے کہ امریکہ میں تمہاری کچھ جائدادیں اور پلاٹ فروخت کر دیئے جائیں۔"

اس نے ایک کاغذ دستخط کے لئے جیہ کو تھما دیا۔ "ویسے تو اس بات کو یہاں پاگل پن سمجھا جاتا ہے۔ اسٹاک مارکیٹ ایک ایسا بازار ہے جہاں بکنے کے لئے اشیاء نہیں ہوتیں۔ بکتے صرف خواب بکتے ہیں۔ میرے خیال میں تمہاری فلوریڈا کی زمین کی فروخت سے مس مورے کی قیمت بہ آسانی ادا ہو جائے گی۔"

جیہ نے کاغذ پر دستخط کر کے چھوٹے ڈنگرا کو واپس کر دیا۔

"اور اب شہزادی! میں سوچ رہا ہوں کہ فلم انڈسٹری میں تمہارے معاملات وسیع کر دیئے جائیں۔"

جیہ نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں' شہزادی۔" چھوٹا ڈنگرا مسکرایا۔ "ہالی وڈ میں تمہاری سرمایہ کاری موجود ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بھلا مس مورے کو اسکرین ٹیسٹ کی پیشکش کر سکتا تھا؟"

جیہ نے خاموشی سے اثبات میں سرہلا دیا۔

ہالی وڈ روانہ ہونے سے قبل لالچی رقاصہ نے مہاراجہ پرتاپ کے تمام خطوط اور تصاویر جیہ کے حوالے کر دیں۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے واقعی اپنے ماضی سے جان چھڑانا چاہتی ہو۔

جب چاندنی کو علم ہوا کہ وہ لوگ لندن واپس روانہ ہو رہے ہیں تو وہ مارے خوشی کے چلا اٹھی تھی۔

"ہمیں یہاں ایک مہینہ ہو گیا ہے' حکم!" اس نے اپنی جلد کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے حبشی دوستوں کے ساتھ رہ رہ کر میرا بھی رنگ کالا ہو گیا ہے یہ سیاہی اتر جائے گی نا حکم؟"

جیہ نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

مہاراجہ پرتاپ کے ہوٹل سوئٹ کا ڈرائنگ روم حکمرانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پٹیالہ کے مہاراجہ نے اٹھ کر ڈنگرا کا استقبال کیا تھا۔

"بٹلر رپورٹ کچھ ہی دیر قبل جاری ہوئی ہے۔" مہاراجہ نے آنے والے کو بتایا۔ "برطانویوں نے ہمیں کچھ بھی نہیں دیا' چھوٹے۔"

جیہ نے اپنے کمروں کی طرف جاتے ہوئے اس جنوبی ہندوستانی بادشاہ کو ہاتھ جوڑ کر نمستے کہا۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی کیونکہ ابھی تک اس کا غصہ فرو نہیں ہوا تھا۔

"برطانوی راج نے اصلاحیوں کو بالواسطہ طور پر ہماری ریاستوں میں ایجی ٹیشن شروع کرنے کی دعوت دی ہے۔"

اظہار ناراضگی کے لئے بلند ہونے والی آوازیں جیہ اپنے کمرے کے بند دروازوں کے باوجود سن رہی تھی۔

"انگلینڈ ہمیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے۔" مہاراجہ پٹیالہ بدستور جھاگ اڑا رہا تھا۔ "لیکن ذرا یہ تو بتاؤ کہ اصلاحیوں کو ہماری حدود میں مستحکم کرنے پر سلطنت برطانیہ کس قدر دولت خرچ کرے گی۔"

"اب انگریز ہمارے معاہدوں سے پہلو تہی کریں گے اور کہیں گے کہ یہ ہمارے عوام

خواہش ہے" ایک اور مہاراجہ نے اپنے ناراض ساتھی کی ہاں میں ہاں ملائی۔

جیہ دروازے سے لگی کھڑی تھی اس لئے جب کسی نے دھکیل کر دروازہ کھولا تو وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ آنے والا مہاراجہ پرتاپ تھا۔ "کیا تم وہ سب کچھ لے آئیں' جو مجھے ضرورت تھی؟" اس نے بغیر کسی تمہید کے دریافت کیا۔

جیہ نے اپنے زیورات کا بکس اپنے شوہر کو تھما دیا۔ پرتاپ نے بے تابی سے بکس کھولا اور اندر موجود کاغذات اور تصاویر کا جائزہ لینے لگا۔

"مجھے امید ہے کہ تم نے تصاویر دیکھنے کی کوشش نہیں کی ہو گی!" پرتاپ نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ اس کے چہرے پر شرم کی ذرا سی رمق تک نہیں تھی۔

اس نے اپنی جیب سے کچھ نکال کر ہوا میں لہرایا جیہ کو بھاری لفافے پر وائسرائے کی مہر صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ہنستے ہوئے مہاراجہ پرتاپ نے لفافہ بیڈ پر پھینکا اور کچھ غیر کمرے سے باہر نکل گیا۔

جیہ کچھ دیر تو بیڈ پر پڑے لفافے کو گھورتی رہی پھر کپکپاتے ہوئے خود بھی بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ اس نے لفافہ چاک کیا اور اندر رکھی ہوئی دستاویزات نکال لیں۔

اسے سیرپور کی بااختیار اور برسراقتدار مہارانی کی تقرری کا فرمان جاری کر دیا گیا تھا۔

وہ جیت گئی تھی۔

اس نے اپنے شوہر کو شکست فاش دی تھی جس نے آج تک ایک بیوی کی حیثیت سے اس کے حقوق نہیں دیئے تھے اور نہ ہی شوہر کی حیثیت سے اپنے حقوق پورے کئے

آج سے وہ سیرپور کی مہارانی تھی۔

بااختیار اور برسراقتدار مہارانی۔

اس کا جی چاہا کہ وہ اپنی فتح پر دل کھول کر قہقہے لگائے۔ اپنی خوشی کا اظہار کرے لیکن دروازے کمرے سے آنے والی آوازیں اسے مسلسل بے چین کئے دے رہی تھیں۔

اس وقت جبکہ ہندوستان کے مضبوط ترین بادشاہ' برطانیہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی تیاری کر رہے تھے اور اصلاحیوں کے ہاتھوں ان کی شکست واضح اور صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔۔۔ ایک کمزور اور ناتواں عورت اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اس سلطنت کو اپنے لئے کیسے سنبھال سکے گی؟

ہندستان واپس آتے ہوئے دوران سفر جیہ نے زیادہ شد و مد کے ساتھ مہاراجہ پرتاپ

کی درازی عمر کی دعا کی تھی۔ اس طرح کی پرارتھنا' پرتاپ کی دلہن کی حیثیت سے سیرپور آنے کے بعد اس نے کبھی نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود کہ وہ جانتی تھی کہ سیرپور پہنچ کر وہ ایک بار پھر دھتکاری ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی بیوی ہو گی مگر اسے پرتاپ کی زندگی عزیز تھی۔

ہر بار وہ جب بھی بالائی عرشے پر گئی اسے ہندوستانیوں کا گروپ بٹلر رپورٹ پر بحث و تمحیص میں الجھا دکھائی دیا۔ اس روز بھی اسی طرح کا مباحثہ جاری تھا۔ ایک قوم پرست لیڈر نے جیہ کو دیکھا تو وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر اس کی طرف بڑھا جیہ نے اسے اپنی جانب آتے دیکھا تو بے دم ہو کر کرسی پر گر پڑی۔ وہ پریشان تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے تخت کو ان قوم پرستوں کی دست برد سے کیسے بچائے گی۔

ارون رائے اس کی ڈیک چیئر کے برابر آ کر رک گیا۔

"تمہارے اصلاحی دوست بٹلر کمیشن کی رپوٹ پر اپنی فتح کا جشن منا رہے ہوں گے؟" جیہ نے تلخی سے پوچھا۔

وہ مسکرا دیا۔ "نہیں شہزادی۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ "آپ کے خیال میں برطانیہ نے کسی کو کچھ دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم سب خالی ہاتھ واپس جا رہے ہیں۔ اس وقت صورت حال جو بھی ہو اس سے بحث نہیں' لیکن میری یہ بات یاد رکھئے گا کہ اگر اصلاحی تحریک کامیاب ہو گئی تو بھی سلطنت' عوام کے حوالے نہیں کی جائے گی۔"

"تب یہ سلطنتیں کہاں جائیں گی؟"

"یہ سب تاج برطانیہ میں ضم ہو جائیں گی' شہزادی" ارون رائے نے پرسوچ انداز میں جواب دیا۔ "نہ بالمیر رہے گا نہ سیرپور۔ بس سلطنت برطانیہ کے نقشے میں چند لائنوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو متنبہ کیا تھا نہ کہ یہ ایک خوشگوار اور بدصورت جنگ ہے۔"

سیرپور میں ہندو دیو مالا نے تاریخ پر ایک پردہ سا تان دیا تھا۔ دیوالی کی تقریبات کے دوران پجاری روزانہ کامنی مندر میں مہا بھارت کے بھجن گاتے اور وہاں موجود لوگوں کے اطمینان کے لئے قدیم سیرپور کے بادشاہوں کے نام دہراتے۔

ایسی مورے سے جان چھوٹ جانے کے بعد پرتاپ کے رویئے میں قدرے تبدیلی آ گئی تھی۔ صبح کے وقت جیہ پوجا سے فارغ ہوتی تو تین سالہ پرنس ارجن کو اپنے والد کے ساتھ چہل قدمی میں مصروف پاتی۔ ننھے ارجن کا سر بہ مشکل مہاراجہ کہ پولو بوٹوں کے سرے تک پہنچتا تھا۔ اس کے بعد مہاراجہ پولو فیلڈ میں چلا جاتا اور ایک اتالیق جس

پرتاپ کو گھڑ سواری کرائی تھی' ارجن کو گھوڑے پر سوار کر کے میدان میں لے آتا۔ ایک گھنٹے بعد ننھا شہزادہ محل واپس آ جاتا اور جیہ کو خبر ملتی کہ مہاراجہ اپنے نئے ہوائی جہازوں میں سے کسی ایک کی ٹیسٹنگ کے لئے ایئر فیلڈ چلا گیا ہے۔

سر ہنری کونری واپس انگلینڈ روانہ ہوا تو صورت حال کچھ اور بہتر ہو گئی۔ اب جیہ اکثر مہاراجہ کو اپنی اسٹڈی میں مصروف دیکھتی جہاں وہ گھنٹوں کے بل بیٹھا پرنس ارجن کو ٹینکوں کی لڑائی کے بارے میں بچوں کی کہانیاں یا کیمبرائے کی لڑائی کی تفصیلات بتا رہا ہوتا۔

شروع شروع میں تو وزیر اعظم' نئے برطانوی ریزیڈنٹ سے کچھ مطمئن تھا لیکن پھر اس کا یہ اطمینان پریشانی میں بدلتا چلا گیا اور آخرکار ایک دن وہ ہندوستان کے بارے میں اس انگریز کے خیالات کے سلسلے میں جیہ سے سوالات کرنے پر مجبور ہو گیا۔

"ہم میجر آسبرن کو اپنے بچپن سے جانتے ہیں' سر اکبر۔" جیہ نے سیرپور کے وزیر اعظم کو بتایا۔ "ہم نے ہمیشہ اسے ہندوستانیوں کا ہمدرد پایا ہے۔"

"وہ سلطنت کا عروج تھا حکم!" سر اکبر نے جواب دیا۔ "میرا مطلب ہے کہ آپ کے بچپن کے دنوں میں کوئی ہندوستانی' کسی سفید فام کے طرز عمل پر معترض نہیں ہو سکتا تھا لیکن اب صورت حال خاصی مختلف ہے اس وقت برطانوی ہندوستان سائمن کمیشن کے خلاف ہونے والے مظاہروں اور احتجاج کی زد میں ہے اور اگر میجر آسبرن نے یہ سن لیا کہ ہندوستانی حکمران' برطانوی راج کے خلاف افواج تیار کرنے کے لئے...."

"غداری؟" جیہ نے اپنے دونوں ہاتھ یوں منہ پر جما لئے جیسے وہ اس لفظ کی ادائیگی سے خوفزدہ ہو۔

"ہاں' مہارانی صاحبہ!" سر اکبر نے جیہ کے بدترین اندیشوں کی تصدیق کی۔ "بٹلر کمیشن کی رپورٹ درحقیقت شاہی ہندوستان کے لئے ایک ڈھکی چھپی دھمکی ہے اور اب جبکہ سلطنت برطانیہ قدرے کمزور ہو چلی ہے بعض حکمرانوں نے اس پر ضرب لگانے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جنگ سے وہ برطانوی راج اور اصلاحی تحریک' دونوں کو شکست دے سکتے ہیں۔"

"کیا ہمارے شوہر نے بھی ان مباحثوں میں حصہ لیا ہے؟" جیہ نے دریافت کیا۔

سر اکبر نے اثبات میں سر ہلایا تو جیہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ جب وہ خود سیرپور کی بااختیار مہارانی بننے اور اپنے شوہر کی پوزیشن بچانے کی لڑائی میں مصروف تھی اس کے شوہر نے اپنے آپ کو ایسے خطرناک منصوبوں میں ملوث کر لیا تھا کہ جیہ کے اپنے بیٹے کے

مستقبل کے تحفظ کے اقدامات بے معنی سے ہو کر رہ گئے تھے۔

"وہ لوگ ایک دوسرے سے قریبی رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔" سر اکبر جیہ کو بتا رہا تھا۔ مہاراجہ کو خطرے کا احساس تو ہے لیکن وہ کبھی سلطنت برطانیہ کے خلاف لڑیں گے نہیں' ہی کچھ بگڑا تو نہیں لیکن اگر ہماری خفیہ فائلیں منظر عام پر آ گئیں تو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگے گی کہ مہاراجہ بھی باغیانہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔"

جیہ نے ایک طویل سانس لی۔ وہ اندر سے خوفزدہ تھی لیکن اس نے اپنا خوف چہرے پر نہیں آنے دیا تھا۔

"لیکن یہ منصوبے کبھی رو بہ عمل نہیں ہو سکیں گے' مہارانی صاحبہ" سر اکبر نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی تھی۔ "اگر ہندوستانی حکمران کچھ کرنے کے قابل ہوتے تو ہندوستان اور خود ان کا حال ایسا نہ ہوتا جو آج ہے۔ وہ میدان جنگ کی سختیاں جھیلنے کے بجائے فیڈریشن تشکیل دینے کو ترجیح دیں گے۔"

"اور اگر برطانوی راج کو ہمارے شوہر کے ملوث ہونے کے بارے میں خبر ہو گئی تو؟" جیہ نے خدشہ ظاہر کیا۔ "اگر انہیں اس خط و کتابت کی نقول مل گئیں تو کیا...؟" اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"یہ کبھی نہیں ہو گا' مہارانی صاحبہ!" وزیر اعظم دھیمے سے انداز میں مسکرایا۔ "جب تک انگریز خود سیرپور کے خلاف اعلان جنگ نہ کر دے۔ ہماری خفیہ ترین فائلیں پردہ پیلس میں رکھی جاتی ہیں اور یہ بات آپ بھی جانتی ہیں کہ سلطنت برطانیہ کا بڑے سے بڑا عمل دار بھی شاہی ہندوستان کے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

جنوری میں جیمس آبرن نے مہاراجہ سیرپور کو سلطنت برطانیہ کے سفیر اور نمائندے کی حیثیت سے اپنی اسناد پیش کیں۔ اس تقریب میں سفارتی آداب کا خاصا خیال رکھا گیا تھا پھر بھی جیہ دربار ہال میں موجود ریزیڈنٹ اسٹاف کے چہروں پر پھیلے ہوئے تناؤ کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

تقریب کے انتہائی رسمی انداز کو پس پشت ڈالتے ہوئے مہاراجہ پرتاپ نے اپنی گدی سے اٹھ کر آبرن سے ہاتھ ملایا۔ ورزشی جسم کے حامل خوبصورت جوڑے نے مسکراتے ہوئے معانقہ کیا تو جیہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ کیا آبرن اس کے بھائی کی طرح اس کے شوہر کا بھی قابل اعتماد دوست ثابت ہو گا یا نہیں۔ حکمران کی کمر میں جھولتی ہوئی تلوار اور ریزیڈنٹ کے سینے پر آویزاں تمغے اسے یہ احساس دلا رہے تھے کہ ان میں سے ایک مہاراجہ

ہے اور دوسرا سفیر لیکن دونوں ہی جنگ کو منطقی انجام قرار دیتے ہیں۔

تقریب کے اختتام پر مہاراجہ اور ریزیڈنٹ' اسٹڈی میں چلے گئے۔ موضوع بحث پولو کے گھوڑے تھے لیکن ریزیڈنٹ اسٹاف اور سیرپور کابینہ کے ارکان نے اپنی اپنی جگہوں سے جنبش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ ان لوگوں کے چہروں پر ایک دوسرے کے لئے چھپی عداوتوں کو دیکھ کر جیہ کو یہ اندازہ لگانے میں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا کہ جیمس آبرن اب وہ نوجوان نہیں جو گول مینار کے سائے میں ٹکا کے ساتھ کرکٹ کھیلا کرتا تھا بلکہ اب وہ سلطنت برطانیہ کا نمائندہ ہے جو سیرپور کو تباہ کر سکتا ہے۔

ایک ہفتے بعد حکمران' برطانوی ریزیڈنسی کے دورے پر گیا۔ کار شہر کی بھیڑ بھاڑ سے نکل کر ایک پہاڑی کی ڈھلوان کو جانے والے درختوں میں گھری سڑک پر آگے بڑھی تو جیہ اپنے شوہر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سڑک کے ایک جانب دریائے برہم پترا تھا جو ہمالیہ کی ترائیوں تک پھیلا ہوا تھا جبکہ دوسری جانب تاحد نظر سرسبز و شاداب کھیت دکھائی دے رہے تھے جن کا سلسلہ بنگال کے میدانوں تک چلا گیا تھا۔

کار ایک آہنی گیٹ سے گزری جس پر سلطنت برطانیہ کا نشان کندہ تھا۔ گیٹ کی دوسری جانب ایک وسیع باغ تھا جس کی مناسب انداز میں دیکھ بھال نہ ہو پاتی تھی۔ اگر مرکزی عمارت پر یونین جیک نہ لہرا رہا ہوتا تو دیکھنے والے کبھی اس عمارت کو یکے بعد دیگے تین برطانوی ریزیڈنٹس کی رہائش گاہ قرار نہ دیتے۔

جیمس آبرن' مہاراجہ کے استقبال کے لئے کمپاؤنڈ میں ہی موجود تھا۔ وہ انہیں سیدھا ایک ایسے کمرے میں لے گیا جو پھولوں سے مہک رہا تھا۔

"ہم تمہارے اصطبل دیکھنا چاہتے ہیں' آبرن۔" مہاراجہ پرتاپ نے رسمی بات چیت کے بعد ریزیڈنٹ سے کہا۔

ریزیڈنٹ اور مہاراجہ لان پر سے ہوتے ہوئے اصطبل کی طرف بڑھے تو جیہ' سر اکبر کے ساتھ کھڑی ایک کھڑکی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"کیا برطانوی ریزیڈنٹ اپنی خفیہ فائلیں یہاں رکھتا ہے؟" اس نے سرگوشی کی انداز میں دریافت کیا۔

"جی مہارانی" سر اکبر کی آواز بھی بلند نہیں تھی "لیکن فائلیں اور خفیہ انداز بہت جلد ماضی کا حصہ بننے والے ہیں۔ آج صبح ہی چیمبر آف پرنسز نے شاہی ہندوستان میں اصلاحات کی ضمانت دے دی ہے اور اصلاحیوں نے اپنا ایجی ٹیشن ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ دہلی

دارالحکومت کی عمارتیں سر اٹھانے کے لئے پر تول رہی تھیں لیکن اب ان عمارتوں نے آسمان کو چھو لیا تھا۔ پہاڑی پر شاہی دفاتر کے ساتھ سرخ پتھر کی نئی عمارتیں بن گئی تھیں۔ کنگزوے نامی وہ عظیم سڑک مکمل ہو گئی تھی جو وائسرائے ہاؤس کے دربار ہال سے پتھروں کی بنی ہوئی عظیم محراب انڈیا گیٹ تک جاتی تھی۔

اس کے ساتھ ہی جیہ کو دہلی کی زندگی میں ایک خوش کن تبدیلی نظر آئی تھی۔ دوریاں نہیں تھیں جو پہلے ہوا کرتی تھیں۔ اس نے کئی کوٹھیوں میں شاندار پگڑیاں پہنے ہوئے حکمرانوں اور سفید سوتی ٹوپیاں پہنے ہوئے قوم پرستوں کو آمنے سامنے اور ایک ساتھ بیٹھے دیکھا تھا۔ وہ جمہوریت پسندوں اور حکمرانوں کے درمیان سے جنم لیتے ہوئے ہندوستان کی باتیں کیا کرتے تھے۔

مہاراجہ پرتاپ اس قسم کے اختیارات کو بے حد پسند کرتا تھا مگر اس کے باوجود اس فطری سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

جب قوم پرست ان حکمرانوں سے جو اب بھی اصلاحات کرنے سے گریزاں تھے؛ کرتے کرتے تھک جاتے تو وہ مدد کے لئے مہاراجہ پرتاپ کی طرف ہی دیکھتے تھے۔

ہندوستان ایک جانب داخلی خود مختاری کے سلسلے میں سائمن کمیشن کی رپورٹ کا منتظر اور دوسری جانب سر اکبر جیہ کو چیمبر آف پرنسز کے ایک اجلاس میں لے جا رہا تھا۔ اس سے پہلے اس نے جیہ کو لیجسلیٹو اسمبلی دکھائی جہاں سے وائسرائے کونسل برطانوی ہندوستان کا انتظام و انصرام چلاتی تھی۔ جیہ نے پہلی بار اس سنہرے تخت کو دیکھا جس پر وائسرائے بیٹھا تھا۔ اس کے دونوں جانب چوبی بنچ تھے ایک طرف انگریز تھری پیس سوٹ پہنے بیٹھے تھے؛ دوسری جانب مقامی باشندے تھے۔

"لیجسلیٹو اسمبلی میں ہندوستانیوں کی موجودگی ڈیکوریشن سے زیادہ نہیں حکم!" سر اکبر نے تبصرہ کیا "ابھی تک برطانیہ انہیں نظر انداز کر رہا ہے لیکن جونہی سائمن کمیشن رپورٹ منظر عام پر آئی' سب کچھ ہمیشہ کے لئے بھول جائے گا۔"

سر اکبر' جیہ کو چیمبر آف پرنسز میں لے گیا وہ ریلنگ کا سہارا لے کر نیچے دیکھنے لگی انگریزوں کے تھری پیس سوٹوں اور ہندوستانیوں کی ٹوپیوں کے برعکس حکمران اپنی رنگ پگڑیاں باندھے بیٹھے تھے۔ جب وہ بات چیت کے لئے ایک دوسرے کی جانب پلٹتے تو ان لبادوں پر لگے زر و جواہر جگمگانے لگتے۔

لارڈ ارون کمرے میں داخل ہوا تو سب لوگوں نے اسے تعظیم دی۔ وائسرائے

سب سے پہلے مہاراجہ بیکانیر کی طرف بڑھا۔ یہ وہ حکمران تھا جس نے جنگ عظیم کے خاتمے اور اقوام متحدہ کی تشکیل کی تقریب میں ہندوستان کی نمائندگی کی تھی۔ وہ وائسرائے کے خیر مقدم کو اٹھا تو ہال میں خاموشی چھا گئی۔

مہاراجہ بیکانیر نے ہونٹوں پر آ جانے والی سفید مونچھیں ہاتھ سے ہٹائیں اور پاٹ دار آواز میں گویا ہوا۔ "ہم یعنی ہندوستانی ریاستوں کے حکمران اور شہزادے ہندوستانی ہیں اور اس ناطے نہایت سچائی اور دیانت داری سے اپنے ملک اور یہاں کے رہنے والوں کے خیر خواہ ہیں۔ ہم بڑی شدت سے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب برطانوی ہند ہم سے آ ملے گا اور ہم سب مل کر متحدہ ہندوستان میں داخلی خود مختاری کی بنیاد رکھیں گے۔"

ایک کے بعد ایک حکمران اپنی جگہ سے اٹھتا رہا اور مہاراجہ بیکانیر کی تائید کرتا رہا۔ جیہ مسلسل وائسرائے کی جانب نگراں تھی جو یوں مسکرا رہا تھا جیسے ان کی باتوں سے متفق ہو۔

سردیاں ختم ہوئیں تو تپش میں اضافہ ہو گیا اور شہر کو گرد آلود ہواؤں نے گھیر لیا۔

اور پھر آخرکار سائمن کمیشن کی رپورٹ بھی شائع ہو گئی۔ ہندوستانیوں نے نہایت خوفزدگی کے عالم میں سنا کہ برطانوی راج اپنے اختیارات منتقل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ داخلی خود مختاری کا معاملہ غیر معینہ مدت تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

موسم کی طرح دہلی کا موڈ بھی بدل گیا۔ شہر برطانوی راج کے خلاف سراپا احتجاج بن گیا۔ ہر دفعہ جب بھی جیہ اپنے بچے کو گود میں بٹھائے سیر پور ہاؤس سے باہر نکلتی' ہندوستانیوں کو غیظ و غضب کا شکار دیکھتی۔ برطانویوں نے آزادی دینے کا اپنا وعدہ ایک بار پھر توڑ دیا تھا۔

موسم کی بڑھتی ہوئی گرمی نے پورے ہندوستان کو آگ کے گولے میں تبدیل کر دیا۔ برطانوی اشیاء کا بائیکاٹ خطرناک حدوں کو چھونے لگا۔ عام ہڑتالیں شروع ہو گئیں اور بے روزگاری میں اچانک اضافہ ہو گیا۔

اپریل میں ارجن کی چوتھی سالگرہ کے موقعہ پر ہندوستان کی حالت خطرناک حد تک دگرگوں ہو گئی۔ وائسرائے لیجسلیٹو اسمبلی میں اپنے تخت پر موجود تھا کہ وزیٹرز گیلری میں سے ٹریژری بنچوں پر ایک بم پھینکا گیا جہاں انگریز بیٹھے ہوئے تھے۔ بم کو اس انداز میں ڈیزائن کیا گیا تھا کہ اس سے کوئی نقصان نہ ہوتا لیکن اس واقعے نے پورے ہندوستان کو دہلا دیا۔

بم پھینکنے والے بھگت سنگھ نے دہلی کی ایک عدالت کے کھچا کھچ بھرے ہوئے کمرے میں اپنے عمل کی وضاحت کی۔

"حملہ کسی ایک آدمی کے نہیں بلکہ ایک ادارے کے خلاف تھا۔" اس نے پرزور انداز میں اپنی کارروائی کی وضاحت کی۔ "ہم جس مقام پر کھڑے ہیں وہاں انسانیت کی محبت دم توڑ جاتی ہے۔ ہمارے ہاں انسانیت جس خوف سے دوچار ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس ناطے آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے جس کے حصول کے لئے ہم کوئی بھی قربانی دے سکتے ہیں۔ آزادی کے لئے کیا جانے والا ہمارا کوئی بھی عمل غیر قانونی نہیں۔"

وائسرائے نے فوری طور پر بھگت سنگھ کا بیان سنسر کر دیا لیکن بھگت سنگھ کے الفاظ پر نافذ کیا جانے والا سنسر برصغیر کے عوام کے منہ بند نہیں کر سکا اور جب بھگت سنگھ کو پھانسی کی سزا دی گئی تو اس کا نام آزادی کی جنگ میں شامل لوگوں کے لئے آزادی کا نعرہ بن کر سامنے آیا۔

پورا ہندوستان انگریزوں کے خلاف نعروں سے گونج رہا تھا جگہ جگہ لوگوں کا ہجوم تھا جو انگریزوں کو کتوں اور جانوروں سے تشبیہ دے رہا تھا۔

ہندوستانی حکمرانوں کو اپنا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے چیمبر آف پرنسز سے دامن بچا کر مضبوط اور مستحکم برطانیہ کے پردے میں چھپنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

وائسرائے کی طرف سے مخصوص کئے جانے والے وقت کو نظر انداز کرتے ہوئے مہاراجہ الور نے سات گھنٹے کی تقریر کی اور ان زیادتیوں اور ناانصافیوں پر روشنی ڈالی جو برطانوی راج ان سے روا رکھے ہوئے تھے۔ اس کی درخواست در خور اعتنا نہیں سمجھی گئی اور وائسرائے کے اشارے پر حکمرانوں نے ان ہندوستانیوں کو جیلوں میں ٹھونسنا شروع کر دیا جو آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔

جونہی جیل بھرے جانے کی اطلاعات دہلی پہنچیں' عوام کے غم و غصے کا رخ ہندوستانی حکمرانوں کی طرف ہو گیا۔ ان کے بلند و بالا شہری محل مظاہرین کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ مہاراجہ پرتاپ نے شکایت کی کہ اسے فلائنگ کلب تک پہنچنے میں ایک گھنٹے سے بھی زیادہ وقت لگا ہے جبکہ مشتعل مظاہرین اس کی سیاہ رولس رائس پر مکے مار رہے تھے' تھوک رہے تھے اور نعرہ بازی کر رہے تھے۔

سیر پور ہاؤس بھی اس خوف سے آزاد نہیں تھا۔ خوفزدہ جیہ اپنے لخت جگر کو بانہوں میں چھپائے بند کھڑکیوں سے اندر آنے والے نعروں کی آوازیں سنا کرتی۔

مئی میں جب گرمی ناقابل برداشت ہو گئی تو جیہ نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اس کی

کے انتظامات کئے جائیں۔

ظاہرین سیر پور ہاؤس کے سامنے جمع تھے۔ انہوں نے سیر پور کے ملازمین کی گاڑی کو ے باہر جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا چنانچہ پولیس اور نیم فوجی دستوں نے ارج کیا اور متعدد افراد کو لہولہان کر دیا۔

ہاراجہ کی رولس رائس جب ڈرائیو وے میں داخل ہوئی تو جیہ کھڑکی کے شیشوں سے ی تھی۔ اس نے سیر پور کے دو اخبار نویسوں کو فوراً پہچان لیا تھا۔ جیہ کو یقین تھا کہ شوہر مظاہرین کی مدد کے لئے جا رہا ہے لیکن اس وقت اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں ب اس نے کار کی رفتار تیز ہوتے اور پولیس والوں کو ہجوم پر ڈنڈے برساتے دیکھا۔

ہ باہر کی جانب بھاگی تاکہ پولیس کو اس غیر انسانی فعل سے روک سکے۔ کیونکہ اسے تھا کہ یہاں ہونے والی کوئی کارروائی سیر پور میں اس کے شوہر کے خلاف مشکلات نہ کر دے۔

حیرت انگیز طور پر کانسٹیبلوں نے اسے ایک جانب دھکیل دیا اور مظاہرین کو پولیس میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔

نام سہ پہر جیہ اپنے شوہر کی واپسی کی منتظر رہی اور پرارتھنا کرتی رہی کہ وہ بہ حفاظت آ جائے۔

شام کے سائے ڈھلنے شروع ہو گئے تھے کہ اچانک چاندنی نے اس کے بیڈ روم کے ے پر دستک دی۔ "مہارانی صاحبہ' جلدی کریں مہاراجہ کو اسپتال لے جایا گیا ہے۔"

فلائنگ کلب کے ایک انسٹرکٹر نے جیہ کو رولس رائس میں بیٹھنے میں مدد دی۔ جونہی سیر پور ہاؤس کے گیٹ سے باہر نکلی انسٹرکٹر نے جیہ کو بتایا کہ مہاراجہ کا طیارہ گر کر گیا ہے۔

لوگ اس سے اور وہ لوگوں سے ٹکرا رہی تھی۔ پروٹوکول اور ادب آداب دھر
دھرے رہ گئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملازمین' مصاحبوں اور محافظوں سے بھری ہوئی کئی
دائیں بائیں آ گئی تھیں۔ کاروں کا کارواں جلد ہی ہجوم سے اٹی ہوئی سڑکوں سے
نسبتاً" کھلی اور کم رش والی شاہراہوں پر آ گیا۔

کاروں کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس لئے لوگ باگ خود ہی انہیں راستہ دے
تھے۔ جلد ہی وہ لوگ وائسرائے ہاؤس اور جے پور پلر کے سبز ستارے کو چھوڑ کر آ
چکے تھے۔

اسپتال پہنچ کر بھی ہنگامی کیفیت اسی طرح طاری رہی تھی جیسے دوران سفر
برآمدوں میں مفت علاج معالجے کی سہولتیں حاصل کرنے والوں کا ہجوم تھا لیکن ان
کسی کو بھی اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ رک کر ان کا حال احوال دریافت کرتا۔

ایک سرجن آپریشن تھیٹر سے برآمد ہوا۔ اس کے عقب میں کچھ اردلی تھے
ٹرالی دھکیل رہے تھے راہداری میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگوں نے ایک بار پھر بھاگ دوڑ شر
دی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے دہلی میں موجود سیرپور کے تمام ہمدرد بیک وقت اسپتال
ہیں۔

جیہ اس عالم افراتفری میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بھاگتے
لوگوں کی دھکم پیل سے بچنے میں مصروف تھی۔ البتہ اس کی نگاہیں اسی ٹرالی پر تھ
اردلی دھکیلتے ہوئے آپریشن تھیٹر سے برآمد ہوئے تھے۔

اور پھر اس کے ایک مصاحب نے آگے بڑھ کر ٹرالی پر پڑا ہوا خون آلود کپڑا الٹ

مہاراجہ پرتاپ' جیہ کے سامنے تھا۔

ادھڑا ہوا مہاراجہ پرتاپ' جگہ جگہ سے زخمی اور کچلا ہوا مہاراجہ پرتاپ' ج
النظر میں پہچانا جانا مشکل تھا۔

جیہ سکتے کی سی کیفیت میں کھڑی تھی۔

مہاراجہ پرتاپ کے چہرے اور جسم پر اتنے زخم تھے کہ انہیں گننا محال تھا۔

یاہ پڑ چکی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ زخموں سے اٹے ہوئے اس جسم کو طویل
ے لئے کسی بھٹی میں رکھ کر نکالا گیا ہے۔

کا دل متلی کرنے لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا معدہ اور پیٹ کے تمام حصے
راستے باہر آ جائیں گے۔ وہ لہرائی لیکن اس سے پہلے کہ گرتی' ایک مصاحب نے
س کا بازو تھام لیا۔

آیئے! مہارانی صاحبہ۔" مصاحب کے جملے سے جیہ جیسے چونک کر ہوش میں آ گئی۔ "
ات ہم دیکھ لیں گے۔ آپ سیرپور ہاؤس واپس چلی جائیں۔"

جوان مصاحب اسے واپس لے چلا تو جیہ نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ وہ اپنے
ور بانکے شوہر کی کٹی پھٹی لاش کی صورت دیکھ کر ٹوٹ گئی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا
ہوٹ پھوٹ کر روئے۔ اپنا آپ نوچ ڈالے اور سر میں خاک ڈال کر کہیں دور نکل
ن وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

ایک ریاست کی مہارانی تھی اور یہ سب ایک مہارانی کو سرعام زیب نہیں دیتا تھا۔
ہتال کے باہر ہجوم اب بھی جمع تھا۔ مشتعل لوگ سیاہ رولس رائس پر مکے برسا رہے
شرم کرو' انگریز کتو..... شرم کرو' انگریز کتو!" نعروں سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے
ی۔

صاحب بڑی مشکل سے ہجوم میں راستہ بنا رہا تھا۔ جیہ بھی اس دھکم پیل کے باعث
ر لہرا رہی تھی۔ اسی عالم میں اس کی کلائی میں موجود کانچ کی چوڑیاں کار کے
، پر لگ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ وہ شور شرابے سے پریشان' ایک نشے کے سے عالم
برنگی کرچیوں کو سڑک پر گرتے دیکھتی رہی۔

ر پھر طوفان کی منہ زور لہروں کی طرح حقیقت نے اس کے وجود کو دہلا دیا۔ وہ بیوہ ہو
ب لب وہ ودھوا تھی۔ اس کا چار سالہ بیٹا مہاراجہ سیرپور ہو گیا تھا اور وہ اگلے چودہ
ترین سالوں کے لئے اس کی سرپرست تھی۔

کی حد تک پریشان حال اسٹیشن ماسٹر نے سرخ جھنڈی دکھا کر ٹرین کو ریلوے اسٹیشن
سے باہر ہی روک دیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اگلی سائیڈنگ میں برطانوی پولیس انسپکٹرز
لیڈ ٹرین کے معائنے میں مصروف تھے۔ سیرپور کے محافظین ٹرین سے نیچے کودے تو
نظارم میں ملبوس پولیس والوں نے حفاظتی نقطہ نگاہ سے ان پر ریوالور تان لئے۔

کیا معاملہ ہے' سارجنٹ؟" آسبرن نے چلا کر ان سپاہیوں کو مخاطب کیا جو ٹرین کے

گرو جمع ہو جانے والے ہجوم کو منتشر کرنے میں مصروف تھے۔ آسبرن خود سیرپور ریل
کیرج پر سوار تھا۔

ایک سپاہی نے ہیلمٹ کے نیچے سفید چہرہ دیکھا تو گویا جواب دینا اس کے لئے لازم
گیا۔ "کچھ بزدلوں نے وائسرائے کی ٹرین کو بم سے اڑا دیا ہے سر!" اس نے دونوں ہاتھوں
چھجہ بنا کر زور سے ہانک لگائی۔

"ڈیئر ایکسی لینسی زخمی تو نہیں ہوئے؟" میجر جیمس آسبرن کے لہجے میں تشویش تھی

"دہشت گرد کچھ زیادہ تربیت یافتہ نہیں تھے' سر۔" سپاہی بولا۔ "بھگوان کا شکر ہے
بم غلط کمپارٹمنٹ کے نیچے پھٹا۔"

میجر آسبرن چھلانگ لگا کر کمپارٹمنٹ سے نیچے اترا اور ہجوم میں جگہ بناتا ہوا آ
بڑھا۔

"ہٹو' ہٹو" سپاہی کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کا بید بھی کئی لوگوں کے جسموں پ
تھا۔ درد میں ڈوبی ہوئی کئی چیخیں ابھریں اور متعدد ہندوستانی باشندے زمین بوس ہو گئے۔

"یہ ہندوستانی اس قابل نہیں کہ انہیں لارڈ اروِن جیسا وائسرائے ملے۔" آسبرن
تبصرہ کیا۔ "دہشت گرد اسے مارنے کے درپے ہیں اور وہ شریف آدمی اب بھی پارلیمنٹ
گول میز کانفرنس کے انعقاد پر رضامند کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے تاکہ شاہ
از خود ہندوستانیوں کے مسائل اور معاملات سن سکے...."

جیہ اور سر اکبر اپنے کمپارٹمنٹ کے دروازے پر متوحش کھڑے تھے۔ ان کی چہر
خوف کی زردی تھی کہ مبادا مشتعل ہجوم کا رخ کہیں ان کی طرف ہو جائے لیکن خیر
اور سپاہی' ہجوم کو سیرپور ٹرین کی طرف آنے میں روکنے میں کامیاب رہے۔

وہاں خاصا وقت ضائع ہوا لیکن اس کے بعد سیرپور تک کوئی خاص واقعہ پیش نہ آ
سیرپور کے دربار ہال سے سارا یورپی فرنیچر ہٹا لیا گیا تھا۔ مہاراجہ پرتاپ کی ارتھی
ہال کے عین وسط میں پھولوں میں ڈھکی ہوئی پڑی تھی۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی اس
سہارے کے لئے گردن کے نیچے روئی سے بھرے ہوئے گدیلے رکھ دیئے گئے تھے۔ چ
ننگا تھا جس پر زخموں کے نشان اب بھی دکھائی دے رہے تھے۔

اس منظر کو سات ماہ گزر چکے تھے لیکن جیہ کی آنکھوں میں اب بھی سب کچھ تا
اسے پوجا پاٹ اور پجاریوں نے گھیر لیا تھا اور ننھا منا مہاراجہ اپنے اردگرد ہونے والی تبا
سے خوفزدہ تھا۔ ملازمائیں جن بڑی بڑی آنکھوں کو گنگا' جمنا کہہ کر پکارتی تھیں ان میں

کے مارے سیاہی اتر آئی تھی۔

جیہ کو وہ وقت بھی یاد تھا جب ملازماؤں نے اس کے لمبے سیاہ بال تراش دیئے تھے اور
ڑکوں کے کارواں مہاراجہ پرتاپ کی لاش کو محفوظ کرنے کے لئے برف کی سلیں لئے محل
میں آ رہے تھے۔ بڑی بوڑھی عورتیں ارتھی کے اردگرد بین کرنے میں مصروف تھیں اور
پجاری اشلوک اور منتر پڑھ رہے تھے۔

شوہر کے دیہانت کے باعث جیہ اب پاک صاف نہیں رہ گئی تھی چنانچہ اسے نیم
تاریک ایک پوجا گھر تک محدود ہو جانا پڑا تھا راج گورو نے اس کی آنکھوں کے سامنے ننھے
مہاراجہ کو جھک کر تعظیم دی اور کہا "آیئے مہاراجہ صاحب! آپ کی والدہ اس وقت آپ
کے ساتھ نہیں آ سکیں گی کیونکہ وہ پوتر نہیں ہیں۔"

معصوم بچے نے پجاری کی تقلید کی اور جیہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ راج گورو
نے دوسرے الفاظ میں اس کے اختیارات اور اقتدار کو چیلنج کیا ہے۔

پورے تیرہ دن وہ پوجا گھر میں مقید رہی اور محل کی راہداریاں اور کمرے تعزیت کے
لئے آنے والوں کی آہوں اور سسکیوں سے گونجتے رہے۔

چودھویں دن جب مہاراجہ پرتاپ کی راکھ بنارس کے مقام پر دریا کے حوالے کر دی
گئی' اسے اپنے کمروں میں واپس آنے کی اجازت دے دی گئی۔

"پجاریوں کی طاقت بہت زیادہ ہے' حکم!" چاندنی نے سنگ مرمر کی اس چوکی پر پانی
ڈالتے ہوئے سرگوشی کی جس پر جیہ بچپن سے اب تک غسل کرتی آئی تھی۔ "جب آپ
سوگ میں تھیں تو ان پجاریوں نے ننھے مہاراجہ کے ذریعے ریاست پر قابض ہونے کی
کوشش کی۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ غیر ہو۔ آپ کا سیرپور سے کوئی تعلق نہیں۔ راج گورو
سرعام یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ریاست کے اختیارات وہ اپنے پاس رکھیں گے...."

جیہ کی جان آدھی رہ گئی اب وہ واقعی بے یار و مددگار تھی اس کی کلائیاں کانچ کی
چوڑیوں سے خالی تھیں۔ وہ لمبے بال نہیں رہے تھے جو کبھی اس کے ٹخنوں تک آتے تھے۔
مانگ میں سیندور باقی نہیں رہا تھا۔ اسے اب اپنے کٹے ہوئے بالوں والا سر بھی ڈھانپنے کی
اجازت نہیں تھی۔ اب وہ ایک بیوہ تھی جس کی اپنی کوئی خواہش نہ تھی بلکہ اسے ایک
بدنصیب عورت کے مقام پر فائز کر دیا گیا تھا۔

پوجا گھر میں کئی روز گزارنے کے بعد دربار ہال اسے ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا جیہ کو یہ
کمرہ ہی اجنبی لگتا تھا۔ وہ اس مقام پر آ کر کھڑی ہو گئی جہاں کبھی اس کے پتی دیو کی ارتھی

رکھی گئی تھی۔

تھری پیس پہنے ہوئے ایک شخص ہال کے کونے سے اسے دیکھ رہا تھا اسے اس عورت پر ترس آ رہا تھا۔

"ان لوگوں نے آپ سے کیا سلوک کیا ہے' شہزادی؟" اس کی نرم و گداز انگلیوں کے لمس سے جیسے جیہ کے بدن میں برقی رو دوڑ گئی تھی وہ اس انگریز کی بانہوں میں سمٹ کر بے اختیار بچوں کی طرح رو دی۔

وزیر اعظم کا ہاتھ اس کے کندھے پر معلق تھا شاید وہ پروٹوکول کے آداب توڑ کر اسے چھونے کے بارے میں شش و پنج میں مبتلا تھا۔ آبرن نے جیہ کو چھوڑا تو وہ اسے متوجہ کرنے کے لئے دھیرے سے کھانسا۔

"ہمیں فوری طور پر سیرپور جانا ہے' حکم!" اس نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "اگر ایسا نہ ہوا تو پجاری' مہاراجہ کی تاجپوشی کے ساتھ ہی ریاست میں ایک بحران کھڑا کر دیں گے۔"

ارجن کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں نے کھڑکی کی آہنی سلاخوں کو تھاما تو جیہ کو وہ لمحہ یاد آ گیا جب تاجپوشی کے لئے جاتے ہوئے ٹرین میں اس نے سیرپور برج پر ہاتھیوں کے غول دیکھنے کے لئے سلاخوں کو جکڑ لیا تھا لیکن اس وقت جیہ کی گویا آدھی جان نکل گئی جب اس نے سیرپور کے گرم موسم میں صاف اور شفاف آسمان پر گرد کے بادل اٹھتے دیکھے۔ چند ہی لمحوں میں اس گرد و غبار نے سیرپور لانسرز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

مصاحبین فوراً جیہ کو ہجوم میں سے نکال کر لے گئے تاکہ ایک بیوہ کو ان خوشی کے لمحوں سے دور رکھا جا سکے۔ پردہ پیلس کی بالکونی پر تنہا کھڑی وہ دریا کے ریتیلے کناروں کا نظارہ کرتی رہی اور گرد و غبار کی سیاہ چادر کو ماحول پر قبضہ کرتے دیکھتی رہی وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ اگر اس آندھی سے ارجن پریشان ہو گیا تو سیرپور کی تین ہزار سالہ تاریخ کے بادشاہوں کے ان ناموں کا کیا ہو گا جو تاجپوشی کے موقع پر پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔

ایک سو ایک توپوں کی سلامی یہ خبر دے رہی تھی کہ ارجن کو مہاراجہ سیرپور تسلیم کر لیا گیا ہے اور جیہ تصور کی آنکھ سے ایک معصوم بچے کو سینکڑوں اور ہزاروں مردوں کے درمیان سیرپور کی شاہی گدی پر براجمان دیکھ رہی تھی۔

بادلوں کے جتھے کچھ اور قریب آ گئے اور پھر سیاہ آسمان بری طرح رو دیا۔ دریا کے پار جیہ کو وہ شاہی ہاتھی دکھائی دیا جو مہاراجہ کی سواری کے لئے تھا۔ اس وقت اس ہاتھی کا ہودہ بری طرح لرز رہا تھا۔

اور پھر جلوس پردہ پیلس کی طرف روانہ ہو گیا۔

پردہ پیلس اس وقت تک پرسکون رہا جب تک جلوس وہاں نہیں پہنچ گیا۔ جلوس کے نے ہی پورا محل نعروں سے گونج اٹھا۔ مہاراجہ زنان خانے میں داخل ہوا تو بادشاہت کے ن کے طور پر سنہرا کڑا اس کی پنڈلی میں تھا۔ جیہ کو اس کے چہرے پر ایک عجیب سی پختگی ائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے تاجپوشی کے ساتھ ہی اسے یہ علم بھی ہو گیا ہو کہ اب وہ یاست کا مہاراجہ ہے' بچہ نہیں ہے۔

خواجہ سراؤں کی بلند آوازیں راہداریوں میں گونج رہی تھیں۔ "باادب' باملاحظہ' شیار.....وزیر اعظم اور وزارتی کونسل کے ارکان تشریف لاتے ہیں۔"

جیہ پہلی بار شیر دل مہارانی کے قریب گئی تھی وہ باریک شیفون کے پردے کے عقب ں بیٹھی ضروری ہدایات جاری کر رہی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے سے قطعاً" یہ محسوس میں ہوتا تھا کہ یہ بوڑھی عورت پے در پے اپنے دو پوتوں کی موت کا صدمہ اٹھا چکی ہے۔

"مہاراجہ ارجن کے دربار کے وزیرو!" مہارانی کی ٹھہری ہوئی آواز ہال میں گونجی۔ " اپ لوگ ان کربناک حالات سے بخوبی واقف ہو جن کے باعث دہلی میں میرے پوتے کو پنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اسمبلی پر بم پھینکے جا رہے ہیں۔ حکمرانوں کو ان کے گھروں میں محصور کر دیا گیا ہے اور پورا ہندوستان مظاہروں کی زد ں ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ برطانوی اشیاء کا بائیکاٹ ہو رہا ہے۔ یہ دگرگوں صورت ادشاہت پر اعتماد کے فقدان کا نتیجہ ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں بھی یہی صورت حال پیش ائے لیکن معاملہ یہ ہے کہ جب تک مہارانی جیہ دیوی کے سوگ کی مدت پوری نہیں ہو گی ریاست کی مہریں اور خزانے کی کنجیاں برطانوی ریزیڈنٹ کی تحویل میں رہیں گی۔" مہارانی نے چند ثانیوں کے لئے توقف کیا اور اپنے سنہرے حقے کی نے منہ میں دبا کر ایک طویل کش یا۔ "ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس نازک صورت حال میں یہ بات بے حد خطرناک ہے کہ ایک سال تک ریاست کا انتظام و انصرام کسی انگریز کے ہاتھ میں ہو۔"

جیہ نے دل ہی دل میں اس وقت کو کوسا جب وہ اقتدار اور اختیارات کا مطالبہ کر رہی تھی۔ اس نے اپنے موجودہ مقام کے لئے تو یہ مطالبہ نہیں کیا تھا کہ وہ ایک پردے کے پیچھے ٹھا دی جائے اور اس کی آنکھوں کے سامنے لیکن اس سے پوچھے بغیر ریاست کے معاملات نٹائے جا رہے تھے۔

"راج گورو کا کہنا ہے کہ تاجپوشی کے وقت اٹھنے والی آندھی کوئی نیک شگون نہیں۔"

بولنے والا ریاست کا وزیر زراعت تھا۔ "اس لئے پجاریوں کا خیال ہے کہ وہ سوگ کا سال ختم ہونے تک بچے کو اپنی تحویل میں لے لیں، حکم!"

"اس سلسلے میں ایک اور بات بھی ذہن میں رکھی جائے، حکم!" دربار میں سے ایک اور پاٹ دار آواز ابھری۔ "اگر مہارانی صاحبہ بنارس میں مقدس پانیوں سے غسل کر لیں تو وہ پاک ہو جائیں گی اور سوگ کا عرصہ بھی ختم ہو جائے گا۔"

جیہ کے حلق سے اطمینان کی ایک طویل سانس خارج ہو گئی اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ابتلاء کا دور ختم ہونے کو ہے۔

"کیا راج گورو اس قسم کی کسی تجویز سے اتفاق کرتے ہیں؟" شیر دل مہارانی نے قدرے ہی اس معاملے کو آگے بڑھایا۔ مہارانی کی آواز سے یہ اندازہ لگانے میں بھی جیہ کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی کہ ریاست میں اقتدار کی رسہ کشی بہرحال شروع ہو چکی ہے۔ جیہ کی سانس گویا حلق میں اٹک گئی تھی وہ دم سادھے نیچے دربار ہال میں وزراء کے مابین ہونے والی سرگوشیوں کی بھنبھناہٹ سن رہی تھی۔ حقے گڑگڑانے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں لیکن جیہ کو یہ اندازہ نہ ہو پایا تھا کہ وزراء میں سے کون راج گورو کے حلقے میں شامل ہے اور کون اس کا حامی ہے۔

کونسل کے ارکان کے منتشر ہونے کے بعد وزیر اعظم ان کے قریب آ گیا۔ ایک ڈھکن کے کھلنے کی آواز سے اندازہ ہو گیا کہ سر اکبر پان کے ساتھ مصروف ہے۔

"مہارانی صاحبہ کی پاس اب بھی ایک کارڈ باقی ہے۔" وہ نسبتاً دھیمی آواز میں گویا ہوا۔ "ریاست کی مہریں اور خزانے کی چابیاں آسبرن کے پاس ہیں۔ وہ اگر چاہے تو ان معاملات سے نمٹنے کے لئے....."

"کیا اختیارات کی چابی شہنشاہ برطانیہ کو دینا چاہتے ہو؟" شیر دل مہارانی نے قدرے ناراضی کی ساتھ سر اکبر کا جملہ کاٹا۔ "اگر تم آسبرن کو استعمال کرو گے تو تاج برطانیہ کو اپنے اندرونی معاملات میں براہ راست مداخلت کا موقع فراہم کر دو گے۔ ہمیں اپنے مہروں سے پجاریوں کی چالوں کو ناکام بنانا ہو گا۔"

اگلے چند ہفتے جیہ کے لئے بے حد پریشان کن تھے۔ دربار ہال میں اختیارات کی بحث بدستور جاری تھی۔

پجاری بھی شاید پردے کے پیچھے بیٹھی جیہ کی بے بسی سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔ اس کے برعکس ننھا منا مہاراجہ پردہ پیلس کے دربار ہال میں بیٹھا طلائی سکوں سے کھیلتا رہتا۔ اسے

س بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ اس کی ماں کس عذاب سے گزر رہی ہے یا یہ کہ راج گورو ان دنوں اصلاحیوں سے خفیہ مذاکرات کرنے میں مصروف ہے۔

سر اکبر البتہ پجاریوں اور جیہ کے درمیان بڑھتی ہوئی چپقلش پر نہ صرف کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا بلکہ وہ اس معاملے سے قدرے پریشان بھی تھا۔ اسی لئے وہ ایک روز اس پردے کے سامنے آ کر بیٹھ گیا جس کے عقب میں جیہ موجود تھی۔

"آپ بچے کو لے کر سیر پور سے باہر چلی جائیں، شہزادی۔" اس نے سرگوشی کی۔ "صرف چھ ماہ میں ہی پجاریوں نے آپ کے اقتدار کے خلاف فضا مکدر کر دی ہے۔ آپ کی عدم موجودگی میں ریزیڈنٹ اور میں آپ کی نیابت کریں گے۔ لیکن اگر حکمران یہاں رہے گا تو ہم پجاریوں کو نکیل نہیں ڈال سکتے۔"

سر اکبر پردے کے کچھ اور قریب ہو گیا اور پھر اس کا سانولا ہاتھ پردے کے پیچھے آ گیا۔

"مہاراجہ ڈنگرا، ہندوستان واپس آ رہے ہیں اور وہ خواہش مند ہیں کہ آپ ان کے پاس چلی جائیں۔" سر اکبر نے اپنی آواز کچھ اور دھیمی کر لی تھی۔ "آپ کی والدہ محترمہ نے بھی پیغام بھیجا ہے کہ وہ اپنے نواسے سے ملنے کی متمنی ہیں۔ مہاراجہ نے آپ کے لئے یہ چیزیں بھیجی ہیں۔"

جیہ نے ننھا سا پارسل سر اکبر کے ہاتھ سے لے کر کھول ڈالا۔ وزیر اعظم اب بھی پردے کے عقب سے سرگوشیوں میں مصروف تھا لیکن اب جیہ اس کی باتیں سن نہیں رہی تھی۔ پارسل کھلتے ہی چوڑیاں اس کی گود میں آ گری تھیں جو اس بات کی غماز تھیں کہ مہاراجہ ڈنگرا نے اسے بہن بنا لیا ہے۔

اسٹیشن ماسٹر بار بار وسل بجا رہا تھا۔ ارجن کھڑکی میں کھڑا اچھل اچھل کر میجر آسبرن کو جلد آنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ پلیٹ فارم پر ایک سپاہی بید سے ہجوم میں ریزیڈنٹ کے لئے راستہ بنانے میں مصروف تھا۔

جونہی آسبرن نے ڈبے میں قدم رکھا۔ ٹرین ایک دھچکے سے آگے بڑھ گئی۔

"وائسرائے نے ایک معجزہ کر دکھایا ہے۔" اس نے قدرے جوش سے بتایا۔ "شہنشاہ اس بات پر رضامند ہو گئے ہیں کہ بکنگھم پیلس میں ہندوستانیوں سے ملاقات کریں۔" وہ ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر گویا ہوا۔ "لیکن دہشت گردوں کے یہ بم خودمختاری کے فوری اور غیر فطری مطالبے، کیا ہندوستانی نہیں جانتے کہ وال اسٹریٹ کی تباہی کے بعد سلطنت برطانیہ کے معاشی اور مالی مسائل کس قدر گمبھیر ہو چکے ہیں؟"

جیہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا لیکن سر اکبر خاموش نہیں رہ سکا تھا۔ "ہندوستان اس تباہی کا ذمے دار نہیں ہے۔ میجر آسبرن جبکہ اس کے برعکس برطانیہ نے ہندوستان آنے والی اشیاء کے مصارف میں یک لخت دگنا اضافہ کر دیا ہے۔"

آسبرن غصے سے تقریباً پھٹ پڑا۔ "یہ ہندوستانی' برطانیہ کو اپنی سرزمین بھی تو نہیں سمجھتے۔ کیا ان کے خیال میں وہ معصوم اور بے گناہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے اپنے ملک یا قوم کی کوئی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے اس عمل سے بنی بنائی عمارت منہدم ہونے میں محض دو منٹ لگیں گے۔"

سر اکبر نے بھویں اچکائیں اس کی سنجیدگی' الفاظ سے کہیں زیادہ خوفناک تھی۔ "لیکن کبھی تم لوگوں نے یہ غور بھی کیا ہے کہ سلطنت برطانیہ ہر پل اپنا رنگ بدلتی ہے۔ اس لئے تو تم پر بموں سے حملے کئے جا رہے ہیں۔ پچھلے سال ہم لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ داخلی خود مختاری دے دی جائے گی لیکن اس سال برطانویوں کا خیال ہے کہ ہم لوگ ابھی اپنی حکومت بنانے کے قابل نہیں ہوئے۔"

ٹرین دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر داخل ہوئی تو سر اکبر نے تھکے تھکے سے انداز میں آسبرن کو دیکھا۔ "حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم نے خود پر حکومت کرنا سیکھ لیا تو برطانیہ کو ہندوستان کی پرتعیش زندگی سے ہاتھ دھونا پڑ جائے گا۔ مجھے تو شک ہے میجر کہ ہندوستان نے تمہیں بھی بدعنوان بنا دیا ہے۔ اور اب تم لوگ تقسیم سے زیادہ اتحاد سے خوفزدہ ہو۔"

برطانوی راج کے دارالحکومت کی رونقیں عروج پر تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس شہر کی سڑکیں اور گلیاں اردگرد رونما ہونے والے حالات سے بالکل بے خبر ہوں۔ باغوں میں موسم سرما کے پھول مہک رہے تھے کھڑکیاں سرمائی دھوپ میں چمک رہی تھیں اور کرسمس ٹری کی سجاوٹ شروع ہو گئی تھی۔

کناٹ پیلس کے شاپنگ ایریا میں میم لڑکیاں دھڑا دھڑ خریداری میں مصروف تھیں۔ پورٹر بڑے بڑے پیکٹ اٹھائے ایک دکان سے دوسری دکان میں آ جا رہے تھے۔

کار جونہی ایک پہاڑی پر چڑھی سر اکبر نے ان بلند و بالا عمارتوں کی طرف اشارہ کیا جو برطانوی راج کے افسران کی رہائش کے لئے مخصوص تھیں۔ ان عمارتوں کے باہر پتھریلے ستون بنے ہوئے تھے۔ اور ان پر مختلف عبارتیں درج تھیں۔

"ان تحریروں کو پڑھو میجر آسبرن" سر اکبر نے کہا۔ "نیوزی لینڈ سے ہندوستان کو۔ جنوبی افریقہ سے ہندوستان کو' آسٹریلیا سے ہندوستان کو' کینیڈا سے ہندوستان کو' ہندوستان

تمہاری عظیم سلطنت کا انمول ہیرا ہے لیکن ان تمام کالونیوں کو داخلی خود مختاری حاصل ہے ہندوستان کو نہیں۔"

کار سیر پور ہاؤس کی طرف مڑی تو جیہ نے گھبراہٹ کے عالم میں ارجن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر اس کی توقعات کے برعکس اس بار ناراض اور مشتعل لوگوں کا ہجوم نہیں بلکہ گیٹ پر باغیچہ اور پھولوں کی کیاریاں ان کی منتظر تھیں۔

دربار ہال میں فرنیچر واپس رکھا جا چکا تھا۔ دیوار پر آویزاں مہارجہ وکٹر اور اس کی پسندیدہ گھوڑی کی قد آدم تصویر کے نیچے آتش دان میں آگ جل رہی تھی جس کی وجہ سے ماحول کسی برطانوی حویلی کا سا لگ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کمرے میں کبھی کوئی لاش ہی رکھی نہ گئی تھی۔

جیہ نے جب یہ دیکھا کہ مکان میں ماضی کے سانحے کا کوئی بھی عکس موجود نہیں تو وہ یوں مطمئن ہو گئی جیسے اسے یقین ہو کہ گزرے ہوئے دنوں کی تلخی اسے قطعی پریشان نہیں کرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا کھویا ہوا اعتماد بحال ہونے لگا تھا۔

نئے سال کے پہلے دن وہ پوجا گھر کی کھڑکی میں کھڑی گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھی کہ دروازے پر کسی نے ناخن مارنے شروع کر دیئے۔ اس نے اسے اپنا وہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔

اس کے ذہن میں اس لمحے شادی کا منظر تازہ تھا جب اسے ایک تلوار کے ساتھ بیاہا جا رہا تھا۔ اس کے بعد ایک تلخ زندگی اس نے گزاری تھی لیکن ماں سے ملاقات کے بعد یہ تلخی کس قدر زائل ہو سکتی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ محض چار ماہ بعد سرکاری سوگ کی مدت ختم ہو جاتی اور وہ برسراقتدار مہارانی بن کر سامنے آتی۔

دروازے پر ایک بار پھر کسی نے ناخن مارے۔ اب جیہ کو اندازہ ہوا کہ باہر کوئی موجود ہے۔ اس نے پلٹ کر دروازہ کھول دیا۔ اسکاٹ اور وارڈ اچھل کر اس کی گود میں آ رہے۔

"ڈارلنگ!" کتوں کے ساتھ ہی لیڈی مودی کی آواز سنائی دی۔ زر و جواہر کی چمک نے اس کے جسم کے گرد ایک ہالہ سا بنا رکھا تھا۔ "تو آخرکار تم یہ سب کر گزریں! مجھے بتائے بغیر۔"

"کس کی بات کر رہی ہو' پسی؟" جیہ نے کتوں سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے بال۔" لیڈی مودی کسی قدر پرجوش دکھائی دے رہی تھی۔ "تمہیں اس

جلسے میں دیکھ کر تو لوگ سانس لینا بھول جائیں گے تم تو کلارابو کی طرح دکھائی دے رہی ہو۔"

"ہم بیوہ ہیں' ممی۔" جیہ نے جواب دیا۔ "ہمارے بال ہمارے شوہر کے دیہانت کے وقت تراشے گئے تھے۔"

لیڈی مودی اس کی توجیہہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی۔ "کیا بے وقوفی کی بات ہے۔ کیا پرتاپ قبر میں لیٹا یہ سب دیکھ رہا تھا اس وقت جبکہ دنیا ختم ہونے جا رہی ہے یہ کام جو تمہارے بڑوں نے کیا ہے' احمقانہ نہیں ہے؟"

جیہ نے موضوع بدلنا چاہا۔ "لندن سے واپسی کا سفر کچھ ایسا ناخوشگوار تو نہ تھا۔"

"فلائٹ بھی بہت اچھی تھی۔" لیڈی مودی بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔ "میں تو حادثے کی بات کر رہی تھی ڈارلنگ! پرتاپ کو جہاز سمیت گرنے کی بھلا کیا ضرورت تھی؟ میرے تمام دوست بلند و بالا عمارتوں سے چھلانگ لگانے یا ٹرین کے سامنے کودنے کو ترجیح دیتے ہیں۔" لیڈی مودی نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں گھمائیں۔ "لیکن ان سب سے بڑھ کر وہ خبر ہے جو آج سہ پہر کو ہی زبان زد عام ہوئی ہے۔"

"کیا کوئی اور اسٹاک مارکیٹ تباہ ہو گئی ہے؟"

"اوہ ڈارلنگ!" لیڈی مودی اٹھلائی۔ "اگر تم ہر وقت پوجا میں مصروف رہنے کے بجائے کچھ وقت وائرلیس پڑھنے میں صرف کرو تو ایسے سوالات کی نوبت نہ آئے۔ کیا تم نے نہیں سنا؟ نیشنل کانگریس' شہنشاہ برطانیہ سے ملنے نہیں جا رہی ہے انہوں نے لندن میں گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا ہے۔"

"لیکن' کیوں؟"

لیڈی مودی مسکرائی۔ "انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک ایک انگریز کو ہندوستان سے نکال باہر کریں گے۔ انہیں اب داخلی خودمختاری کی ضرورت نہیں رہ گئی۔ وہ جمہوریہ ہونا چاہتے ہیں۔ 26 جنوری کو یوم جمہوریہ قرار دے دیا گیا ہے۔ ہم سب اس روز مل کر یونین جیک سرنگوں کریں گے اور ہندوستانی پرچم لہرا کر برطانوی راج کے خاتمے کا اعلان کریں گے۔ بلی اب واقعی کبوتروں میں آ پھنسی ہے' ڈارلنگ! دہشت گردوں کے بموں کے حملے تیز ہو جائیں گے۔ ہم سب لوگوں کو اپنے ریشمی لبادوں کو آگ لگانی ہو گی اور اس کی جگہ وہ بے سرے اور بے ڈھنگے سوتی جبے زیب تن کرنے ہوں گے۔"

اس نے اپنی انگلی کو ہونٹوں پر رکھ کر ایک ہوائی بوسہ اچھالا۔ "لیکن ہمیں خوفزدہ

ونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ نیا سال شروع ہو چکا ہے مجھے امید ہے کہ تمہارا یہ نیا ہیر ٹائل 1935ء کا ایک خوبصورت انداز ثابت ہو گا۔"

مہاراجہ ڈنگرا کی رہائش گاہ شیش محل کی راہداریوں میں ہزاروں آئینے چمک رہے تھے۔ جیہ ان آئینوں میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے چھوٹے ڈنگرا کے پیچھے چلتی ہوئی بیرونی صحن کی لرف بڑھ رہی تھی جہاں ایک کار اس کو' اس کی ماں کے پاس لے جانے کو تیار کھڑی تھی۔

شوفر کو راستے کا بخوبی علم تھا۔ وہ کار کو ایک ایسی کشادہ گلی میں لے آیا تھا جس کی ونوں جانب سفید رنگ کے بنگلوں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔

"آپ بہت خوش قسمت اور خوش بخت بیٹی ہیں' شہزادی۔" اس نے نہایت ادب اور حترام سے جیہ کو مخاطب کیا۔ "میں نے ستی ماتا کو محض ایک بار دیکھا ہے لیکن مجھے یوں سوس ہوا جیسے میں کسی بہت ہی مقدس' معتبر اور پوتر ہستی کے چرنوں میں حاضر ہوں ان کا ر میں نے ہمیشہ بلند دیکھا ہے۔ ان کی آنکھیں یوں روشن ہیں جیسے ان میں بھگوان چمکتا و۔"

جیہ اس شاہی گاڑی میں بیٹھی ہوئی اس لمحے کو فراموش نہ کر سکتی تھی جب اس نے لمیر کی مہارانی کو بالمیر کے زنان خانے میں ایک ناپسندیدہ شخصیت کے روپ میں دیکھا تھا ے پوری ریاست پر ایک بوجھ سمجھا جا رہا تھا۔

کار ایک گیٹ سے مڑ کر اس شاندار بنگلے میں داخل ہو گئی جس کے برآمدے میں موٹا الین بچھا ہوا تھا۔ وہاں کئی لوگ موجود تھے۔ تعداد کے برخلاف وہ نہایت خاموشی سے بیٹھے وئے تھے۔ وہاں بچے بھی تھے اور بڑے بھی۔ لیکن جیہ کو دیکھ کر نہ کسی بڑے نے کوئی دعمل ظاہر کیا اور نہ کسی بچے نے شرارت کی۔ البتہ انہوں نے کسی کو آتے ہوئے محسوس لیا اور چند ایک نے گردنیں گھما کر کار کا جائزہ لیا۔

ایک عمر رسیدہ آدمی جیہ کو ہجوم سے الٹے ہوئے برآمدے میں سے گزارتا ہوا ایک ڑے کمرے میں لے گیا۔ جہاں زیادہ تر لوگ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے البتہ ایک بات جیہ نے بطور خاص نوٹ کی کہ وہ لوگ آلتی پالتی مارے چرخا کاتنے میں مصروف تھے۔

"ستی ماتا کا کہنا ہے کہ ہم اپنی مصنوعات کو فروغ دے کر ہی برطانوی جادو کا اثر توڑ سکتے یں۔" جیہ کے گائیڈ نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

جیہ نے اپنی حیرت چھپانے کے لئے رخ بدل لیا۔

اور پھر اس نے خاموشی سے چرخہ کاتنے والوں کے عقب سے سوتی ساڑھی میں ملبوس

ایک باوقار خاتون کو اپنی جگہ سے اٹھتے دیکھا.....

جیہ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ بس اس نے اٹھنے والی ہستی کے انداز کو پہچانا اور اپنی ماں کے چرن چھونے کی لئے تیزی سے آگے بڑھی۔ سانولے ہاتھ نے جیہ کے بالوں پر سے ساڑھی ہٹائی اور جیہ نے اس ہاتھ کو اپنے رخسار کے ساتھ پیوست کر لیا۔ دس سال سے اس نے مہارانی کو نہیں دیکھا تھا لیکن وہ بچپن سے لے کر اب تک اس جلد کی شگفتگی کو بھول نہیں پائی تھی۔

"ہم جانتے تھے کہ مرنے سے پہلے ایک بار اپنی بیٹی سے ضرور مل لیں گے۔" مہارانی کا لہجہ نرم لیکن انداز میں وہی تمکنت تھی جو کبھی بالمیر کی مہارانی کے طور پر ہوا کرتی تھی۔ "لیکن ہمارا خیال تھا کہ وہ دلہن کے روپ میں سامنے آئے گی۔ بیوہ کے روپ میں نہیں۔"

آنسو جیہ کی آنکھوں میں تڑپ اٹھے۔ مہارانی نے جیہ کو یاد نہیں دلایا کہ راجپوت لڑکیاں اپنے دکھ آنکھوں کے راستے نہیں بہایا کرتیں۔ اس کے برعکس بوڑھے ہاتھ اس کے بال سہلانے لگے جیسے وہ کوئی جوان عورت نہیں' کوئی بچی ہو۔

"ہم جانتے ہیں کہ یہ غم جھیلنا آسان نہیں۔" مہارانی نے اسے تسلی دی۔ "لیکن ستی ماتا کے الفاظ یاد کرو شہزادی' اصل اور حقیقی ستی یہ ہے کہ عورت اپنے اردگرد کی دنیا ٹوٹ پھوٹ جانے کے باوجود بھی زندہ رہے۔"

"ہم آپ کے نواسے کو آپ کی آشیرباد کے لئے ڈنگرا لائے ہیں' حکم!" جیہ نے پہلی بار زبان کھولی۔

مہارانی کے چہرے کی بوڑھی لکیریں مسکرانے کے انداز میں پھیل گئیں۔ خوشی جیسے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"ہم آج سہ پہر شیش محل آئیں گے۔" مہارانی نہال ہو رہی تھی۔ "ہم نہیں چاہتے کہ وہ یہاں آئے' اس وقت تک' جب تک ہم اس بات کی وضاحت نہ کر لیں کہ لوگ ہمیں ستی ماتا کہتے ہیں اور کوئی اختیار نہ ہونے کے باوجود محبت میں جانے کن کن ناموں سے پکارتے ہیں۔ لیکن اب ہمیں جانا چاہئے کیونکہ ڈاکٹرز ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

جیہ کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرائے تو مہارانی ہنس دی۔ "فکر کی بات نہیں ہے' شہزادی' دراصل ہم یہاں ایک ڈسپنسری چلا رہے ہیں اور نرسنگ ہوم ہے۔ دوسری جانب ایک اسکول اور فری کچن ہے۔ چھوٹا ہمارے اخراجات پورے کرتا ہے۔ وہ لڑکا بہت اچھا ہے' ذہین ہے۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ ہم کتنا خرچ کرتے ہیں۔ اس نے

کبھی ہمیں فنڈز میں کمی نہیں آنے دی۔"

پتلی اور لمبی انگلیوں نے جیہ کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔ "اب ہم یہاں ستی ماتا کے منتروں کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ تمہیں وہ یاد ہے نا' شہزادی؟"

"کیوں نہیں' حکم!" جیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "رام نام ست ہے..... رام نام ست ہے....."

مہارانی نے جیہ کو گلے لگا کر پیار کیا اور پلٹ کر باوقار انداز میں چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

جیہ چرخہ کاتنے والوں کے درمیان کھڑی بہت دیر تک یہ سوچتی رہی کہ کیا اس کے سوگ سے ارجن کا مستقبل محفوظ رہ سکے گا۔ مہارانی نے ایک بار اسے سبق دیا تھا کہ حرم کی اونچی اونچی دیواریں ہی عورت کے تحفظ کی ضمانت ہوتی ہیں۔ بقول مہارانی کے' عورت کے چہرے کا نقاب اسے بیرونی دنیا کے خطرات سے' ایک تیز دھار تلوار کے مقابلے میں زیادہ تحفظ دے سکتا ہے لیکن اب اس کی ماں کہہ رہی تھی کہ نقاب' آزادی کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ کم از کم مہارانی کی باتوں سے جیہ نے یہی اندازہ لگایا تھا۔

ارجن بہت جلد اپنی نانی سے بے تکلف ہو گیا اور چند ہی دنوں کے اندر وہ ہر جگہ اس کا تعاقب کرنے لگا۔ مہارانی اپنے اداروں کے دورے پر جاتی تو ارجن ساتھ ہوتا۔ مویشیوں کی دیکھ بھال کرتی تو ارجن موجود ہوتا۔ غرضیکہ یوں لگتا جیسے وہ اپنی نانی کا سایہ بن گیا ہو۔

ڈنگرا کی سرحدوں کے باہر جو واقعات رونما ہو رہے تھے انہوں نے سرحدوں کے اندر کی زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا چنانچہ چھوٹے ڈنگرا نے جیہ کو تجویز پیش کی کہ وہ ریاست کے انتظامی امور کی سوجھ بوجھ پیدا کرے اور ان میں دلچسپی لے۔

"کیا تم نے راج نیتی کو پڑھا ہے' حکم!" جیہ نے شیش محل کی راہداریوں میں اس کے پیچھے پیچھے پرائیویٹ اسٹڈی کی طرف جاتے ہوئے دریافت کیا۔

چھوٹے نے مسکرا کر جیہ کو دیکھا۔ "راج نیتی' حکومت چلانے کا ایک فن ہے' شہزادی۔" اس نے نرم لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن آج کے دور میں بھی اس کی وہی اہمیت ہے جو پہلے دور میں تھی۔ میرے والد نے مجھے ریاستی امور سیکھنے کے لئے مہاراجہ بڑودہ اور خارجہ امور سیکھنے کے لئے مہاراجہ بیکانیر کے پاس بھیجا تھا۔"

اس نے ایک ایسے کمرے کا دروازہ کھولا جس کے دیوار گیر شیلف ڈنگرا گزٹ کی مجلد کتابوں سے بھرے ہوئے تھے۔ چیمبر کے وسط میں ایک بڑی میز پر کتابوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

دیواروں پر کوئی تصویر آویزاں نہ تھی۔ روشن کمرے میں مجلد کتابوں پر بنے ہوئے سنہری مونوگرام چمک رہے تھے۔

قحط کنٹرول 1897ء- 1903ء معاہدوں کی بات چیت وائس ریگل کے دورے۔ آبپاشی کے منصوبے 1928ء- 1900ء

چھوٹے نے ایک بھاری بھرکم کتاب شیلف سے نکال لی۔ "مثال کے طور پر اسے دیکھیں۔ کیا آپ جانتی ہیں شہزادی کہ مہاراجہ بیکانیر نے صرف بیس برس کی عمر میں ہندوستان میں آبپاشی کا نظام متعارف کروایا تھا۔ ایک عظیم نظام آبپاشی لیکن برطانیہ نے اس کے خوابوں کی تکمیل کے لئے اسے مطلوبہ فنڈز فراہم نہیں کئے۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتا شہزادی تو تمہارا صحرا یعنی صحرائے مرگ اس وقت ہندوستان کے غلے کا گودام ہوتا۔"

اس نے کتاب واپس شیلف میں رکھی اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ "اگلا سال ہم حکمرانوں کے لئے بے حد سخت ہو گا' شہزادی ہم سلطنت برطانیہ اور اصلاحیوں کے درمیان پس رہے ہیں۔ سلطنت برطانیہ پہلے ہی ریاستوں سے ایک کروڑ پاؤنڈ کے ٹیکس جمع کرتی ہے تاکہ اس رقم کو برطانوی ہندوستان پر خرچ کر سکے۔ جب قوم پرستوں کے مطالبات بڑھیں گے اور صورت حال مزید تشویش ناک ہو گی تو سلطنت سوائے ہمارے کس کی طرف دیکھے گی۔ جوں جوں ہم ٹیکسوں میں اضافہ کریں گے ہمارے عوام مشتعل ہوں گے اور اصلاحیوں کے حق میں ہوتے جائیں گے۔"

جیہ کو کمرے کی فضا میں ایک عجیب طرح کا کھنچاؤ سا محسوس ہونے لگا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اگر اس کا بیٹا کامیابی کے ساتھ اپنا تخت بچانا چاہتا ہے تو خود اسے اپنی ناتجربے کاری کو تجربے کی بھٹی میں ڈالنا ہو گا۔ چنانچہ اس نے اپنے معمولات بدل ڈالے۔ اب وہ اپنی صبحیں ڈنگرا کے انجینئروں اور انتظامی افسران کے ساتھ گزارنے لگی تاکہ دیکھ سکے کہ وہ ریاست کے امور کس طرح چلاتے ہیں اور انہیں کس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دریائے برہم پترا کے پانی کو آبپاشی کے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے منصوبوں پر بات چیت ہوتی۔ اسے حتمی صورت دی گئی تو ڈیم کی جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ فیصلہ کیا گیا کہ اس کا نام سابق آنجہانی حکمران کے نام پر رکھا جائے گا۔ عرصہ دراز سے نظر انداز کئے جانے والے قبائل کو اسکولوں اور شفاخانوں کی ضرورت تھی اس مقصد کے لئے ڈنگرا کے مالی مشیر وسائل میں اضافے کی تجاویز مرتب کر رہے تھے۔

جب یہ لوگ چلے جاتے تو جیہ خود کو ڈنگرا کی اسٹڈی میں مقید کر لیتی لیکن آرام کرنے

ے لئے نہیں۔ بلکہ وہ گزٹ کی موٹی موٹی کتابوں کا مطالعہ کرتی اور فائلیں دیکھتی۔ اعداد و ار کی لمبی لمبی فہرستیں اس کی آنکھیں تھکا ڈالتیں۔

البتہ شام جیہ جس ماحول میں گزارتی اس سے اسے بالمیر کا زنان خانہ یاد آ جاتا۔ وہ اپنی ں کے ساتھ بالکونی میں بیٹھ کر دیر تک آسمان کی بلندیوں پر محو پرواز پرندوں کو دیکھتی۔ یا ن میں مور کا رقص دیکھتی۔

"ڈنگرا میں تمہارا قیام سود مند تو ہے' شہزادی؟" مہارانی نے ایک روز اس سے دریافت یا۔

"جی حکم!" جیہ نے جواب دیا۔ "ہز ہائی نیس نے انتظامی امور میں ہماری بہت مدد کی ہے۔"

مہارانی یوں مطمئن ہو گئی جیسے وہ اسی جواب کی خواہش مند تھی۔ وہ اس کے بعد بھی ہ سے اس کے مستقبل کے حوالے سے بات چیت کرتی رہی تھی۔

موسم بہار آیا تو ڈنگرا میں جشن بہار کا آغاز ہو گیا۔ ریاست کی حدود سے باہر ہونے لے سیاسی اتار چڑھاؤ کا سایہ بھی یہاں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ نوجوان لڑکیاں رنگ برنگے لباس پہنے مختلف چوراہوں پر رقص میں مصروف تھیں۔

اس کے بعد ہولی تھی۔ رنگوں کا تہوار۔ دربار کے ہاتھی کو شیش محل تک لایا گیا اور ھوٹا ڈنگرا اس پر سوار ہو گیا۔ ہاتھی کے پیچھے پیچھے ایک ٹرک تھا جس کے اوپر لگے ہوئے ک میں رنگین پانی تھا۔ اس ٹینک سے دو پائپ نکل کر ہودے تک چلے گئے تھے۔ ارجن ھوٹے ڈنگرا کے ساتھ ہودے میں موجود تھا۔

ہاتھی اور ٹرک آگے پیچھے دارالحکومت کی گلیوں اور سڑکوں پر گشت کرتے رہے۔ پرنس ارجن اپنے پائپ کی مدد سے رنگین پانی ہجوم پر اچھالتا رہا اور قہقہے لگاتا رہا۔ چھوٹا ڈنگرا یہ ب دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتا رہا۔

لوگوں نے بڑے بڑے فوارے تھام رکھے تھے۔ وہ ان کا رخ مہاراجہ ارجن کی طرف ر کے پانی پھینکتے۔ راستے میں آنے والی ہر بالکونی سے سبز نیلا اور پیلا پاؤڈر مہاراجہ پر پھینکا ا رہا حتیٰ کہ مہاراجہ 'ارجن' ہاتھی اور ٹرک کے علاوہ اس کا جلوس رنگوں کا ملغوبہ بن کر رہ یا۔

سیرپور کا ایک نقشہ میز پر پھیلا ہوا تھا۔ ایک انجینئر اس نقشے پر جھکا جیہ کو مختلف نشانات ا تفصیل بتانے میں مصروف تھا کہ اسٹڈی کا دروازہ پرشور انداز میں کھلا۔ "ڈارلنگ!" لیڈی

مودی کی جانی پہچانی آواز جیہ کو سنائی دی۔ "پورا ہندوستان ساحل سمندر کی جانب رواں ہے لیکن تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

لیڈی مودی کے ننھے سے کتے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی تو انجینئر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا وہ خوفزدہ نگاہوں سے کبھی کتے کو دیکھ رہا تھا اور کبھی آنے والی کا جائزہ لے رہا تھا۔

"اور یہ بور قسم کے کاغذات کیا ہیں؟ لیڈی مودی نے میز پر پھیلے ہوئے نقشوں کی طرف اشارہ کیا۔

ڈنگرا کا قوی الجثہ جسم دروازے پر نمودار ہوا۔ "اس عمر میں بھی تم اتنی پرجوش ہو پسی!" اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔

"قدرتی بات ہے' ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے پلٹ کر جواب دیا۔ "میں تو تنگ آ گئی ہوں۔ پرنس آف ویلز کے دورہ ہندوستان کے بعد تو جوش نام کو نظر نہیں آیا۔"

"تو کیا اب تم قانون توڑنے جا رہی ہو؟"

لیڈی مودی نے سگریٹ ہولڈر سے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ "غداری اور حکم عدولی کے بہت سے طریقے ہیں' ڈارلنگ۔ میں انہیں دیکھوں گی۔ لیکن پہنیں کیا؟ کم از کم ہیرے جواہرات پہن کر تو سلطنت برطانیہ کی حکم عدولی نہیں ہو سکتی۔"

چھوٹے ڈنگرا نے قہقہہ لگایا۔ "میرے پاس ایک گاندھی کیپ رکھی ہے' وہ تمہیں بھیج دوں گا۔"

جیہ جھٹکے سے پلٹی۔ اسے چھوٹے کے تبصرے پر حیرت اور افسوس ہوا تھا۔ گزشتہ تین ہفتوں کے دوران گاندھی نے ساحلی شہر ڈانڈی کی طرف دو سو میل کا سفر پیدل طے کیا تھا جہاں وہ برطانوی قوانین توڑنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا گاندھی کے قافلے کا حجم بڑھتا جا رہا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد اب ہزاروں ہو چکی تھی۔

لیڈی مودی نے جیہ کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ "ڈارلنگ" اس نے جیہ کے کندے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ گاندھی بھگوان نہیں انسان ہے۔ وہ بھی ہنستا ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ ڈانس بھی کرتا ہے۔ لندن میں قیام کے دوران وہ فاکس ٹراٹ کا دیوانہ تھا۔ ممکن ہے اس نے ٹانگو بھی سیکھا ہو۔ اب تم ذرا جلدی کرو' ورنہ اتنے اچھے نظارے سے محروم رہ جائیں گے۔"

جیہ نے تصور کی آنکھ سے لیڈی مودی کے سر پر گاندھی کیپ دیکھی تو قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکی۔ تاہم جلد ہی ان کی کار ڈنگرا کی سرحد کی طرف رواں دواں تھی جہاں گاندھی

پہنچنے والا تھا۔

نصف شب سے ذرا پہلے چاندنی نے جیہ کو بیدار کیا۔ یہ وہی دن تھا جب گاندھی نے ن توڑنے کا اعلان کرنا تھا۔

"ستی ماتا' ڈانڈی روانہ ہو چکی ہیں' حکم!" چاندنی نے مہارانی کی بابت جیہ کو آگاہ کیا۔ " ا کی جانب سے انگریز کی حکم عدولی سے قبل وہ رات بھر مہاتما کے ساتھ پرارتھنا کی ں مند تھیں۔"

جیہ کے ہونٹ خود بخود ستی کی پوجا کے انداز میں سکڑ گئے۔ اسے وہ وقت یاد آ رہا تھا اس نے آخری بار بجرنگ کو دیکھا تھا۔ وہ تب اپنے شوہر کے ہمراہ ایک کتیا کی شادی میں ت کے لئے پرتاپ گڑھ گئی تھی۔ صرف پانچ سال بعد وہ عورت جس سے اس نے ستی سیکھی تھی' گاندھی کے کیمپ میں موجود تھی۔

کار شیش محل کے بلند و بالا دروازے کے سامنے لگ چکی تھی۔ ابھی سورج دیوتا اپنے پر روانہ نہیں ہوا تھا لیکن گرمی کے آثار دکھائی دینے لگے تھے۔ لیڈی مودی کے لئے یہ ناقابل برداشت تھی سو اس نے بے دم ہو کر جیہ کے کندھے سے سر ٹکا دیا تھا۔

جوں جوں وہ لوگ سمندر کے قریب ہو رہے تھے ہوا میں نمی آتی جا رہی تھی۔ کپڑے اب بھی پسینے میں شرابور تھے۔ عین ساحل کے اوپر انہیں ایک چوبی ڈائس دکھائی دے تھا۔ تمام علاقہ گاندھی کے ورکروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور وہ سب بیک زبان ہو کر ۔ رام۔ کرانسٹ" کا ورد کر رہے تھے۔

جا بجا اخبار نویس بکھرے ہوئے تھے جو گاندھی کی طرف سے قانون توڑنے کے اعلان منتظر تھے۔ ان کی نوٹ بکس تیار تھیں اور نگاہیں اس ہٹ پر مرکوز تھیں جس میں ی جی قیام پذیر تھے۔

تب ہی ایک لٹھ بردار ہٹ کے دروازے پر نمودار ہوا اور اس نے گاندھی کی آمد کا نا کیا۔

چند ہی ثانیوں بعد جھکی ہوئی کمر والا ایک شخص چھڑی لئے دروازے سے باہر آیا اور ا کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

یہی مہاتما گاندھی تھے۔ وہ مسز نائیڈو کے ہمراہ چوبی ڈائس کی طرف بڑھے۔ سمندر کے ب پہنچ کر گاندھی نے اپنی چھڑی مسز نائیڈو کو تھمائی اور پانی میں اتر گئے۔

سمندر کی لہریں جھاگ اڑاتی اس کمر خمیدہ شخص کو ہلانے کی کوششوں میں مصروف

تھیں لیکن وہ اپنے پیر جمائے کھڑا تھا۔

جب لہریں خشکی کو بھگو کر دوبارہ سمندر کے سینے میں اتریں تو گاندھی نے جھک کر ایک مٹھی ریت اٹھالی۔

مسز نائیڈو نے اپنے ہاتھ فضا میں لہرائے۔ "جے ہند" اس نے بلند آواز سے نعرہ لگایا اور گاندھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

دونوں رہنما آہستہ آہستہ لکڑی کے پلیٹ فارم پر آ گئے۔ مائیکروفون ان کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ گاندھی نے ریت سے بھری ہوئی مٹھی اوپر اٹھائی۔ تب ان کی بھاری بھرکم آواز ہوا کے دوش پر لہرائی۔ "یہ رہا' ہندوستان پر برطانوی سلطنت کا غاصبانہ قبضہ۔"

اس کے ساتھ ہی گاندھی نے مٹھی کھول دی اور گیلی ریت فضا میں بکھرا دی۔

ہجوم نعرے لگاتا سمندر میں کود گیا۔ چند ہی لمحوں کے اندر ہر شخص ریت سے مٹھیاں بھر بھر کر فضا میں بکھیرنے لگا۔

جیہ نے مہارانی کو اس وقت دیکھا جب وہ سمندر سے باہر آ رہی تھی۔ اس کی سفید ساڑھی بھیگ کر ٹخنوں سے چمٹ گئی تھی۔ جیہ اس کی طرف بھاگی۔

"آپ کیا کر رہی ہیں' حکم؟" اس نے سرگوشیانہ انداز میں ماں کو مخاطب کیا۔ "آئیے ہمارے ساتھ ڈنگرا واپس چلیں۔"

مہارانی رک گئی۔ اس نے اپنی مٹھی کھول دی اور ریت جیہ کے کپڑوں پر آ گری۔ "جب قحط نے بالمیر کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا تھا تو تمہارے والد نے ملکہ وکٹوریہ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ وہ خالی ہاتھ واپس آئے تھے۔ حتیٰ کہ لارڈ کرزن نے پارلیمنٹ کی درخواست کے باوجود ٹیکس اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اسے ہماری پریشانیوں اور تکالیف کوئی احساس نہ تھا۔ جب انگریز وائسرائے نے از خود ہماری مدد کے لئے کہا تو اس نئے آقاؤں نے ان التجاؤں پر کان نہ دھرا۔ اب مہاتما ریت کے ان ذروں کو ایسا اسلحہ بنا دے گا جو اس سلطنت کو تباہ کر دے گا۔"

"لیکن انگریز اسے گرفتار کر لیں گے' حکم!" جیہ نے خدشہ ظاہر کیا "کیا آپ اس تقلید میں جیل جائیں گی؟"

"ہم سچائی کی راہ پر چلنے کے لئے آزاد ہیں' خواہ اس کا اختتام جیل کے دروازے پر کیوں نہ ہوتا ہو۔" مہارانی نے ایک عزم سے جواب دیا۔ "سیر پور واپس جاؤ' شہزادی اور اپنے بیٹے کے تخت کی حفاظت کرو۔ ہمیں کچھ نہیں ہو گا۔"

جیہ ایک بار پھر ڈنگرا میں موجود تھی تاکہ وہ رسومات ادا کر سکے جو اس کے سوگ کے ختم کے لئے ہونے والی تھیں۔ اس کے ذہن میں اب بھی اس کی ماں تھی جسے وہ ڈانڈی میں گاندھی کے آشرم میں چھوڑ آئی تھی۔

ہر سہ پہر وہ انتظار کرتی کہ چھوٹا ڈنگرا آج اپنے سیکرٹریٹ سے واپس آ کر اسے گاندھی کی گرفتاری کی خبر سنائے گا مگر اس کے برعکس چھوٹا ڈنگرا ہر شام آ کر اسے یہی یقین دلاتا کہ اب تک اپنے آشرم میں موجود ہے۔ البتہ گاندھی کی نمک ملی ریت کی مٹھی کو ملک گیر شہرت حاصل ہوئی تھی۔

اب حالت یہ تھی کہ برطانوی ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں سمندری نمک فروخت ہو رہا تھا۔ ہندوستان کے تمام ساحلی دیہات کے مکین بڑے بڑے برتن لے کر سمندر میں گھس گئے تاکہ غیر قانونی نمک تیار کر سکیں۔ کلکتہ کے میئر نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں پر زور دیا تھا کہ وہ برطانوی سوت یا ریشم سے بنے ہوئے کپڑے استعمال کرنا چھوڑ دیں۔ اسے جیل بھیج دیا گیا۔

دہلی میں پندرہ ہزار مردوں اور عورتوں نے پولیس کے ہاتھوں پنڈت مالویا کی گرفتاری کا مظاہرہ کیا جو مٹھی بھر نمک بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ پٹنہ میں ہزاروں افراد ڈاکٹر راجندر پرشاد کی ہدایات کے تحت نمک بنانے کے منتظر تھے۔ پولیس والوں نے ہائی وے بلاک کر دی تھی۔ ہرین گھڑ سوار پولیس کے سامنے لیٹ گئے تھے۔ جو لوگ گھوڑوں تلے روندے گئے تھے انہیں فوراً ہی وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا اور ان کی جگہ نئے رضاکاروں نے لے لی تھی۔

وائسرائے نے اوپر تلے کئی آرڈیننس پاس کئے تھے جن کی رو سے پولیس کو گرفتاری کے لامحدود اختیارات دے دیئے گئے تھے۔ پورے برصغیر میں اساتذہ' خانہ دار عورتوں اور فنکاروں کی ایک بڑی تعداد وائسرائے کے احکامات کی خلاف ورزی کر کے گرفتاریاں پیش کر رہی تھی۔

سول نافرمانی کی خبروں کو کچلنے کے لئے سنسرشپ سخت کر دی گئی تھی۔ ہندوستانی پریس نے برطانوی حکومت کے ان فیصلوں پر احتجاج کرتے ہوئے اپنے چھاپے خانے بند کر دیئے تھے۔

"بھگوان ہی جانتا ہے کہ ان اقدامات کے ذریعے وائسرائے کیا چاہتا ہے؟" چھوٹے ڈنگرا نے تازہ ترین خبریں جیہ کو سناتے ہوئے تبصرہ کیا۔ "مقامی پریس پر سنسرشپ کا مطلب ہے کہ ہند کے کسی بھی کونے میں ہونے والا واقعہ زبانی طور پر ہی معلوم ہو سکے گا۔" اس

نے اپنا بڑا سا سر منفی انداز میں ہلایا۔ "اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس سال کے آخر میں ہمیں شریف آدمیوں کی طرح گول میز کانفرنس میں شرکت کرنا ہے۔ بالکل یہ سوچ کر کر یہاں ہنگامے نہیں بلکہ کرکٹ کا کوئی میچ ہو رہا ہے۔"

ڈنگرا کی رپورٹیں یہ تھیں کہ کھیل بگڑتا جا رہا ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبے میں قبائیلوں نے اٹلی میں گرے بالڈی کی ری پبلکن موومنٹ کی طرز پر سرخ پوشی کی تحریک شروع کر دی ہے۔ اس کے باوجود کہ ان کی تحریک متشددانہ نہیں ہے۔ برطانوی سلطنت نے اپنی سب سے بہترین رجمنٹ تھرٹی سیونتھ گارہل رائفلز کو ان پر گولی چلانے کا حکم دے دیا ہے۔ جب اسی سالوں میں پہلی بار راج کے فوجیوں نے اپنے برطانوی افسروں کے احکامات ماننے سے انکار کیا اور اپنی رائفلوں کو سرنگوں کر لیا تو انگریز انسپکٹر آف پولیس نے غصے سے بے قابو ہو کر اپنی مسلح جیپ مظاہرین پر چڑھا دی اور مشین گن سے فائر کھول دیا جس سے ستر افراد ہلاک ہو گئے اور متعدد زخمی ہوئے۔

دو ہفتوں کے اندر اندر برطانوی راج نے ساٹھ ہزار افراد کو جیلوں میں ٹھونس دیا اور جب گاندھی نے دھرشنا سالٹ ڈپو کی طرف پیش قدمی شروع کی تو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

جیہ نے مہاراجہ کی اسٹڈی کی طرف جانے والی منقش راہ داریاں تقریباً بھاگتے ہوئے طے کی تھیں۔ ڈنگرا آگے کو جھکا تو کرسی اس کے بھاری بوجھ تلے چرچرا اٹھی۔

"سب صحیح ہے شہزادی۔" اس نے بوکھلائی ہوئی جیہ کو ٹھہرے ہوئے انداز میں مخاطب کیا۔ "تمہاری والدہ ابھی تک آزاد ہیں۔"

"کیا وہ آشرم میں واپس آ گئی ہیں؟"

"نہیں۔" ڈنگرا نے نفی میں سر ہلایا۔ "سالٹ ڈپو کے مارچ میں مسز نائیڈو نے کمان سنبھال لی ہے۔ تمہاری والدہ زخمیوں کی مرہم پٹی میں مدد کے لئے ان کے ساتھ ہیں۔"

"تب لازمی طور پر ہمیں جا کر ان کی مدد کرنا ہو گی۔" جیہ بول اٹھی۔ "ہم فوری دھرشنا روانہ ہونا چاہتے ہیں۔"

"قطعی نہیں۔" ڈنگرا نے حتمی لہجے میں کہا۔ "اگر تمہیں سالٹ ڈپو کے اردگرد دیکھ لیا گیا تو تمہارا حق حکمرانی چھین لیا جائے گا۔ ارجن لازمی طور پر سیرپور کے تخت سے محروم جائے گا۔ میں نے اپنے آدمی روانہ کر دیئے ہیں جو ستی ماتا کی حفاظت کریں گے اور انہیں کسی بھی آفت سے تحفظ دیں گے۔"

"اگر وہاں ہنگامہ ہو گیا تو؟" جیہ کے لہجے میں تشویش تھی "فرض کرو پولیس نے ان پر

لہ کر دیا تو کیا ہو گا؟"

"میرے آدمی پل پل کی خبریں روانہ کریں گے۔" ڈنگرا نے اسے یقین دلایا۔ "تم جانتی ہو کہ اخبارات پر سنسر ہے۔ اس صورت میں کون جانتا ہے کہ ہنگامے کی خبریں محض افواہ ں۔"

انہیں دھرشنا سے تازہ ترین خبروں کا انتظار تھا۔ ڈنگرا اس عرصے کے دوران اپنے لاتی امور میں الجھا رہتا تھا۔ اس کی اسٹڈی فائلوں کا کوئی گودام محسوس ہوتی تھی۔ جب بھی ئی سیکرٹری اندر داخل ہوتا جیہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوتی لیکن وہ رنگ برنگی یں مہاراجہ کو تھما کر لوٹ جاتا۔

ایک شام غروب آفتاب کے وقت ایک سیکرٹری بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ دھرشنا سے نے والا ٹیلی گرام اس کے ہاتھ میں تھا۔ ڈنگرا نے اسٹیل لیمپ جلا دیا۔ لفافہ کھولنے میں اس نے بے تابی کا مظاہرہ ہی کیا تھا۔

اس نے بلند آواز سے ٹیلی گرام کا پیغام پڑھنا شروع کر دیا۔ "حکم برطانوی راج کے م الشان نمک کے گوداموں کے گرد خار دار تاریں لگا دی گئی ہیں اور خندقیں کھود دی گئی ۔ خار دار تاروں کے باہر چار سو ہندوستانی پولیس والے چھ برطانوی افسروں کی سربراہی حفاظت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تمام وقت رضاکاروں کے جتھے مرکزی دروازہ عبور نے کی کوششیں کرتے ہیں اور تمام وقت پولیس والے انہیں بے دردی سے مارتے ہیں۔ کار کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہیں کر رہے۔ ستی ماتا اور مسز نائیڈو دیگر عورتوں کے ساتھ ان کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔

"ہم لوگوں نے بعض غیر ملکی اخبار نویسوں کے ہمراہ ایک عارضی ہسپتال کا دورہ کیا جو ان نے قائم کیا ہے۔ ستی ماتا نے ہمیں کہا ہے کہ ہم تمہیں بتا دیں کہ ارون رائے نامی کو بری طرح مارا پیٹا گیا ہے۔ اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے لیکن یہ زخم ایسا نہیں لہ مستقل اسے پریشان کرے۔"

"یونائیٹڈ پریس کے نمائندے ویب ملر نے تین سو بیس زخمی گنے ہیں۔ دو اموات ہوئی ہم نے بہت سے رضاکاروں کو بے ہوش دیکھا ہے۔ کل رضاکار ایک بار پھر سالٹ ڈپو رف پیش قدمی کی کوشش کریں گے۔"

دنوں پر دن گزرتے رہے اور جیہ مہاراجہ کی اسٹڈی میں بیٹھ کر اپنی ماں سے متعلق کا انتظار کرتی رہی۔ اس کی سوچ کا محور ارون رائے بھی تھا جو زخمی ہو کر مسز نائیڈو

کے ہسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ اسے اپنے بالوں پر ارون کی انگلیوں کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ و رو رہی تھی اور ارون رائے اپنی نرم آواز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ "یہ ایک بدصورت او ناخوش گوار جنگل ہے۔" جیہ سوچ رہی تھی کہ کیا اس وقت بھی ارون رائے کے ذہن میں یہی سوچ جاگزیں تھی جب برطانوی راج کی پولیس کی لاٹھیاں اس کے جسم پر برس رہی تھیں۔

بعض اوقات گرمی کے باعث اس کے سر میں درد ہونے لگتا تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتی۔ چھوٹا ڈنگرا وقتاً" فوقتاً" اسے سالٹ ڈپو سے آنے والے پیغامات پڑھ کر سناتا۔ ہر پیغا میں یہی درج ہوتا کہ آج کتنے لوگ سالٹ ڈپو پر چڑھائی کی کوشش میں زخمی ہوئے۔ مس نائیڈو کا ہسپتال زخمیوں سے بھر رہا تھا۔

کوئی ایک ہفتے کے بعد مہاراجہ ڈنگرا نے پیغام سنایا کہ مہارانی واپس ڈنگرا روانہ ہو چکی ہیں۔ *"برطانوی راج نے مسز نائیڈو کو گرفتار کر لیا ہے' شہزادی۔" چھوٹے ڈنگرا نے جیہ کو بتایا۔ "لیکن میرے آدمی آپ کی والدہ کو بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

گو کہ رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی لیکن لوگوں کا ایک ہجوم اب بھی آشرم میں جمع تھا تاکہ مہارانی کو واپسی پر مبارک باد پیش کر سکے۔ چھوٹا ڈنگرا' جیہ کو اس ہجوم میں سے گزار کر آشرم کے لان پر لے آیا جہاں برف کی بڑی سی سل کے عقب میں بجلی کا ایک پنکھا چل رہا تھا۔

جب ستی ماتا آشرم پہنچی تو اس نے سب سے پہلے برآمدے میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے ملاقات کی اور اس کے بعد کھچا کھچ بھرے ہوئے کمروں میں گئی۔ سب سے آخر میں وہ لان پر آئی تاکہ اپنی بیٹی اور چھوٹے ڈنگرا سے مل سکے۔

مہارانی بہت دیر تک خاموش بیٹھی جھینگروں کی آوازیں سنتی رہی اور برف کے گھلنے کا نظارہ کرتی رہی۔ پھر اس نے بولنا شروع کیا لیکن انداز خود کلامی کا تھا۔

"ہم نے تمام عمر بہادروں کی طرح جینا گویا دھرم کا حصہ بنائے رکھا۔ نقاروں کی آوازیں ہمیشہ ہمارے کانوں میں گونجتی رہی ہیں اور ہمارے ہونٹ انہیں دہراتے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے کہ ہم ستی کا اصل مطلب جان سکتے' ہم بیوہ ہو گئے اور اب ہم دھرشنا گئے تاکہ جنگ کا اصل مطلب جان سکیں۔"

اس نے جیہ کا سانولا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "ہم نے دیکھا کہ انگریز نے ہندوستانیوں کو لاٹھیوں اور رائفلوں کے دستے سے بری طرح مار رہے تھے۔ وہ احتجاج نہیں کر

رہے تھے اور نہ ہی چیخ چلا رہے تھے لیکن اس سے اہم بات یہ ہے کہ وہ پسپا بھی نہیں ہو رہے تھے۔ ان کے خاموش حوصلوں نے انہیں ناقابل شکست بنا دیا ہے۔ برطانوی راج ختم ہو گیا ہے' شہزادی۔ کاش تمہارے والد یہ سنہرا دن دیکھنے کے لئے زندہ ہوتے۔"

یہ ڈنگرا میں جیہ کی آخری شام تھی لیکن مہارانی صرف سول نافرمانی کی تحریک کے بارے میں ہی بات کرتی رہی تھی جیسے ایک ریاست کی حکمرانی سنبھالنے کے لئے اس کی بیٹی کی روانگی کوئی غیر اہم واقعہ ہو۔

ارجن آشرم کے لان میں بھاگتا دوڑتا اور چہکتا پھر رہا تھا لیکن جیہ کو ایک عجیب سی بے کلی لاحق تھی۔ جیہ نے جھک کر اپنی ماں کے چرن چھوئے اور ایک نئے سفر پر چل کھڑی ہوئی جس کے دوران سب سے اہم کام ارجن کے تخت کی حفاظت کرنا تھا۔

جیہ نیند کے خمار میں تھی کہ کسی نے گھبرائے ہوئے انداز میں خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی اور پھر چاندنی اس کے بستر کے قریب آ گئی۔ "مہاراجہ صاحب نے آپ کو بلایا ہے حکم!" اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

"اس وقت؟" جیہ نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی بہت ضروری کام ہے' حکم!" چاندنی نے مبہم سی وضاحت کی۔ "انہوں نے جلدی آنے کی درخواست کی ہے۔"

جیہ نے دیر نہیں لگائی۔ جب وہ اسٹڈی میں پہنچی تو چھوٹا ڈنگرا ٹیلی فون پر چلا رہا تھا۔ پھر اس نے زور دار آواز میں ریسیور کریڈل پر ڈالا اور جیہ کی طرف مڑا۔

"اپنا سفر منسوخ کر دو شہزادی۔ کلکتہ کے راستے میں آنے والے اسٹیشنوں پر ہنگاموں کا خطرہ ہے۔ آج ہی دہلی اسمبلی میں وائسرائے پر دو بم پھینکے گئے ہیں۔ ایک دہشت گرد نے سرکاری بنچوں پر بیٹھے ہوئے انگریزوں پر فائرنگ کی کوشش بھی کی ہے۔ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ریوالور جام ہو گیا۔"

"یہ سب کس نے کیا ہے' حکم؟" جیہ کی آواز سوچ اور تفکر میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"انڈین ری پبلکن آرمی۔"

"کیا ہندوستانی فوج نے بغاوت کر دی ہے' حکم؟"

"نہیں' شہزادی۔" چھوٹے نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ تو طالب علم' شاعر اور رومان پسند نوجوان لڑکے' لڑکیوں کا گروہ ہے جس نے ڈبلن میں آئرش ری پبلکن آرمی کی طرز پر انڈین ری پبلکن آرمی کی داغ بیل ڈالی ہے۔"

جیہ نے خاموشی سے اثبات میں سرہلا دیا۔

"ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر کلکتہ میں ہے۔" چھوٹا بتا رہا تھا۔ "برطانوی جلد ہی ان پر قابو تو پالیں گے لیکن فی الحال مزید ہنگاموں کا خطرہ ہے۔ لہٰذا جب تک صورتحال معمول پر نہیں آ جاتی تم یہیں رکو گی....."

جیہ نے آخری بار الماریوں میں سجے مجلد ڈنگرا گزٹ پر نظر ڈالی۔ صرف پانچ ماہ پہلے وہ سیرپور کی پجاریوں کی سیاست سے فرار حاصل کر کے ڈنگرا آئی تھی لیکن حالات ایسا رخ اختیار کر رہے تھے کہ فرار کی اس مدت میں اضافے کا امکان پیدا ہو چلا تھا مگر وہ اب یہاں مزید رکنے کے حق میں نہیں تھی۔ وہ سیرپور واپس جانا چاہتی تھی۔

"ہم مزید تاخیر کے متحمل نہیں ہو سکتے' حکم!" بالآخر جیہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ "مہاراجہ کو ہر حال میں اپنی ریاست واپس پہنچنا ہے....."

کلکتہ کے ریل کے طویل سفر نے ڈنگرا کی پیش گوئی سچ ثابت کر دکھائی تھی۔ قوم پرستوں کے گروہ ہر اسٹیشن پر موجود تھے۔ جونہی ٹرین اسٹیشن پر رکنے کے لئے رفتار کم کرتی وہ آگے بڑھتے اور چھوٹی چھوٹی تھیلیاں کھڑکیوں سے اندر اچھال دیتے۔ ساتھ ہی وہ نعرے بلند کرتے۔ "ہندوستان کی آزادی کے لئے نمک خریدو!"

چاندنی او دیگر ملازمین ٹرین کی کھڑکیوں سے چمٹے ہوئے تھے وہ پولیس کے ہاتھوں ہجوم کی درگت کا نظارہ کر رہے تھے۔ پولیس بار بار لوگوں پر لاٹھیاں برساتی لیکن مشتعل لوگوں کو جیسے اس مار پیٹ کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ایک گروہ مار کھا کر پیچھے ہٹتا تو دوسرا تازہ دم گروہ پولیس والوں کے سامنے آ جاتا۔

کھڑکیوں کی آہنی سلاخوں کی آڑ سے خواتین ملازمائیں پولیس والوں پر آوازے کس رہی تھیں۔ "تم لوگوں کو شرم نہیں آتی' عورتوں اور بچوں پر تشدد کر رہے ہو؟"

"تم ان لوگوں کو جیل کیوں لے جا رہے ہو؟ ان کے خاندانوں کی کفالت کون کرے گا؟"

ارجن' جیہ کے پہلو سے لگا کپکپا رہا تھا۔ وہ اس وقت بھی کپکپا رہا تھا جب اس نے بم حملے سے متاثر ہونے والی وائسرائے کی ٹرین دیکھی تھی۔ اب جیہ نے اسے کھڑکیوں سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ پولیس والوں کے چہرے نہ دیکھ سکے اور نہ ہی پٹنے والے ہندوستانیوں کا نظارہ کر سکے۔

جوں جوں اسٹیشن گزرتے رہے۔ کھڑکیوں سے اندر آنے والی نمک کی تھیلیوں کی تعداد

میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہر جگہ پولیس والے اور برطانوی افسران لاٹھیوں کی مدد سے انہیں پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتے لیکن اس سے پہلے وہ کھڑکیوں سے نمک کی تھیلیاں ٹرین کے اندر اچھالنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ نمک کی یہ تھیلیاں برطانوی قوت کے خلاف ہندوستانیوں کی جدوجہد کا ایک نشان تھیں۔

"غریب لوگ بھلا نمک کے بغیر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟" خاتون ملازمائیں کھڑکیوں میں سے چلا رہی تھیں۔

"ایک چٹکی نمک کے لئے برطانیہ نے مہاتما کو جیل میں ڈال دیا ہے اور تم لوگ ان کے احکامات کی پابندی کر رہے ہو' لعنت ہو تم پر' بزدلو! گیدڑوں کی اولاد.....!"

جیہ نے انہیں خاموش کرانے کی کوشش کی۔ وہ اس بات سے خوفزدہ تھی کہ کہیں پولیس والے ان ملازماؤں کے کوسنوں سے چڑ کر کمپارٹمنٹ پر دھاوا نہ بول دیں۔ خادماؤں نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور بدستور پولیس والوں پر آوازیں کستی رہیں۔

جیہ کی پریشانیوں کو قرار اس وقت آیا جب ٹرین آخرکار کلکتہ کے ہاوڑہ اسٹیشن میں داخل ہوئی۔ تب ہی اس کی نظر سیرپور کے محافظوں پر پڑی جو ٹرین کے ساتھ بھاگ رہے تھے۔

"سر اکبر کہاں ہیں؟" اس نے کھڑکی میں سے ہی چلا کر دریافت کیا۔

"مشرقی حصے میں بغاوت کی اطلاع ملی ہے' حکم!" ایک محافظ نے جواب دیا۔ "انڈین ری پبلکن آرمی نے چٹاگانگ پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ....."

"چٹاگانگ پر قبضہ کر لیا ہے؟" جیہ نے کسی طوطے کی طرح جملہ دہرایا۔ "بھلا شاعروں کا ایک ٹولہ طاقت کے بول بوتے پر کیسے سلطنت برطانیہ کے ایک اہم شہر پر قبضہ کر سکتا ہے؟"

"برطانوی کسی قسم کی اطلاعات فراہم کرنے کو تیار نہیں ہیں' حکم! البتہ مسز رائے نے ہلی فون پر خبریں وصول کی ہیں۔ سر اکبر ان کے ساتھ گئے ہیں تاکہ صورت حال سے آگاہ رہ سکیں۔"

پورٹرز نے کمپارٹمنٹ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی لیکن محافظوں نے انہیں یک سمت دھکیل دیا۔ "جلدی آئیں' حکم!" انہوں نے جیہ کو مخاطب کیا۔ "اسٹیشن پر صورت حال کسی بھی وقت قابو سے باہر ہو سکتی ہے۔"

پلیٹ فارم کے اوپر بنے پختہ پل پر اس قدر رش تھا کہ لوگوں کا چلنا محال ہو رہا تھا۔

محافظوں نے جیہ اور کم سن مہاراجہ کو آہنی جنگلے کے ساتھ کر دیا تھا کہ وہ لوگوں کی دھکم پیل سے پریشان نہ ہوں۔ پل کے نیچے سائیڈنگ میں ایک مال گاڑی سے سامان اتارا جا رہا تھا۔ پورٹرز بوریوں کی بوریاں ڈبوں میں سے نکال کر پلیٹ فارم پر ڈھیر کئے جا رہے تھے جن پر میڈ ان' مانچسٹر اور میڈ ان لنکاسٹر کے الفاظ صاف دکھائی دے رہے تھے۔

چار نوجوان مٹی کے تیل کے ڈبے اٹھائے ہوئے بھاگتے ہوئے بوریوں کے پاس پہنچے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ڈبوں کے ڈھکنے کھولے اور تیل بوریوں پر انڈیل دیا۔ تیل کی تیز بو پورے پلیٹ فارم پر پھیل گئی تھی۔ لوگ جیہ پر گر پڑے تھے تاکہ نیچے ہونے والی کارروائی کو دیکھ سکیں۔ ایک شخص نے ماچس کی تیلی جلائی اور بوریوں پر اچھال دی۔ چشم زدن میں شعلہ بھڑکا اور اس نے تمام بوریوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

لوگ آگ آگ چلاتے ہوئے چاروں طرف بھاگنے لگے۔ "بندے ماترم.... اپنی سرزمین..... مادر وطن کی فتح....."

پل کے اوپر موجود ہجوم مارے خوف کے چلا اٹھا۔ ارجن نے پرجوش انداز میں شعلوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے ننھے منے ہاتھ پل کے نیچے ان لوگوں کی طرف اٹھے ہوئے تھے جو بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔ "کیا یہ کوئی کھیل ہے' حکم؟"

جیہ نے فوراً اسے پیچھے کھینچ لیا۔ پولیس والوں نے آگ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی لاٹھیاں حسب معمول ہجوم پر برس رہی تھیں لیکن ہجوم پہلے ہی منتشر ہو رہا تھا۔

محافظوں نے بے حد مشکل سے جیہ کو کار تک پہنچایا۔ روانگی تک جیہ کے نتھنوں میں مٹی کے تیل کی بو بسی ہوئی تھی۔

کلکتہ ویسا ہی تھا جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ بازار میں ایک بار پھر لالٹینیں اور مٹی کے تیل کی بو اس کی منتظر تھی۔ یہاں بھی کہیں کہیں ہنگاموں کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ جیہ سوچ سوچ کر حیران تھی کہ کیا ان ہنگاموں کے ذمے دار دنیا کی اس سب سے بڑی بادشاہت کو ہلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

کتوں اور ہندوستانیوں کو داخلے کی اجازت نہیں کے نیون سائن کے ساتھ بنگال کلب اپنی جگہ موجود تھا۔ اس کے عقب میں فورٹ ولیم ایک سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس پر یونین جیک بدستور لہرا رہا تھا۔ جیہ کو یوں لگا جیسے چند پاگل ہندوستانی کبھی بھی اس جھنڈے کو سرنگوں نہ کر پائیں گے۔

سیر پور ہاؤس میں ایک پوری فوج ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے اس کی منتظر تھی۔

ملازمین نے آگے بڑھ کر جیہ کی کار کا دروازہ کھول دیا۔

"مسز رائے نے آپ کے لئے ایک پیغامبر روانہ کیا ہے' حکم!" ایک ملازم نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "وہ ایک گھنٹے سے آپ کی آمد کا انتظار کر رہا ہے۔"

دربار ہال میں سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کتاب پر جھکا ہوا تھا۔ اس کا سر روشنی میں نہایا ہوا تھا جبکہ چشمے کے شیشے چمک رہے تھے۔ جیہ کی پازیب کی آواز نے اسے اپنی جگہ سے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔

ارون رائے کے ہونٹوں پر پہلے مسکراہٹ ابھری اور پھر یہ ہنسی میں تبدیل ہو گئی۔ "آؤ' شہزادی' آؤ۔" اس نے لہجہ نرم ہی رکھا تھا۔ "کیا مہذب معاشرہ ہے اور کیا مہذب بادشاہت ہے..... ایک نے تمہارے بالوں کی قربانی لے لی اور دوسرے نے مجھے بالوں سے محروم کر دیا۔" وہ جیہ کے چھوٹے بال سہلانے کے لئے آگے بڑھا تو اس کی کلف لگی دھوتی سرسرا اٹھی۔ "تم تو بالکل بچی لگ رہی ہو شہزادی لیکن تمہاری والدہ نے جب میرے زخموں کی مرہم پٹی کے لئے سر کے بال صاف کئے تو یوں لگتا ہے میں کئی سال بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میرے زخم تو بھر گئے ہیں لیکن سر پر بال نہیں آئے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ انڈین ری پبلکن آرمی نے بادشاہت کو شکست دے دی ہے؟" جیہ نے غیر محسوس انداز میں اس سے دور ہوتے ہوئے پوچھا۔ اس نے ارون رائے کے جملوں پر بھی کوئی تبصرہ نہ کیا تھا۔

"ایک بہت ہی کم عمر اور کمزور فتح' شہزادی۔" ارون رائے نے جواب دیا۔ "برطانویوں نے پولیس اسٹیشن پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے اب وہ اسلحہ خانے پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ نوجوانوں کا جو گروہ اس پر قابض ہے وہ رات ختم ہونے سے پہلے یا تو ہلاک کیا جا چکا ہو گا یا پابہ زنجیر جزائر انڈیمان کو روانہ کیا جا چکا ہو گا۔"

"تو کیا تمہیں ان کی زندگی یا موت کی کوئی پروا نہیں؟" جیہ نے تیوریاں چڑھائیں۔ "یا ان کے ہنگاموں سے تم ناراض ہو؟"

اس نے کندھے اچکائے اور بالوں سے محروم اس کا سر قدرے تاریکی میں آ گیا۔ "ہنگامے یا امن..... اگر ہم آزادی حاصل کر لیتے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

اچانک کسی کونے سے ایک چمگادڑ اڑی اور اس کے پر جیہ کے رخسار چھوتے ہوئے گزر گئے۔ جیہ چیخی اور بے اختیار آگے کو جھک آئی ارون رائے نے فوراً اسے اپنی بانہوں میں قید کر لیا۔ چمگادڑ چند لمحے کمرے میں چکراتی رہی پھر غائب ہو گئی البتہ ارون رائے کافی

دیر تک جیہ کے بال سہلاتا رہا۔

جیہ نے پیچھے ہٹ کر ارون رائے کی بانہوں کے حلقے سے نکلنا چاہا لیکن ارون رائے نے گرفت ڈھیلی کرنے سے انکار کر دیا۔ "بے چاری شہزادی۔ تمہیں بہت سے کردار ادا کرنے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک کردار بھی تمہیں عورت بننے کی اجازت نہیں دیتا۔" وہ مسکرایا تو بھاری مونچھوں کے عقب سے اس کے سفید دانت چمکنے لگے۔ "تم اب بھی نوجوان ہو شہزادی۔ کیا فرائض اور ذمے داریاں کافی نہیں ہو گئیں؟ یا تم ہمارے مہاتما کی طرح مجرد رہنے کا فیصلہ کر چکی ہو۔"

جیہ نے خود کو ارون رائے کی گرفت سے چھڑانے کے لئے اپنی کلائیاں اس کے شانوں پر ماریں تو اس کی کانچ کی چوڑیاں بج اٹھیں لیکن وہ اپنے بدن کو اس کے جسم میں پیوست ہونے سے روک نہیں سکی تھی۔

دربار ہال کا دروازہ کھلا تو ارون رائے نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے سے آزاد کر دیا۔ "اب بتاؤ شہزادی۔ ہنگامے اور امن میں فرق نظر آیا۔ وہ گھبرائی ہوئی جیہ کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرا دیا۔

جیہ خود پر قابو پانے کی کوششوں میں مصروف تھی۔ وہ ارون سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ دروازے سے مسز رائے اور سر اکبر اندر داخل ہوئے تھے۔

"وہ تمام بے چارے مارے گئے ہیں' شہزادی۔" مسز رائے نے سرگوشی کی۔

سر اکبر کی چھڑی فرش بجا رہی تھی۔ "برطانیہ نے چٹاگانگ پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے' حکم! انڈین ری پبلکن آرمی کا انقلاب اپنی موت آپ مر گیا ہے۔"

1931ء- ہندوستان میں ہونے والا ہر حادثہ جیہ کو پریشان کر دیتا۔ قربانی کے ہر عمل کے پیچھے کہیں نہ کہیں زبردستی اور تشدد موجود تھا اور جیہ دونوں سے ہی خوفزدہ تھی۔

وہ ارون رائے سے بھی خوفزدہ تھی کیونکہ اس نے یاد دلایا تھا کہ جیہ ایک عورت بھی ہے اور یہ وہ جذبہ تھا جسے وہ عرصہ دراز سے بھلائے بیٹھی تھی۔

اسی خوف کے باعث جیہ سیرپور میں پسپا ہو گئی تھی لیکن سرحدوں کی دوسری طرف ہونے والے واقعات نے خود اس کی اپنی حکمرانی پر بھی منفی اثرات ڈالے تھے۔

روزانہ سر اکبر شیر دل مہارانی کو لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس کی تازہ ترین پیش رفت سے آگاہ کرتا جہاں ہندوستانی رہنما شہنشاہ برطانیہ کے سامنے فیڈریشن سے متعلق اپنا کیس پیش کر رہے تھے۔

"برطانویوں نے اس مقصد کے لئے ایک خاص بیضوی میز بنوائی ہے تاکہ کوئی ہندوستانی تفریق محسوس نہ کرے۔"

مہارانی نے ہنکارا بھرا۔ "ایک صدی سے زیادہ انگریزوں نے ہمیں تقسیم کرنے میں صرف کی ہے کیا اب وہ سمجھے ہیں کہ ایک گول میز کانفرنس ہمیں متحد کرنے کے لئے کافی ہو گی؟"

"انہوں نے شہنشاہ کی تقریر کے لئے سونے اور چاندی کا ایک خصوصی مائیکروفون بھی بنایا ہے۔"

"اوہ۔" مہارانی نے ایک طویل سانس لی۔ "اگر کوئی ہندوستانی حکمران ایسی حرکت کرتا تو اسے عیاشی کہا جاتا۔"

"لیکن اس وقت ہندوستانی حکمرانوں پر تنقید نہیں ہو رہی بلکہ انہیں سراہا جا رہا ہے۔" سر اکبر نے شیر دل مہارانی کو آگاہ کیا۔

"تو کیا آپ اس تعریف پر خوش نہیں ہیں' مسٹر وزیر اعظم؟" مہارانی نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"گاندھی ہنوز جیل میں ہے' حکم!" اس کی شرکت کے بغیر اس گول میز کانفرنس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اصلاحی اس امر کو ریاست پر حملے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔"

سر اکبر نے راج گورو کے ان جاسوسوں کا کوئی حوالہ نہیں دیا جو ویلز پیلس میں ریزیڈنٹ سے جیہ کی ملاقات کی خبریں بہم پہنچانے پر متعین کئے گئے تھے۔ خود اس کی خواہش تھی کہ کامنی مندر کے پجاریوں کو اس بات چیت کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہئے۔

اسی شب جب چار سو تاریکی چھا گئی ریزیڈنٹ' جیہ سے ملنے کے لئے ویلز پیلس آیا۔ اس نے اسے سیرپور کے مستقبل اور گول میز کانفرنس کے مضمرات پر بات چیت کے لئے طلب کیا تھا۔

جیمس آبرن کے ٹھہرے ہوئے لہجے نے جیہ کی پریشانیاں بڑی حد تک کم کر دی تھیں۔ "ہم برطانوی اتنے ہیبت ناک نہیں ہیں شہزادی۔" جیمس آبرن کا انداز ناصحانہ تھا۔ "ہم ظالم بھی نہیں' ہم جانتے ہیں کہ گاندھی بیمار اور بے حد لاغر ہیں۔ لارڈ ارون انہیں رہا کر کے وائسرائے ہاؤس میں مذاکرات پر غور کر رہے ہیں۔ آج تک کسی ہندوستانی کو وائسرائے کے برابر عزت نہیں دی گئی۔ نصف سے زیادہ انگلینڈ وائسرائے کو غدار کے لقب سے پکارے گا لیکن اگر گاندھی اگلی گول میز کانفرنس میں شرکت کرتے ہیں اور برطانوی

پارلیمنٹ فیڈریشن کی منظوری دے دیتی ہے تو برطانوی راج بہت جلد اپنا بوریا بستر لپیٹنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

جیہ نے نگاہیں جھکا لیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ آسبرن اس کی آنکھوں سے یہ خوف پڑھ لے کہ وہ اس کی مدد کے بغیر سیرپور کا انتظام چلانے کے قابل نہیں۔

آسبرن کو بھی شاید یہ شوق نہ تھا کہ وہ جیہ کو اپنے سامنے سرنگوں دیکھے اس لئے اس نے جیہ کے اس عمل پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

پھر وہ دن بھی آگیا جب وائسرائے نے گاندھی کو رہا کرنے کے احکامات صادر کر دیئے۔ گاندھی کی رہائی کی خوشی میں جو تقریبات منعقد ہوئی تھیں ان کی بازگشت حرم کی دیواروں تک سنائی دی تھی۔ جیہ کو جب شیر دل مہارانی نے طلب کیا تو اسے بہت سی عورتیں وہاں موجود دکھائی دیں جو سیرپور ہیرالڈ میں شائع ہونے والی خبروں پر تبصروں میں مصروف تھیں۔

"مسز نائیڈو نے کہا ہے کہ ہندوستان پر دو مہاتماؤں کا سایہ ہے' حکم!" ایک عورت بولی۔

"کون کون سے؟" کسی نے پوچھا۔

"گاندھی اور لارڈ اروِن۔"

"کیا آپ نے آج صبح کا اخبار پڑھا ہے' حکم؟" ایک اور عورت نے دریافت کیا۔ "وائسرائے نے مہاتما سے پوچھا کہ وہ چائے میں چینی پسند کریں گے تو مہاتما نے چینی کے بجائے غیر قانونی نمک کی ایک چٹکی پیالی میں ڈال لی۔"

"وائسرائے کے دفتر کے تمام افراد کے سامنے۔"

"اور گزشتہ روز حکم....! آپ نے پڑھا' برطانوی وزیر اعظم چرچل نے پارلیمنٹ میں گاندھی کا حوالہ دیا۔"

انہوں نے اخبارات کا پلندہ جیہ کو تھما دیا۔ "اس موٹے انگریز نے ہمارے مہاتما کی بے عزتی کی ہے لیکن اس روز وہ کیا محسوس کرے گا جب یہ ننگ دھڑنگ فقیر اس سے یہ بادشاہت چھین لے گا۔"

تمام عورتوں نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ جیہ نے کوشش کی تھی کہ اس کے چہرے سے کسی قسم کے تاثر کا اظہار نہ ہونے پائے لیکن اسے یہ سن کر واقعی خوشی ہوئی تھی کہ گاندھی نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔

اس واقعے کی ساتھ ہی گویا محل کی پردہ دار عورتوں کی دلچسپی برطانوی ہندوستان میں

نے والے واقعات سے ختم ہو گئی اور وہ اپنی پرانی زندگی کی رو میں لوٹ گئیں۔

موسم برسات شروع ہوا تو گلیوں اور سڑکوں پر جل تھل ہو گیا۔ برقی رو کا سلسلہ بھی طع رہا جس کی وجہ سے دارالحکومت تاریکی میں ڈوبا رہتا۔ جیمس آسبرن نے بھی اس عرصے ں ویلز پیلس کا کوئی دورہ نہیں کیا تھا۔ جیہ البتہ مطمئن تھی کہ وہ انگریز اس کی مدد کے لئے ر سیرپور میں موجود ہے۔

لیکن جونہی موسم برسات ختم ہوا اسے برطانوی ریزیڈنسی میں رات کے کھانے کی رسمی ت موصول ہوئی۔ کار میں برطانوی ریزیڈنسی جاتے ہوئے جیہ یہ سوچ رہی تھی کہ اگر برن کو یہ علم ہو جائے کہ یہ سیرپور کی حکمران اس کے رحم و کرم پر ہے تو اس کا رد عمل ہو گا؟

میجر جیمس آسبرن نے جس گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ اس سے جیہ کے ات کسی حد تک کم ہو گئے تھے۔ جیمس آسبرن نہایت احترام کے ساتھ اسے ڈرائنگ میں لے گیا تھا۔

وزیر اعظم چہل قدمی میں مصروف تھے۔ ان کے کشادہ ماتھے پر پریشانی صاف پڑھی جا تھی۔

"گاندھی کی موجودگی کے باوجود گول میز کانفرنس کا دوسرا راؤنڈ ناکام ہو گیا ہے۔" سر نے کسی خاص شخصیت کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ "نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ کے مابین جنگ شروع ہو گئی ہے جس کا انجام مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین خونریزی کی صورت نکل سکتا ہے۔"

"اوہ کم آن سر اکبر۔" جواب جیمس آسبرن نے دیا تھا۔ "اگر ہندوستانی ریاستوں کے سو حکمران ایک آواز ہو کر بول سکتے ہیں تو جناح اور گاندھی بھی کسی معاہدے پر پہنچ سکتے ۔"

کھانے کی میز پر جیمس آسبرن اور سر اکبر بات چیت میں مصروف رہے تھے۔ نقرئی شمع میں نصب موم بتیوں کی کم روشنی میں جیہ دیواروں پر آویزاں پورٹریٹ دیکھتی رہی تھی۔ اسے انگریز لڑکے کا وہ پہلا دورہ یاد آیا جب وہ ریاست بالمیر کے زنان خانے میں آیا تھا جیہ نے اس سے چاند محل کی دیواروں پر بنی ہوئی رومانوی روغنی تصاویر کے بارے میں کی تھی۔ تب وہ پریشان ہو گیا تھا مگر اب یہ لڑکا ایک مرد بن گیا تھا اور سر اکبر کو دلاسے رہا تھا۔

"مسٹر جناح اور گاندھی بہرحال ہندوستان کے خیر خواہ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ہندوستان میں خون کی ندیاں بہانا پسند نہیں کرے گا۔"

"اللہ کرے کہ آپ درست کہہ رہے ہوں۔" سر اکبر نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن میری بوڑھی آنکھیں ہندو مسلم فسادات کی ابتدا دیکھ رہی ہیں۔" وہ جیہ کی طرف مڑے۔ "لیکن ہم سیر پور میں ایسے فسادات کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔ اس لئے حکمران کو چاہئے کہ وہ فوراً قبائلیوں کے ساتھ اتحاد کرے۔"

آسبرن کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ "میں اس تقریب میں شریک ہو کر بے حد خوشی محسوس کروں گا۔"

"شاید آپ کو اس میں مزہ نہ آئے جیمس صاحب!" جیہ کو قبائلی رقص دیکھنے کا اپنا پہلا تجربہ یاد آگیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ایک مہذب قوم کے اعلیٰ انتظامی افسر کو یہ غیر مہذبانہ انداز کیسے ہضم ہوں گے؟"

"پلیز' شہزادی۔" آسبرن اب بھی اپنی بات پر مصر تھا۔ "اگر بار خاطر نہ ہو تو میں ان تقریبات میں شمولیت کا خواہش مند ہوں۔"

تقریب بھی ہوئی اور اس میں قبائلی رقص بھی پیش کئے گئے لیکن حیرت انگیز طور پر جیمس آسبرن نے نہ صرف انہیں دیکھا بلکہ بھرپور اور پرجوش انداز میں ان میں شرکت بھی کی۔

مہاراجہ کا قافلہ قبائلی علاقوں کے دورے سے واپس آیا تو برطانوی ریزیڈنٹ کی ہدایت پر مہاراجہ ارجن کے لئے مسٹر اسٹیونز نامی ایک انگریز ٹیوٹر مقرر کر دیا گیا۔

کامنی مندر مسلسل تیسری بار سیر پور کے مہاراجہ کو اپنی مرضی کی تعلیم دینے میں ناکام رہا تو راج گورو نے اس الزام کی تشہیر شروع کر دی کہ برطانوی ریزیڈنٹ نئے حکمران کو اس کی ماں کے ذریعے کنٹرول کر رہا ہے۔ اس کے جواب میں جیہ نے ترقیاتی پروگراموں کی رفتار تیز کر دی کیونکہ وہ پرامید تھی کہ تعمیراتی کام اس کے اختیارات اور حکمرانی میں معاون ثابت ہو گا۔

رات کے وقت سٹی پیلس ڈائنامیٹ کے ان دھماکوں سے گونج اٹھا جو ڈیم کی بنیادوں کے لئے ہونے والی کھدائی کی غرض سے کئے جاتے تھے۔ مہاراج پر تاپ ڈیم جو دارالحکومت سے چند میل پرے واقع تھا اور رفتہ رفتہ دھرتی کے سینے پر نمودار ہو رہا تھا۔

سیر پور کی پہاڑیوں کی دوسری جانب ہوائی اڈے تعمیر کئے جا رہے تھے تاکہ دور دراز

علاقے بہ آسانی دارالحکومت تک رسائی حاصل کر لیں۔ ارجن اور اس کے دوست اکثر و بیشتر وزیر اعظم کے ہمراہ ملحقہ پہاڑی جنگل پر پرواز کرتے تاکہ سیر کے ساتھ ساتھ اڈوں کے تعمیراتی کاموں کا جائزہ بھی لیا جا سکے۔

ترقیاتی پروگرام کے نتائج نے بہت جلد راج گورو کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کو رد کر دیئے۔ دیہاتی عوام جوق در جوق دربار ہال میں حاضری دینے لگے۔

اکثر و بیشتر صبح کے اوقات میں جیہ اور آسبرن ڈیم کے تعمیراتی کاموں کا معائنہ کرنے کے لئے محل سے نکل کھڑے ہوتے۔ ریزیڈنٹ گھڑ سواری کے دوران جیہ کو ارجن کی تعلیمی کے معاملات سے بھی آگاہ کرتا رہتا تھا۔

"شروع شروع میں تو مسٹر اسٹیونز کو مہاراجہ سے عدم توجہی کی شکایت تھی۔ میرے خیال میں تو یہ محل میں ہونے والے بے جا لاڈ پیار اور پچاریوں کی غلط معلومات کا نتیجہ تھا مگر اب صورت حال مختلف ہے۔ اسٹیونز نے محسوس کیا ہے کہ مہاراجہ مشینوں میں گہری دلچسپی لیتے ہیں اسی لئے ان کی کلاسیں ائرفیلڈ' محل کے گیراج یا بوٹ یارڈز میں ہو رہی ہیں۔"

جیہ ہنس دی۔ اسے ٹکا اور اس کے دوست یاد آگئے۔ جو چاند محل میں کیپٹن آسبرن کو گھیرے لیتے تھے اور اس سے ہوائی جہازوں اور دیگر مشینوں کے بارے میں سوالات کرتے رہتے تھے۔

"ممکن ہے کہ ہمارے بیٹے کو بھی سیر پور لانسرز کی پیرکس میں ہی تربیت دی جائے۔ وہ اس سے بے حد پیار کرتا ہے۔"

"بہت کچھ تو وہ ابھی سے سیکھ چکے ہیں۔" آسبرن نے جیہ کو بتایا۔ "لیکن وہ فوجی تربیت پر صرف مجھ سے بات کرنا پسند کرتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ ان کے ماموں بھی میرے شانہ بشانہ جنگ میں حصہ لے چکے ہیں۔"

آسبرن کی تجویز پر کرکٹ پچ کی از سر نو استرکاری کی گئی اور ارجن اور مسٹر اسٹیونز سے ملنے کے لئے آنے والے بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا پویلین تعمیر کیا گیا۔ اکثر جیمس آسبرن بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے وہاں آجاتا۔

جیہ بچوں کو اس انگریز کی طرف ملتفت ہوتے دیکھ رہی تھی۔ اسے احساس ہونے لگا کہ اس کا مسلسل آسبرن پر انحصار کرتی رہی تو اس کے نتائج بھیانک نکل سکتے ہیں۔

چونکہ جیہ کے تعمیراتی پروگرام کو برطانوی ریزیڈنٹ کی منظوری درکار تھی اس لئے وہ جس آسبرن کو ویلز پیلس میں مدعو کر لیتی۔ صوفے پر وہ اس کے بے حد قریب بیٹھ جاتی

اور سوچتی رہتی کہ اگر تعلقات کار اسی طرح چلتے رہے تو وہ اس سے نئے اسکولوں اور سڑکوں کے بارے میں بھی بات کرے گی۔

اسے جیمس آسبرن کا پہلا دورہ سیرپور یاد آگیا۔ جو اس نے مہاراجہ وکٹر کی دعوت پر کیا تھا۔ کس طرح وہ بنکوئیٹ روم سے بھاگی تھی وہ خوفزدہ تھی کہ کہیں سیرپور کے معززین چنبیلی کی کلیوں سے ڈھکی اس کی کلائی آسبرن کے ہاتھ میں نہ دیکھ لیں یا آسبرن کی گرفت میں آکر اس کی کانچ کی چوڑیوں کے ٹوٹنے کی آواز نہ سن لیں لیکن اب اسے کسی کا خوف نہ تھا اور وہ گھنٹوں آسبرن کے ساتھا تنہا بیٹھی مختلف معاملات اور مسائل پر باتیں کرتی رہتی تھی۔

لیکن جیمس آسبرن اب بہت زیادہ محتاط تھا۔ شاید اسے احساس تھا کہ جیہ کے کندھوں پر کس قسم کی ذمے داریاں ہیں اور اس کی ایک لغزش جیہ کو گہری تاریکیوں میں گرا سکتی ہے۔ البتہ لوگ بدظن ضرور تھے۔ حتیٰ کہ چاندنی بھی اس بات پر معترض ہونے لگی تھی کہ جیہ بلا کسی جھجک کی انگریز کی ہر بات تسلیم کر لیتی تھی۔

"میں جانتی ہوں حکم! کہ راج گورو قابل اعتبار نہیں۔" اس نے ایک روز جیہ کو آگاہ کیا۔ "لیکن یہ انگریز مہاراجہ کو ایک غیر ملکی بنانے میں مصروف ہے۔ مہاراجہ بھی پریشان ہو جائیں گے' بالکل اسی طرح جیسے آپ کے بھائی ہو گئے تھے۔"

"دنیا اب وہ نہیں رہی جو ہمارے بھائی کے زمانے میں تھی چاندنی!" جیہ نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ "یہ وہ معاملات ہیں جنہیں تم نہیں سمجھو گی۔"

خادمہ نے ساڑھی کا پلو سمیٹا۔ "یہ وہ معاملات ہیں' حکم جنہیں میں بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں۔" اس کی آواز بڑبڑاہٹ سے زیادہ بلند تھی۔

لیڈی مودی کی اچانک سیرپور آمد نے جیہ کی دنیا کی دیواریں مزید شکستہ کر دی تھیں۔

دوپہر کے کھانے پر لیڈی مودی شیشے کی بڑی سی میز پر بیٹھی حسب معمول مسکراہٹیں اچھال رہی تھی اور سیرپور کی معزز خواتین کے سامنے اپنے تجربات بیان کر رہی تھی۔ کھانا ختم ہوا تو میجر آسبرن اور سر اکبر بھی بات چیت میں شریک ہو گئے۔

"ہر کوئی پرنس آف ویلز اور مسز سمپسن کے معاشقے کے بارے میں باتیں کر رہا ہے۔" لیڈی مودی کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میجر آسبرن۔ لندن میں تو یہ بچے بچے کی زبان پر ہے اور وہ تمہارا بوڑھا وزیر اعظم تو اس چکر میں پاگل ہوا پھرتا ہے۔"

جیمس آسبرن نے گھبرا کر سر جھکا لیا جبکہ سیرپور کی معزز خواتین زیر لب مسکرانے لگیں۔

"لیڈی مودی.... لیڈی مودی...."

"ہر کوئی جانتا ہے کہ مستقبل کا بادشاہ کسی اور کی بیوی سے شادی نہیں کر سکتا۔" لیڈی مودی کا بیان ہنوز جاری تھا۔ "وہ بوڑھی گلابو بھی اس چکر میں بے حد پریشان ہے۔"

"لیکن یہ بوڑھی گلابو کون ہے؟"

لیڈی مودی نے چونک کر بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "نئے وائسرائے لارڈ ولنگٹن کی بیوی۔"

لیڈی مودی کی تقلید میں حاضرین نے بھی قہقہہ لگایا۔ "لیکن اسے گلابو کیوں کہتے ہیں؟"

"اس لئے کہ اس نے وائسرائے کے گھر میں آکر ہر جانب گلاب کے پھول پینٹ کروا دیئے ہیں۔" لیڈی مودی نے وجہ بیان کی۔ "اس کے علاوہ اسے گلاب کے پھول بے حد پسند ہیں اور وہ جہاں بھی جاتی ہے اسے گلاب ہی تحفے میں پیش کئے جاتے ہیں۔"

جیمس آسبرن نے برا سا منہ بنا کر لیڈی مودی کے جملوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ جیہ نے اس تاثر کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ لیڈی مودی آخر کب تک سیرپور میں مقیم رہے گی۔

یہی وجہ تھی کہ وہ لیڈی مودی کی موجودگی میں جیمس آسبرن سے ملاقات سے احتراز کرنے لگی لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جیہ اور لیڈی مودی مہاراجہ وکٹر کی اسٹڈی میں بیٹھی گپ شپ میں مصروف ہوتیں اور جیمس آسبرن ملاقات کے لئے آجاتا۔ گو یہ ملاقات انتظامی نوعیت کی ہوتی لیکن لیڈی مودی کچھ ایسے تاثرات دیتی کہ جیمس آسبرن کے ساتھ ساتھ خود جیہ کو بھی ناگوار گزرتا۔

اکثر و بیشتر ارجن اور اس کے دوست میجر آسبرن کی جان کو آجاتے اور اس سے مطالبہ کرتے کہ فضائی سفر میں وہ ان کے ساتھ چلے۔

"تمہیں اس بچے کو اپنے ساتھ رکھنا چاہئے۔" ایسے میں لیڈی مودی حسب معمول جیہ کے سامنے نصیحتوں کا پٹارا کھول دیتی۔ "اس میں پرتاپ جیسی عادتیں پرورش پا رہی ہیں۔"

جیمس آسبرن اس حد تک لیڈی مودی سے متنفر تھا۔ "اس سے پہلے کہ ہندو مسلم فساد کوئی خطرناک صورت اختیار کرے میں چاہوں گا کہ حکمران کچھ عرصے کے لئے ہندوستان

چھوڑ دیں۔ انہیں ان کے والد کے اسکول میں تعلیم کے لئے انگلینڈ بھیج دیا جائے۔"

لیڈی مودی نے خوشی کے اظہار کے طور پر تالیاں بجائیں۔ "اٹین ڈارلنگ! کیا مزے کی بات ہے۔ اٹین بہت خوبصورت جگہ ہے۔ ہم پکنک کے لئے جاسکتے ہیں اور......"

پہلی بار جیہ نے اس انگریز کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ "نہیں، کبھی نہیں۔" اس نے نفی میں سرہلایا۔ "ہم اپنے بیٹے کو اس کے اپنے ملک میں اجنبی نہیں بنانا چاہتے۔"

جیہ کے ان خیالات پر میجر آبرن کو حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔ "مگر غیر یقینی صورتحال کا تقاضہ ہے کہ بچے کو ریاست سے باہر بھیج دیا جائے۔" اس نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ "فی الوقت ان کے حق میں یہی بہتر ہے۔"

"تاکہ وہ ٹکا کی طرح نافرمان اور سرکش بن جائے؟" جیہ نے تیکھے انداز میں سوال کیا۔

"ٹکا کے لڑکپن کے دور اور آج کے زمانے میں بہت فرق ہے شہزادی۔" میجر آبرن نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔ "دنیا بھی بدل گئی ہے اور ہم بھی۔" وہ تھکے تھکے سے انداز میں مسکرایا اور اٹھ کر باہر چل دیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ میجر آبرن کو تمہارے رویئے سے شدید دھچکا لگا ہے۔" لیڈی مودی نے رائے دی۔

"شاید۔" جیہ نے اتفاق کیا۔ "ہم نے آج تک اس کی کسی تجویز کو رد نہیں کیا۔"

"صرف اس لئے کہ تم اسے خوش کرنا چاہتی ہو' ڈارلنگ اس لئے نہیں کہ تمہارے خیال میں وہ صحیح ہے۔ وہ تمہیں تبدیل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ میجر آبرن اگر اب تک ہندوستان میں موجود ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ورغلانے کے بجائے قائل کرنے پر یقین رکھتا ہے۔"

"لیکن ہم بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔" جیہ نے خفیف سا احتجاج کیا۔ "وہ برطانوی ریزیڈنٹ سے ہٹ کر بھی ہمارے لئے بہت کچھ ہے۔ وہ ہمارا دوست ہے۔"

لیڈی مودی نے نہایت احتیاط کے ساتھ اپنا سگریٹ ہولڈر میں فٹ کیا۔ "تنہا ہونے کے باوجود اگر آبرن کے دفتر کو نظر انداز کرو گی تو میں تمہیں بے وقوف سمجھوں گی' ڈارلنگ!" لیڈی مودی کی تیز نگاہیں جیہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ "تم ہمیشہ سے میجر آبرن کو پسند کرتی ہو۔ پرنس آف ویلز کے دورہ سیرپور کے دوران میں نے دیکھا تھا کہ وہ تم پر سے نظریں ہٹا نہیں پا رہا تھا۔ اب بھی صورت حال یہ ہے کہ اسے خود پر قابو پانے میں خاصی جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے لیکن اگر اسے اپنی بادشاہت اور تم میں سے کسی ایک شے کا

انتخاب کرنا پڑا تو وہ یقینی طور پر بادشاہت کا انتخاب ہی کرے گا اگر وکٹر اور پرتاپ کی طرح تم بھی سلطنت برطانیہ کی وفادار اور خیر خواہ بن جاؤ گی تو یہ دوستی خوب چلے گی بصورت دیگر ڈارلنگ تمہیں اپنے بچپن کے تعلقات کو بھولنا ہو گا۔"

جیہ جانتی تھی کہ لیڈی مودی صحیح کہہ رہی ہے لیکن اس کے باوجود اس نے لیڈی کی باتوں کو جھٹلا دیا تھا۔ "تم غلط کہہ رہی ہو پسی۔ ریزیڈنٹ اہم نہیں ہے۔ ہم نے آج تک جو کچھ کیا ہے وہ اپنے بیٹے کے لئے کیا ہے۔"

"تب پھر اپنے بھائی کے تجربات کو بھول جاؤ اور اپنے بیٹے کو پڑھنے کے لئے انگلینڈ بھیج دو۔ آبرن نے تمہیں بہتر مشورہ دیا ہے۔" لیڈی مودی نے گویا بات ختم کر دی تھی۔

لیڈی مودی کے کرخت لہجے اور تلخ تجربے نے جیہ کو جھنجوڑ دیا تھا اور وہ بچپن کی دنیا سے نکل کر حقیقت میں آ گئی تھی۔ وہ پوری تندہی کے ساتھ سیرپور کے تعمیراتی منصوبوں میں مصروف تھی تاکہ میجر آبرن کی توجہ اسے حاصل رہے جبکہ دوسری جانب تیسری گول میز کانفرنس کے ناکام ہونے کے بعد سیرپور کی حدود میں مذہبی کشیدگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

جیہ نے سیرپور کی سرحدوں سے باہر ہونے والے واقعات سے بچا کر اپنی جو دنیا بنائی تھی وہ اس وقت ٹوٹ کر بکھرنے کے قریب پہنچ گئی جب انڈین نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ میں مذہبی تضادات کم کرانے کی غرض سے فیڈریشن کی تجویز ایک بار پھر ملتوی کردی گئی اور یوں پورے ہندوستان میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑے۔

برطانوی ہندوستان میں ہندو مہاجنوں اور ٹھاکروں کے ہاتھوں ستائے ہوئے مسلمان کاشت کار سیرپور میں موجود اپنے رشتے داروں کے پاس پناہ کی غرض سے سرحدوں میں داخل ہو گئے۔

جبکہ ہندو دکانداروں نے مسلمان طلبہ کی دھمکیوں سے تنگ آکر کلکتہ جانا شروع کر دیا لیکن سیرپور کے بازاروں میں وہ اپنی بہت سی کہانیاں چھوڑ گئے۔

سیرپور کے لئے یہ سب کچھ اجنبی تھا۔ چنانچہ جیہ نے مختلف مذہبی جماعتوں کے راہنماؤں کے ساتھ اجلاس منعقد کرنے شروع کر دیئے تاکہ اس مذہبی لہر کا اثر زائل کیا جا سکے۔ دس سالہ مہاراجہ کو اکثر و بیشتر مسٹر اسٹیونز کی کلاسوں سے غیر حاضر رہنا پڑتا۔ وہ دربار ہال میں اپنی نشست پر بیٹھا بے چینی سے اس طویل گفتگو کو سنا کرتا جس کا ایک لفظ بھی اس کے پلے نہیں پڑتا تھا۔

کبھی کبھار برطانوی ہندوستان سے آنے والا کوئی مہاجر ایک ہندو ریاست کے مسلمان وزیر اعظم کو چیلنج کرتا تو مہاراجہ بڑی شد و مد کے ساتھ اس کا دفاع کرتا۔ جیہ جب اپنے معصوم بیٹے کی بلند آواز سنتی تو اسے وہ ننھا منا ارجن یاد آجاتا جو محض پانچ سال قبل اپنی نانی کے آشرم میں بکریوں کے پیچھے دوڑا کرتا تھا۔ وہ سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ کیا وہ آبرن کی تجویز مان کر پڑھنے کے لئے اسے انگلینڈ بھیج دے۔

جب آبرن نے اسے بتایا کہ برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان میں ہونے والے مذہبی ہنگاموں سے پریشان ہے چنانچہ اس نے آل انڈیا فیڈریشن پر رضامندی ظاہر کر دی جس میں ہندوستانیوں نے وائسرائے کے ساتھ مل کر حکومت کرنا تھی۔ جانے کیوں جیہ کو محسوس ہوا تھا کہ اس نے آبرن کے لہجے سے کوئی بڑا بوجھ کم ہوتے دیکھا ہے۔

"حکمرانوں کو فیڈریشن میں طاقتور پوزیشن دی جا رہی ہے شہزادی۔" میجر آبرن نے اسے بتایا۔ "پارلیمنٹ کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں تجویز کیا گیا ہے کہ ایک ایوان بالا تشکیل دیا جائے جس کی نصف نشستیں حکمرانوں کے پاس ہوں گی جبکہ ایوان زیریں میں ایک تہائی نشستیں حکمرانوں کو دی جائیں گی۔ یہ دونوں ایوان ہندوستان پر حکومت کریں گے لیکن ریاستوں کا وجود اس کے باوجود برقرار رہے گا۔"

وہ مسکرایا۔ "اب حکمرانوں کو یہ کرنا ہو گا کہ انہوں نے دس سال پہلے چیمبر آف پرنز میں جن اصلاحات کا وعدہ کیا تھا ان پر عمل کیا جائے۔ پارلیمنٹ نے فیڈریشن کے آغاز سے قبل یہی واحد شرط عائد کی ہے۔"

اگلے مشکل سالوں میں جیہ کو اندازہ ہو گیا کہ پارلیمنٹ کی شرائط کے بارے میں جیمس آبرن کی تفصیل بے حد سادہ تھی۔ پارلیمنٹ نے ہر حکمران کو آزادی دے دی تھی کہ وہ اپنی مرضی سے انڈیا فیڈریشن میں شرکت کر سکتا ہے مگر اس کے باوجود کہ ہندوستانی حکمرانوں کی اکثریت نے یہ فیصلہ کر لیا تھا' پارلیمنٹ نے اب تک فیڈریشن کی توثیق نہیں کی تھی۔

اس سے بھی کہیں زیادہ بھیانک بات یہ تھی کہ چھوٹی ریاستوں کو بڑی ریاستوں میں ضم ہونے کو کہا گیا تھا۔ یہ ایک ایسی تجویز تھی جو مذہبی تفاوت کے باعث حکمرانوں کے لئے قابل قبول نہ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حکمران اصلاحیوں سے بھی خوفزدہ تھے کیونکہ انہوں نے ریاستوں میں جمہوری انتخابات کا مطالبہ کر دیا تھا۔

اس کے باوجود کہ سیر پور میں شہریوں کو دوسری ریاستوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ حقوق حاصل تھے' سیر پور ہیرالڈ اکثر اصلاحیوں کی تقاریر پر مبنی رپورٹیں جلی سرخیوں کے

ساتھ شائع کرتا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور حالات تبدیل ہوتے رہے۔ تب ہی جیہ کو اندازہ ہوا کہ وہ کتنی بے وقوف تھی جو اب تک جیمس آبرن پر انحصار کئے بیٹھی تھی کیونکہ اصلاحیوں کی تحریک رفتہ رفتہ زور پکڑ رہی تھی۔ اس صورت حال میں جیمس آبرن سیر پور میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین مذہبی رواداری کو فروغ دینے میں ناکام ہو گیا۔ جیہ کی پریشانی اس وقت عروج پر پہنچ گئی جب اسے چھوٹے ڈنگرا کا خط ملا کہ مہارانی کی صحت رفتہ رفتہ گر رہی ہے اور حکیموں کو ناکامی ہو رہی ہے۔

1935ء۔ چھوٹا ڈنگرا اپنے ہم منصب کے استقبال کے لئے خود ریلوے اسٹیشن پر موجود تھا۔ جب ارجن کو قلعہ ڈنگرا سے اکیس توپوں کی سلامی دی گئی تو اس نے خود کو پرسکون رکھنے کی خاص کوشش کی تھی لیکن جب ڈنگرا لانسرز نے اپنی رائفلیں اس کے سامنے جھکائیں تو وہ اپنا جوش چھپا نہیں سکا تھا۔

مہارانی کے آشرم جاتے ہوئے ارجن نے جن چیزوں میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا انہیں دیکھ کر ڈنگرا خاموش نہ رہ سکا تھا۔ "ارجن یقینی طور پر اپنے باپ پر گیا ہے۔" اس نے جیہ کو مخاطب کیا۔ "کرکٹ' جہاز اور انگریز اس کی دلچسپیوں کا مرکز ہیں۔"

"اور اب برطانوی ریزیڈنٹ چاہتا ہے کہ ہم اپنے بیٹے کو اس کے والد کے اسکول میں پڑھنے کے لئے انگلینڈ بھیج دیں۔"

ڈنگرا نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے جیہ کا بطور خاص جائزہ لیا تھا۔ "ریزیڈنٹ صحیح کہہ رہا ہے شہزادی۔" اس نے اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ "یہ وقت ہماری بھرپور توجہ چاہتا ہے۔ ارجن کے دور جانے سے تم صحیح طور پر قوم پرستوں سے نمٹ سکو گی۔ ارون رائے کو سیر پور بلا لو۔ تمہیں ایک نہ ایک دن اس کی مدد کی ضرورت محسوس ہو گی۔"

جیہ نے ڈنگرا سے نظریں چرانے کی کوشش کی تاہم اسے یقین تھا کہ ڈنگرا وکیل کے نام سے اس کے چہرے پر آنے والی سرخی کو دیکھ چکا ہے۔

"اگر ارجن کی نانی جانبر نہ ہو سکیں تو ارجن کے ہندوستان میں رہنے کی کوئی ضرورت نہ ہو گی۔" کار آشرم میں داخل ہوئی تو ڈنگرا نے دبے لفظوں میں کہا۔

اور پھر ڈنگرا اچانک خاموش ہو گیا تو جیہ کے پیٹ میں جیسے گرہ پڑنے لگی۔ وہ ڈنگرا کے پیچھے اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں عورتیں بیٹھی بدستور چرخہ کات رہی تھیں۔

سفید ساڑھیاں پہنے ہوئے دو عورتیں عقبی برآمدے میں کسی پر جھکی ہوئی تھیں۔ جیہ

کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹیں۔ مہارانی فرش پر دراز تھی۔ اس کی شکل دیکھتے ہی جیہ کو اندازہ ہو گیا کہ اس کی ماں کا آخری وقت آ پہنچا ہے اور وہ ہندوؤں کی رسومات کے عین مطابق مرنے سے پہلے پرارتھنا میں مصروف ہے۔

مہارانی نے بہ دقت سر اٹھایا اور اپنی کمزور آواز میں ڈنگرا کو مخاطب کیا۔

ڈنگرا آگے کو جھکا۔ اس نے ہیروں کی مالا ایک ہاتھ میں تھام لی تھی تاکہ وہ مہارانی کو نہ چھوئے۔ جیہ بھی ڈنگرا پر جھک آئی تھی تاکہ مہارانی کی آواز سن سکے۔

"چھوٹے! کئی سال پہلے یہ پیش گوئی کر دی گئی تھی کہ مجھے ستی ماتا کے نام سے پکارا جائے گا۔" الفاظ بہ مشکل مہارانی کے حلق سے ادا ہو رہے تھے۔ "شہزادی جانتی ہے کہ ہم نے کیسی کوشش کی تھی کہ یہ لقب اختیار کرنے سے بہتر ہے کہ ستی ہو جائیں لیکن جب ہمیں اس نام اور لقب کی اہمیت کا احساس ہوا تو ہم نے صورت حال کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا یہ ہمارے لئے ایک اعزاز تھا اور اب ہم تم سے ایک اور اعزاز کے خواہش مند ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری موت کا سوگ نہ منایا جائے۔"

ارجن برآمدے میں سے بھاگ کر آیا اور اپنی نانی پر جھک گیا۔ اس کی حالت اس بچے جیسی تھی جس سے کوئی راز چھپایا جا رہا ہو۔ مہارانی نے اپنا دبلا پتلا ہاتھ اپنے نواسے کے سر پر رکھ دیا اور اس کے سیاہ بال سہلانے لگی۔ جیہ رو دی۔ اسے وہ رات یاد آ گئی تھی جب جنگ پر جانے سے پہلے نکا کے سر پر بھی مہارانی نے اسی طرح ہاتھ پھیرا تھا۔

بالکل ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے مہارانی کے جانے سے شاہی ہندوستان بھی ختم ہو جائے گا۔

الور، جس کے مہاراجہ نے اپنے دھرم کو بھرشٹ ہونے سے بچانے کے لئے شہنشاہ برطانیہ سے ہاتھ ملاتے وقت دستانے پہن لئے تھے اسے سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

مہاراجہ پٹیالہ جس نے دھمکی دی تھی کہ اگر سلطنت برطانیہ نے اسے تخت سے محروم کرنے کی کوشش کی تو وہ بادشاہت کے خلاف انقلاب کی سربراہی کرے گا، کو اپنی ریاست کی سرحدوں سے نکال باہر کیا گیا تھا۔

مہاراجہ بیکانیر، جس نے چیمبر آف پرنسز میں بڑے فخر سے اعلان کیا۔ "ہم ہندوستانی ریاستوں کے شہزادے ہندوستانی ہیں ہم بڑی شدت کے ساتھ اس دن کے منتظر ہیں جب ہمارا متحدہ ملک ایک عظیم سیاسی نظام کو جنم دے گا۔" اپنی صحرائی ریاست کو لوٹ گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھی حکمرانوں کی نااہلی اور برطانیہ پر ان کے انحصار سے دل برداشتہ ہو گیا تھا۔

اور اب چیمبر آف پرنسز میں کوئی دیو زاد موجود نہ تھا جو اپنے ساتھی حکمرانوں کے ہاتھوں سے نکلتے ہوئے اختیارات کو سہارا دینے میں کامیاب ہو سکتا۔

مہارانی کے دیہانت کے ساتھ ہی جیہ کو محسوس ہونے لگا کہ ایک شاندار ماضی کے ساتھ ارجن کا رشتہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا ہے۔ وہ سیرپور واپس آئی تو میجر آسبرن مہاراجہ وکٹر کی اسٹڈی میں فیڈریشن کے بارے میں تازہ ترین خبروں کے ساتھ اس کا منتظر تھا۔

ہندوستانی بادشاہوں میں نفاق کی اطلاعات سن کر جیہ خوفزدہ ہو گئی کیونکہ اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ ارجن کا مستقبل ان ہاتھوں میں ہے جو خود اپنے مستقبل کی فکر میں ہیں چنانچہ اس نے جیمس آسبرن سے کہا کہ وہ انگلینڈ میں ارجن کی پڑھائی کے انتظامات مکمل کر دے۔

جیہ نے ابھی اپنی ماں کے دیہانت پر ہونے والی پوجا ختم کی ہی تھی کہ ملک کے کئی حصوں میں تباہ کن زلزلہ آیا۔ دوسرے مشرقی حصوں کی طرح اس کے اثرات سیرپور میں بھی محسوس کئے گئے تھے۔

سرسبز و شاداب کھیتوں کی دوسری جانب واقع پہاڑی علاقے زلزلے سے بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ جنگل تہ و بالا ہو گئے تھے اور کئی مقامات پر آبشار پھوٹ پڑی تھے۔

سیرائر کے ساتوں جہاز قبائلی علاقوں میں خوراک اور دیگر امدادی سامان گرا رہے تھے۔ جیہ نے نصف شب کے وقت اپنی پوجا ختم کی اور تیاری میں مصروف ہو گئی۔ وہ صبح متاثرہ علاقوں کے فضائی جائزے کا ارادہ رکھتی تھی۔

سیرائر کے طیارے سے جیہ نے زندگی کی بربادیاں دیکھیں اور غریب اور ننگ دھڑنگ قبائلی اپنی تباہ حال دنیا کو بسانے کی نئی کوششوں میں مصروف تھے۔ چھوٹے جہازوں سے ان کے لئے خوراک گرائی جا رہی تھی اور وہ بھوکے گدھوں کی طرح ان پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ جگہ جگہ پل ٹوٹ گئے تھے۔ چنانچہ ہنگامی بنیادوں پر پلوں اور راستوں کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا تھا۔

امدادی کاموں پر اٹھنے والی رقم اتنی زیادہ تھی کہ سیرپور کونسل کے ارکان پریشان ہو گئے۔ وزیر اعظم نے جیہ کو متوقع مشکلات کے بارے میں متنبہ کر دیا تھا۔

"ٹیکسوں میں اضافے کے باعث لوگ اصلاحیوں سے ربط و ضبط بڑھا رہے ہیں، حکم!"

"کیا ہمارے لوگوں کو احساس نہیں کہ قبائلی علاقے کس آفت کا شکار ہوئے ہیں؟"

"احساس ہے مگر وہ خوفزدہ ہیں، حکم!" وزیر اعظم نے جواب دیا۔ "وہ اپنے مستقبل سے خوفزدہ ہیں۔"

جیہ خاموش تھی۔ متعدد ہندوستانی حکمرانوں کو ٹیکسوں میں اضافے کے باعث اسی خوف کا سامنا تھا۔ ان حکمرانوں کو ہر روز ہندوستان کی آزادی کے ڈاکو قرار دیا جا رہا تھا۔

"راج گورو نے سلطنت کے بے وقوف اور جاہل لوگوں کو یہ باور کرا دیا کہ زلزلہ مہاراجہ ارجن کو انگلینڈ کے اسکول میں بھیجنے کے آپ کے فیصلے کا نتیجہ ہے۔" وزیر اعظم نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ آپ نے دیوی کو ناراض کر دیا ہے۔"

راج گورو نے کہا ہے کہ اگر حکمران کے انگریزوں کے ساتھ رابطے جاری رہے تو ایسی کئی اور آفتیں نازل ہوں گی۔

جیہ نے کمزور سے انداز میں سر ہلا دیا۔ اس نے محل کی راہداریوں میں سیرپور کی ملازماؤں کو مہاراجہ وکٹر اور مہاراجہ پرتاپ کی عبرتناک اموات پر تبصرہ کرتے سنا تھا۔ انہوں نے ان اموات کے ڈانڈے بھی انگریزوں سے روابط کے ساتھ ملا دیئے تھے۔

جیہ نے پلٹ کر کتابوں کی دیوار گیر الماری کو دیکھا۔ ایک بہت بڑا آہنی سیف اس الماری کے عقب میں موجود تھا۔ جیہ نے اٹھ کر سیف کا ڈائل گھمایا تو کئی آوازیں سنائی دیں کیونکہ اس سیف کو بہت کم استعمال کیا گیا تھا۔ جیہ نے بھاری دروازہ کھولا تو سبز مخملیں جلد میں لپٹی کئی فائلیں سامنے آ گئیں جن پر بالمیر کا شاہی نشان کندہ تھا۔ جیہ نے فائلیں وزیر اعظم کو تھما دیں۔

"یہ ہماری شادی کے وقت ہمارے حوالے کی گئی تھیں۔" اس نے وزیر اعظم کو آگاہ کیا۔ "آپ انہیں پڑھ کر بتائیں کہ کس شے کی فروخت سے ہم اپنے امدادی کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کر سکیں گے۔"

سر اکبر دستاویزات کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

اور پھر وہ چونک اٹھا۔

"یہ تو ہماری توقعات سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں، حکم!" اس کے لہجے میں ایک انجانا سا جوش تھا۔ "ہماری ضروریات سے کہیں زیادہ مگر یہ فلوریڈا والی زمین.... اسے تو پہلے ہی اسمی مورے کے حق میں دستخط...."

دروازے پر دستک سے سر اکبر کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ "آپ نے پہلے ہی سیرپور کے لئے بہت کچھ کیا ہے، حکم!" اس نے دروازہ کھولتے ہوئے تبصرہ کیا۔ سامنے ہی لانسرز کے

عقب میں ایک کلرک مودب کھڑا تھا۔

جیہ نے کلرک کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے لفافے پر نگاہ ڈالی بچپن سے ہی وہ وائسرائیگل کے معالات پر مبنی لفافوں کو پہچانتی تھی۔

امداد کا سلسلہ اور ریاست کے سیاسی منظر نامے سے ارجن کو ہٹانے کی ضرورت اچانک ہی واضح ہو گئی۔ سلطنت برطانیہ نے حال ہی میں مہاراجہ ریوا کو اس کے تخت سے ہٹا دیا تھا۔ جیہ کے ذہن میں فوراً ہی یہ سوال اٹھا تھا کہ کیا راج گورو ارجن کو سیرپور سے روانہ ہونے سے روک کر اس کی قائم مقامی ختم کرانے میں کامیاب ہو گیا ہے؟

سر اکبر نے دروازہ بند کر دیا۔ "کیا میں آپ کو پیغام پڑھ کر سناؤں، حکم؟" سر اکبر نے بڑے نارمل انداز میں جیہ کو مخاطب کیا تھا اور جیہ نے نہایت خفیف سے انداز میں سر کو اثباتی جنبش دے کر سر اکبر کو اجازت دی تھی۔

سر اکبر نے لفافہ کھولا اور کاغذ نکال لیا۔

"ڈارلنگ!" لیڈی مودی کا جانا پہچانا لفظ سر اکبر کے ہونٹوں سے آزاد ہوا تو جیہ کے حلق سے اطمینان کی ایک طویل سانس خارج ہو گئی۔ "بوڑھی گلابو کے ذہن میں ایک شاندار خیال پیدا ہوا ہے۔ اس نے آخری کلکتہ سیزن منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ چہروں پر نقاب ڈال کر بال میں شرکت تقاضہ ہے اس کا لوئیس شاز‌ہم امید ہے تم بھی شرکت کرو گی.... پسی!"

جلد ہی ریاست کے طول و عرض سے پیغامات وصول ہونے شروع ہو گئے جن میں جیہ کو بتایا گیا تھا کہ تباہ شدہ سڑکوں اور قبائلی دیہات کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ جیہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی کہ جب وہ ارجن کو اسکول میں داخل کروانے کے لئے لندن جائے گی تو اس کی عدم موجودگی میں سر اکبر کو معاملات سے نمٹنے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

لیکن لیڈی مودی کے ٹیلی گراموں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا ان سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے زلزلے کی خبروں سے زیادہ اہم وہ معاملہ ہو جس کے لئے وہ ٹیلی گرام پر ٹیلی گرام دے رہی تھی۔

"لگتا ہے کہ پرنسز لوگوں میں مقبول نہیں رہی۔ براہ کرام بال ڈانس کو سنجیدگی سے لینا تاکہ وائسرائے پر زیادہ سے زیادہ خوش گوار تاثر پڑے۔"

ایک اور ٹیلی گرام موصول ہوا تھا۔

"بس چار ہفتے رہ گئے ہیں۔ تم بتاؤ کہ بال کے موقع پر کیا پہن رہی ہو؟"

جیہ نے ٹیلی گرام ایک طرف اچھال دیئے۔ اسے ارجن کی روانگی کی فکر تھی۔ سیرپور

کے دو اور بچے مہاراجہ کے ساتھ انگلینڈ جا رہے تھے۔ انہیں بھی وہاں داخل کرایا جانا تھا۔ وہ دونوں بچے محل کی راہ داریوں میں ارجن کے ساتھ کھیلتے کودتے اور ان کی قلقاریوں سے پورا محل گونجتا رہتا۔

لیکن جب جیہ کرکٹ گراؤنڈ کے قریب سے گزرتی اور ان بچوں کو مسٹر اسٹیونز کے ساتھ کرکٹ کھیلتے دیکھتی تو اسے احساس ہوتا کہ ٹکا کی طرح اپنے بیٹے کو بھی وہ ایک دن کھو دے گی۔

1936ء۔ بال کی رات کو لیڈی مودی اور جیہ بال گاؤن پہنے ہوئے نمودار ہوئیں۔ ان کے ماسک گھوڑوں کی ایال جیسی دگوں کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔ لڑکے اس وقت اپنی ہنسی نہیں روک سکے تھے جب انہوں نے چھوٹے ڈنگرا کو ان خواتین کو گاڑی میں سوار کراتے دیکھا۔ اس کا موٹا تازہ جسم چست کپڑوں میں عجیب لگ رہا تھا۔

کپڑے تو جیہ اور لیڈی مودی سے بھی سنبھالے نہیں جا رہے تھے۔ گاڑی جب گورنمنٹ ہاؤس میں داخل ہوئی تو جیہ ایک ہاتھ سے بہ مشکل اپنا اسکرٹ سنبھالے ہوئے تھی۔

وائسرائے کے لانسرز اپنی جگہ تنے کھڑے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مجسموں کو گھوڑوں پر بٹھا دیا گیا ہو۔

"ڈارلنگ!" لیڈی مودی نے جھک کر جیہ کے کان میں سرگوشی کی۔ "ذرا ان گھڑ سواروں کی وردیاں تو دیکھو۔ بوڑھی گلابو کا پسندیدہ رنگ ان پر بھی دکھائی دے رہا ہے۔"

وہ لوگ ذرا سا آگے بڑھے تو لیڈی مودی پھر چلا اٹھی۔ "ادھر دیکھو۔" اس کا لہجہ پرجوش تھا۔ "بوڑھی گلابو نے میری انتونیو کا میک اپ کیا ہے۔"

جیہ نے لیڈی مودی کی تقلید میں دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر قوی الجثہ ملکہ فرانس کے گیٹ اپ میں ہولے ہولے تھرک رہی تھی ایک ہندوستانی حکمران فرانسیسی درباری کے روپ میں اس کے سامنے جھک کر اسے تعظیم دے رہا تھا۔ دونوں ارد گرد کے ماحول سے بے بہرہ اپنے اپنے گیٹ اپ کو نبھانے میں مصروف تھے۔

بال روم میں بھی بات چیت ایک خاص ڈھب سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ "حکم! کیا ہم برلن اولمپکس کے موقع پر آپ کو دیکھ سکیں گے؟"

مہاراجہ کپور تھلہ نے اس تمغے کا حوالہ دیا جو گزشتہ موسم گرما میں روم کے دورے کے موقعے پر مسولینی نے اسے دیا تھا۔ "ممکن ہے جرمن چانسلر بھی مجھے اسی طرح کا میڈل دے

دے۔"

"میں اپنے والدین کے ساتھ گزشتہ گرمیوں میں آسٹریا گئی تھی۔" مہارانی کوچ بہار نے اپنی بڑی بیٹی کو ڈانس فلور پر ایک انگریز افسر کے ساتھ محو رقص دیکھ کر کہا۔ "ہم نے وہاں عجیب و غریب کہانیاں سنی تھیں کہ براؤن شرٹس والے کس طرح دکانداروں اور خانہ بدوشوں پر تشدد کر رہے ہیں۔ مسولینی کے بلیک شرٹس والے اٹلی میں بھی تو یہی کر رہے ہیں نا؟"

"نہیں، نہیں، حکم!" اٹلی میں فاشسٹ اپنے ملک کو کمیونزم سے بچانے کی کوششوں میں ہیں۔ یہ مت بھولیں کہ ان کمیونسٹوں نے روس میں زار کو قتل کر دیا تھا اور اگر یہ مسولینی کے لئے نہ ہوتا تو وکٹر ایمانویل اب تک مارا جا چکا ہوتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں اسپین کے بادشاہ کے قتل کی سازش کرتے دیکھا۔ انہوں نے شاہ کی شادی کے جلوس پر بم پھینک دیا تھا۔"

اس نے پلٹ کر وائسرائے کی بیوی کی طرف دیکھا لیکن وہ اپنی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

جیہ اپنے ماسک کی وجہ سے مطمئن تھی کیونکہ ماسک نے بال روم میں اس کے چہرے کے تاثرات چھپا لئے تھے۔ بھاری بھرکم اور زرق برق گاؤن پہنے ہوئے ہندوستانی عورتیں، انگریز افسروں کی بانہوں میں تھرک رہی تھیں۔ جو کوئی ماسک کے باوجود ایک دوسرے کو پہچان لیتا وہ کندھا تھپتھپا کر شناسائی کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتا تھا۔

جیہ نے بھی وائسرائے کی بیوی کو پہچان لیا تھا جو مہاراجہ کپور تھلہ کی بانہوں میں سمٹی رقص کر رہی تھی لیکن جیہ نے اسے پکارنے یا شناسائی کے اظہار کی کوشش نہیں کی تھی۔

بال کے بعد کرسمس کی تقریبات اور پولو میچوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن جیہ وائسرائے کی بیوی کے فرانسیسی ملکہ کے روپ سے جان نہ چھڑا سکی تھی۔

وہ اس میں اتنی الجھ گئی تھی کہ جب لیڈی مودی شہنشاہ برطانیہ کے مرنے کی خبر لے کر اس کے پاس آئی تو بھی جیہ کو یہ محسوس نہ ہوا کہ یہ کسی نئے عہد کا آغاز ثابت ہو سکتا ہے۔

لیڈی مودی نے شمپین کا ایک گلاس اس کے ہاتھوں میں دے دیا۔ "کتنے مزے کی بات ہے ڈارلنگ۔ شاندار پرنس آف ویلز برطانیہ کا بادشاہ بن گیا ہے۔ آخرکار ہندوستان کو ایک پلے بوائے میسر آ گیا ہے اور ہمیں ایک شریف آدمی وائسرائے کی شکل میں دیا گیا ہے رش رہو ڈارلنگ۔ یہ ولنگٹن آخرکار یہاں سے جا رہا ہے۔ چلو گلاب کے پھولوں کا گلدستہ

تیار کریں۔"

لندن پہنچنے پر جیہ کو احساس ہوا کہ لیڈی مودی کا جوش بلا وجہ تھا۔ برطانوی سلطنت کا دارالحکومت پلے بوائے بادشاہ کی تاجپوشی کا جشن نہیں منا رہا تھا۔ پرانے دوست آٹھ سال کے بعد جیہ کو لندن میں دیکھ کر بے حد خوش تھے۔ وہ کچھ دیر تو اس کے بارے میں باتیں کرتے لیکن پھر نیا بادشاہ زیر بحث آ جاتا۔ شاہ ایڈورڈ ہشتم ایک مطلقہ عورت مسز سمپسن کے عشق میں مبتلا تھا اور لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ کیا یہ معاشقہ انگلینڈ میں بادشاہت کے خاتمہ کی وجہ تو نہیں بن جائے گا۔

انگریز بادشاہ کے معاشقے کی خبر سن کر جیہ کو اپنے شوہر کا اسکینڈل یاد آگیا۔ وہ عورتیں یاد آئیں جنہیں استعمال کر کے برطانوی راج طاقتور ہندو حکمرانوں کو ان کے تخت و تاج سے محروم کیا کرتا تھا۔ اب یہی وقت خود برطانوی سلطنت پر آن پڑا تھا۔ ہندوستانی حکمرانوں کو وضاحتوں کا موقع نہیں دیا گیا تھا لیکن شاہ ایڈورڈ ہشتم کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے سامنے اپنی پوزیشن کی وضاحت کرے۔

حالات پل پل بدل رہے تھے۔اس تیزی نے لیڈی مودی کو بھی خوفزدہ کر دیا تھا۔ "لیکن ڈارلنگ! میں سمجھ نہیں سکی کہ آخر شاہ مسز سمپسن سے شادی کا خواہش مند کیوں ہے۔ دہلی میں ویلنٹائن بال کے دوران اس نے کورا ہارٹ سے وکٹر کی شادی کو کوئی اچھا فعل قرار نہیں دیا تھا۔ حالانکہ کورا کے پہلے سے دو سابق شوہر موجود نہیں تھے۔"

جیہ نے کوئی جواب نہیں دیا گزشتہ بار جب وہ انگلینڈ آئی تھی تو عورتوں کی وجہ سے مہاراجاؤں کے تخت چھینے جانے کے واقعات رونما ہو رہے تھے۔ خود اس کے اپنے شوہر کے خلاف یہ مہم اتنی طاقت ور تھی کہ اس کا اختتام جیہ کی قائم مقامی کی صورت میں نکلا تھا۔

ہندوستانی بھی مے فیئر ہاؤس آتے تھے جہاں جیہ مقیم تھی لیکن وہ مسز سمپسن کے موضوع پر بات نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی بات چیت کا موضوع ہندوستان میں ہونے والے انتخابات ہوا کرتے تھے۔

"ان انتخاب نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین فاصلے بڑھا دیئے ہیں۔"

"کیا مزید مذہبی فسادات ہو سکتے ہیں؟" جیہ پوچھتی۔ "جی حکم! صورتحال اب بھی قابو میں نہیں ہے۔" اسے جواب دیا جاتا۔

"جناح کو قائد اعظم کا خطاب دیا گیا ہے، یعنی عظیم قائد اور ان کے مقابلے پر؟ مہاتما گاندھی یعنی عظیم روح۔ دیکھیں کسے فتح نصیب ہوتی ہے؟"

جیہ اس بات سے مطمئن تھی کہ اس کا بیٹا اس خطرناک صورت حال سے دور ہے۔ سو ہ لڑکوں کے ساتھ شہر گھومتی رہی۔ ارجن اور اس کے دوست لندن کی نئی زندگی پر بے حد خوش تھے۔ زیر زمین ریلوے۔ ٹاور آف لندن۔ ہیمپٹن کورٹ۔ بکنگھم پیلس اور لاتعداد ہیں انہوں نے دیکھیں۔ ارجن کی خوشی دیکھ کر جیہ کو احساس ہوا تھا کہ اس نے اسے لینڈ بھیج کر درست فیصلہ کیا ہے۔

لیکن لیڈی مودی کو اس امر سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ اب تک ایڈورڈ ہشتم میں الجھی ئی تھی۔ "یہ ناقابل یقین ہے ڈارلنگ۔ اسے بادشاہ بنے ہوئے چھ ماہ ہو گئے ہیں' میں منتظر ں کہ وہ اپنا ذہن کب تک بناتا ہے؟ چیئر اپ ممی۔" جیہ نے بات اڑائی۔ "اگر وہ چلا گیا ڈیوک آف یارک بادشاہ بن جائے گا اور اس طرح ہمیں خود پر حکومت کے لئے ایک اور جارج اور ملکہ میری مل جائیں گے۔"

لیڈی مودی نے برا سامنہ بنایا لیکن کہا کچھ نہیں۔

آنے والے دنوں میں بھی وہ اسی فکر میں رہی کہ شاہ ایڈورڈ کب تخت سے دستبردار ہو مسز سمپسن کو گلے لگاتا ہے جبکہ جیہ اسکول کے معاملات نمٹانے میں مصروف رہی۔ اس ے میں ڈکٹیز کا لفظ اخبارات میں عام ہوتا رہا اور پتہ چلتا رہا کہ اٹلی نے ایتھوپیا میں ری کی ہے اور شہر کے فوجی دستی نہتے رہائن لینڈ پر چڑھ دوڑے ہیں۔

جیہ نے کوشش کی تھی کہ وہ تمام تر محبت اور جذبات کے باوجود ارجن سے جدا ہوتے ئے روئے نہیں۔ اس نے خود پر قابو پانے کا شاندار مظاہرہ کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ں رائس مے فیئر ہاؤس کی سیڑھیوں سے روانہ ہونے لگی تو ارجن کی آنکھوں سے ایک و بھی نہیں ٹپکا تھا۔

"ہم جلد واپس آئیں گے، حکم!" ارجن نے چند قدم کار کے پیچھے بھاگتے ہوئے ماں کو دلایا۔ "آپ اس بات کو یقینی بنایئے گا کہ کرکٹ پچ صحیح حالت میں رہے۔"

واپسی کے سفر میں لیڈی مودی نے کوشش کی تھی کہ ارجن کی جدائی سے جیہ رنجیدہ نے پائے۔

"ہم سردیاں شاندار طریقے سے گزاریں گے۔" اس نے جیہ کو یقین دلایا۔ "تمہیں رکھیں گے۔ پرانے دنوں کی طرح جب پرتاپ اور وکٹر ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ پولو رقص ہم کلکتہ سے خصوصی بینڈ بلوائیں گے۔"

لیکن ہر شام لیڈی مودی، پرہجوم اسٹیٹ روم میں گھس جاتی اور مسز سمپسن کے بارے

میں شاہ ایڈورڈ کے اگلے بلیٹن کا انتظار کرتی رہتی۔

بمبئی میں جہاز لنگر انداز ہونے سے دو دن پہلے عرشے کے اردگرد چوبی دیواروں پر پوسٹر چپکائے گئے جن میں مسافروں کو ہدایت دی گئی تھی کہ بادشاہ اس سلسلے میں سہ پہر کے وقت خود برطانوی سلطنت سے خطاب کریں گے۔

مین سیلون میں ایک بڑا سا ریڈیو رکھ دیا گیا تھا اور خطاب سے بہت پہلے کمرے میں موجود کرسیاں بھر چکی تھیں۔ دیر سے آنے والے کھڑکیوں سے چمٹے ہوئے تھے جبکہ اندر آنے سے محروم رہ جانے والے عرشے پر نصب لاؤڈ اسپیکروں کے آس پاس جگہ تلاش کر رہے تھے۔

بالاخر انتظار ختم ہوا اور اس آواز نے بولنا شروع کر دیا جو جیہ نے پندرہ سال پہلے سنی تھی جب پرنس ویلز نے سیرپور کا دورہ کیا تھا۔ لیڈی مودی نے اپنا منہ رومال میں چھپا لیا۔ جیہ نے اردگرد دیکھا۔ تمام لوگ جذبات سے گویا بھرے بیٹھے تھے۔ لیڈی مودی کی سسکیاں ابھریں تو جیہ نے دوسری عورتوں کا جائزہ لیا۔ کمرے میں موجود تمام عورتیں رو رہی تھیں۔

جیہ کی آنکھوں میں کوئی آنسو نہ تھا۔ وہ ساکت و جامد بیٹھی اس شخص کی آواز سن رہی تھی جسے ہندوستان کا بادشاہ بننا تھا "میں سلطنت کا بھاری بوجھ اس عورت کی مدد کے بغیر نہیں اٹھا سکتا جس سے میں محبت کرتا ہوں۔"

ارجن کے چلے جانے سے جیہ تنہا رہ گئی۔ وہ سرکاری ذمہ داریاں ادا تو کر رہی تھی ن اس کی حالت اس خالی مندر کی سی تھی جس سے بت اٹھا لیا گیا ہو۔ اسے محل کی راہ یوں میں گھومتے ہوئے ملازمین اور لانسرز چلتے پھرتے بھوت محسوس ہوتے تھے۔ وہ اکثر ی عقبی سمت چلی جاتی جہاں بچے کھیل کود میں مصروف ہوتے لیکن اسے ان کی ہنسی بھی کھلی محسوس ہوتی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پوری ریاست ہی اپنے حکمران کی جدائی کا وس کر رہی ہے۔

کبھی کبھار وہ جیمس آبرن سے ملنے جاتی تو اس کی آنکھوں میں عجیب سی پریشانی ماں دکھائی دیتی۔ یوں لگتا جیسے عوام سے ایڈورڈ ہشتم کی غداری نے ریزیڈنٹ سے بھی کا اعتماد چھین لیا ہو۔ یوں بھی ہندوستان کے بادشاہ کا سلوک عام لوگوں کے ساتھ ایسا ہی جیسے اسے ہندوستان کے رہنے والوں پر اعتماد نہ ہو اور وہ اس سرزمین پر ہونے والی تمام یوں کا ذمہ دار حکمرانوں کو سمجھتا ہو جو نہ صرف یہ کہ خود کو حکمران ثابت کرنے میں ناکام ت ہوئے بلکہ انہوں نے اپنے عوام کے لئے بھی کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا۔

ایک روز آبرن نے جیہ کو بتایا کہ وائسرائے نے ہندوستان کے تمام حکمرانوں کو پیغام ہے کہ وہ فوری طور پر فیڈریشن میں شامل ہو جائیں ورنہ یہ امر خود ان کے لئے نقصان دہ ت ہو سکتا ہے۔ "وائسرائے دہلی سے سفارتی مشن بھجوا رہا ہے تاکہ حکمرانوں کو اس فیصلے مجبور کیا جا سکے۔" اس نے جیہ کو آگاہ کیا۔

لیکن اس کا کوئی بہتر نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ بعض حکمران تو ان اصلاحات پر متفق ہو گئے بعض نے اسے اپنی سالمیت اور آزادی کے خلاف ایک تجاوز قرار دیا جبکہ سیرپور میں رت حال الگ تھی وہاں اخبارات دیگر ریاستوں کی طرح انتخابات کا مطالبہ کر رہے تھے پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ سر اکبر اکثر و بیشتر جیہ کے لئے میسور' جے پور' راجکوٹ' کشمیر ایسی ہی دوسری طاقتور ریاستوں میں بغاوت اور بلووں کی خبریں ہی لاتے تھے۔

"لیکن سیرپور میں تو اصلاحات کی جا چکی ہیں۔" جیہ جواب دیتی۔ "ہماری ریاست یشن کی حامی ہے۔ برطانوی ہندوستان کی آزادی سے ہماری رعایا بھی لطف اندوز ہو رہی

ہے تب پھر اصلاح پسند ہماری ریاست کے سکون کو برباد کیوں کر رہے ہیں؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی ایک ریاست نے اصلاحات کی ہیں یا نہیں۔" سر اکبر جواباً توضیح پیش کرتا۔ "اصلاحی' دراصل طاقت و قوت کی بو سونگھ لیتے ہیں حکم! میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جب تک یہ پاگل پن جاری ہے مہاراجہ ارجن کو ریاست سے دور ہی رہنا چاہئے۔"

جیہ کے دل کی دھڑکن محض یہی سوچ کر رک جاتی کہ اب اسے اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے مزید ایک سال کا انتظار کرنا پڑے گا۔

لیکن جب شیر دل مہارانی کو پتا چلا کہ ارجن مزید ایک سال تک واپس نہیں آئے گا تو غم و غصے سے لال پیلی ہو گئی جیہ کو یہ سمجھنے میں خاصی دیر لگی تھی کہ بوڑھی ملکہ ایک بار پھر اپنے ماضی سے خوفزدہ ہو گئی ہے اسے ڈر تھا کہ جیسے مہاراجہ وکٹر برطانوی بادشاہت کی گود میں جابیٹھا تھا اسی طرح وہ مہاراجہ ارجن کو بھی اپنے پاس گروی رکھ لیں گے۔

موسم برسات شروع ہونے پر شیر دل مہارانی کا یہ خوف ایک بیماری میں تبدیل ہو گیا اور جیہ کو اس کی تیمار داری کے لئے پردہ پیلس تک محدود ہونا پڑا۔ اب وہ ساری ساری رات مہارانی کی تیمارداری کرتی یا اپنے بیڈ روم میں وسیع و عریض بیڈ پر بے چینی سے کروٹیں بدل بدل کر ان ملازماؤں کا انتظار کرتی جو مہارانی کی صحت کے بارے میں پل پل کی خبریں اسے فراہم کرتیں۔ جب بے تابی زیادہ ہوتی تو وہ اٹھ کر محل کی راہداریوں میں ٹہلنا شروع کر دیتی۔

اور پھر ایک رات ایک خواجہ سرا نے جیہ کو بتایا کہ بوڑھی عورت قریب المرگ ہے۔

جیہ فوراً مہارانی کے کمرے میں پہنچی لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی کھیل ختم ہو چکا تھا۔ شیر دل مہارانی اپنے پڑپوتے کی واپسی کا انتظار کر کے اس دنیا سے چلی گئی تھی جیہ حرم میں ہی محدود رہی تھی کیونکہ اب اسے تیرہ دن کی اس پوجا میں شرکت کرنی تھی جو بوڑھی مہارانی کے دیہانت کے بعد ہوئی تھی۔ چودھویں دن مہارانی کی راکھ بنارس کے مقام پر مقدس دریا میں بہا دی گئی۔

جب جیہ ویلز پیلس واپس آئی تو سر اکبر اور جیمس آبرن برآمدے میں اس کے منتظر تھے۔ "وائسرائے نے ایک سفارت سیر پور بھیجی ہے' حکم!" وزیر اعظم نے اسے آگاہ کیا۔ "لیکن آپ زنان خانے میں مصروف تھیں اس لئے آپ کو آگاہ نہیں کیا جا سکا۔"

جیہ کو سر اکبر کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے سر اکبر برسوں کا بیمار

ہو۔ الفاظ بہ دقت اس کے حلق سے خارج ہو رہے تھے شاید اسے مہارانی کے مرنے کا شدید دکھ تھا۔ "میں نے سفارت کو یقین دلانے کی بھرپور کوشش کی تھی کہ سیر پور دوسرے مہاراجاؤں کو فیڈریشن میں شامل ہونے پر رضامند کرنے کے لئے تمام تر وسائل بروئے کار لائے گا۔" سر اکبر نے جیہ کو آگاہ کیا۔ "لیکن شاید برطانیہ اس بات کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں کہ حکمران بادشاہ ایک قائم مقام مہارانی کی بات سن لیں گے اور اسے تسلیم بھی کر لیں گے۔"

اچانک وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سنہرے دستے والی چھڑی کا سہارا لیا اور کیاریوں کے درمیان ٹہلنا شروع کر دیا۔ اچانک ہی ایک پھول سر اکبر کے شانے پر آ گرا سر اکبر چونکا ضرور لیکن جیہ کو یہ دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی تھی کہ اس کا ہاتھ پھول ہٹانے کے لئے بلند نہیں ہوا۔

آبرن نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ "سر اکبر نے آپ کو یہ نہیں بتایا شہزادی کہ وائسرائے نے ہندوستانی حکمرانوں کو الٹی میٹم دے دیا ہے یا تو ستمبر 1939ء تک نصف سے زائد حکمران اس فیڈریشن میں شامل ہو جائیں ورنہ شاہی ہندوستان کو حکمرانی کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔"

جیہ نے بغور آبرن کا جائزہ لیا۔ اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ پردہ پیلس میں اس کی غیر حاضری کے دنوں میں آبرن کا اعتماد قدرے بحال ہو گیا ہے۔ "یہ تو حیرت انگیز ہے جیمس صاحب!" اس نے اپنی کھنکھناتی آواز پر ریزیڈنٹ کو مخاطب کیا۔ "ہم حلفیہ کہہ سکتی ہیں کہ اپنے بیٹے کے حوالے سے وہ غلطیاں کبھی نہیں دہرائیں گے جن کا شکار ہمارا بھائی' شوہر یا جیٹھ ہو گیا ہے لیکن یہاں تو صورت حال زیادہ خراب ہے کیونکہ ہم نے تو اپنے بیٹے کو دو سال سے نہیں دیکھا۔"

آبرن نے کچھ نہیں کہا لیکن یہ خاموشی دونوں کے درمیان دوستی کی گویا تجدید تھی جب وہ لڑکپن کا دور گزار رہے تھے تو یہ خاموشی الفاظ سے زیادہ ان کی معاونت ثابت ہوتی تھی اب بھی وہ اس بات سے آگاہ تھی کہ یہ لمبا چوڑا انگریز اس کے ان خدشات سے آگاہ ہے کہ برطانوی کہیں اس کے بیٹے کو خراب نہ کر دیں اور وہ حکمرانی کی دوڑ میں الجھ کر اپنی بنیاد اور مقاصد کو فراموش کر بیٹھے۔

جیمس آبرن مڑا۔ اس کی نیلی آنکھیں مارے غصے کے اسٹیل کے رنگ جیسی ہو گئی تھیں۔ "مجھے تو یوں لگتا ہے شہزادی کہ ہندوستانی حکمران اب اپنے آپ سے اور اپنے وجود

سے بھی تنگ آ چکے ہیں۔" اس کا انداز سوالیہ تھا۔ "وائسرائے نے ان حکمرانوں کو ماضی کے راستوں پر چلنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن اسے کیا کہا جائے کہ آپ لوگ ماضی سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ اس میں مرنا چاہتے ہیں۔ وائسرائے یہ راستے بند کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔ اس لئے اس نے آپ لوگوں کو الٹی میٹم دیا ہے لیکن شہزادی! ایک لمحے کے لئے یہ ضرور سوچئے گا کہ اگر مہاتما گاندھی یا مسٹر جناح کے حامی سیر پور کی حدود میں داخل ہو گئے تو آپ کی حکومت کب تک چلے گی؟"

آسبرن نے اپنا گلاس اتنی زور سے میز پر رکھا کہ اس سے خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔ جیہ کو اس کے غصے سے خوف محسوس ہوا تھا۔ اس نے اپنے والد اور اپنے شوہر کو ایسے مواقع پر یونہی غصے میں دیکھا تھا۔ جیہ کا تجربہ کہتا تھا کہ یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی تھی جب وہ کسی چیز پر اپنا کنٹرول کھونے جا رہے ہوں یا طاقت کی ڈور ان کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہو۔ جب انگریز ریزیڈنٹ اٹھ کر اس راستے پر پہنچ گیا جہاں ایک بار سیر پور بینڈ نے پرنس آف ویلز کے استقبال کے لئے دھن بجائی تھی تو جیہ کو احساس ہو گیا کہ اب ارون رائے کو سیر پور بلائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

1938ء

محض تیرہ برس پہلے ہندوستان کے وائسرائے نے سیر پور کا دورہ کیا تھا لیکن اس وقت دارالحکومت کی بالکونیاں وائسرائے کی سفید ٹرین دیکھنے کے لئے نہیں بلکہ ارون رائے کی سفید گاندھی کیپ دیکھنے والوں سے اٹی پڑی تھیں وہ ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے تا کہ آنے والے کی بہتر طور پر جھلک دیکھ سکیں۔

جیہ نے وکیل کے اس استقبال کے بارے میں سنا تو حیرت زدہ رہ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وقت کیسے بدلتا ہے۔ جب وہ مہارانی بنی تھی تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جیسے ہندوستان کے وائسرائے کا دل جیتنے کے لئے اسے محنت کرنی پڑی تھی اسی طرح اسے ایک قوم پرست کو اپنا گرویدہ بنانے کے لئے محنت کرنا پڑے گی۔

جس طرح وائسرائے کی آمد پر توپ چلا کر اس کا استقبال کیا گیا تھا بالکل اسی طرح ارون رائے کو خوش آمدید کیا گیا تھا۔

لیکن جب ارون رائے ٹرین کے دروازے پر نمودار ہوا تو ایک لمحے کے لئے جیہ پریشان ہو گئی پچھلی بار اس نے ارون رائے کو گنجا دیکھا تھا لیکن اب نقرئی رنگت کے بال اس کے سر پر چمک رہے تھے اس نے مونچھیں بھی رکھ لی تھیں جن سے اس کا چہرہ مزید رعب

دار ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ تھی جو اس کی پہچان تھی وہ نہایت مسرت کے عالم میں اس ہجوم کو دیکھ رہا تھا جو اس کے استقبال کو جمع ہو گیا تھا۔

سیر پور میں ایک ہفتے کے دوران ارون رائے جہاں بھی گیا ہجوم نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے مہاراجہ پرتاپ ڈیم کے کام کی رفتار کا جائزہ لیا اور متعدد اسکولوں اور شفاخانوں کا دورہ کیا۔ ہر جگہ اس کا زبردست استقبال کیا گیا اور اسے تحفوں اور پھولوں سے لاد کر واپس بھیجا گیا۔

جیہ کو اس وقت خاصا اطمینان ہوا تھا جب رائے نے اسے ریاست میں انجام پانے والے ترقیاتی کاموں پر مبارکباد پیش کی تھی۔ یہ مبارک باد ایسے رسمی انداز میں پیش کی گئی تھی جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی رہے ہوں۔ جب ارون رائے ریاست کے آبپاشی کے منصوبوں کے فضائی جائزے پر نکلا تو جیہ نے انتہائی فخر کے ساتھ اسے ان ائر اسٹرپس کے بارے میں بتایا جو ریاست کے دور دراز علاقوں میں ذرائع نقل و حمل کی ترقی کے لئے تعمیر کی گئی تھیں۔

"میں واقعی بہت متاثر ہوا ہوں شہزادی۔" جہاز کے انجنوں کے شور کے باعث ارون رائے کو چلا کر اپنی بات کہنی پڑی تھی۔ "لیکن میں گزشتہ ڈیڑھ سال سے پورے ہندوستان کے دورے کر رہا ہوں۔ تقریریں کر رہا ہوں اور کارکنوں کو اکٹھا کر رہا ہوں۔ تم نے جتنے کام کئے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ میں سیر پور میں بھی کچھ کہوں لیکن اس سے پہلے کہ میں دوبارہ اس کام کا آغاز کروں' کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم ذرا دیر کے لئے اس ہجوم سے دور ہو جائیں؟"

جیہ اتنی پرجوش تھی کہ اس سے پہلے وہ اس قوم پرست سے قدرے خوفزدہ رہا کرتی تھی لیکن اب یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس خوف کو فراموش کر بیٹھی ہو۔ "معاف کرنا۔" وہ ذرا سی پریشان ہو کر بولی۔ "کل ہم قبائلی علاقوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہاں تمہارے مداح تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔"

پورے ہفتے کے دوران وہ پہلی بار اس کا ذاتی مہمان بنا تھا۔ ارون رائے نے اسی لئے اپنے لہجے میں شناسائی کا عنصر شامل کر لیا تھا۔ "جنگل کے دورے کو پروگرام میں شامل کرنا مت بھولنا' شہزادی۔ کون جانتا ہے کہ ہم پھر کسی سور کی کھوپڑی سے ہیرا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

وکیل کی درخواست پر سٹی پیلس میں ہنگامی تیاریاں کی گئیں۔ قبائلی سرداروں کو دورے

کی اطلاع کر دی گئی تھی لیکن سر اکبر کا اصرار تھا کہ اس دورے کو حتی المقدور خفیہ اور نجی رکھا جائے۔ "ارون رائے قبائلی علاقوں کو زیادہ نہیں سمجھتا۔" سر اکبر نے اپنے تئیں جواز پیش کیا۔ "لیکن اگر معاونین اور خادمین ہمارے ہمراہ ہوں گے تو ممکن ہے وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جس سے ارون ہمارے مفادات کے خلاف ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب ارون دارالحکومت میں تقریر کرے تو وہ سراسر ہماری حکومت کی حمایت میں ہو۔ آپ ذرا تصور کریں کہ اس سے ہمیں کس قدر فائدہ حاصل ہو گا۔ ہم ایک تیر سے دو شکار کریں گے۔"

جیپ گھاس سے ڈھکے ہوئے ناہموار راستے پر دوڑ رہی تھی اور لحہ بہ لحہ انہیں قبائلی سرحدوں کے نزدیک کر رہی تھی پھر وہ قبائلی حدود میں داخل ہو گئے ان کے عقب میں گرد و غبار کا ایک طوفان تھا اس لئے جب جیپ رکی تو ارون نے دھول مٹی سے بچنے کے لئے ناک پر رومال رکھ لیا۔

سر اکبر نے قدرے حیران نگاہوں سے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ "یہ انتظامات مہمان کے لئے تو نہیں ہیں؟" اس نے کمزور سی آواز میں سوال کیا۔

"ہم اپنی مہارانی کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کرنا چاہتے ہیں۔" سر اکبر کو جواب دیا گیا۔

مٹی کے تیل کے ہنڈے اور لالٹین روشن کر دی گئیں اور قبائلی آلتی پالتی مار کر اپنی مہارانی کے روبرو بیٹھ گئے۔ وکیل نے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا لی اور قبائلیوں کو بحث کرتے اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے دیکھنے لگا۔ "یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں' شہزادی؟" اس نے جیہ سے دریافت کیا۔

"یہ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ انتخابات کا مطلب کیا ہوتا ہے۔" جیہ نے اپنے مہمان کو بتایا۔ "وہ ان طلباء کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جو ان سے ملاقات کے لئے آئے تھے اور حکومت کی تبدیلی کا مطالبہ کر رہے تھے۔"

"اور آج رات جنگل میں شیر کی موجودگی کے بارے میں ان کا کیا کہنا ہے؟" ارون رائے نے بالکل الگ سوال کیا تھا۔

قبائلیوں نے اپنے حقے اور بیڑیاں لہراتے ہوئے اس خونخوار درندے کی نشاندہی کی جو اسی روز دیکھا گیا تھا جیہ نے اس کا ترجمہ کیا تو ارون رائے خوش دکھائی دینے لگا۔ "اس پر پہلی گولی تم ہی چلاؤ گی' شہزادی۔" اس نے جیہ سے کہا۔

"لیکن ہم تمہارے ساتھ نہیں ہوں گے۔"

وکیل نے ایک جھٹکا سا لیا۔ "کیا یہ میزبانی کی روایت کے خلاف نہیں ہو گا کہ کسی ایسے آدمی کو نصف شب کے وقت تنہا جنگل میں چھوڑ دیا جائے جو اپنے ہمراہیوں کی زبان سے بھی واقفیت نہ رکھتا ہو۔"

جیہ نے پریشان نگاہوں سے سر اکبر کو دیکھا۔ وزیر اعظم کی عمر ایسی تھی کہ اسے تمام رات ایک پلیٹ فارم پر جگا کر شیر کے شکار کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جیہ کو حیرت تھی کہ وزیر اعظم جب معاونین اور خادمین کو ہمراہ نہ لے جانے پر بضد تھا تو جیہ کے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں آئی۔ سر اکبر نے وکیل کی بات سن کر سر کو اثباتی جنبش دی اور جیہ دوبارہ ارون رائے کی طرف مڑی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ جانے اس کی مسکراہٹ میں ایسی کیا بات تھی کہ جیہ کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

قبائلی اب بھی سیرپور میں انتخابات کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور بے اختیار جیہ کو جیمس آسبرن کے الفاظ یاد آ رہے تھے۔ "اگر گاندھی اور مسٹر جناح کے حامی سیرپور میں داخل ہو گئے تو آپ کی حکومت کا مستقبل کیا ہو گا' شہزادی؟"

جیہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے ہاتھی کے ہودے میں خاموشی کے ساتھ سوار ہوئی تھی جونہی سرمئی رنگت کا یہ دیو ہیکل جانور اپنی جگہ سے اٹھا تو جیہ کو بندوقیں لوڈ کئے جانے کی آوازیں سنائی دی تھیں جو ان شکاریوں کی تھیں جو اس شاہی ہاتھی کے ہمراہ جنگل میں داخل ہونے جا رہے تھے۔

مہاوت نے ہاتھی کی گردن تھپتھپائی اور پھر ایک نغمہ اس کے ہونٹوں سے نکل کر جنگل کی خاموش فضاؤں میں پھیل گیا۔ جیہ کو اپنا بچپن یاد آ گیا جب وہ اپنے والد اور بھائی کے ساتھ شیر کے شکار پر گئی تھی اور مہاوت اسی طرح نغمے گنگناتا ہوا ہاتھی کو جنگل میں آگے بڑھانے میں مصروف تھا۔

جنگل میں کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جیہ ہاتھی کے ہودے سے اس بلند پلیٹ فارم پر منتقل ہو گئی جو شیر پر نگاہ رکھنے اور اسے شکار کرنے کے لئے ایک اونچے درخت پر نصب کیا گیا تھا۔ ارون رائے پہلے ہی پلیٹ فارم پر پہنچ چکا تھا۔ پلیٹ فارم کے ایک کونے میں جیہ کی ساڑھی پھنسی تو مہاوت نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے چھڑایا اور سرگوشی میں مہارانی کو آگاہ کیا کہ وہ ایک میل کے فاصلے پر دریا کے کنارے ان کا منتظر ہے..... پھر ہاتھی اور مہاوت رفتہ رفتہ پلیٹ فارم سے دور ہونے لگے اور وہ جنگل کی تاریکی میں تنہا رہ گئے۔ وکیل نے ہاتھ بڑھا کر لالٹین کی لو اور مدھم کر دی جو پلیٹ فارم کے تھوڑے سے حصے کو روشن کر رہی

تھی۔

جیہ نے آسمان کی طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اسے ستارے درختوں کی شاخوں سے لٹکتے دکھائی دیئے۔ وہ کچھ دیر ستاروں کو دیکھتی رہی لیکن جب ارون رائے کی انگلیوں نے اس کے بال سہلانے شروع کئے تو اس کی سانس حلق میں اٹک گئی وہ بیک وقت اپنے ماضی اور حال سے خوفزدہ تھی لیکن وکیل کے لمس نے اسے کئی خطرات سے بے نیاز کر دیا تھا۔ وہ بے سدھ ہو گئی اور جب ارون رائے کے ہاتھ اس کی ساڑھی کی بندشوں سے کھیلنے لگے تو جیہ کو احساس ہوا کہ یہ صرف ارون رائے کی ہی خواہش نہیں بلکہ وہ خود بھی یہی چاہتی ہے بس یہی سوچ کر اس نے گستاخ ہاتھوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی۔

صبح کے وقت شکاریوں کی چیخ و پکار سے وہ عالم ہوش میں آئے تھے۔ شکاریوں کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔ "اگر معزز مہمان مناسب سمجھیں تو آج رات دوبارہ کوشش کر سکتے ہیں۔" شکاریوں نے جیہ اور ارون رائے کو آگاہ کیا۔ "ہم ابھی ڈرم بجانے اور نقارے والوں کو گھنے جنگل میں بھیج دیتے ہیں تاکہ شیر کو اس علاقے میں محدود رکھا جا سکے۔"

سر اکبر تمام دن ارون رائے کو علاقے کا دورہ کراتا رہا تاکہ اسے وہ پل دکھا سکے جو زلزلے سے تباہ ہو گئے تھے اور انہیں از سر نو تعمیر کیا جا رہا تھا۔ شام کے وقت ارون رائے دوبارہ ہاتھی پر سوار ہو گیا تاکہ جیہ کے ساتھ جنگل کی تنہائی میں جا سکے۔ مہاوت کے نغمے نے ایک بار پھر انہیں اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔

جیہ' ارون رائے کی بانہوں میں خود کو محفوظ تصور کر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جب اگلا سورج طلوع ہو گا تو وہ دونوں ایک بار پھر اپنے لباس کی سلوٹیں دور کریں گے اور شکاریوں پر یہی ظاہر کریں گے کہ وہ شیر کے انتظار میں رات بھر جاگتے رہے ہیں۔

دوسری رات بھی پہلے سے مختلف نہ تھی لیکن جیہ کو تیسری بار جنگل میں جانے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ دارالحکومت لوٹ آئے۔ سر اکبر نے اسے ان کے دورے کی کامیابی پر مبارکباد پیش کی تھی۔ "مسٹر رائے کی تقریر کی تیاری کی جائے' شہزادی!" اس نے جیہ کو بتایا۔ "اس تقریر سے سیر پور میں ہمیں اصلاحیوں کا زور توڑنے میں مدد ملے گی۔"

جیہ ایک بار پھر اسٹڈی میں کھڑی تھی۔ یہ وہی اسٹڈی تھی جہاں مہاراجہ وکٹر نے قدیم نیوی کو پرنس آف ویلز کو متاثر کرنے کی کوششوں کی مخالفت کی تھی۔ یہیں اس کے شوہر نے ائر لائن قائم کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ وائسرائے کی توجہ جیتی جا سکے اور یہیں خود اس نے جیمس آسبرن کو متاثر کرنے کے لئے بجٹ اور ترقیاتی منصوبوں کی دن رات اسٹڈی کی

تھی لیکن اس دفعہ وہ خود کو کہیں زیادہ تنہا اور اکیلی محسوس کر رہی تھی۔

اس کے عقب میں دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ "تمہارے لوگ بہت زیادہ ہوشیار ہیں' شہزادی۔" اسے ارون رائے کی آواز سنائی دی۔ وہ شہر کے مرکزی چوک پر ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کر کے آیا تھا جس میں اس کی تقریر نے لوگوں کے دل جیت لئے تھے۔ "وہ مجھے آنے نہیں دے رہے تھے وہ مجھ سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ میں انہیں بتاؤں کہ سیر پور میں انتخابات کی کیا صورت....."

"ہمیں امید ہے کہ تم ان کے خاطر خواہ جواب دے سکتے ہو۔" جیہ نے اس کی بات کاٹی۔ "آخر تم ایک وکیل ہو اور ہم ٹھہرے بے وقوف مرد و زن جن کی دلچسپیاں اور عقل و دانش محض حرم اور شکار کے قصے کہانیوں تک محدود ہیں۔"

ارون رائے نے اس کی چٹیا کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور جھک کر اپنے ہونٹ اس کی گردن پر رکھ دیئے۔ وہ تڑپ کر پلٹی۔

وہ جیہ کے رد عمل پر مسکرا دیا۔ "تم ناراض کیوں ہو' شہزادی؟" اس نے دھیمے لہجے میں دریافت کیا۔

جیہ کا ہاتھ گھوما اور پھر اس کا زور دار تھپڑ مسکراتے گال پر پڑا۔ "کیا تم بھول گئے تھے کہ تمہاری حیثیت ہماری ریاست کے مہمان کی سی تھی۔" جیہ کے ذہن میں ارون رائے کے وہ الفاظ تھے جو جلسے سے خطاب کرتے ہوئے اس نے ادا کئے تھے۔ اس نے ہندوستانی حکمرانوں کو وہ پانچ سو بے وقوف مرد اور عورتیں قرار دیا تھا جنہیں اپنے حرم' شکار اور دولت سے دلچسپی تو تھی لیکن انہیں انسانیت سے کوئی غرض نہ تھی۔ ارون رائے نے حکمرانوں کے خلاف جی بھر کر زہر اگلا تھا اور عوام کو اکسایا تھا کہ وہ ان حکمرانوں کی غلامی سے نجات حاصل کر لیں۔ ہجوم مشتعل ہو گیا تھا اور اس نے جیہ اور دیگر حکمرانوں کے خلاف نعرے بازی شروع کر دی تھی۔

"بتاؤ' غدار شخص!" جیہ کا غصہ اپنے عروج پر تھا۔ "کیا تم ہمیشہ سے ایسے ہی ہو کہ جس کا نمک کھاؤ اسی سے نمک حرامی کرو؟ کیا تم نے یہ سوچ کر مجھے اپنی بانہوں میں لیا تھا کہ اس سے تم مجھے بے دست و پا کر دو۔ میرے اختیارات استعمال کرو۔ میرے بیٹے کو تخت سے محروم کرنے کی سازش کرو اور اس سارے کام پر پانی پھیر دو جو بڑی محنت سے میں نے انجام دیا ہے؟" جیہ پر شاید ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا تھا۔

رائے نے بڑھ کر جیہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی آنکھوں اور ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ "ہمارے درمیان کچھ بھی طے نہیں پایا تھا' شہزادی تم اپنی خواہش پر میرے پاس آئی تھیں۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم یا تمہارے بدن کی خوبصورتی مجھے عوام سے جھوٹ بولنے پر آمادہ کر سکتی تھی؟"

ستمبر1939ء

جیہ نے تو کوشش کی تھی کہ وہ ارون رائے کو بھول جائے لیکن سیر پور سے شائع ہونے والے اخبارات نے اس کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہونے دی تھی۔ خاص طور پر دی سیر پور ہیرالڈ نے ارون رائے کی خبریں شہ سرخیوں سے شائع کی تھیں۔ یہی نہیں وہ پورے ہندوستان میں کی جانے والی وکیل کی تقریروں کا ایک ایک لفظ شائع کرنا شاید اپنا فرض سمجھنے لگے تھے۔

"اگر یہ جنگ سرمایہ دارانہ نظام کے تحفظ کے لئے لڑی جا رہی ہے تب ہندوستان اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ غلام ہندوستان' برطانیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"آخر بھوک اور افلاس کے مارے ہوئے ہندوستانی کب تک برطانوی جنگوں کے اخراجات برداشت کرتے رہیں گے؟"

جیہ شدید غصے میں تھی لیکن جب سیر پور کی ہنگامی کونسل نے جنگ پر اٹھنے والے اخراجات کے تخمینے لگانے شروع کئے تو اس کا غصہ قدرے کم ہو گیا۔ گزشتہ پچاس سالوں میں چین' جنوبی افریقہ' فرانس' میسوپوٹیمیا اور افغانستان میں برطانیہ کے شاہی مہمان نے سیر پور کو دیوالیہ کر دیا تھا۔ سیر پور زمانہ امن میں بھی برطانوی دست برد سے محفوظ نہیں رہا تھا۔ پرنس آف ویلز اور وائسرائے کے دوروں نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔

"ہمارے بیٹے کا کیا ہو گا' سر اکبر؟" جیہ نے اس صورت حال میں اپنے وزیر اعظم سے دریافت کیا۔ "کیا ہم اسے بلا بھیجیں؟"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں' حکم! برطانوی اسے جعلی لڑائی قرار دے رہے ہیں۔ موسم سرما میں مہاراجہ آف ڈنگرا اور لیڈی مودی یورپ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ ان سے کہہ دیں کہ وہ مہاراجہ ارجن کو واپس لے آئیں۔ کم از کم مہاراجہ کا واپسی کا سفر خوشگوار گزرے گا۔"

اس کے برعکس برطانیہ سے آنے والے ارجن کے خطوط میں جنگ کا کوئی ذکر نہ تھا۔ وہ عموماً موسم گرما میں ڈان بریڈمین کی سربراہی میں انگلینڈ کا دورہ کرنے والی آسٹریلوی ٹیم کا

دورہ زیر بحث لاتا یا پھر گان ودھ دی ونڈ نامی فلم کا تذکرہ کرتا جس میں ہندوستان میں پیدا ہونے والی ایک خوبصورت اداکارہ نے کام کیا تھا۔

جیہ کو اس جنگ اور اس جنگ عظیم میں کوئی توازن دکھائی نہ دیتا تھا جس نے اس کے بھائی کی جان لے لی تھی۔ اسے شاہی جھروکے سے ٹیلی گراف کے بجنے کی آوازیں یاد آ رہی تھیں جن کے ذریعے شاہی افواج کی نقل و حمل کی خبریں دی جاتی تھیں۔ یہ جنگ مختلف تھی اور یوں لگتا تھا کہ یہ صرف برطانوی ہندوستان میں اٹھنے والی شورش کو دبانے کے لئے لڑی جا رہی ہے۔

جونہی ہٹلر کی فوجیں پولینڈ میں داخل ہوئیں' انڈین نیشنل کانگریس کے تمام ارکان نے حکومت سے استعفیٰ دے دیا۔ وہ ہندوستانیوں کو ان کی مرضی کے خلاف ایک اور جنگ میں دھکیلنے پر احتجاج کر رہے تھے۔ سونے پہ سہاگا یہ کہ مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے استعفوں کے اس دن کو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے یوم نجات قرار دے دیا تھا۔

مسٹر جناح کے فیصلے پر دی سیر پور ہیرالڈ تلملا اٹھا اور اس نے نہایت گرما گرم اداریے تحریر کئے جن میں سیر پور کے مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ مسلم لیگ کے عظیم رہنما کی بجائے نیشنل کانگریس کی عظیم روح کی حمایت کریں۔

جیہ صورت حال پر سٹی پیلس میں سر اکبر کے ساتھ اجلاس میں مصروف رہتی لیکن دوسرے شہر سے آنے والے مسلم وفود اس کی مصروفیات میں رخنہ ڈالتے رہتے۔

"اخبارات ہمارے خلاف شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں' حکم!" مسلمان اپنی مہارانی کو آگاہ کرتے۔

الفاظ بے شک جیہ کو مخاطب کر کے ادا کئے جاتے لیکن عمر رسیدہ اور سنجیدہ مسلمان ان آنکھوں سے سر اکبر کی طرف دیکھتے تاکہ ایک ہندو ریاست کا مسلمان وزیر اعظم ان کی اہلیت میں کچھ کہے۔ سر اکبر بھی اس بات کو سمجھتا تھا لیکن خاموش رہنے کی کوشش کرتا تھا۔

"مسٹر جناح اگر ہندوستانی مسلمانوں کے نجات دہندہ بن گئے ہیں تو اس میں بھلا ہمارا کیا قصور ہے؟"

"مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس کی لڑائی برطانوی ہندوستان پر حکومت کرنے کی لڑائی ہے لیکن ہم تو سیر پور میں رہتے ہیں۔ ہم تو اس میں حصے دار نہیں۔"

جنگ کی غیر یقینی صورت حال کے پیش نظر جیمس آبرن سٹی پیلس آیا تاکہ ایک صدی

پہلے' ایک تجارتی کمپنی جو اب ایک بادشاہت بن گئی تھی اور تین ہزار سال پرانی شہنشاہیت کے درمیان ہونے والے معاہدے کی تجدید کر سکے۔ سیر پور کی مہارانی برطانوی ریزیڈنٹ کا مدعا سن کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

جیہ انسانی زندگیوں کی اہمیت سے آگاہ تھی اس لئے اس نے فوج کے بجائے سیر پور کے ساتوں ہوائی جہاز دینے کی پیش کش کر دی تھی۔ جیمس آسبرن نے فوری طور پر اس سے انکار کر دیا۔ "جنگ یہاں سے پانچ ہزار میل دور لڑی جا رہی ہے' شہزادی۔" اس نے جیہ کو بتایا۔ "بھلا یہ سات ہلکے طیارے کیا کر سکیں گے؟"

جیہ کو یاد تھا کہ جیمس آسبرن نے اپنی جوانی کے کئی قیمتی سال میدان جنگ میں گزارے ہیں۔ اس لئے اس نے لہجے کی سختی پر زیادہ دھیان نہیں دیا تھا۔

"ہم ایسے تسلیم کرتے ہیں' میجر آسبرن۔" جیہ نے برطانوی ریزیڈنٹ سے اتفاق کیا۔ "لیکن اس سے کم از کم یہ تو ظاہر ہو گا کہ سیر پور اپنی مرضی سے جنگ کا پارٹنر بننا چاہتا ہے جبکہ دوسری جانب انڈین نیشنل کانگریس نے جنگ میں کسی بھی شمولیت کو مسترد کر دیا ہے۔"

آسبرن نے مایوسی سے کندھے اچکائے اور اسٹڈی سے باہر چل دیا۔ سر اکبر اسے رخصت کرنے کے لئے اٹھا تو جیہ نے محسوس کیا کہ شیر دل مہارانی کے دیہانت کے بعد وہ کس قدر کمزور ہو گیا ہے۔ دروازے پر پہنچ کر وہ ذرا سا جھجکا جیسے کچھ بھول گیا ہو۔ جیہ بغور اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ سٹی پیلس میں اس سے ملاقات کے لئے آنے والے مسلمانوں کا خوف کہیں اس کی ریاست کے مسلمان وزیر اعظم پر تو اثر انداز نہیں ہو رہا۔

وہ پلٹا اور اس نے جیہ کو ایک فائل تھما دی۔ "میرے خیال میں آپ اسے پڑھ لیں' شہزادی۔"

"یہ کیا ہے؟" جیہ نے فائل لیتے ہوئے سوالیہ انداز میں بھویں اچکائیں۔ نگاہیں اب بھی وزیر اعظم کے چہرے پر تھیں۔

"دہلی کے پولیٹیکل آفس کے نام برطانوی ریزیڈنٹ کی خفیہ رپورٹس۔" سر اکبر نے سرگوشی کی اور واپس دروازے کی طرف چل دیا۔

جیہ چند ثانئے فائل کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے پہلا صفحہ پلٹا۔ "سیر پور کی مہارانی ایک ایسے وقت میں انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈر ارون رائے کے انتہائی قریب رہی ہے جب وہ برطانوی بادشاہت کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا۔ کنونشن کو پس پشت ڈالتے ہوئے مہارانی نے

کانگریس کے لیڈر کو تین دن دربار سے دورہ گزارنے کی دعوت دی۔ یہی نہیں بلکہ مہارانی جیہ نے پبلک اسکینڈل کا خطرہ مول لے کر جنگل میں دو راتیں تن تنہا ارون رائے کے ساتھ گزاریں۔ ارون رائے جیسے آدمی سے مہارانی کی اتنی قربت سیر پور میں برطانوی مفادات کے لئے کسی بڑے خطرے سے کم نہیں۔"

جیہ نے فائل بند کر دی۔ اس کا بدن غصے اور شرم سے تپ اٹھا تھا۔ تصور کی آنکھ سے وہ ان جاسوسوں کو دیکھ رہی تھی جنہوں نے اس کی مصروفیات کی ایک ایک رپورٹ جیمس آسبرن کو پیش کی تھی۔ اسے آسبرن دکھائی دے رہا تھا کہ وہ اپنے تنخواہ داروں سے صوفے پر لیٹا اس کی تنہائی کے قصے مزے لے لے کر سن رہا ہے۔ جنگل میں پلیٹ فارم کی جاسوسی کون کر رہا تھا؟ برطانوی بادشاہت کو اس کی مصروفیات اور حرکات و سکنات کی رپورٹس کس نے ارسال کی تھیں؟

کچھ دیر وہ اسی عالم میں خاموش بیٹھی غصے سے پیچ و تاب کھاتی رہی وہ نہیں چاہتی تھی کہ فائل کو دوبارہ کھولے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ آسبرن کی رپورٹس اس کے ٹائپسٹوں نے ٹائپ کی ہوں گی اور انہوں نے ان لذت آمیز لمحات کی تفصیل پڑھی ہو گی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ان کلرکوں کی نظر میں اب اس کی کیا عزت رہ گئی ہو گی۔ سر اکبر نے بھی تو اس فائل کا مطالعہ کیا تھا وہ اب اسے کن نظروں سے دیکھتا ہو گا۔ جوں جوں وہ سوچتی رہی اس کی کنپٹیاں جلتی رہیں۔ بالآخر اس نے فائل دوبارہ کھول لی۔

"یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ مہارانی اس جلسہ عام میں بھی شریک تھیں جس میں ارون رائے نے سلطنت برطانیہ پر کڑی تنقید کی اور اسے بھرا بھلا کہا لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مہارانی ذاتی طور پر ایک خوبصورت اور چارمنگ لیڈی ہے اس لئے اس کا جذبات میں بہہ جانا قابل حیرت نہیں۔ البتہ یہ سلطنت برطانیہ اور اس کے مفادات کے لئے کسی طور بھی مناسب نہیں۔ میرا جانشین لازمی طور پر نہایت قریب سے مہارانی کا مشاہدہ کرے اور اگر مہارانی قوم پرست لیڈروں سے اپنی دوستی ترک نہ کرے تو اسے تخت سے محروم کرنے کی سفارش کرے۔"

جیہ نے غصے سے فائل سامنے دیوار پر دے ماری جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی اپنی ایک تصویر گر کر ٹوٹ گئی جس میں وہ ایک گھوڑے پر سواری کر رہی تھی۔ شیشے کی کرچیاں اسی طرح زمین پر گریں جیسے شیر دل مہارانی کے ہاتھوں کامنی مندر میں کورا ہارٹ کی تصویر کے شیشے گرے تھے۔ وہ بے بسی سے ان کرچیوں کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ اگر اس کے

بیٹے کو تخت دے کر اسے مہارانی سے ہٹا دیا گیا تو کیا وہ باقی زندگی کسی غار میں بسر کرے گی؟

1940ء

"ہٹلر نے فرانس کو تاخت و تاراج کر دیا ہے' حکم۔ ڈنکرک سے بڑی تعداد میں متحدہ فوجیں پسپا ہو رہی ہیں۔ اس وقت بندگارہ میں موجود ہر جہاز اور ہر کشتی اتحادی فوجوں کو جرمن ٹینکوں کی دست برد سے محفوظ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔"

جیہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ "لیکن ہمارا بیٹا تو اگلے ہفتے لندن سے روانہ ہونے والا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں مہارانی۔" وزیر اعظم نے جیہ کو تسلی دی۔ "مہاراجہ ڈنگرا ان کے ہمراہ ہیں۔ وہ ان کی بہ حفاظت واپسی کو یقینی بنائیں گے۔"

جیہ نے وزیر اعظم کی بات کا یقین تو کر لیا تھا لیکن جنگ کی تباہ کاریوں سے وہ واقف تھی۔ دن ہفتوں میں بدلتے رہے لیکن مہاراجہ ڈنگرا کے سفر کے بارے میں کوئی خبر..... موصول نہ ہوئی۔ بس ریڈیو پر یہ خبر موصول ہوئی تھی کہ ونسٹن چرچل کو اس ملک کی جنگی کابینہ کا وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے جو ہلہ بولنے کی تیاری کر رہا ہے۔

حالات نے ایک بار پھر پلٹا کھایا اور برطانیہ نے خود کو ہندوستان کی نگاہوں میں ایک بار پھر محترم ثابت کروا لیا۔ اس کے باوجود کہ چرچل نے ہندوستان کی خود مختاری کی مخالفت کی تھی۔ ہندوستانی رضاکاروں کی تعداد دو لاکھ سے بڑھ کر بیس لاکھ ہو گئی اور یہ تعداد پہلی جنگ عظیم سے دگنی تھی اور تو اور جرمنی نے برطانیہ پر فضائی حملہ کیا تو انڈین نیشنل کانگریس بھی جنگ میں شامل ہو گئی اور نظام حیدر آباد نے اپنا پورا سکواڈرن برطانوی فضائیہ کو عطیہ کر دیا۔

آخرکار سیرپور کو یہ اطلاع ملی کہ مہاراجہ ڈنگرا' مہاراجہ ارجن اور دیگر لڑکوں کے ساتھ ہندوستان واپسی کے لئے جہاز پر سوار ہو گیا ہے۔ ایک عرصے سے جنگ کی خوفناک اور بھیانک خبروں کے بعد خوشی کی یہ پہلی اطلاع تھی جس نے جیہ کے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی۔

"سیرپور کے فوجی دستوں کی محاذ جنگ پر روانگی سے قبل ہمارا بیٹا ان کے مارچ پاسٹ کی سلامی لے گا۔" جیہ نے احکامات صادر کئے۔

جیمس آبرن نے کئی بار متنبہ کیا تھا کہ رومیل ایک ٹینک کمانڈر تھا اور صحرا میں کیولری کی کوئی ضرورت نہ ہو گی لیکن جیہ نے اس انتباہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے وزراء کو دہلی بھیجا تاکہ سیرپور کے اصطبلوں کے لئے گھوڑے اور ساز و سامان حاصل کیا جا

۔ دوسری طرف سیرپور لانسرز کا جوش بھی دیدنی تھا۔ وہ ایک بار پھر جانی پہچانی زمین پر لڑنا چاہتے تھے۔ انہیں یاد تھا کہ سیرپور لانسرز نے پہلی جنگ میں راجہ پرتاپ کی کمان میں میسو لیمیا کی سرزمین پر داد شجاعت دی تھی۔

جرمن آبدوزوں سے بچنے کے لئے راس امید کے گرد بحری سفر میں تاخیر کے سبب رنس ارجن نومبر تک دہلی نہیں پہنچ سکا اور یہ وہ وقت تھا جب فوجی دستوں کی محاذ جنگ پر روانگی میں محض چند دن باقی تھے جبکہ اس سلسلے کی تمام تیاریاں پہلے ہی مکمل کی جا چکی تھیں۔

جذباتی ملن کے بعد لیڈی مودی' جیہ کو ایک طرف لے گئی۔ "لڑکے بری طرح خوفزدہ ہیں' ڈارلنگ۔" اس نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ "جرمن کتوں کی طرح یہودیوں کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ پیرس میں مہاراجہ کپور تھلہ کی بیٹی نے اپنے تمام زیورات محض اس لئے بیچ ڈالے کہ اس ساری رقم سے اپنے یہودی دوستوں کی زندگی خرید سکے۔ ان میں سے بعض کو اسمگل کر کے اس نے ہمارے جہاز پر پہنچا دیا تھا لیکن ہمیں خبر ملی کہ اسے ایک بیگار کیمپ میں لے جایا گیا ہے۔"

مہاراجہ ڈنگرا کو ان خبروں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس کی سوچ کا محور وہ فوجیں تھیں جو جنگ پر روانہ ہونے کو تیار تھیں۔ "ہم جانتے ہیں کہ اس بار کوئی بادشاہت ہمارے مقابلے پر نہیں۔" اس نے جیہ کو بتایا۔ "لیکن یہ بات ذہن میں رہے شہزادی کہ فوجیں مردوں اور عورتوں کے ساتھ پادریوں کو بھی تہ تیغ کرنے سے دریغ نہیں کریں گی۔"

"یہی سب کچھ یہاں بھی ہو سکتا ہے' حکم!" سر اکبر نے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا لیکن اس کی آواز سرگوشی سے بلند نہ تھی۔ "لاہور میں قلعے کے عین سامنے اس جگہ جہاں نہرو نے اعلان کیا تھا کہ ہندوستان ایک جمہوریہ بنے گا' مسٹر جناح نے ہزاروں مداحوں کی سامنے اعلان کیا ہے کہ مسلمانوں کو ایک ملک چاہئے۔"

موسم سرما کی ایک سرد صبح برطانوی راج کے دارالحکومت میں قلعے کے سامنے اٹھارہ کیولری رجمنٹس ہندوستانی فوج کے کمانڈر انچیف کے معائنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔

عرصہ دراز پہلے وہ بھی نومبر کی ہی ایک صبح تھی جب بالمیر لانسرز کے دستے اپنے مہاراجہ جے سنگھ کی سلامی کے لئے صف آرا ہوئے تھے۔ اسوقت جیہ ہندوستانی قانون ساز اسمبلی کی عمارت کی بالکونی سے کمانڈر انچیف کو سلامی لیتے دیکھ رہی تھی۔ یہ وہی عمارت تھی جس میں وائسرائے ہند کے طلائی تخت پر بم پھینکا گیا تھا۔

ارجن نے سیرپور کے دستوں کی سلامی لی۔ جیہ اسے فخریہ انداز سے دیکھتی رہی لیکن جب کمانڈر انچیف نے فوجیوں سے خطاب شروع کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے ٹکا کے وہ خطوط یاد آ گئے تھے جو وہ جنگ کے محاذ سے لکھا کرتا تھا اور ان میں وہ ویسی ہی امید افزا باتیں لکھتا تھا جن کا اظہار کمانڈر انچیف نے اپنی تقریر میں کیا تھا۔ کاش یہ سب سچ ہو۔ جیہ نے بے اختیار سوچا اور آنسو چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔

سیرپور لانسرز کی محاذ پر روانگی کے ساتھ ہی ریاست کی تمام تر توجہ اور دلچسپی نیوز بلیٹن پر مرکوز ہو گئی جو جنگ کی صورت حال معلوم ہونے کا واحد ذریعہ تھے جیہ اپنے بچپن میں یہ خبریں ٹیلی گراف پر سنا کرتی تھی لیکن اب مہاراجہ وکٹر کی اسٹڈی میں ایک طاقتور ریڈیو ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اب سٹی پیلس میں خبریں اسی ٹرانسمیٹر سے گردش کرتی تھیں۔ جیہ اکثر ٹینکوں اور کیولری دستوں کی تباہی کی خبریں سنتی اور آزردہ بیٹھی رہتی۔

ارجن کو صرف فضائی جنگ سے دلچسپی تھی۔ وہ اکثر اسپٹ فائرز اور میسر شمٹس کے بارے میں میجر آبرن سے معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس کا انداز ٹکا جیسا تھا۔ وہ بھی ایک زمانے میں میجر ویر سنگھ کے پیچھے بھاگا کرتا تھا تاکہ میکسم اور گیٹ لنگ توپوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔

"میں بھی جہاز اڑانا سیکھوں گا۔" ارجن کی آواز میں ضد اور عزم کا عنصر موجود تھا۔ "ذرا تصور تو کریں کہ ایک بادشاہ طیارہ اڑاتے ہوئے کمانڈ خود کرے گا۔"

جیہ نے ایک طرف تو سر اکبر کو جنگ کے لئے فنڈز جمع کرنے کی ہدایت کی جبکہ دوسری جانب اس نے ارجن کو فلائنگ سیکھنے کی اجازت دے دی۔ اسے توقع تھی کہ اس طرح وہ برطانوی ریزیڈنٹ کے وہ خیالات بدلنے میں کامیاب ہو جائے گی جن کا اظہار وہ اپنی رپورٹس میں کر چکا تھا۔

کبھی کبھار وہ پردہ پیلس میں روپوش ہو جاتی جہاں موجود عورتوں کا آبدوزوں اور آرمڈ کاروں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہاں آ کر اسے خاصا سکون ملتا تھا اس کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دن یہاں گزارے لیکن ریاستی مصروفیات اسے پھر پردہ پیلس سے باہر کھینچ لاتیں جیہ کو یہ بھی علم ہوتا رہا تھا کہ اس جنگ میں جہاں ایک طرف تباہی و بربادی کی نئی داستانیں رقم ہوئی ہیں وہیں یہ جنگ متعدد ایجادات کا پیش خیمہ بھی بنی ہے۔

جنگ ہندوستان کی سرحدوں سے بہت دور لڑی جا رہی تھی لیکن ہندوستان کی گلی گلی میں اس جنگ کے بارے میں تبصرے ہوتے رہتے تھے سر اکبر اور برطانوی ریزیڈنٹ گھنٹوں

ے جنگ پر تبادلہ خیال کرتے رہتے اور تازہ ترین اطلاعات پر تبصرہ کرتے۔

ہندوستان نے اس سے پہلے برطانیہ کو ہراس ریلوے لائن اور ٹیلی گراف پوسٹ کی ائیگی کی تھی جو کسی بھی برطانوی کلرک اور فوجی نے ہندوستانی سرزمین پر استعمال کی تھی۔ ب صورت حال یہ تھی کہ پانچ لاکھ سے زائد ہندوستانی فوجی سمندر پار محاذ پر مصروف تھے ر ہندوستانی فیکٹریاں چوبیس گھنٹے ان کے لئے ٹینک اور ہتھیار تیار کرنے میں مصروف یں۔ برطانیہ کا کمال یہ تھا کہ اس نے پہلی بار اپنی عظیم ترین کالونی کو اسٹرلنگ کا تحفظ دیا
۔

ہندوستانیوں کے تعاون کو جاری رکھنے کے لئے چرچل نے دارالعوام کے لیڈر اور لانیہ کی جنگی کابینہ کے ایک رکن سر اسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجا تاکہ وہ ہندوستانیوں خود اپنا آئین بنانے کی پیش کش کرے۔ انڈین نیشنل کانگریس اس امر سے آگاہ تھی کہ ریکی صدر روزویلٹ ہندوستانیوں سے ہمدردی رکھتا ہے اور چرچل اس طرح اسے خوش نا چاہتا ہے چنانچہ کانگریس نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی اور مطالبہ کیا گیا کہ وستان کو فوری طور پر حکمرانی کا حق دیا جائے۔ بصورت دیگر جنگ کے لئے ہندوستان کی زمین سے کی جانے والی تمام تر امداد اور سرگرمیاں روک دی جائیں گی۔ وائسرائے نے ، تحریک پر جو رد عمل ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ اس نے کانگریس کے سرکردہ لیڈروں کو جیل ا دیا تھا۔

برطانیہ کے خلاف ہندوستان کی نفرت اس وقت عروج پر پہنچ گئی جب جاپانیوں نے پرل ر پر حملہ کر دیا اور جیمس آبرن کو آخر کار فوج میں شمولیت کی اجازت مل گئی کم سن ن کے لئے یہ ایک عجیب لیکن جوش دلانے والی خبر تھی۔ اس نے فوراً اس سے سوالات ع کر دیئے۔

"میجر آبرن!" مارے جوش کے ارجن کی آواز تھرتھرا رہی تھی۔ "کیا آپ صحرائی ی کے خلاف جنگ کریں گے؟"

"نہیں۔" آبرن نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے کلکتہ میں تعینات کیا گیا ہے۔ سپلائز اور ائی کیشنز کے لئے۔"

ارجن کا شوق ماند پڑ گیا۔ "کلکتہ میں تو آپ کو لڑائی دیکھنے کو بھی نہیں ملے گی۔"

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں' یور ہائی نیس۔" آبرن نے کہا تو جیہ کو اس کے چہرے پر ب تاثرات دکھائی دیئے۔ اسے یوں لگا کہ جیسے وہ دونوں ہی اپنی اپنی ذمے داریوں سے

مجبور ہوں چنانچہ اس نے فوری طور پر آبرن کو خفیہ رپورٹوں کے جرم پر معاف کر دیا۔

1942ء

ہندوستان نے بہ وقت ان خبروں کو برداشت کیا تھا کہ امریکیوں نے جنگ میں اس وقت چھلانگ لگائی جب جاپانیوں نے ہندوستانی بندرگاہوں پر بمباری شروع کی تھی۔

"کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ سیرپور لانسرز کو مشرق وسطیٰ سے واپس طلب کر لیا جائے گا؟" ارجن نے بے قراری سے سر اکبر کو مخاطب کیا۔

"مجھے بھی اس کا یقین ہے یوز ہائی نیس۔" سر اکبر نے ارجن کی تائید کی۔ "برطانوی راج یقینی طور پر اپنی مشرقی کالونی کو ہیروہیٹو کے ہاتھوں تباہی سے بچانے کی کوشش کرے گا۔" سر اکبر نے یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ جاپانی ہفتوں کے اندر ملایا اور سنگاپور پر قبضہ کر لیں گے اس کے ساتھ ہی وہ برما پر قابض ہونے کی کوشش بھی کریں گے تاکہ ہندوستانی فوجوں کو چاول اور خوراک کی دیگر رسد بند کی جا سکے۔

اور پھر یہی ہوا۔ جاپانیوں نے برما پر قبضے کے لئے ہندوستان کی اہم ترین بندرگاہوں چٹاگانگ اور کلکتہ پر حملے تیز کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی امریکی فوجی دستے ہندوستان پہنچ گئے تاکہ برطانیہ کی مشرقی بادشاہت کے تحفظ کے متحدہ دفاع میں شریک ہو سکیں۔

امریکی اور برطانوی ہوا باز سیرپور تک آ پہنچے۔ جیہ نے ائر اسٹرپس کا جال اس مقصد کے لئے بچھایا تھا تاکہ قبائلی علاقوں کو دارالحکومت اور ریاست کے مشرقی حصوں کے قریب لایا جا سکے لیکن اس وقت رن وے برما سے برطانوی شہریوں کے فضائی انخلاء کے لئے استعمال ہو رہے تھے۔

جیہ کو ان پروازوں سے ایک اور مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ مشکل ارجن کا مطالبہ تھی کہ وہ سیرپور کے پائلٹس کے ہمراہ برطانوی شہریوں کے انخلاء کے لئے برما پرواز کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی سیرپور کی دیہی آبادی شہروں کی جانب منتقل ہونا شروع ہو گئی وہ غلے کی خریداری کے لئے آئے تھے تاکہ ان فوجیوں کو غذا فراہم کی جا سکے جو جاپان کے خلاف جنگ کے لئے سیرپور کی سرحدوں میں موجود تھے غلہ دریائی اسٹیمروں کے ذریعے سیرپور سے باہر بھی بھیجا جا رہا تھا۔

جیہ نے سر اکبر کے ہمراہ دیہی علاقوں میں جانے کا فیصلہ کیا تاکہ اگلی فصل کی کاشت کے لئے مشورہ کر سکے۔ اس نے ارجن کو باور کرانا چاہا کہ دارالحکومت سے ان کی غیر حاضری کے دنوں میں اس کی یہاں موجودگی بے حد ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ارجن

کو کلکتہ سے آنے والی ایک رپورٹ دکھائی تھی۔

"خوراک کی صورت حال روز بروز دگرگوں اور خوفناک ہوتی جا رہی ہے۔" رپورٹ میں کہا گیا تھا۔ "لاکھوں مویشی مر چکے ہیں اور قحط شدید ہو رہا ہے۔"

لیکن سولہ سالہ حکمران اپنا زیادہ تر وقت ایئر فیلڈز پر صرف کر رہا تھا وہ ان امریکی پائلٹوں کے پیچھے پیچھے تھا جو چمکدار ہیلمٹ پہنے' قہقہے لگاتے ہوئے جاپانیوں کی پیش قدمی پر تبصرے کیا کرتے تھے۔ دربار میں وہ کبھی کبھی حاضر ہوا کرتا تھا لیکن جب بھی حاضر ہوتا کاشتکاروں کو جیہ کے ساتھ بحث کرتے دیکھ کر بے قرار رہتا۔

"کلکتہ کے تاجروں نے آج سے پہلے کبھی اتنے زیادہ دام نہیں دیئے ہم راتوں رات امیر ہو گئے ہیں۔"

"اگر اگلی فصل خراب ہو گئی تو تم لوگ کیا کھاؤ گے؟" سر اکبر سوال کرتا تو پورے دربار پر خاموشی طاری ہو جاتی۔

سر اکبر کی بیشتر تقریروں کا موضوع غلے کی یہ قلت ہوتی۔ ہر گزرنے والا دن خطرے میں اضافے کا باعث ہی بن رہا تھا لیکن کوئی اس طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ راتوں رات امیر ہو جانے کی خواہش نے کاشتکاروں کو اندھا کر دیا اور برصغیر میں سیاسی بے چینی کے ساتھ ساتھ غلے کی قلت میں اضافہ ہونے لگا۔ نوجوان ارجن ان باتوں سے لاتعلق تھا۔ اس کی دلچسپیوں کا محور اب بھی وہ امریکی پائلٹ تھے جو سیرپور کو برما کی سرحد سے الگ کرنے والی پٹی پر پرواز سے قبل شراب پیا کرتے تھے۔

ادھر مشرقی ہندوستان قحط کی زد میں آ گیا اور ادھر کانگریس نے ہندوستان چھوڑ دو کی تحریک شروع کر دی اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ برطانوی جنگ میں ہندوستانی تعاون فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔

مسز رائے کا ایک خط جیہ کو موصول ہوا جس میں ہندوستان کی بگڑتی ہوئی صورت حال سے آگاہ کیا گیا تھا۔ خط سے معلوم ہوا کہ برطانوی ہندوستان اس وقت شدید ترین ہنگاموں اور مظاہروں کی زد میں ہے۔

"کلکتہ پاگلوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔" مسز رائے نے خط میں لکھا تھا۔ "بے روزگار نوجوان برطانوی ریکروٹنگ دفاتر کے سامنے قطاریں بنائے کھڑے ہیں جبکہ قحط کے شکار پریشان حال کسان سیلاب کی طرح شہر میں امڈ آئے ہیں۔ وائسرائے نے بہار اور بنگال میں ہوائی جہاز سے مظاہرہ کرنے والے نوجوانوں پر گولیاں برسانے کے احکامات دے دیئے ہیں تا

کہ ہندوستان چھوڑ دو کی تحریک کو کچلا جا سکے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جبکہ جاپانی تقریباً روزانہ چٹاگانگ پر بمباری کر رہے ہیں اور گذشتہ ایک ہفتے میں چار بار کلکتہ پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ اس عالم میں تاجروں کے علاوہ کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔"

اسی اثناء میں یہ خبر ملی کہ سیرپور لانسرز جاپانیوں کے خلاف مہم میں حصہ لینے کے لئے مشرق وسطیٰ سے واپس آ رہے ہیں اس کے ساتھ ہی ہوائی جہازوں میں ارجن کی دلچسپی ختم ہو گئی اب وہ اپنا تمام وقت پردہ پیلس کے خزانے میں صرف کرتا تاکہ اپنے سپاہیوں کے سینوں پر آویزاں کرنے کے لئے تمغات کا انتخاب کر سکے۔

سیرپور لانسرز کی آمد کلکتہ میں متوقع تھی اس لئے ارجن بذریعہ ٹرین کلکتہ روانہ ہوا راستے میں جہاں بھی سیرپور کی خصوصی ٹرین رکتی وہ پلیٹ فارم پر اتر جاتا اور وہاں موجود خالی یونیفارم والوں سے مختلف سوالات کرنے لگتا اسے راستے میں ریل کی پٹڑی کے آس پاس فاقوں اور قحط کے شکار بے شمار لوگ دکھائی دیئے تھے جن کے جسم اتنے ناتواں اور کمزور ہو چکے تھے کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے وہ خوراک کے منتظر تھے جس کی قلت کا پورا ہندوستان شکار تھا۔

ان دگرگوں حالات کا مشاہدہ کرتا ہوا ارجن جب کلکتہ پہنچا تو اسے ایک اور جھٹکا لگا پچھلی بار جب وہ یہاں آیا تھا تو شہر میں ایک جشن کا سا سماں تھا لیکن اب اسے جگہ جگہ چھکڑے کھڑے دکھائی دے رہے تھے جن پر رنگے ہوئے درختوں کے تنے فٹ کر کے ان کا رخ آسمان کی طرف کر دیا گیا تھا یہ جاپانی جہازوں کو دھوکا دینے کے لئے کیا گیا تھا تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ شہر میں جگہ جگہ انٹی ائرکرافٹ گنیں فٹ ہیں۔ وہ کار میں بیٹھا حیرت سے ان نقلی گنوں کو دیکھتا رہا تھا۔

میجر آسبرن فورٹ ولیم کے دروازے پر موجود تھا تاکہ محافظوں سے ارجن کی کار کا پروانہ راہداری حاصل کر سکے۔ ٹیرس کے ارد گرد رنگین چھتریوں کے نیچے بیٹھے انگریز افسران مشغل مے نوشی میں مصروف تھے ان کے دبے دبے قہقہے یہ بتانے کے لئے کافی تھے کہ کسی حد تک وہ بھی صورت حال سے پریشان ہیں۔

ارجن حسرت بھری نگاہوں سے میجر آسبرن کے سینے پر آویزاں تمغے دیکھ رہا تھا۔ "یہ ان سے کہیں زیادہ بہتر ہیں جن کا انتخاب میں نے اپنے لانسرز کے لئے کیا ہے۔" ارجن نے کھلے دل سے تبصرہ کیا۔ "کیا آپ جانتے ہو میجر آسبرن کہ سیرپور لانسرز کلکتہ سے کہاں جائیں گے؟ یا یہ بھی کوئی فوجی راز ہے؟"

"لانسرز واپس نہیں آ رہے۔" میجر آسبرن نے ارجن کو آگاہ کیا۔ "جنرل سلم نے جنوب مشرقی ایشیا میں ایک نیا محاذ کھول لیا ہے لہٰذا لانسرز وہاں جائیں گے ہندوستان نہیں آئیں گے تمام اتحادی مل کر جاپان پر جوابی حملے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔"

"لیکن اس غلے کا کیا بنے گا جو متحدہ فوجوں کے لئے جمع کیا گیا ہے؟" سر اکبر نے سوال کیا۔

"حکومت اسے تاجروں کو واپس کر رہی ہے۔"

جیہ نے بے یقینی سے آسبرن کو دیکھا غلے سے بھری ہوئی بوریاں پہلے ہی بوٹینکل گارڈن میں ذخیرہ کی جا رہی تھیں۔ باہر گلیوں میں غریب کاشتکار گندا پانی پینے پر مجبور تھے۔ جیہ نے بڑی نفرت کے تاثرات کا اظہار کیا تھا وہ جانتی تھی کہ اب تاجر یہ غلہ مہنگے داموں فروخت کریں گے۔

ارجن نے اپنی ماں کے چہرے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کیا سمجھ رہی ہے۔ "برطانیہ ہر شے کا ذمہ دار تو نہیں ہو سکتا۔" اس نے روکھے پن سے کہا۔ "جنگ کے دوران یہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔"

جیہ کو اچانک ہی اپنے بیٹے سے خوف آنے لگا تھا اگر وہ خوف کو پہچان نہیں سکے گا تو حکومت کیسے کرے گا؟ ارجن' ٹکا کی طرح انگلینڈ سے ورغلایا ہوا واپس نہیں آیا تھا وہ ایک انگریز کی طرح یقین کی دولت لے کر انگلینڈ سے واپس آیا تھا۔

اسٹیشن واپس آتے ہوئے ایک ہجوم سڑک پر اُمڈ آیا تھا۔ وہ شوفر کو ایک سینما کے پاس رکنے پر مجبور کر رہا تھا جس پر ڈزنی کی ایک فلم لگی ہوئی تھی جیہ کو اپنے بیٹے کی توجہ اس ہجوم سے ہٹانے میں مشکل پیش آ رہی تھی' وہ خود البتہ یہی سوچ رہی تھی کہ اگر یہ صورت حال تھی کہ سیرپور کے تاجر بھی دھڑا دھڑ اپنا غلہ فروخت کر رہے تھے۔ جلد ہی یہ غلہ ختم ہونے والا تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ پھر کیا ہو گا؟

وہ تو بھلا ہو بارشوں کا کہ اس نے سیرپور کو قحط کے خدشات سے کسی حد تک نجات دلا دی تھی جبکہ اس کے آس پاس ریاستیں بھوکوں مر رہی تھیں ارجن کو اس سے بھی کوئی دلچسپی نہ تھی کہ منہ زور دریا اپنے پانیوں میں کتنی کشتیاں بہا لے گئے ہیں اور اس کے نتیجے میں کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ دوسری جانب نئے وائسرائے جنرل ویول نے ایک آرمی کمانڈر کی حیثیت سے بلیک مارکیٹنگ پر قابو پانے کے لئے سخت اقدامات کا اعلان کر دیا تھا۔

سترہ سالہ حاکم سیرپور کو جب سے یہ خبر ملی تھی کہ سیرپور لانسرز' سیرپور کی سرحدوں

کے نہایت قریب برما کے جنگلات میں لڑ رہے ہیں وہ ان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے بے قرار تھا۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ فورٹ ولیم نے ارجن کو مطلع کیا کہ میجر آسبرن' بری ریاست اراکان کی دلدلوں اور ترائی کے جنگلوں میں برسرپیکار سیرپور لانسرز میں شامل ہونے کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ جیہ کو اپنے بیٹے کی آنکھوں میں پاگل پن کی وہی جھلک دکھائی دی تھی جو ایک عرصہ پہلے اس نے ٹکا کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔ اس کے والد کی شجاعت کی داستانوں اور الیپو (ترکی) کے محاذ پر اس کے چچا کی موت نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ جنگ میں حصہ لئے بغیر وہ مرد نہیں کہلا سکتا۔

ارجن جیپ لے کر شہر سے نکل گیا۔ جنگل' میدانوں' پہاڑی علاقوں اور دیہات میں اس نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور جنگ کے حق میں تند و تیز اور طویل تقریریں کیں۔ بعض اوقات وہ کسی کو بتائے بغیر سیرپور ایئر کا کوئی ہوائی جہاز لے کر پرواز کر جاتا۔ رات گئے جب وہ سٹی پیلس میں داخل ہوتا تو جیہ کو اس کا جوش جذبات سے چمکتا ہوا چہرہ دیکھ کر ہی پتا چل جاتا کہ وہ جہاز میں ان پہاڑوں اور جنگلات پر چکر لگاتا ہے جہاں اس کے اندازے کے مطابق سیرپور لانسرز لڑ رہے تھے وہ اس جگہ پر پروپیگنڈہ خطوط کے بنڈل گرانے جاتا تھا جو فوجیوں کے حوصلے بلند کرنے کے لئے کلکتہ سے چھپ کر آئے تھے۔

جیہ نے اب تک کچھ نہیں کہا تھا لیکن جب بھی وہ محل سے روانہ ہوتا اس کا دل دھڑکنا بھول جاتا۔ وہ پرارتھنا کرنے لگتی کہ اپنے پروں پر طلوع ہوتے ہوئے سورج کی شبیہہ لے کر پرواز کرنے والے جاپانی بمبار طیارے رائل انڈین ایئر فورس کے طیاروں سے الجھے رہیں اور ارجن کے سویلین اور غیر مسلح جہاز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

اسی اثناء میں جیہ نے راج گورو کو اجازت دے دی کہ وہ ارجن کی اٹھارویں سالگرہ عوامی پیمانے پر منانے کے انتظامات کریں یوں وہ ارجن کو عوامی تنقید سے بچانا چاہتی تھی جیہ کی زندگی میں پہلی بار کامنی مندر میں ہونے والی تقریبات کو حکمران کی ذات تک محدود کر دیا گیا اور عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں دی گئی اس کی وجہ جنگ بتائی گئی۔

جس وقت راج گورو نے بالغ مہاراجہ کے ماتھے پر حکمران کا ٹیکا لگایا اور اسے یادگاری تلوار تھمائی تو ایک توپ فائر کر کے اس پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ لوگوں کا ہجوم' جسے کامنی مندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی شہر کی سڑکوں پر جمع تھا تاکہ سٹی پیلس جاتے وقت اپنے مہاراجہ کا دیدار کر سکے ارجن ایک ہاتھی پر سوار تھا اور مسکرا مسکرا کر لوگوں کے نعروں اور شور و غوغا کا جواب دے رہا تھا۔

ٹھیک اسی لمحے سر اکبر نے مہاراجہ کو ایک کاغذ تھمایا تو اس کا موڈ بدل گیا۔ ہنستے ہوئے ہونٹ بھنچ گئے وہ چند ثانئے کاغذ پر نظریں جمائے رہا۔ پھر وہ قدم جما کر ہودے میں کھڑا ہو گیا اس نے سیرپور کی شاہی تلوار بے نیام کی اور ہاتھ اتنا بلند کر لیا کہ ہجوم بہ خوبی تلوار کو دیکھ لے۔

"سیرپور کے باسیو!" ارجن پوری قوت سے چلایا۔ "وزیر اعظم نے ابھی ابھی مجھے مطلع کیا ہے کہ جاپانی افواج ہندوستان میں داخل ہو گئی ہیں۔ اس وقت دشمن کی فوجیں ہماری اپنی سرحدوں سے صرف دو سو میل کے فاصلے پر ہیں۔ سٹی پیلس کا اسلحہ خانہ کھول دیا جائے گا۔ آج رات آپ لوگ سیرپور لانسرز میں شمولیت کے لئے تیار رہیں تاکہ ہم سب مل کر اپنی ریاست کی حفاظت کر سکیں۔" ارجن کے الفاظ نے ہجوم میں گویا آگ بھر دی۔

اور پھر جب رات ہوئی تو پورا سیرپور اسلحے کی تلاش میں سیرپور کے شاہی اسلحہ خانے کی طرف دوڑ پڑا۔ جیہ یا سر اکبر کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہ تھا کہ وہ اس بپھرے ہوئے ہجوم کو روک سکتے یا اپنی کوئی بات اسے سمجھا سکتے..... وہ خاموشی کے ساتھ اپنی پرجوش رعایا کو دیکھتے رہے تھے۔

نصف شب کے وقت مہاراجہ ارجن نے سٹی پیلس کو خیرباد کہہ دیا لیکن اس شان کے ساتھ کہ وہ ایک ہاتھی پر سوار تھا جس کے اوپر سرخ رنگ کا شاہی چھتر نصب تھا تیل کی کمی کے باعث سیرپور کی فوج اپنی گاڑیاں چھوڑنے پر مجبور ہو گئی تھی چنانچہ سفر کے لئے گھوڑوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ سیرپور کے نقاروں پر پڑنے والی چوٹ سے سٹی پیلس کے در و دیوار لرز اٹھے تو جیہ کی آنکھوں میں بھی آنسو امڈنے لگے لیکن وہ فیصلہ نہ کر پائی تھی کہ یہ آنسو خوشی کے ہیں' دکھ کے ہیں یا فخر کے.....

1944ء

اگلے دو ہفتوں کے دوران سیرپور کے پائلٹ گھنے جنگلوں میں مہاراجہ کی نقل و حرکت کا سراغ لگانے میں ناکام رہے تھے۔

جب ریڈیو نے اعلان کیا کہ ہیروہیٹو کی افواج نے کوہ ہیما کے گرد و نواح میں رسد اور سپلائی کی لائن کاٹ دی ہے اور سیونتھ آرمی محصور ہو کر رہ گئی ہے تو جیہ نے سیرپور کے پائلٹس پر پابندی عائد کر دی کہ وہ میدان جنگ میں مہاراجہ کے اس سفر خودکشی کا تعاقب نہیں کریں گے۔

جیہ اپنے بیٹے کی زندگی کے بارے میں غیر یقینی صورت حال کا شکار تھی لیکن وہ پرامید

تھی کہ ارجن اپنی افواج کے ساتھ سیونتھ آرمی کی پشت پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہو گا البتہ وہ اس امر پر حیران تھی کہ سیرپور لانسرز بغیر کسی کمک کے کس طرح زندہ ہیں۔ کیا وہ دنیا کی ایک منظم ترین فوج کے مقابلے میں ایک بار پھر جام کی بوتلوں کے بم استعمال کر رہے ہیں لیکن اس بار جنگ میں ایک بنیادی فرق تھا۔ لانسرز کی ہمت بندھانے والا نوجوان اس کا بھائی نہیں بلکہ بیٹا تھا اور وہ ایسے فوجی دستوں کی مدد کو گیا تھا جو چاروں طرف سے محصور ہو چکے تھے۔

"یہ جنگ ہندوستان کو تباہ و برباد کر دے گی، حکم!" ایک روز سر اکبر نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ "بیس سے تیس لاکھ کے درمیان لوگ قحط سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ خود مختاری کے منصوبے غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیئے گئے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان خلیج اور زیادہ وسیع ہو گئی ہے جبکہ نوے ہزار سے زائد ہندوستانی فوجیوں کو اگلے محاذوں پر گرفتار کیا جا چکا ہے حکم! ان قیدیوں سے جانوروں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے اور دن رات مشقت لی جا رہی ہے تاکہ برما تک ریلوے لائن تعمیر کی جا سکے اور ہیرو ہیٹو کی فوج بہ آسانی ہندوستان تک پہنچ سکے۔ یوں ہندوستان یعنی ہم اپنی غلامی برطانیہ کے بجائے جاپان سے بدل لیں۔"

مہاجرین دھڑا دھڑ سیرپور میں داخل ہو رہے تھے۔ جیہ کے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہ تھا کہ وہ آنے والوں کے بارے میں یہ اندازہ کر سکتی کہ یہ لوگ قوم پرست ہیں جنہوں نے برطانوی راج کے لئے لڑنے سے انکار کر دیا ہے یا واقعی جنگ کے متاثرین ہیں اور طویل مسافتیں طے کر کے پناہ کی تلاش میں آئے ہیں۔ آنے والوں میں سے بعض نے بتایا کہ انہوں نے مہاراجہ کی فوج کو سیونتھ آرمی کے عقبی پوزیشنوں کی طرف بڑھتے دیکھا ہے۔ بعض مشکوک نگاہوں سے جیہ کو دیکھتے شاید ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ بھلا ایک سویلین رضاکارانہ طور پر اس مہلک اور بھیانک جنگ میں کس طرح کود سکتا ہے۔

آخرکار سر اکبر یہ خبر لایا کہ سیونتھ آرمی نے جاپانیوں کا گھیرا توڑ دیا ہے اور اب رنگون پر اپنے قبضے کی بحالی کے لئے لڑ رہی ہے۔ جب رنگون واپس لے لیا گیا تب جیہ کو پتا چلا کہ ارجن کی فوج مہینوں پہلے ہی سیونتھ آرمی کے ساتھ شامل ہو گئی تھی۔

ایک ماہ بعد ایک ڈکوٹا طیارے نے دارالحکومت کی ہوائی پٹی پر لینڈنگ کی۔ جہاز کا دروازہ کھلا اور لوگوں کا ایک ہجوم جہاز کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تاکہ اپنے حکمران کی بہ حفاظت واپسی پر اسے مبارک باد دے سکے۔ لیکن جب کمبل میں لپٹی ہوئی کوئی شے جہاز کے

دروازے پر نمودار ہوئی تو ہجوم کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ دو قبائلیوں نے اسٹریچر جہاز سے نکال کر زمین پر رکھا تو آہوں اور سسکیوں کا ایک طوفان تھا جو ضبط کی دیواریں توڑ کر بہہ نکلا تھا۔

جیمس آسبرن دروازے پر نمودار ہوا وہ سب سے پہلے جیہ کی طرف بڑھا۔ "فکر کی کوئی بات نہیں، شہزادی۔" اس نے مہارانی کو تسلی دی۔ "ٹانگ ٹوٹ گئی ہے لیکن علاج کے بعد صحیح ہو جائے گی البتہ ملیریا کا شدید حملہ ہوا ہے۔" اس کا اشارہ اسٹریچر پر لیٹے ہوئے مہاراجہ ارجن کی طرف تھا۔

جیہ کئی روز تک اپنے بیٹے کے بستر سے لگی بیٹھی رہی۔ زخم بھرنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے کیونکہ ہڈی صحیح نہیں بٹھائی گئی تھی ٹانگ کے زخم کا نئے سرے سے آغاز کر دیا گیا البتہ نوجوان مہاراجہ کا بخار قدرے قابو میں تھا کبھی کبھار بخار میں تیزی آ جاتی لیکن خود بخود اس میں کمی آ جاتی۔ جیمس آسبرن اکثر و بیشتر سٹی پیلس آتا تاکہ بیمار مہاراجہ کی مزاج پرسی کر سکے۔ وہ جیہ کو جنگ کی تازہ ترین صورت حال سے بھی آگاہ کرتا رہتا تھا۔ انگریز جب تک محل میں موجود رہتا وہاں ایک نئی روح اور نئے جذبے بیدار رہتے۔ اس نے سرگوشیوں میں ہی جیہ کو بتایا کہ جرمنی نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں تو مہارانی نے چونک کر ارجن کو دیکھا۔ خبر خوش آئند تھی لیکن وہ نہیں چاہتی تھی کہ ارجن جاگ جائے۔

ٹانگ رفتہ رفتہ صحیح ہو گئی زخم بھر گیا تھا لیکن ارجن بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ بخار کا زور بھی ٹوٹ گیا اور پھر ایک طویل عرصے کے بعد ارجن اپنے والد کے کمروں میں داخل ہوا۔ وہ اپنے درباریوں سے صحت یابی کی مبارک باد وصول کر رہا تھا۔ کونسل کے ارکان نے جیمس آسبرن پر زور دیا تھا کہ وہ مہاراجہ کا جشن صحت یابی منائے۔

"یورپ میں جنگ ختم ہو چکی ہے، حکم!"

"آپ اپنی حکمرانی کی ذمہ داریاں سنبھال سکتے ہیں، یور ہائی نیس۔"

ارجن نے اس نصیحت کو فوری طور پر مسترد کر دیا تھا۔ "میں معذوری کے ساتھ جشن صحت یابی نہیں مناؤں گا۔" اس نے فیصلہ سنایا۔ "میں سب سے پہلے لندن جا رہا ہوں تاکہ اپنی ٹانگ کا آپریشن کروا سکوں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہیروہیٹو نے ابھی ہتھیار نہیں ڈالے۔ وائسرائے کے پاس سیرپور آنے کی فرصت نہیں ہو گی۔"

"لارڈ ویول ان دنوں ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ میں مفاہمت ہو جائے تاکہ ہندوستان کو خود مختاری مل سکے۔" سر اکبر نے اسے آگاہ کیا۔ "

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وائسرائے اس وقت کسی ہندوستانی ریاست میں شکار میں مصروف نہیں ہے۔"

لیکن وائسرائے کی خاطر تواضع کا خیال ارجن کو بے حد بھلا لگا تھا یوں وہ اس سیاسی لڑائی میں بھی دلچسپی لینے لگا تھا جو مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس کے درمیان برطانوی ہند کے کنٹرول کے لئے کی جا رہی تھی۔ اس نے سارا موسم برسات لارڈ ویول کے دورے کی منصوبہ بندی میں گزار دیا۔ راتوں کے وقت جب باہر بارش اپنے عروج پر ہوتی اور سیرپور کے دریا کنارے توڑ کر باہر نکلنے کو بے تاب ہوتے ' وہ ریڈیو سن رہا ہوتا تاکہ جاپان کی شکست کی خبریں سن سکے۔

"ایٹم بم!" مارے جوش کے ارجن کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا۔ اس نے خبروں میں سنا تھا کہ ایک امریکی ہتھیار نے جاپان کے دو شہروں کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے وہاں کوئی ذی روح زندہ اور کوئی مکان سلامت نہیں بچا تھا صفحہ ہستی سے دونوں شہروں کا نام و نشان تک مٹ گیا تھا۔

"ایٹم بم!" ارجن نے یوں الفاظ دہرائے جیسے وہ بے حد خوش ہو لیکن جیہ اپنے آپ کو بوڑھا اور تھکا ہوا محسوس کرنے لگی تھی صرف چند ہفتے قبل ہی وہ انفرادی لڑائی کے ہتھیار تلاش کر رہا تھا اور اب وہ اجتماعی تباہی کے حق میں سراکبر کو دلائل دے رہا تھا۔

1945ء

وائسرائے کے دفتر سے مہاراجہ سیرپور کے نام ایک معذرتی خط موصول ہوا تھا کہ لارڈ ویول ان دنوں ہندوستانیوں کو اختیارات تفویض کرنے کا اہم اور کٹھن کام انجام دے رہے ہیں اس لئے وہ مہاراجہ ارجن کو صحت یابی اور حکمرانی کی ذمہ داریاں دینے کے لئے سیرپور نہیں آ سکتے۔

واقعات جس رفتار سے رونما ہو رہے تھے ان کے پیش نظر میجر جیمس آ سبرن' مہاراجہ کے ہمراہ لندن نہیں جا سکا تھا۔ جس روز مہاراجہ اپنے خادمین کے ہمراہ لندن روانہ ہوا اس کے اگلے ہی روز جیمس آ سبرن کو دہلی طلب کر لیا گیا۔ روانگی سے پہلے میجر آ سبرن' جیہ سے ملنے کے لئے سٹی پیلس آیا تھا۔

"یوں لگتا ہے کہ برطانوی سلطنت' ہندوستان چھوڑنے میں پاگل پن کی حد تک جلد بازی کا مظاہرہ کر رہی ہے اور اب وہ ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے قریب پہنچ چکی ہے۔" آ سبرن نے جیہ سے روانگی کی اجازت طلب کی۔

"لیکن ہمارے روابط برطانوی سلطنت سے نہیں ہیں۔" جیہ نے اعتراف کیا۔ "ہم تو برطانوی تاج سے منسلک ہیں۔"

جیمس آ سبرن نے گھور کر جیہ کو دیکھا کہ وہ نیلی آنکھوں کے پھیلاؤ سے خوفزدہ ہو گئی۔ "لیکن پارلیمنٹ ان شہروں سے رابطے میں ہو گی جو تباہی سے دوچار ہوئے ہیں یا وہاں مظاہرے ہوئے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستان کی پانچ سو سے زائد ریاستوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مذاکرات کرے گی۔"

"پوری جنگ کے دوران تم لوگ مصر رہے کہ ان حدود کا تحفظ کیا جائے جو ہندوستان کی نشانی ہیں۔ لیکن اب اتنی آسانی اور عام سے انداز میں تم لوگ ان حدود کو توڑنے کا فیصلہ کر رہے ہو۔ بھلا برطانوی تاج ہمیں کیسے نظرانداز کر سکتا ہے؟"

"میں نے آپ کو پہلے ہی متنبہ کیا تھا' شہزادی حکمرانوں نے خود تاخیر کی ہے۔"

آنے والے ہفتوں میں جیہ' آ سبرن کے تلخ اور کڑوے تبصروں کو بھول نہیں سکی۔ روزانہ اخبارات میں قوم پرست لیڈروں کی لمبی چوڑی تقریریں شائع ہوتیں لیکن ان کے مقابلے پر حکمرانوں کا ذکر تک بھی نہ ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ میڈیا نے حکمرانوں کو قطعی فراموش کر دیا ہے۔

جیہ باقی تمام باتوں سے بے پروا ہو کر برطانوی بادشاہت کی اس بات چیت کا جائزہ لینے لگی جو وہ ہندوستان کی دو بڑی پارٹیوں سے جاری رکھے ہوئے تھی وہ اس بات پر البتہ بے حد حیران تھی کہ کیا اس کی اپنی ریاست اتنے دنوں تک قائم رہ سکے گی کہ ارجن صحت یاب ہو کر لندن سے واپس آ جائے؟

ہندوستان کے عوام کو اختیارات منتقل کرنے کا منصوبہ اس لئے التوا میں پڑ گیا کہ برطانوی سلطنت فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اختیارات کا محفوظ اور اصل حقدار کون ہے۔ قائد اعظم پاکستان کے لئے اپنے مطالبات پر اٹل تھے جبکہ نہرو کا اصرار تھا کہ نیشنل کانگریس' ہندوستان کی واحد ترجمان ہے۔

جب نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان ڈیڈ لائن ختم کرنے کے لئے برطانوی حکومت نے تجویز پیش کی کہ دونوں پارٹیوں پر مشتمل ایک مخلوط حکومت قائم کر دی جائے جو باری باری اختیارات استعمال کرے۔ لیکن نیشنل کانگریس نے جب مسلم لیگ کے ساتھ برابری کی بنیاد پر حکومت میں شرکت سے انکار کر دیا تو مجبور اور پریشان وائسرائے نے صرف کانگریس کی حکومت سے حلف لے لیا۔

"برطانوی ہم لوگوں پر اپنے ہاتھ صاف کر رہے ہیں' حکم!" سر اکبر نے ریڈیو کی ناب گھماتے ہوئے جیہ کو مخاطب کیا۔ "اگر برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان سے جانے میں تاخیری حربے کے طور پر آخری مہینوں میں جناح کو نظرانداز کر کے ہندو مسلم فسادات کی راہ ہموار کر سکتی ہے تو پھر مجھے یقین ہے کہ وہ شاہی ہندوستان کو بھی بھیڑیوں کی بھٹ میں پھینکنے سے دریغ نہیں کرے گی۔"

جیہ نے ایک نظر دریا کی جانب دیکھا جہاں ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے میں مصروف تھے لیکن وہ زیادہ دیر ادھر متوجہ نہ رہ سکی تھی کیونکہ ریڈیو پر قائد اعظم کی آواز ابھرنا شروع ہو گئی تھی۔ "وہ دو پارٹیاں جن سے ہم نے بات چیت کی ہے ہم پر پستول تانے ہوئے ہیں ایک کے پاس طاقت اور اس کے پیچھے مشین گنیں ہیں جبکہ دوسری کے پاس عدم اعتماد' عدم تعاون اور سول نافرمانی کی دھمکی ہے۔ صورتحال کا نتیجہ جلد نکلنا چاہئے ہمارے پاس بھی ایک پستول موجود ہے چنانچہ آج ہم نے ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے..... ہم نے آئین اور آئینی طریقہ کار کو خیرباد کہہ دیا ہے۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا' سر اکبر؟" جیہ نے فوراً پلٹ کر دریافت کیا۔

"میں نہیں جانتا' حکم!" سر اکبر نے یوں اپنی نگاہیں ہاتھوں پر جما لیں جیسے بڑھتی ہوئی عمر کی جھریوں سے پریشان ہو رہا ہو۔ "جب میں ایک نوجوان کی حیثیت سے سیرپور آیا تھا تو دنیا بے حد سادہ تھی۔ ہم سب لوگ..... ہندو' مسلمان' قوم پرست اور حکمران صرف ایک چیز چاہتے تھے..... برطانیہ کے عمل دخل کے بغیر باعزت زندگی لیکن اب میں اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں کہ اس نئے ہندوستان کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مجھے ان رہنماؤں کے لالچ کی سمجھ نہیں آتی جو اس قوم کی لاش پر سیاست کرنا چاہتے ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئی۔"

جیہ نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ وہ رخ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی اپنی بادشاہت متزلزل تھی لیکن ایک اچھی بات یہ تھی کہ لندن سے آنے والے خطوط میں ارجن کے آپریشن کی کامیابی کی اطلاع دی گئی تھی اس کے اطمینان کے لئے یہی بہت تھا۔

1946ء اگست کی تپتی ہوئی دوپہر میں کلکتہ کی سڑکیں ویران ہو رہی تھیں۔

ارجن کامیاب آپریشن کے بعد واپس آ چکا تھا۔ ائر پورٹ پر اس کا استقبال کرنے کے لئے جیہ' سر اکبر اور جیمس آہرن موجود تھے۔ وہ جہاز سے نکل کر جب سیڑھیوں پر کھڑا ہوا تو جیہ ایک لمحے کے لئے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے پرتاپ سنگھ واپس آ گیا ہو۔ ارجن اس وقت بالکل اپنے باپ کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔

ائر پورٹ سے سیرپور ہاؤس کے راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی ہوئی تھیں۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" ارجن نے ان لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"کل کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جلسہ ہونے والا ہے۔" جیمس نے بتایا۔ "جس میں شریک ہونے کے لئے ہندوستان بھر کے مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ اس جلسے میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ ملک کے قیام کا مطالبہ کیا جائے گا۔ ہندوؤں نے اس لئے رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں کہ شہر کے باہر والے مسلمان اس جلسہ میں شریک نہ ہو سکیں۔"

جیہ کو یہ سن کر شرم محسوس ہونے لگی۔ اس کی ریاست کا وزیر اعظم بھی تو مسلمان ہی تھا جو اس وقت اسی گاڑی میں تھا اور جس کے ماتھے پر پریشانیوں نے لکیریں ڈال دی تھیں سیرپور ہاؤس پہنچنے کے بعد ارجن کے لئے ایک چھوٹی سی مذہبی تقریب منعقد ہوئی جو ریاست کے سربراہ کے لئے اس لئے ہوئی تھی کہ سربراہ صحت یاب ہو کر وطن واپس آ گیا تھا۔

"جیمس صاحب میں فوری طور پر مسز رائے کے پاس جانا چاہتی ہوں۔" جیہ نے کہا۔ "تاکہ موجودہ صورت حال پر ان سے گفتگو کی جا سکے۔"

"بہت مشکل ہے حکم' سارے راستے فسادات کی لپیٹ میں ہیں۔ ایسی صورت میں یہاں سے نکلنا خطرناک ہو گا۔ اس کے علاوہ ہم آپ کو فوری طور پر کوئی تحفظ بھی فراہم نہیں کر سکتے۔"

"پلیز' کوئی بندوبست کر دیں میرا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔"

جیمس صرف اتنا کر سکا تھا کہ اس نے فون کر کے مسز رائے کو جیہ کی آمد کی خبر پہنچا دی تھی۔

"بیٹے!" جیہ نے ارجن کی طرف دیکھا۔ "میری یہ خواہش ہے کہ تم ان ہنگاموں سے دور رہو۔ بھگوان تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ارجن ماں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "اس وقت پورا ہندوستان جل رہا ہے تو میں اس آگ سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں۔"

اس لمحے جیہ کو محسوس ہوا کہ اس کا بیٹا اچانک بہت بڑا ہو گیا ہے۔ اتنا بڑا کہ شاید اب وہ اس کے اختیار میں نہیں رہا۔

اس شام جب جیہ مسز رائے کے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو پورا راستہ خطروں سے بھرا ہوا تھا۔ جگہ جگہ بلوے ہو رہے تھے۔ مکانات جل رہے تھے۔ ایسے میں ڈرائیور کے لئے گاڑی کو صحیح سلامت نکال لے جانا بہت دشوار ہو رہا تھا۔ مسز رائے کے مکان کے پاس ایک

بپھرے ہوئے مجمع نے گاڑی کا تعاقب بھی کیا تھا لیکن ڈرائیور بڑی ہوشیاری سے گاڑی دوڑاتا چلا گیا پھر جب گاڑی مسز رائے کے مکان کے احاطے میں داخل ہوئی تو مسز رائے بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں۔

"بھگوان کا شکر ہے کہ تم صحیح سلامت یہاں تک آ گئیں۔" اس نے کہا۔ "پورا شہر جل رہا ہے۔ اس وقت تمہارے سیر پور جانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ راستے میں گاڑیوں سے اتار اتار کر لوگوں کو مارا جا رہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اب واپس نہ جاؤ۔"

جیہ نے دیکھا کہ باہر لان پر مسز رائے کے ہندو اور مسلمان ملازمین سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ انہیں اپنے اپنے گھر کی فکر تھی۔ لحہ لحہ آنے والی خبریں انہیں اور پریشان کر رہی تھیں ایک طرف کچھ دانش ور قسم کے لوگ سر جوڑے ہندوستان کے مستقبل پر باتیں کر رہے تھے۔ اس سنہرے مستقبل کی جس کا انہوں نے خواب دیکھا تھا لیکن اب وہ مستقبل شعلوں کے کفن میں لپٹا ہوا تھا۔

مسز رائے' جیہ کو اپنے کمرے میں لے آئی جس کی کھڑکی سے ٹھنڈی' ٹھنڈی ہوائیں آ رہی تھیں۔ "ان خبروں نے مجھے بہت تھکا دیا ہے۔" اس نے کہا۔ "بھگوان کے لئے کچھ اور باتیں کرو۔"

لیکن ان کی باتیں اس وقت ادھوری رہ جاتیں جب جیمس آ برن کا ٹیلی فون آتا وہ ہر آدھ گھنٹے بعد جیہ کو شہر کے حالات سے باخبر کر رہا تھا۔ اس کے فون کی گھنٹی سنتے ہی ہندو اور مسلمان ملازمین اردگرد جمع ہو جاتے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان محلوں کی کیا حالت تھی جہاں ان کی گھر تھے لیکن جیمس کی آواز اور اس کی بتائی ہوئی خبروں میں مایوسی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے کہنے کے مطابق اس وقت پورا شہر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔

رات ایک بجے کے قریب مسز رائے کے احاطے میں زخمیوں کو لایا جانے لگا۔ مسز رائے نے ان پناہ گزینوں کے لئے اپنے مکان کے گیٹ کھلوا دیئے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ مرد بھی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی' ہر طرف زخمیوں کی چیخ پکار مچی ہوئی تھی۔

"ہمارے گھروں کو جلا دیا گیا۔ گھر والوں کو قتل کر دیا گیا۔" ایک آدمی رو رو کر فریاد کر رہا تھا۔

"کون تھے وہ ہندو یا مسلمان۔" مسز رائے نے دریافت کیا۔

"آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں۔" وہ آدمی بھڑک اٹھا۔ "ارے بابا وہ قاتل تھے اور

قاتلوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔"

رات اس طرح آنکھوں آنکھوں میں گزر گئی۔ دوسری شام جیمس آ برن کا فون آیا۔

"یور ہائی نیس۔" اس نے جیہ سے کہا۔ "تشدد کی آگ پھیلتی جا رہی ہے۔ ہم لوگوں نے اپنے فوجیوں کو براہ راست کارروائی کا حکم دے دیا ہے لیکن حالات قابو میں نہیں آ رہے اور ہاں آپ کا سیر پور ہاؤس شاید اس لئے ابھی تک بچا ہوا ہے کہ سیر پور کا مہاراجہ ہندو ہے اور وزیر اعظم مسلمان۔ میں اپنے فوجیوں کے ساتھ شہر کے حالات کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پورے شہر میں کرفیو ہے اس کے باوجود اب تک ساٹھ ہزار آدمی مارے جا چکے ہیں۔ میں ایک فوجی جیپ لے کر آ رہا ہوں۔ آپ فوراً سیر پور آ جائیں۔ یہاں آپ کی ضرورت ہے۔ مہاراجہ آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ارجن اس وقت کہاں ہے۔"

"وہ اس وقت پورے شہر سے سیر پور والوں کو اکٹھا کرتے پھر رہے ہیں۔" جیمس نے بتایا۔ "آپ کا سیر پور ہاؤس اس وقت ایک فوجی کیمپ بنا ہوا ہے۔"

جیہ سوچنے لگی کہ پچھلے اگست میں اس کا بیٹا جاپانیوں سے جنگ کر رہا تھا اور اس اگست میں ایک دوسرے انداز کا خون کا دریا اس کی راہ میں آ گیا تھا۔ نہ جانے آنے والا اگست اپنے ساتھ کیا لے کر آنے والا تھا۔

مسز رائے نے آ کر بتایا کہ جیمس جیپ لے کر آ گیا ہے۔

جیہ' جیمس کے ساتھ ہی اس کی جیپ پر بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھا کہ جیمس بہت اداس ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں جیہ کا دل دھڑک اٹھا۔ جیمس' جیہ کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو' لیکن کہنے کی ہمت نہ ہو۔

"جیمس صاحب!" جیہ نے ایک اضطرابی کیفیت میں جیمس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "آپ یہ بتائیں میرا ارجن تو خیریت سے ہے نا؟"

"یور ہائی نس۔" جیمس نے ایک گہری سانس لی۔ "میں آپ کو سب کچھ بتاتا ہوں مہاراجہ اور سر اکبر سیر پور والوں کو محفوظ مقامات پر پہنچانے کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ہندوؤں کے ایک مجمع نے ان کی گاڑی کو گھیر لیا وہ اس بات پر ہنگامے کر رہے تھے کہ ایک ہندو مہاراجہ ایک مسلمان کے ساتھ کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ ارجن نے سر اکبر کے بارے میں بتایا کہ وہ ریاست کے وزیر اعظم ہیں لیکن مجمع نے سر اکبر کو گاڑی سے کھینچ لیا انہیں بچانے کے لئے مہاراجہ بھی گاڑی سے باہر آ گئے۔"

"پھر... پھر کیا ہوا؟"

"مجھے یہ کہنے دیں یور ہائی نس کہ مہاراجہ نے ایک بہادر کی شان سے اپنی جان دی ہے وہ اپنے وزیر اعظم کو بچاتے ہوئے مارے گئے لوگوں نے سر اکبر کو بھی مار دیا۔"

جیہ کو اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ وہ یہ سب سن کر زندہ کس طرح رہ گئی تھی اس کا کلیجا کیوں نہیں پھٹ گیا تھا۔

1947ء- سر اکبر کی لاش کے ٹکڑے قبرستان میں دفن کر دیئے گئے لیکن ارجن کی راکھ بنارس نہیں لے جائی گئی۔ جیہ کی خواہش پر اس راکھ کو دریائے برہم پترا ہی میں بہا دیا گیا تھا۔

سیر پور واپس آنے کے بعد جیہ اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی سوگ کے لئے آنے والوں سے کہہ دیا جاتا کہ مہارانی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا زندگی نے اسے سوائے خوف اور پریشانیوں کے اور کیا دیا تھا اس نے ریاست کو بچانے کی کتنی کوشش کی تھی لیکن ہوا کیا؟ ریاست تو ابھی تک باقی تھی لیکن ریاست کا حکمران مر چکا تھا سیر پور کی ریاست بغیر کسی وارث کے تھی۔

اس کے رات دن پوجا پاٹ میں گزرنے لگے۔ شاید اس طرح اسے سکون مل سکتا۔ وہ سکون جو اب صرف خیال بن کر رہ گیا تھا۔ بہت دنوں کے بعد اسے یہ بتایا گیا کہ ہندوستان اور پاکستان نامی دو ملک بن چکے ہیں دونوں کے جھنڈے الگ ہیں۔ دونوں کے سربراہ اور ان کا جغرافیہ الگ ہے اس وقت جیہ کو احساس ہوا کہ وہ بھی اگست ہی کا مہینہ تھا۔

اس تقسیم نے فسادات کی ایسی آگ بھڑکائی کہ کلکتہ کے فسادات کو لوگ بھول گئے۔ پورا ملک شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ ہندو' مسلمان' سکھ سب ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ لاکھوں لوگ مارے گئے لاکھوں گھر جل گئے۔ پناہ گزینوں کا ایک بہت بڑا قافلہ ادھر سے ادھر ہو گیا ایسا لگتا تھا جیسے پورا ملک پاگل ہو گیا ہو۔

جیمس آبرن دہلی سے واپس آیا تو جیہ اس سے الجھ پڑی۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری فوج آخر کیا کر رہی ہے۔ وہ ان فسادات کو رکوانے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔"

"آپ کس فوج کی بات کر رہی ہیں یور ہائی نس' فوج تو اب ہندوستان یا پاکستان کی ہے اور ان کے ذمے دار اس وقت اسلحوں اور ہتھیاروں کی تقسیم میں الجھے ہوئے ہیں کہ کس کے حصے میں کتنے ٹینک اور کتنی بندوقیں آئیں گی۔ اس موقع پر صرف ایک شخص ہے جس نے ان فسادات کو رکوانے کے لئے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے اور وہ ہے مہاتما گاندھی۔"

"جیمس صاحب' اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔"

"ہندوستان کی بربادی اور کیا ہو گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں دہلی میں کن کاموں میں مصروف تھا۔ ہم لوگوں کے پاس ہندوستانی ریاستوں کی خفیہ فائلیں تھیں۔ ہم نے وہ تمام فائلیں وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی اطلاع کے بغیر نذر آتش کر دیں صرف اس لئے کہ ہندوستانی حکام بعد میں آپ لوگوں کو بلیک میل نہ کر سکیں لیکن اس سے کیا فائدہ ہوا آپ دلوں پر دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔"

"آخر کیوں؟ ہندوستانی حکومت ہمیں بلیک میل کیوں کرے گی۔"

"دیکھیں یور ہائی نس۔ اس وقت پورے ہندوستان میں سینکڑوں ریاستیں ہیں۔ ہندوستان کو یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ ریاستیں ان کے خلاف بغاوت نہ کر بیٹھیں۔ ایسی صورت میں یہ ساری ریاستیں مل کر ہندوستان کو بہت نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس لئے اب ہندوستان کی یہ کوشش ہے کہ ساری ریاستیں اس میں ضم ہو جائیں۔"

"یعنی ہم اپنا راج چھوڑ دیں۔"

"یہ تو کرنا ہی ہو گا۔ کیونکہ آپ بے بس ہیں یور ہائی نس۔ معاہدے پر دستخط تو کرنے ہوں گے۔ ورنہ سیر پور ہی میں قتل و غارت گری شروع ہو جائے گی۔"

اسی وقت عورتوں کی چیخنے چلانے کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ عورتیں ریڈیو پر گاندھی جی کے قتل کی خبر سن کر شور کر رہی تھیں۔ جیہ دوڑتی ہوئی ریڈیو کے پاس پہنچ گئی۔

ریڈیو پر بتایا جا رہا تھا کہ ہندوستان کے عظیم رہنما' مہاتما گاندھی کو اپنے ہی ایک آدمی نے قتل کر دیا ہے۔ یہ یقین کرنے والی خبر نہیں تھی لیکن یقین کرنا پڑا۔ جیہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرے چھانے لگے۔ وہ سوچنے لگی کہ راج نیتی کیا ہوتی ہے۔ شاید اس کے باپ دادا کی ریاست بالمیر کا راج گورو اور وہاں کی ستی ماتا جو چیتے کی کھال پر بیٹھی رہتی ہے اور ایک پجاری اس کی حفاظت کرتا ہے اس سوال کا جواب دے سکے۔ اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسے واپس جا کر ان سے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ جب حالات ایسے ہو جائیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔"

ایک گاڑی جیہ کو ان پہاڑیوں کی طرف لے گئی جہاں کسی زمانے میں ستی ماتا رہا کرتی تھی جہاں وہ ایک دن اپنی ماں کے ساتھ آئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ستی ماتا اسی طرح چیتے کی کھال پر بیٹھی ہوئی ہو گی لیکن اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ پہاڑیاں خاموش تھیں۔

سوائے پرشور ہواؤں اور اڑتی ہوئی خاک کے وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ وقت نے ستی ماتا کا وجود ہی فنا کر دیا تھا۔

وہ واپس لوٹی تو قلعے کے گیٹ پر راج گورو اور میجر ویر سنگھ اس کے انتظار میں کھڑے تھے۔ وقت نے ان کے نقوش بھی مدہم کر دیئے تھے۔ وہ سب خاموش طویل و عریض برآمدے میں آ کر بیٹھ گئے۔ جہاں جیہ بچپن میں کھیلا کرتی تھی۔ جہاں کی ہر شے سے اس کی یادیں وابستہ تھیں۔

"ہاں یور ہائی نس۔" راج گورو نے اس کی طرف دیکھا۔ "آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟"

"راج نیتی کا بھید معلوم کرنے۔" جیہ نے دھیرے سے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ پہلا اصول کیا ہے۔"

"پرجا' عوام۔"

"ٹھیک ہے۔" راج گورو نے اطمینان بھرے انداز میں اپنی گردن ہلائی۔ "راج کرنے والوں کو سب سے پہلے اپنی پرجا کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"وہی تو میں معلوم کرنے آئی ہوں گورو جی۔ میرا باپ مرچکا ہے۔ شوہر مرچکا ہے' بیٹا مرچکا ہے' آپ میرے استاد ہیں۔ آپ ہی یہ بتا سکتے ہیں کہ میں کیا کروں۔"

"اپنی پرجا کو قتل و غارت گری سے بچانے کے لئے وہ سب کچھ کرو جو تمہارے بس میں ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب مجھے سیر پور کو ہندوستان میں ضم کر دینا چاہئے۔" جیہ نے کہا۔ "کیونکہ اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

برآمدے کی ایک دیوار کے ساتھ ننگی تلواریں آراستہ تھیں۔ یہ تلواریں اس کے باپ دادا کی یادگار تھیں۔ راج گورو نے دیوار سے ایک تلوار اتار کر اس کی دھار پر اپنا انگوٹھا رکھا۔ انگوٹھے سے خون بہنے لگا پھر اس نے آگے بڑھ کر جیہ کے ماتھے پر تلک لگا دیا۔

شام کا ڈھلتا ہوا سورج اس وقت بہت اداس دکھائی دے رہا تھا۔

1950ء جیمس دہلی کے اسٹیشن پر جیہ کے استقبال کے لئے کھڑا تھا۔

جیہ جب اپنے ڈبے سے برآمد ہوئی تو وہ لپکتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ "آپ نے یہ خبر سنی یور ہائی نس' مسٹر جناح کا انتقال ہو گیا ہے۔"

"اوہ!" جیہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی صرف دو سال کے عرصے میں وہ سب لوگ ختم ہو چکے تھے جنہوں نے اس تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اب صرف ماؤنٹ بیٹن

اور جواہر لعل نہرو زندہ تھے۔

ایک شاندار گاڑی جب جیہ اور جیمس کو لے کر پارلیمنٹ ہاؤس پہنچی تو ہندوستان کا سیکرٹری وی پی مینن ان کے استقبال کے لئے سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ مختلف ہندوستانی رجواڑوں اور ریاستوں کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ ریاستیں ہندوستان میں ضم ہو چکی ہیں اور اب جیہ بھی سیر پور کی طرف سے کاغذات پر دستخط کرنے آئی تھی۔

"مہارانی صاحبہ۔" مینن نے اسے مخاطب کیا۔ "میں آپ کو اس بات کی مبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنی ریاست میں امن و امان کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہونے دیا جس وقت پورا ہندوستان جل رہا تھا۔ اس وقت بھی سیر پور میں سکون تھا۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر فخر کیا جا سکتا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"مہارانی صاحبہ آپ میرے ساتھ تشریف لائیں۔ سردار پٹیل نے کاغذات تیار کر دیئے ہیں۔"

وہ مختلف اندرونی کمرے میں بیٹھا تھا جسے ہندوستان کا مرد آہن کہا جاتا تھا۔ جیہ نے اب سے بہت پہلے اس شخص کو صرف ایک بار دیکھا تھا۔ وہ اب ہندوستان کا نائب وزیر اعظم تھا۔ سردار پٹیل نے مسکراتے ہوئے کاغذات جیہ کے حوالے کر دیئے۔ "یہ ایک تاریخی موقع ہے مہارانی صاحبہ۔"

"ہاں بہت تاریخی۔" جیہ دھیرے سے بولی۔ "آج ہندوستان سیر پور میں ضم ہو رہا ہے۔"

سردار پٹیل ہنس دیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں سردار صاحب' ہماری ریاست کی تاریخ تین ہزار سال پرانی ہے۔ ریاست کے پرکھوں کے نام مہا بھارت میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں جبکہ آپ لوگوں کی تاریخ کل پچاس ساٹھ سال پر محیط ہے۔"

پھر اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کاغذات پر دستخط کر دیئے۔

سیر پور واپس آنے کے بعد اسے وہاں کے عوام نے گھیر لیا۔ اس کے پاس آنے والوں میں ہر طبقے کے لوگ تھے۔ کسان' تاجر' استاد' طالب علم وہ سب یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جیہ نے اپنی ریاست ہندوستان میں کیوں ضم کر دی۔

ہ اس لئے کہ راج نیتی کا پہلا اصول ہے پرجا۔ یعنی عوام اور دوسرا اصول ہے حفاظت۔ تو میں نے تمہاری حفاظت کے لئے ایسا کیا ہے۔ تمہیں محفوظ رکھنے کے لئے اپنے راج کی قربانی دی ہے اگر میں ایسا نہ کرتی تو ہندوستانی فوجیں ریاست میں داخل ہو جاتیں۔ دوسری ریاستوں کا حشر تمہارے سامنے ہے۔"

لوگ اس کی باتیں سن کر خاموش ہو جاتے۔ انہیں جیہ پر بھروسا تھا وہ جانتے تھے کہ اس نے جو کچھ بھی کیا ہو گا ان کی بھلائی کے لئے کیا ہو گا۔ وہ اگرچہ اب صرف نام کی مہارانی رہ گئی تھی لیکن اس کی عزت و احترام میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ جدھر سے گزرتی لوگ اسے دیکھ کر اپنی گردنیں جھکا دیتے۔

کئی دنوں بعد اس نے ایک خبر سنی۔

ارون رائے سیرپور سے الیکشن میں حصہ لے رہا تھا۔

اس خبر نے جیہ کو بھڑکا کر رکھ دیا۔ اس شخص کو اس بات کا کیا حق حاصل تھا کہ وہ پارلیمنٹ میں جانے کے لئے اس کی ریاست کو سیڑھی کی طو پر استعمال کرے۔ اس نے جیمس کو اس وقت فون کر کے اپنے پاس بلا لیا۔

"جیمس صاحب' کیا آپ کو معلوم ہے کہ الیکشن کے کاغذات کہاں جمع ہوتے ہیں۔"

"ہاں' ہاں کیوں نہیں۔"

"کیا آپ مجھے وہاں تک لے جا سکتے ہیں؟"

جیمس نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔

جیمس جس وقت جیہ کو لے کر الیکشن آفس پہنچا اس وقت ارون رائے اپنے کاغذات جمع کرا کے باہر آ رہا تھا جیہ کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا۔

"مہارانی تم' تم یہاں کیوں آئی ہو۔"

"اپنے کاغذات جمع کرانے۔" جیہ نے گردن اٹھا کر جواب دیا اور آگے بڑھتی چلی گئی کچھ دور چلنے کے بعد اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ارون رائے اس طرح کھڑا تھا جیسے کسی جادوگر نے اسے پتھر کا بنا دیا ہو۔ جیہ کے حلق سے ایک قہقہہ بلند ہوا جو پھیلتا چلا گیا وہ قہقہہ الیکشن آفس سے باہر نکلا اور سیرپور کے بازاروں سے گزرتا ہوا دریائے برہم پترا کی لہروں میں شامل ہو گیا۔